احسن علی خاں

میری لائبریری

مفہومِ غالب

غالب نے کیا کہا؟

سمجھنے اور سمجھانے کی بھرپور
اور مخلصانہ کوشش

غالب کو سرچشمہٴ راز آسمانی ہونے کا جو دعویٰ تھا، بیجا نہ تھا۔ جہاں تک تخیل کی ندرت، الفاظ و آہنگ کے شکوہ اور فکر کی گہرائی کا تعلق ہے، کم ہی سخن ور ان سے بازی لے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنی بیاض میں لکھا تھا:

"جہاں تک میری نظر جاتی ہے، مرزا غالب ـــ غالباً ہمارا واحد دوامی سرمایہ ھے جس کا ھم مسلمین برعظیم نے اسلامی دنیا کے عام ادب میں اضافہ کیا ھے۔ درحقیقت اس کا شمار ان شاعروں میں ھے، جو اپنے تخیل اور ادراک میں محدود عقیدوں اور سرحدوں سے ماورا ہوتے ہیں۔ دنیا ابھی اسے پہچانے گی"۔

ڈاکٹر اقبال نے ٹھیک ھی لکھا ھے، غالب نے بزم ہستی میں جو فانوس خیال روشن کیا ہے، کونسا "پیکر تصویر" ہے جو اس کے "کاغذی پیرہن" میں منازل زیست طے کرتا ہوا نظر نہیں آتا؟ کونسا معمہ ہے جو "اس ساز زندگی کے تاروں میں بیدار، خوابیدہ موجود نہیں"؟

مرزا غالب کی چشم بینا قدرت کو نقاد نگاہ سے دیکھتی ہے اور ہر نظر میں ایک نیا جلوہ پاتی ہے، اگر وہ مرقع ساز جو عشق و محبت کے معاملات کے نئے نئے مضامین کے متلاشی رہے ہیں۔ غالب کے اشعار کو لوح قرطاس سے پردۂ تصویر پر منتقل کریں تو ان میں سے ہر ایک، ایک یادگار زمانہ تصویر ہو" مفہوم غالب کی اشاعت کے بعد غالب کی پنہاں اشارت کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی۔

غالب کے ایک قدردان گھرانے کے چشم و چراغ جناب نوابزادہ احسن علی خاں جیسے زیرک غالب شناس کی شرح "مفہوم غالب" پیش کرتے ہوئے ادارہ میری لائبریری کو یقین ہے کہ جس طرح سخن فہم غالب کے کلام کو آنکھوں سے لگا کر رکھتے اور دل میں جگہ دیتے ہیں۔ اسیطرح غالب کے کلام کو سمجھنے والے اس شرح کو سر آنکھوں پر جگہ دیں گے اور اسے کلید غالب پائیں گے۔

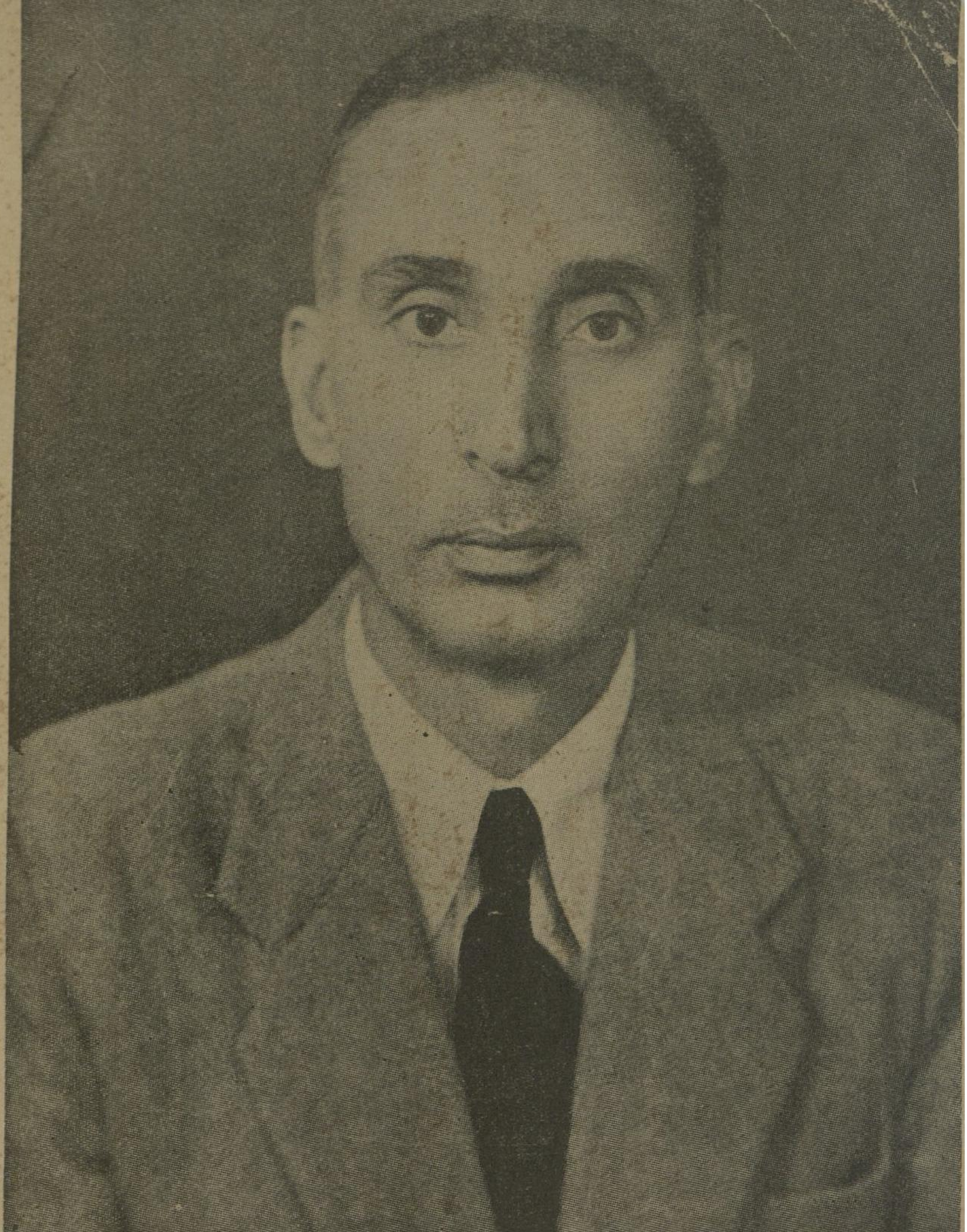
مفہومِ غالب

صاحبزادہ احسن علی خاں
(ایم، اے، ایل ایل، بی (علیگ))

مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

بار اوّل ۱۹۶۹ء
ناشر .. .. بشیر احمد چودھری
ڈائرکٹر مکتبہ میری لائبریری لاہور
طابع .. حمایت اسلام پریس لاہور

میری لائبریری
(۱۷۰)



صاحبزادہ احسن علی خاں

ایم ۔ اے ، ایل ، ایل ، بی (علیگ)

انتساب

میرے نہایت ہی شفیق والد نواب زادہ محمد احسان اللہ خاں مرحوم
اردو فارسی ادب اور فنونِ لطیفہ کا ذوقِ سلیم رکھتے تھے۔

زبان اردو کے شعرا میں غالب کا اور زبان فارسی کے شعرا میں حافظ کا
کلام پسند تھا۔ غالب کے کلام سے دل چسپی کا اندازہ اس واقعے سے لگایا
جاسکتا ہے کہ مرض الموت میں مبتلا ہیں، شانوں میں سخت درد ہے مگر منہ
سے نہ آہ نکلتی ہے اور نہ فغاں، مجھے فرمایا: "احسن غالب کا وہ شعر
جس کا ایک مصرعہ یہ ہے: "مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا"
کیا ہے؟ میں نے شعر عرض کیا ؎

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

اور دیوان غالب جو میرے سرہانے اپنی جگہ موجود تھا غزل نکال کر پیش کر دیا
چند منٹ نظر ڈالی اور رکھ دیا۔ اس کے تیسرے روز جان بجان آفریں داد

میری اس حقیر ذہنی کاوش کے انتساب کا مستحق اس ذات کے
علاوہ جس سے ذوقِ ادب میں نے ترکہ میں پایا اور کون ہو سکتا ہے
خداوند کریم کا بے حد احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ حق ادا کرنے
کی توفیق بخشی اور اب یہی میں ادا کر رہا ہوں۔

احسن علی خاں



آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

ترتیب

پروفیسر سیّد وزیر الحسن عابدی
صدر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی

استقبال

اس سال غالب کی اوّلین صد سالہ یادگار دنیا کے اکثر ممتاز ملکوں میں آئین ہائے رنگ رنگ منائی گئی ہے اور منائی جا رہی ہے۔ پاکستان میں مختلف ادارے جماعتی منصوبے بنا کر اور بعض ارباب دانش و فن انفرادی حیثیت سے اس عظیم اہتمام میں شرکت کر رہے ہیں۔ تدوین، تحقیق، تنقید، تصویر، تقریب، ترجمہ اور ترجمانی، ان سب کوششوں کا ایسا سلسلہ بندھا ہے کہ ہماری تہذیبی زندگی کے بام ادب پر ایک چراغاں نظر آتا ہے، جس کی روشنی میں امید ہے، فکر و نظر کی نئی راہیں ملیں گی اور سابقہ کوششوں کا نیا جائزہ لیا جا سکے گا۔

کلام غالب کی شرح نگاری بھی پچھلے سو برس میں ہماری ادبی زندگی کی ایک گراں بہا روایت رہی ہے، اور اب اس صد سالہ یادگار کے موقع پر میری طرح ہر غالب دوست کی آرزو ہو گی کہ غالبیات کے میدان میں جہاں اور سب کام ہو رہے ہیں اس روایت کے افق پر بھی کوئی نئی نمود ہونی چاہیئے۔

غالب کے نئے شرح نگار شگفتہ بیان اور نکتہ سنج دانشور جناب نوابزادہ احسن علی خاں صاحب کی سادہ اور پُرکار تالیف 'مفہوم غالب'، کا اس اہم موقع پر یقیناً پرجوش استقبال کیا جائے گا۔

لاہور
۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء

وزیر الحسن عابدی

ڈاکٹر جسٹس ایس۔ اے رحمٰن
ہلالِ قائدِ اعظم، ہلالِ پاکستان

پیش لفظ

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے سخن وران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش،
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

یہ رباعی کہنے والا غالب شاید اس حقیقت کا احساس نہ رکھتا تھا کہ اس کی مشکل پسندی اس کی وفات کے برسوں بعد اس کے کلام کے شارحین کے لئے وجہ جواز پیدا کرے گی۔ کتاب دل کی تفسیروں اور خواب جوانی کی تعبیروں کی طرح، دیوان غالب کی کئی ایک شرحیں لکھی جا چکی ہیں اور غالباً آئندہ بھی لکھی جائیں گی۔ حق یہ ہے کہ ادب میں بھی، سخن فہمی کی کئی سطحیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ایک ہی تہ دار یا پہلو دار شعر مختلف اوقات میں ایک قاری کے لئے یا ایک ہی وقت میں مختلف قاریوں کے لئے متعدد معانی کا حامل قرار پائے ایک بلند شعر اپنے اندر ایمائی کیفیتوں اور جمالیاتی دلالتوں کا ایک سمندر پنہاں رکھتا ہے۔ عجب نہیں کہ اس بحر میں غوطہ زن ہو کر، کوئی غواص موتی، کوئی صدف اور کوئی محض خس و خاشاک حاصل کرے۔ بات اپنے اپنے ظرف علم اور درجہ ذوق کی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شعر کے الفاظ سے ایک دراک ذہن نے وہ مفہوم اخذ کر لیا جس کا شعور شاید صاحب شعر کو بھی نہ ہوا تھا۔ شعری تجربہ اور اس کے اظہار میں اکثر مکمل ہم آہنگی نہیں ہو پاتی۔ اسی لئے شعری تخلیق کی توضیح و تفسیر میں اختلاف کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

زیر نظر کتاب کے ذریعے سے جناب احسن علی خاں شارحین غالب کے زمرے میں شامل ہو رہے ہیں، وہ سخن فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں، اس میدان میں سابقون

الادلون کی شہرتِ علم وفضل سے وہ مرعوب نہیں ہوئے۔ انھوں نے مجھے اپنی کتاب کے کچھ حصے پڑھ کر سنائے۔ میرا تاثر یہ ہوا کہ انھوں نے کتاب پر خاصی محنت کی ہے۔ مشکل لغات کا حل دینے کے بعد انھوں نے کوشش یہ کی ہے کہ مروجہ شرحوں سے قطع نظر، شعر کے الفاظ سے جو معانی ان کے اپنے دماغ میں متبادر ہوتے ہوں، وہ انھیں بلاکم وکاست سلیس زبان میں بیان کر دیں۔ بعض فاضل شارحین کی طرح انھوں نے پیچیدہ انداز بیان یا گول مول الفاظ کے استعمال سے فہم کی نارسائی پر پردہ ڈالنے کی سعی نہیں کی۔ ان کے نزدیک شعر اور اس کے غزلیاتی ماحول کی اندرونی شہادت ہی میں اس کے افہام وتفہیم کی بہترین کلید موجود ہے۔ ان کا دعویٰ نہیں کہ جو کچھ انھوں نے لکھ دیا ہے۔ وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اشعار کی شرح میں اہل نظر ان سے اتفاق نہ کریں لیکن انہوں نے غالب کو سمجھنے اور سمجھانے کی بھرپور اور مخلصانہ کوشش کی ہے وہ شعر کا بہت اچھا ذوق رکھتے ہیں اور اسی لیے ان کی کاوش کا نتیجہ قابل داد وتحسین ہے۔ مجھے امید ہے کہ کلام غالب کے شائقین ان کی تصنیف کی کماحقہٗ قدر کریں گے۔

ڈھاکا

۲۰ جنوری ۱۹۶۹ء — ایس۔ اے۔ رحمٰن

مَیں اَور غالبؔ

میرا نسبتی تعلق نوابانِ کنج پورہ سے ہے اس خاندان کے جدِ امجد نواب نجابت خان اُن شخصیتوں میں سے تھے جو اپنی تقدیر نوکِ شمشیر سے لکھتے ہیں۔ عالمِ جوانی میں قصبہ غرغشتیاں ضلع کیمبل پُور سے قسمت آزمائی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کچھ عرصہ میر مُنو حاکم لاہور کی فوج میں ملازمت کی اور فنِ حرب سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لی۔ دہلی کے اردگرد طوائف الملوکی کو دیکھتے ہوئے ملازمت ترک کر دی۔ اور ایک مختصر سی فوج خود اپنی تیار کر کے دہلی کی طرف کوچ کر دیا۔ دہلی سے تقریباً بہتر میل دُور اور پانی پت سے پچیس میل شمال میں دریائے جمنا کی دو شاخوں کے درمیان جزیرے پر ایک چھوٹا سا مگر مضبوط قلعہ تعمیر کر لیا۔ اور اردگرد کا علاقہ رفتہ رفتہ اپنے قبضے میں لے لیا جو ایک سو باون مواضعات کے لگ بھگ تھا۔ شاہ دہلی کو جب بساطِ ریاست پر اس نو وارد کی اطلاع ملی تو چکلہ دار سہارنپور کو سرکوبی کا حکم دیا۔ چکلہ دار نے تعمیل حکم میں کنج پورہ پر چڑھائی کر دی۔ دونوں فوجوں میں زبردست مقابلہ ہوا۔ چکلہ دار مارا گیا اور نجابت خاں کی فتح ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مجبوراً مقبوضہ علاقے پر نجابت خان کا تسلط تسلیم کر لیا گیا۔ جہاں یہ قلعہ تعمیر تھا اس بستی کا نام ابتداً نجابت نگر تھا مگر چونکہ آبادی سے قبل اس جگہ کونجیں، جو ایک مشہور نیم آبی پرندہ ہے۔ کثرت سے بیٹھتی تھیں اور اس کے بعد بھی جب تک کہ آبادی بڑھی بیٹھیں، عوام میں کنج پورہ کے نام سے مشہور ہوا، اور اب اصل نام صرف تاریخ ہی میں ہے۔

نجابت خاں کافی دور اندیش اور موقع شناس تھے ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور کنج پورے کی حدود میں آکر ڈیرے ڈال دیئے۔ محمد شاہ کا لشکر بھی اس وقت تک کرنال کے مقام تک پہنچ چکا تھا جو کنج پورے سے صرف سات میل دور تھا۔ خان نجابت خاں نے نادر شاہ کی میزبانی کا فریضہ ادا کیا۔ اور اس نے نجابت خاں کے اس علاقے پر قبضے کو باضابطہ تسلیم کر کے سند دے دی۔ ۱۷۶۱ء میں جب احمد شاہ ابدالی کو شاہ ولی اللہ دہلوی و نواب نجیب الدولہ وغیرہم چند مسلمان سربرآوردہ شخصیتوں نے مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے آنے کی دعوت دی تھی اُن میں ایک نجابت خاں بھی تھے۔ جب احمد شاہ ابدالی

کی فوجیں پانی پت کے میدان میں پہنچیں تو اس کی رسد پہنچانے کا مرکز کنج پورہ ہی قرار پایا۔ مرہٹہ فوجوں نے جو دہلی کی طرف سے مقابلہ کے لئے آ رہی تھیں۔ احمد شاہی لشکر کی رسد کا سلسلہ منقطع کرنے کے لئے اوّل کنج پورہ کو ہی ختم کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت کنج پورہ کے قلعہ میں خان موصوف ایک مختصر سی محافظ فوج کے ساتھ تھے بیشتر فوج ان کے ولی عہد خان دلیر خان کی سربراہی میں احمد شاہ کی خدمت میں بھیج دی گئی تھی۔ مرہٹوں نے تقریباً ایک ماہ کنج پورہ کا محاصرہ کرنے کے بعد بدقت تمام مغرب کی طرف فصیل میں شگاف کر دیا اور مرہٹہ فوج اندر داخل ہو گئی۔ محافظ فوج بیشتر ختم ہو گئی۔ خان نجابت خاں خود زخمی ہو گئے جن کو گرفتار کر کے مرہٹے پانی پت کے میدان کی طرف بڑھ گئے۔ خان موصوف کا انتقال اسی زخمی حالت میں پانی پت میں ہو گیا اور نعش بعد میں کنج پورہ میں لا کر دفن کی گئی۔ پانی پت کی تیسری لڑائی کا نتیجہ محتاج تحریر نہیں۔ احمد شاہ نے دلیر خاں صاحب کو نوابی کا خطاب دیا اور اپنے علاقے پر بحال کر دیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ احمد شاہ نے ہندوستان میں مستقل قیام نہ کیا اس کے جانے کے بعد سکھ زور پکڑ گئے اور شاہ دہلی بھی مہادجی سندھیا مہاراجہ گرالیار کی نگرانی میں زندگی بسر کرنے لگا۔ انگریزوں کو کھلا میدان مل گیا اور انھوں نے رفتہ رفتہ پنجاب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ چھاؤنی کرنال پر ڈال دی۔ ۱۸۴۶ء تک نوابانِ کنج پورہ نیم خود مختارانہ حیثیت سے اپنے علاقے پر حکومت کرتے رہے۔ لیکن لارڈ لیک کی حکمت عملی کے تحت ستلج اور جمنا کے درمیان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے یہ اختیارات لے لئے گئے۔ اور محض زمینداریاں باقی رہ گئیں اور یہی کیفیت ۱۹۴۷ء تک یعنی تقسیم ہندوستان تک رہی۔

میرے دادا نواب محمد علی خاں نے ۱۸۸۶ء میں انتقال کیا اور نرینہ اولاد میں چار نابالغ بچے چھوڑے۔ جن میں میرے والد نواب زادہ احسان اللہ خاں دوسرے بیٹے تھے اور ان کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی۔ جبکہ بڑے بھائی کی عمر سات سال تھی۔ چونکہ سب نابالغ تھے۔ اس لئے ریاست کورٹ آف ایوارڈ میں آ گئی۔ اور جملہ نوابزدگان چیف کالج لاہور میں داخل کر دیئے گئے۔ ابا جان سب بھائیوں میں ذہین تھے۔ اور علم کا شوق بھی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی تفریحی مشاغل سے بھی دلچسپی تھی۔ اور گھوڑسواری سے تو خاص اُنس تھا۔ چیف کالج سے

چاروں بھائیوں میں سے صرف انہی نے ڈپلوما حاصل کیا۔ نیزہ بازی میں مقابلے کے کپ جیتے اور پولو میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کی۔ چیف کالج سے فارغ ہونے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ لیکن خانگی حالات نے ایسا رُخ بدلا کہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے، اور گھر واپس آ گئے۔ اگرچہ ریاست کنج پورہ کے اختیارات ۱۸۴۶ء میں لے لئے گئے تھے لیکن با اختیار ریاستوں کی خصوصیت "وراثت پسر کلاں" کے اصول پر عمل قائم رکھا گیا۔ بڑے بھائی باپ کی جگہ مسندِ نوابی پر بیٹھے اور چھوٹے بھائی گزارے کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اگرچہ میرے والد نوابی سے محروم رہے۔ مگر قدرت نے اپنی حکمت کے صغیر و کبیر سے پوری طرح نوازا، اور وہ شیخ سعدی کے اس مقولے کہ

"تونگری بہ دل است و نہ بہ مال بزرگی بہ عقل است نہ بسال" کے پورے مصداق تھے۔

میں ۱۸۹۹ء میں ۱۲ مئی کو اوائل شب میں اپنی خاندانی حویلی میں پیدا ہوا، اپنے والدین کی پہلی اولاد تھا۔ میرے والد جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں علم کا شوق رکھتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو و فارسی ادب سے ان کا ذوق بھی بڑھتا چلا گیا۔ مذہب میں آزاد خیال تھے مگر اپنے دین پر مستقیم، میری والدہ اس وقت معزز گھرانوں میں جو تعلیم مستورات کو دی جاتی تھی۔ اس سے کافی بہرہ ور تھیں۔ اور اردو عربی پڑھ سکتی تھیں۔ مگر لکھ نہیں سکتی تھیں۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اور مذہب کی شیدائی۔ اس طرح دین اسلام کی محبت میری گھٹی میں پڑی اور اردو و فارسی ادب کا ذوق باپ سے ترکے میں ملا۔ چونکہ پہلوٹھا لڑکا تھا۔ اس لئے اباجان نے میری تعلیم و تربیت کی نسبت ایسا ہی منصوبہ بنایا۔ جو امیرزادوں کا ہونا چاہیئے۔ شعور آتے ہی میری نگرانی پر ایک شریف پٹھان کا تقرر کیا گیا جو میری جان کی حفاظت کے ساتھ اس بات کا بھی نگران رہتا تھا کہ کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جو خاندانی وقار کے منافی ہو۔ یہ گھر سے باہر میرے ہمزاد کی طرح میرے ساتھ رہتا تھا۔ جونہی زبان سے الفاظ ادا ہونے لگے اور حافظہ بھی کام کرنے لگا تو والدہ نے آمنت باللہ چھ کلمے اور تیسواں پارہ خود حفظ کروایا اور اس کے بعد تکمیل قرآن کریم حافظ صاحب کے پاس کی۔ اور ایک سال میں فارغ ہو گیا۔ دنیاوی تعلیم کے لئے ایسے شفیق استاد کا انتخاب کیا جس نے علم کا شوق جو مجھے ترکے میں ملا تھا، کی نشو و نما کا سامان اپنی شفقت سے پیدا کیا۔ اور فارسی د

اردو زبان سے ضروری واقفیت کی خواہش کو ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جن پر علم کے اضافے کے ساتھ ساتھ محض لغت سے امداد لے کر عظیم ترین عمارت کھڑی کی جا سکے۔ بزرگوار موصوف نے مجھے صرف پانچویں جماعت تک پڑھایا اور اس کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔ سترہ سال کی عمر تک کرنال گورنمنٹ ہائی سکول میں تعلیم پائی اور ۱۹۱۷ء میں میٹرک کیا۔ مزید تعلیم کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ کا انتخاب کیا گیا اور مجھے وہاں داخل کرا دیا گیا۔ کالج میں بھی ابا جان نے میری اخلاقی نگرانی کے لئے اپنے ایک دوست کے عزیز کو جو مجھ سے اعلیٰ جماعت میں تھے میرا نگران بنا دیا اور اس طرح میں نے ایف اے پاس کیا۔ مگر اس سخت نگرانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھ میں جرأت رندانہ جو دنیا کی کش مکش میں کامیاب بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے آج تک پیدا نہیں ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں میں تھرڈ ایئر میں تھا۔ اسی وقت نگران سے چھٹکارا ہوا تھا کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ خلافت کی تحریک عروج پر تھی اور کانگرس نے ساتھ مل کر سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ دونوں جماعتوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تعلیم گاہوں سے طلبا کو نکال لینے کی تحریک چلائی جائے تاکہ آئندہ انگریزوں کو اپنی حکومت چلانے کے لئے مواد میسر نہ آ سکے۔ نیز طلبا جن کو موت کا خوف نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے حصول آزادی کی تحریک میں نئی قوت بھر دی جائے۔ پہلا حملہ ہمارے ہی کالج پر ہوا۔ جس کی قیادت مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی، مولانا آزاد سبحانی اور مولانا عبدالماجد بدایونی جیسی شخصیتوں نے کی۔ مسٹر گاندھی کی تقریر کا کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی خود روئے اوروں کو رلایا، لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد دو گھنٹے بولے، پر پوری طرح اثر انداز نہ ہوئے۔ لیکن مولانا آزاد سبحانی جو سب سے آخر میں بولے، کی تقریر اتنی موثر ثابت ہوئی کہ بارہ سو طلبا میں سے ایک ہزار نے تعلیم ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور باقی دو سو طلبا کی ہمت بھی کالج میں ٹھہرنے کی نہ ہوئی۔ وہ بھی اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ میں نے بھی خلافت سے وابستہ ہو کر کھدر پوشی کا عہد کر لیا، اور گھر آ گیا۔ ابا جان کو میری یہ حرکت پسند نہ آئی، زبان سے کوئی لفظ ملامت کا نہیں کہا مگر پہلا سا التفات غائب ہو چکا تھا، اور میرے لئے یہ سخت ترین سزا تھی۔ علی گڑھ چھوڑنے کے بعد واپس جانے کو دل نہ چاہتا تھا اور دوسری جگہ

داخلے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سال بھر تک گھر پر رہا اور اس عرصے میں بیشتر وقت پڑھنے میں گزارا۔ حافظ، غالب اور سعدی کی تصنیفات پیش نظر رہیں اور میں ان تینوں عظیم شخصیتوں کو اپنے اپنے مقام پر بے مثال سمجھنے لگا۔ غالب اور حافظ کے دیوان میرے سرہانے رکھے رہتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب کالج میں داخلے کا وقت آیا تو میں نے ابا جان سے عرض کیا کہ اب مجھے علی گڑھ کے علاوہ کسی کالج میں داخل کروا دیا جائے، میری یہ درخواست بلا تامل منظور کر لی گئی۔ اور ایک انگریز دوست سے گورنمنٹ کالج کے پرنسپل کے نام ایک چٹھی لے کر ایک معتمد کے ساتھ مجھے لاہور روانہ کر دیا، یہاں داخلہ آسانی سے مل گیا، اور میں نے ۱۹۲۳ء میں بی اے کا امتحان پاس کر لیا۔ لیکن ایم اے او کالج کی فضا ایسی نہ تھی جس کو آسانی سے بھلا دیا جاسکے۔ ایم اے اور ایل ایل بی کے لئے واپس علی گڑھ گیا۔ کالج اس وقت مسلم یونیورسٹی بن چکا تھا۔ خوش قسمتی سے مجھے ساتھ رہنے کے لئے پرانے دوست مل گئے، اور یہ دو سال ان کے ساتھ خوش و خرم گزارے۔ ۱۹۲۵ء میں ایم اے اور ایل ایل بی دونوں کے امتحان ساتھ ہی پاس کر لئے۔

لاہور کے دو سالہ قیام میں مجھے چند ایسی ہستیوں سے واسطہ پڑا، جن کے خلوص اور محبت نے میرے دل میں جگہ کر لی اور وہ میری زندگی کا سرمایہ بن گئے۔ ان میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے اور تین زندہ ہیں۔ جن سے مل کر کبھی کبھی گذری ہوئی خوشگوار زندگی کی یاد تازہ کر لیتا ہوں۔ میرا دائرہ احباب ہمیشہ محدود رہا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دن سرکاری ملازمت کے حصول کی فکر میں گزارے۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو وکالت شروع کی جو میرے مزاج سے کوئی مناسبت نہ رکھتی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں ایک بزرگ کی وساطت سے ریاست گوالیار کی جوڈیشل سروس میں جگہ مل گئی۔ ۱۹۴۷ء تک فرسٹ کلاس مجسٹریٹ اور فرسٹ کلاس سب جج کی حیثیت سے کام کیا اور حتی الوسع اپنے فرائض منصبی خداوند کریم کے اس حکم "فاذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" کی تعمیل میں انجام دیئے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے قبل دو ماہ کی رخصت لے کر ۲ اگست ۱۹۴۷ء کو گھر پہنچا۔ ۱۹۴۷ء میں انتقال آبادی کے وقت میں مع اپنے کنبے کے اوائل اکتوبر میں لاہور پہنچا۔ خانیوال میں میرے

پھوپھی زاد بھائی تحصیلدار تھے۔ رہائش کے لئے موزوں مکان مل گیا اور یہیں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں ایک مخلص دوست کی مروت سے اسسٹنٹ کسٹوڈین کی جگہ پر ملتان ہی میں تعیناتی ہو گئی۔ ایک سال یہاں کام کیا اور جب اسسٹنٹ کسٹوڈین کو ری ہیبلی ٹیشن آفیسر کی جگہ میں تبدیل کر دیا گیا تو میری تعیناتی مظفر گڑھ میں ہوئی۔ ۱۹۵۲ء تک میں وہیں رہا اور اس کے بعد ملازمت ترک کر دی۔ اس دوران ملازمت میں بھی کسی مستحق کو اس کے حق سے محروم نہ رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ ابا جان کی نگرانی اور تربیت نے میری ذہنیت اور کردار کو جس سانچہ میں ڈھالا اس کا اندازہ جناب عبدالحکیم خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ایم بار ایٹ لا رسٹیئر ممبر جوڈیشل کمیٹی گوالیار کی اس تحریری رائے سے ہو سکتا ہے۔ جو انہوں نے ریاست گوالیار میں میری پندرہ سالہ کارگزاری کی بنا پر قائم کی۔ وہ لکھتے ہیں "صاحب زادہ احسن علی خان انتہائی دیانت دار، صاف گو، بے لاگ، مشفق اور ثابت قدم انسان ہیں۔ ان کی خوبیوں کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں۔ راست رو ہیں اور قانون پر پورا عبور رکھتے ہیں، اور اپنی غیر جانبداری، تیز فہمی اور ٹھوس علمیت کی بنا پر وہ عدلیہ کے بہترین افسران میں سے ہیں۔"

ملازمت چھوڑنے کے بعد مطالعہ ہی میرا مشغلہ رہا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جو جگہ دیوان غالب نے میرے سرہانے لی تھی وہ بدستور اسی کے لئے رہی۔ آج سے تین سال پہلے تک کلام غالب جیسا کچھ کہ میں سمجھ پایا میرے ذہن میں محفوظ رہا۔ اس کے بعد اس نے کاغذ پر تحریر کی صورت اختیار کر لی جو قارئین کے سامنے مفہوم غالب کے نام سے پیش ہے میں نے اسمیں صرف غزلیات اور ایک رباعی درج کی ہے جو میرے خیال میں غالب کی شخصیت کو پوری طرح نمایاں کر دیتی ہیں اسکے کیا اسباب ہوئے یہ مختصراً عرض ہیں:۔

علامہ اقبال کے متعلق کبھی ایک صاحب نے۔ مجھے یہ روایت سنائی تھی کہ ایک دفعہ علامہ اپنے چند احباب اور معتقدین کے ساتھ علمی مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ دوران گفتگو فرمایا کہ میرے خیال میں تو دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم دو ہیں۔ حسینؓ بن علیؓ اور قرآن کریم۔ شہید اعظم پر میدان کربلا میں وہ ظلم نہیں ہوا جو محبان حسین ان پر تیرہ سو سال سے محرم کے عشرے میں آہ و زاری کر کے کرتے ہیں۔ حالانکہ باوجود اس اظہار عقیدت کے آج تک دوسرا حسینؑ پیدا نہیں ہوا۔ جبکہ یزید اس وقت سے لے کر اب تک بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ دوسرے مظلوم یعنی قرآن کریم کی کیفیت یہ ہے کہ گو اس کے الفاظ تو کیا اعراب

لفظوں میں بھی فرق نہیں آیا مگر تفاسیر میں جو اسرائیلیات اور مجوسی عقائد کی آمیزش ہو گئی تھی اور جس میں یونانی فلسفے کے مسلمانوں میں رواج پا جانے سے مزید پیچیدگیاں ہوئیں، نے قرآن کی حقیقی حکمت پر بہت موٹا پردہ چڑھا دیا۔ اور جس پر نت نئی تفاسیر جو لکھی جا رہی ہیں مزید اضافہ کرتی جا رہی ہیں۔ قرآن کریم کی عظمت پوری طرح اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جب قاری اس پر محض قرآن کریم میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، کے اُن معانی سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئے جاتے تھے۔ پوری واقفیت رکھتا ہو۔ علامہ اپنی ایک نظم میں اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

ترسم کہ تو می رانی زورق بہ سراب اندر | زادی بہ حجاب اندر میری بہ حجاب اندر

چوں سرمۂ رازی از دیدہ فرو شستم | تقدیر امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

(ترجمہ) مجھے خوف ہے کہ تو اپنی کشتی سراب میں چلا رہا ہے تو پیدا بھی غفلت میں ہوا ہے اور مرے گا بھی غفلت ہی میں۔ جب میں نے رازی کا لگایا ہوا سرمہ اپنی آنکھوں سے بالکل دھو ڈالا (یعنی امام فخر الدین رازی کی لکھی ہوئی تفسیر کبیر اپنے ذہن سے بالکل نکال دی تو مجھے کتاب یعنی قرآن کریم میں قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات کی کہانی لکھی ہوئی نظر آنے لگی) اسی تفسیر کبیر کی نسبت مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں کہ یہ بجز تفسیر قرآن سب کچھ ہے۔ تفسیر یا شرح نے جو ظلم اس کلام پاک پر ڈھائے جن کی نسبت متکلم خود کہتا ہے: "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان بنایا ہے۔ ہے کوئی سوچنے والا) اس کے مقابلے میں اس کلام کے ساتھ شارحین نے کیا کچھ نہ کیا ہو گا جس کے متکلم نے خود اپنے کلام کو مشکل کہا ہو، اور دوسرے بھی مشکل ہی نہیں بلکہ آشفتہ بیانی سمجھتے ہوں۔ غالب کے اردو دیوان کی اب تک جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد سے زیادہ ہی ہو گئی ہو گی۔ اور کلام غالب پر یہ سب مصیبتیں اس لئے نازل ہوئیں کہ وہ تعلیم کے نصاب میں داخل کر دیا گیا۔ اور اس کی شرح لکھنا آمدنی کا اچھا ذریعہ بن گیا۔ پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں نے خود اس کے کلام پر غور کرنا چھوڑ دیا اور شرحوں پر اپنی فہم کا مدار رکھا۔ مگر غالب اپنے مرنے کے بعد اگر کسی بات کو اپنی یاد دلانے کا سبب خیال کرتا ہے تو وہ اس کی آشفتہ بیانی ہی ہے۔ جیسا کہ کہتا ہے ؎

کیا بیاں کرکے مرا روئیں گے یار؟ — مگر آشفتہ بیانی میری

خدا کا شکر ہے کہ میری طالب علمی کے زمانے میں کلام غالب نصاب میں نہیں تھا، اور اس کے علاوہ میرے استاد نے جس نے میری تعلیم کی ابتدا کی تھی۔ مجھے کسی زبان کی نظم یا نثر سمجھنے کے لئے سیاق وسباق کو سامنے رکھتے ہوئے لغت سے مدد لینے کی نصیحت کی تھی۔ جس پر میں نے اپنی تعلیم کی انتہا تک عمل کیا۔ کلام غالب کا مطالعہ میں نے سنجیدگی کے ساتھ اُس زمانے میں شروع کیا جبکہ تحریک خلافت کے سلسلے میں کالج چھوڑ چکا تھا۔ اور عملی سیاست میں حصہ لینے کی بجائے گھر پر ہی رہا۔ یہ فرصت کا وقت تھا اور مجھے کچھ نہ کچھ مشغلہ چاہیئے تھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے پہلی یا دوسری مرتبہ کلام غالب پڑھ کر سمجھ لیا، تو غلط ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس انتالیس سال کے عرصے میں کتنی مرتبہ میں نے اسے پڑھا اور جن اشعار کو پڑھ کر ذہن میں الجھن ہوئی۔ ان پر کتنی بار غور کیا۔ لیکن باوجود اس کے غالب کے ساتھ میری دلچسپی کم ہونے کی بجائے دن بدن بڑھتی گئی۔ یہ ایک سدا بہار پیڑ کی طرح ہمیشہ ہرا بھرا اور تروتازہ محسوس ہوا۔ میرے خیال میں اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ غالب کا طرز بیان دوسرے شعرا سے بالکل جدا ہے۔ وہ پرانی کہی ہوئی بات کو بھی ایسے طرز سے بیان کرتا ہے کہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے — کہتے ہیں کہ "غالب کا ہے انداز بیاں اور"

دوسری بات غالب کے کلام کو دلچسپ بنانے والی اس کی انسانی نفسیات سے واقفیت ہے جو کیفیات مخصوص حالات میں انسان کے دل پر گزرتی ہیں۔ اور غالب کے دل پر بھی گزریں وہ ان کا بیان بلا کم وکاست کر دیتا ہے۔ جس کو پڑھنے والا خیال کرتا ہے کہ یہ میری ہی دل کی بات کہی ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

دیکھیے تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا — میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اس طرح غالب اپنا کلام پڑھنے والے کو اپنا ہمنوا بنا لیتا ہے اور اس سے زیادہ دونوں کے تعلقات کو مستحکم کرنے والی اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

ادب کا ذوق رکھنے والے اصحاب بخوبی جانتے ہیں کہ زمانے کی ناقدری کا گلہ تو اکثر شعرا نے کیا ہے مگر اپنے کلام کی ناقہمی کا شکوہ صرف غالب نے ہی کیا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ

اس کا کلام اگر پڑھیں، سمجھیں اور مستفیض ہوں معنی کے لحاظ سے ادب کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں :

(۱) محکمات اور (۲) متشابہات

(۱) محکمات، صاف اور کھلے معنی والی، جس میں کوئی ابہام اور ذو معنی بات نہ کہی گئی ہو۔

(۲) متشابہات، وہ قسم جس کے ایک سے زیادہ معنی ہو سکتے ہوں یا سمجھنے میں الجھن پیدا ہو۔ مگر دقت یہ ہوگی کہ غالب کے "انداز بیان اور" نے محکمات کو بھی کچھ پیچیدہ بنا دیا اور غالب اس سے بے خبر نہیں تھا اس کا حل وہ خود بتا دیتا ہے۔ کہتا ہے ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

اب یہ کام پڑھنے والے کا ہے کہ وہ شعر پڑھ کر دیکھے کہ وہ کون سا لفظ ہے جو خزانہ معنی تک پہنچنے میں مدد ہے۔ اور اس کو پوری طرح سمجھ کر اصل مقصد تک پہنچ جاتے۔ میرے خیال میں اس کے لئے لغت اور غالب کے حالات زندگی جو اس کے خطوط میں ملتے ہیں، کفایت کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں مرزا شاعری کے جو محرکات ہو سکتے ہیں اور بالخصوص ان کی شاعری کے ہوئے بتا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

اسد اللہ خاں تمام ہوا اے دریغا! وہ رندِ شاہد باز

مجازی عشق کے تحت جتنا بھی اس کا کلام آئے گا اس کا سراغ غالب کی اس خصوصیت سے ملے گا۔ مجھے یہ بات یقین کرنے میں تامل ہے کہ غالب کی زندگی میں کبھی بھی عشق مجازی نے عشق حقیقی کی صورت اختیار کی ہو۔ ان کی شاعری میں صوفیانہ خیالات کا اظہار اس لئے کیا گیا کہ ان کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی ان خیالات کو پڑھے لکھے اصحاب پسند کرتے تھے۔ غالب نے اپنے مخصوص طرز بیان سے اس شراب کو بھی دو آتشہ بنا دیا۔ ورنہ وہ تو "رند شاہد باز" ہی تھے۔ کہتے ہیں ؎

یہ مسائل تصوف، یہ ترا بیان غالبؔ! تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

زندگی کے متعلق مرزا کا نظریہ یہ تھا ؎

قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

غم جو ہماری زندگی کا ساتھی ہے کی دو قسمیں ہیں: (۱) غم عشق اور (۲) غم روزگار۔ انسانی زندگی انہی دو غموں میں بیت جاتی ہے۔ غالب کا بیشتر کلام "غم عشق" یا غم روزگار ہی کی داستان ہے۔ غم روزگار کے تحت فکر معاش، آزادی چلے جانے کا رونا، معاشرے کی تباہ حالی، وطن کی تاراجی، دینی و سیاسی صحیح قیادت کا فقدان سبھی کچھ آجاتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار پڑھیئے اور غور کیجئے:

۱۔ فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہوں   میں کہاں اور یہ وبال کہاں

۲۔ زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب   ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

۳۔ فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے!   متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

۴۔ فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا   فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

۵۔ ہے موجزن اک قلزم خون کاش یہی ہو،   آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا میرے آگے

۶۔ گلشن میں بندوبست برنگِ دگر ہے آج   قمری کا طوق حلقہ بیرونِ در ہے آج

۷۔ آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ   تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

۸۔ چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ   پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

غالب معقولیت پسند تھے کسی کی شخصیت سے مرعوب ہو کر اس کے پیچھے چلنے کو تیار نہ تھے۔ کہتے ہیں ؎

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں   جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

غرض انسانی زندگی کا وہ کون سا رخ ہے جس پر غالب نے اپنے کلام میں کسی نہ کسی پیرائے میں روشنی نہ ڈالی ہو۔ اس معاملے میں اکبرؔ اور غالبؔ کے کلام میں یہ فرق ہے کہ غالب اُس کا اظہار ایک پیچیدہ طریق پہ کرتا ہے اور بظاہر نافہم بنا دیتا ہے۔ اور اکبرؔ اسے ظرافت کا لحاف اوڑھا دیتا ہے جس کا اظہار غالب ان الفاظ میں کر دیتا ہے:؎

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے   خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

مَیں نے غالب کا کلام سمجھنے کی کوشش اسکے اپنے بتائے ہوئے گر کو ملحوظ رکھ کر کی ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھئے   جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

شعر پڑھتے وقت میں نے اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا۔ اس کے حالات زندگی جو کافی حد تک اس کے خطوط میں مل جاتے ہیں پیش نظر رکھے۔ اور اس طرح جو غالب کا اپنا

مفہوم ان اشعار میں پوشیدہ ہے متعین کیا ہے میں کس حد تک اس میں کامیاب ہوا یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ جو شرحیں اب تک لکھی گئی ہیں ان سے مقابلہ کر کے دیکھا تو مجھے اپنے سمجھنے پر اطمینان ہوا۔ اور جو میں نے سمجھا اس کو ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ پڑھنے والوں کو میرا مفہوم سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ آج سے تین سال پہلے تک یہ میرا ذہنی شغل تھا اور اس نے تحریری صورت اختیار نہ کی تھی۔ لیکن پڑھے لکھے لوگوں میں یا اپنے احباب کے ساتھ جب بھی بیٹھنے کا موقع ملا اور شعر و شاعری پر گفتگو کے سلسلے میں غالب کا ذکر آیا تو میں نے اپنی سمجھ کے مطابق معانی بیان کئے۔ سننے والوں نے پہلے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے شرحوں میں تو ایسا نہیں دیکھا۔ لیکن چونکہ کلام غالب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دوبارہ غور کرنے پر میرے ہمنوا ہو گئے۔ اور چند ایک نے اصرار کیا کہ جو کچھ غالب کے اشعار کی نسبت ہم سے بیان کرتے ہو دل لگتا معلوم ہوتا ہے۔ اسے ضبط تحریر میں لاؤ۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق (جو جرات رندانہ کے فقدان کا نتیجہ ہے) کافی عرصہ تک ان کی اس خواہش کو ٹالا۔ لیکن جتنی مدت گزرتی گئی، اصرار بڑھتا گیا۔ اور جب غالب کی صدسالہ برسی میں دو سال رہ گئے۔ تقاضا شدید ہو گیا۔ اور میری جھجک بھی رفتہ رفتہ دور ہونے لگی۔ میری اس ہمت افزائی کا سبب چار اصحاب ہوئے۔ میرے ہم وطن حافظ خورشید حسن ایڈوکیٹ لاہور، ملک شمس سابق کیوریٹر عجائب گھر لاہور، میرے عزیز اور دوست صاحبزادہ یونس علی خاں اور جناب اے ڈی چودھری ایم اے فارسی و اردو، سابق پروفیسر اسلامیہ کالج خانیوال جو آجکل تہران یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لئے تحقیق میں مصروف ہیں۔ تحریر کے کام میں میری دو بھانجیوں روشن جہاں و گیتی آرا۔ جو بفضلہ اردو کا ایم اے ہیں، نے وقت نکال کر میرے کام میں اسی قدر امداد کی جس قدر کہ ایک سیکرٹری کر سکتا ہے۔ میں ان کی سعادت مندی اور اپنے ساتھ لگاؤ کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں۔ مسودہ بات تیار ہو جانے پر پروفیسر وزیر الحسن عابدی صاحب صدر شعبہ فارسی یونیورسٹی اورنیٹل کالج لاہور کی طرف رجوع کیا۔ عابدی صاحب نے نہایت ہی مہربانی فرمائی اور مسودہ پڑھا۔ اور مشورہ دیا کہ یہ ضرور جمع کر دا کر شائع کیا جائے۔ غالب کی صدسالہ برسی کے موقعے سے بہتر اور کوئی موقع اس کے لئے نہیں ہو سکتا تھا۔ مزید اطمینان کے لئے میں نے جناب جسٹس ایس اے رحمان جو ادبی دنیا میں ایک خاص

مقام رکھتے ہیں، کو مسودہ دکھانے کے لئے ان سے وقت مانگا جو موصوف نے نہایت مہربانی فرما کر دیا اور مختلف مقامات سے مسودہ سُن کر طبع کرانے کی رائے دی اور پیش لفظ بھی عنایت فرمایا۔ طباعت کا انتظام پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی صاحب نے تکمیل کو پہنچایا اور یہ کام مکتبہ میری لائبریری" کے ڈائرکٹر چودھری بشیر احمد کے سپرد کر دیا۔ پروفیسر عابدی صاحب اور میرے درمیان رابطہ گل محمد چغتائی صاحب نے قائم رکھا۔ اور مجھے میری لاہور میں غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ میں اپنے ساتھ ان کے خلوص اور دل بستگی کی دل سے قدر کرتا ہوں ۔ مفہوم غالب کے لئے تصویر خواجہ غلام حسن صاحب ایڈووکیٹ ملتان نے عنایت فرمائی جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔ اب کتاب چونکہ قارئین کے سامنے آ رہی ہے اس کا فیصلہ وہ خود کریں گے کہ میں نے غالب کو کس حد تک سمجھا۔ میری ان سے یہ التدعا ہے کہ جو خامیاں اس کام میں نظر آئیں مجھے بتلانے میں تامل نہ کریں اور خود کلام غالب سے اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو مدنظر رکھ کر معانی کا تعین کریں بہت ممکن ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ مفہوم کے قریب ہوں۔

بحمداللہ اراضی کی صورت میں ذریعہ معاش موجود ہے جو میری ضرورت سے زیادہ ہے۔ اس کے لئے خداوند کریم کا شکر گزار ہوں اور رب زدنی علماً کی دعا میں ہمیشہ رسول اکرمؐ کا ہم دعا رہتا ہوں ؀

خانیوال
۳ ۲/۶۹

(صاحبزادہ) احسن علی خاں

غزل نمبر ا

دیوانِ غالب کی پہلی غزل میرے خیال میں متشابہات غالب کی بہترین مثال ہے۔ کسی شاعر کے کلام پر غور کرنے سے قبل یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ وہ معاشرے کے کس طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ اس کے کلام پر اس کی نفسیات کا اثر پڑتا ہے اور نفسیات کو ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کے لیے اس کے ماحول کو کافی دخل ہے۔

غزل کا مطلع یہ شعر ہے ۔

(۱) نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا   کاغذی ہے پیرہن، ہر پیکرِ تصویر کا

معنی الفاظ :۔ **نقش** : تصویر۔ **فریادی** : ظلم کے خلاف فریاد کرنے والا۔ **شوخی** : مہارت فنی چالاکی۔ **تحریر** : تصویر کشی یا نقش کشی۔ **کاغذی پیرھن** : کاغذ کا بنا ہوا لباس **پیکر** : سراپا۔

تشریح :۔ شعر کی آسان نثر یہ ہوگی۔

نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے جو ہر پیکر تصویر کاغذی پیرہن پہنے ہوئے ہے۔

غالب سے تھوڑی سی بھی دلچسپی رکھنے والے یہ بات ضرور جانتے ہوں گے کہ نوعمری میں جبکہ ان کا قیام آگرہ میں تھا، ان کو ملّا عبدالصمد نامی ایک ایرانی سیاح کی شاگردی کا موقع ملا۔ یہ امر بھی محتاج تحریر نہیں کہ اس زمانے میں تعلیمی زبان فارسی تھی۔ دربار میں اور عدالتوں میں ممالک غیر سے خط و کتابت میں بھی استعمال ہوتی تھی۔ غالب کا تعلق امرا کے طبقے سے تھا اگرچہ نہ اس کے والد امیر تھے اور نہ وہ خود ہوا مگر جن لوگوں سے واسطہ تھا ان میں بیشتر اُمرا تھے۔ ان حالات میں غالب کو فارسی سے دلچسپی ہونا قدرتی بات تھی۔ ملّا عبدالصمد کی شاگردی نے اس کو عشق کی حد تک پہنچا دیا اور انھوں نے اپنے استاد کے علم اور اس کی محبت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ ایران کی زبان کے ساتھ ساتھ وہاں کے رسم و رواج سے بھی پوری پوری واقفیت حاصل کی اور فارسی میں شعر کہنے شروع کیے۔ غالب کا بیشتر کلام فارسی میں ہے اور اردو کے کلام میں بھی فارسی کو غیر معمولی دخل ہے۔ جس طرح طلبا مدارس میں کسی زبان کے محاورات و الفاظ کو صحیح استعمال کرنے کی مشق کرتے ہیں اسی طرح شعرا کے لیے بھی ناگزیر ہے کہ وہ جس زبان میں شاعری کریں۔ اس کے محاورات اور

الفاظ کے صحیح استعمال کی مشق کریں اس لیے نہیں کہ وہ اپنے کسی خیال کا اظہار کرنا چاہتے ہیں بلکہ اس لیے کہ الفاظ کا موزوں و صحیح استعمال ان کی سمجھ میں پوری طرح آجائے اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں ایسے اشعار میں الفاظ کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے اور تخیل کو ثانوی حیثیت ملتی ہے۔ جب مشق پوری ہو جاتی ہے تب تخیل اولیت حاصل کر لیتا ہے اور شاعر اپنے خزانۂ الفاظ میں سے اس کے اظہار کے لیے موزوں الفاظ نکال لیتا ہے۔ غزل زیر غور کے مطلع کا محرک وہ جذبۂ تحسین و قدردانی ہے جو مغلیہ عہد کی مصوری کے شاہکار (جن کی ملکیت پر اس زمانے کے امرا کو فخر اور ناز ہوتا تھا اور جو اس کے حلقۂ تعلقات میں کافی ہوں گے) دیکھ کر ابھرا۔ جاندار اشیا کی تصاویر اپنی اصل کے بالکل ہو بہو جیتی جاگتی تھیں لیکن وہ افعال نہیں کر سکتی تھیں جیسا کہ اصل حالت میں ممکن ہوتا ان کا لباس کاغذی تھا۔ غالب کے ذہن میں ایران کی وہ رسم کہ مظلوم اپنی مظلومیت کا اظہار زبان سے نہیں بلکہ کاغذی لباس پہن کر حال سے کرتے تھے، موجود تھی۔ تصویر کے دیکھتے ہی ذہن میں پہلے دوسرا مصرع آیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

تصویر اگر کسی چیز کی شکایت کر سکتی تھی تو وہ مصور کی اس مہارت فنی کی کہ زندہ مخلوق کے بالکل مطابق بناتے ہوئے وہ اس کو زندگی کی روح نہ دے سکا چنانچہ مصرع ثانی کے لیے مواد مل گیا اور اس طرح شعر موزوں کر دیا گیا ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

غالب کے بعض شارحین نے جن کے صاحب علم اور صاحب ذوق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اس شعر کو مہمل کہا ہے اور بعض نے کلام عارفانہ خیال کر کے وہ معنی لیے ہیں جن کے شعر کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔ اول الذکر غالب سے واقفیت ہوتے ہوتے بھی اس کی نفسیات سے واقف نہ تھے اور ثانی الذکر یہ بات بھول گئے کہ غالب زیادہ تر اس آب و خاک کی دنیا میں اپنے ذہن کو استعمال کرتا ہے اور اس سے ماورا شاذ و نادر ہی۔ میرے نظریے کی تائید اکبر اعظم کے درباری واقعہ نگار ابوالفضل کے بیان کے مطابق شہنشاہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو اس نے بادشاہ

کی طرف منسوب کیے۔ ابوالفضل کا بیان ہے کہ ایک دن جبکہ بادشاہ مقربوں کے ساتھ تخلیہ میں تھے فرمایا "بہت لوگ تصاویر سے نفرت کرتے ہیں مگر مجھے وہ اچھے نہیں لگتے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصور خداشناسی کا ایک انوکھا طریقہ رکھتا ہے کیونکہ جب وہ تصویر کھینچتا ہے اور بتدریج اس کے اعضا بنا کر مکمل کر لیتا ہے تو ضرور محسوس کرے گا کہ وہ اپنے شاہکار کو روح پھونک کر وہ انفرادیت نہیں بخش سکتا جو اصل کو حاصل ہے اور اس طرح زندگی بخشنے والی ذات یعنی رب کریم کا تصور اس کے ذہن میں پختہ ہو کر اس کے علم میں اضافہ کا باعث ہوگا۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شعر پہ غالب نے بھی اپنے ایک خط میں روشنی ڈالی ہے۔ اور وہ معرفت کے نظریہ کی تائید کرتی ہے مگر میں اس کو غالب کے جذبہ دلداری کی طرف محمول کروں گا۔ جب مرزا نے دیکھا کہ لوگ ان کے اس شعر کو دنیا کی چیزوں اور بالخصوص انسان کے عارضی وجود کو جو کاغذی لباس کی طرح ناپائیدار ہے بنا کر خدا سے عمرِ دوام نہ دینے کا شاکی بنا رہے ہیں تو انھوں نے بھی ہاں میں ہاں ملا دی اور اصلیت سے پردہ نہ اٹھانا ہی مناسب خیال کیا۔

(۲) کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

معنی الفاظ:- **کاوکاو:** کاویدن کے معنی ہیں کھودنا۔ **مضارع کاوش:** یہاں شعری رعایت سے "ش" کو گرا دیا۔ کاوش کا مطلب خلش۔ کاوکاو کی تکرار اظہارِ شدت کے لیے ہے۔

جوئے شیر: جو کے معنی ندی۔ شیر بمعنی دودھ۔ شیریں اور فرہاد کے قصہ سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ فرہاد عشاق کے زمرے میں ایران میں وہی درجہ رکھتا ہے جو قیس (مجنوں) عرب میں۔ رانجھا پنجاب میں۔ پنوں سندھ میں اور نل قدیم ہندوستان میں۔

مختصراً یہ روایت ہے کہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کی بیوی شیریں سے فرہاد نامی ایک سنگتراش کو عشق ہوگیا تھا۔ جب اس کی مجنونانہ حرکات اپنی حد سے گزر گئیں تو دفع الوقتی کے لیے شیریں کے حصول کی یہ شرط رکھی گئی کہ ایک دور دراز پہاڑ سے نہر کاٹ کر محل شاہی تک پہنچائے تاکہ اس کے ذریعہ ان مویشیوں کا دودھ جو پہاڑ پہ چرتے ہیں محل شاہی تک پہنچ سکے۔ عاشقِ صادق نے نہر کھود دی لیکن حصولِ مقصد سے پہلے جان دے دی۔

اس شعر میں بھی غالب "جوئے شیر آوردن" کے محاورے کو استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہجر کی رات کا محبوب کی انتظار میں صبح کرنا اتنا ہی صبر آزما ہے جیسا کہ پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر بہانا۔ سیاہ پہاڑ اور دودھ شام اور صبح کی مشابہت اور جگر کاوی اور پہاڑ کھودنے کا تعلق شعر پڑھنے والے کے احساس سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور بیان سے کم۔

(۳) جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے   سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

معنی الفاظ:۔ جذبہ: خواہش۔ **بے اختیار:** جس پر قابو نہ ہو۔ **شوق:** محبت۔

سینۂ شمشیر: تلوار کا درمیانی حصہ۔ **دم شمشیر:** تلوار کی دھار۔

تشریح:۔ اس شعر کے وجود میں آنے کا سبب بھی فارسی کی دو اصطلاحیں سینۂ شمشیر و دم شمشیر ہیں۔ عام طور پر دم (سانس) سینے کے اندر ہوتا ہے لیکن شمشیر کا دم سینۂ شمشیر سے باہر ہے۔ اس انوکھے پن کا سبب غالب جذبۂ بے اختیار شوق میں دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ عام طور پہ دم سینے کے اندر ہوتا ہے لیکن تلوار اپنے عمل کاٹ کو انجام دینے کے لیے ایسا جذبہ رکھتی ہے جس پر وہ قابو نہیں پا سکتی اور وہ (دم) سینے کے اندر رہنے کی بجائے سینے سے باہر آ گیا ہے۔

(۴) آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

معنی الفاظ:۔ آگہی: واقفیت، شعور۔ **دام:** جال۔ **شنیدن:** سننا۔ **مدعا:** مطلب، معنی۔ **عنقا:** ایک روائتی پرندہ جس کی نسبت محض سنا گیا ہے دیکھا کسی نے نہیں۔

عالم: جہان، فضا، مخلوق۔ **تقریر:** بیان۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اس بات کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں کہ اس غزل کے اشعار سمجھنے کی پڑھنے والے کتنی ہی کوشش کریں مگر وہ حقیقت کو اتنا ہی پا سکیں گے جتنا کہ روائتی عنقا کو سننے والوں نے دیکھا۔ غالب کہتے ہیں میرے ان اشعار میں مدعا وہی حیثیت رکھتا ہے جو اس جہان میں عنقا کی ہے۔ فہم سننے کا جال جس قدر چاہے بچھائے صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آئے گا۔ دام شنیدن عنقائے عالم تقریر کی رعایت سے لایا گیا ہے کیونکہ تقریر سنی جا سکتی ہے دیکھی نہیں۔

(۵) بس کہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرِ پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

معنی الفاظ :- بس کہ : بہت - اسیری : قید - آتش زیرِ پا : بے قرار، بے چین جس کا پاؤں نہ ٹھہرتا ہو - مو : بال - آتش دیدہ : جس کو آگ نے چھوا ہو - کمزور اور حلقے کی صورت اختیار کیے ہوئے -

تشریح :- غالب کہتا ہے - اے غالب قید میں بھی میرا پاؤں زمین پر ایک لمحے کے لیے نہیں ٹھہرتا اور اس حرکت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے اس سے میرے پاؤں کی زنجیر کی کڑیاں جل کر اس بال کی طرح کمزور ہو گئی ہیں جس کو آنچ لگ گئی ہو اور ایسی زنجیر مانع حرکت نہیں ہو سکتی جو قید کا مقصد ہے - میرے خیال میں اس غزل کا چوتھا شعر مقطع ہونا مناسب تھا لیکن چونکہ تخلص اس شعر میں موزونیت کے ساتھ نہیں آسکتا تھا اور اس شعر میں آیا ہے اس لیے یہ مقطع اختیار کیا گیا ہے - اب آپ ذرا پوری غزل پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ غالب نے ایرانی رسمیات - محاورات - اصطلاحات اور روایات کا کتنا موزوں استعمال کیا ہے جو اس کی فنکارانہ صلاحیتوں کا غمازہ ہے -

غزل نمبر ۲

(۱) جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار　　صحرا، مگر، بہ تنگیٔ چشمِ حسود تھا

معنی الفاظ :- جز : سوائے، صرف - بروئے کار : کام کرنے پر آمادہ ہوا - قیس : عرب کا مشہور عاشق عرف مجنوں - حسود : حاسد - حاسد کی نظر میں وسعت نہیں ہوتی - تنگی : کشادگی و فراخی کے مخالف، سختی -

تشریح :- غالب کا ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ دنیا کی مصیبتوں کو عاشقوں کے سوا اور کوئی اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا اور نہ رکھتا ہے - کسی شاعر کا شعر ہے ؎

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

اسی خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب غالب نے صحرا میں بجز قیس کے کسی اور کو نہ دیکھا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ جنگل بھی اسی طرح تکلیف دہ ہے اور مصائب سے معمور۔ جیسا کہ چشم حسود اگر باوجود فراخی کے جو صحرا کا لازمہ ہے۔ صحرا میں مصیبت نہ ہوتی اور وہ احساس نہ ہوتا جو تنگی میں ہوتا ہے۔ تو قیس صحرا میں اکیلا نہ ہوتا بلکہ اور بھی ہوتے۔ تنگی کو مصیبت اور چشم حسود کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ حاسد کی تنگ نظری کس قدر تکلیف دہ ہو سکتی ہے اس کی وضاحت سورۂ فلق کی اس آیۃ سے ہو سکتی ہے۔ "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" خداوند کریم نے ہر مسلمان کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی ہے۔

(۲) آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

معنی الفاظ :- آشفتگی : پریشانی وابستگی کی مخالف۔ نقش سویدا : وہ داغ جو غموں کی وجہ سے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ سرمایہ : پونجی۔ دود : دھواں۔

تشریح :- پریشانیوں کی وجہ سے جو داغ دل پر بیٹھ گیا ہے اسے پیش نظر رکھ کر غالب ایک سائنٹیفک نتیجہ اخذ کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ پریشانیوں کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے سیاہ نقطوں نے دل پر بیٹھ کر ایک داغ کی صورت اختیار کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چیزوں پر بالخصوص باورچی خانہ میں جہاں آگ روشن ہوتی ہے جو سیاہ دھبے پڑ جاتے ہیں وہ دھوئیں کے سیاہ ذرات کے اکٹھے ہو جانے سے ہوتے ہیں۔ گویا جہاں دھواں ہوگا وہاں کی چیزوں پر سیاہی کے ذرات جمع ہو کر دھبے کی صورت اختیار کر لیں گے۔

(۳) تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

معنی الفاظ :- معاملہ : تعلق، لگاؤ، لین دین۔ زیاں : نقصان۔ سود : فائدہ۔

تشریح :- غالب کی ملاقات معشوق سے خواب میں ہوئی یہی کیفیت اس شعر میں بیان کی ہے۔ مرزا اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ جاگتے ہوئے تو تجھ سے بات چیت نہ ہو سکی لیکن خواب میں تجھ سے واسطہ پڑا۔ آنکھ کھلنے پر وہ بے کار ثابت ہوا چونکہ اس میں نہ فائدہ تھا اور نہ ہی نقصان۔ گویا خواب میں محبوب کا وصل بے معنی چیز ہے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

(۴) لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز لیکن یہی کہ "رفت گیا" اور "بود" تھا

معنی الفاظ:۔ مکتب: مدرسہ۔ غم دل: عشق۔ رفت اور بود: کے معنی مصرع ثانی میں خود واضح کر دیے گئے ہیں۔

تشریح:۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں ابھی عاشق کے مکتب میں محض مبتدی ہوں اور حرف "رفت" کے معنی گیا اور "بود" کے معنی تھا' جان پایا ہوں یعنی دل ابھی میرے پاس موجود تھا اور ابھی چلا گیا یعنی دل لگاتا ہوں اور چھوڑ دیتا ہوں ابھی کسی معشوق کے ساتھ عشق نے پختگی حاصل نہیں کی۔

(۵) ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی ۔۔۔ میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

معنی الفاظ:۔ عیوب: جمع عیب کی، نقائص۔ برہنگی: ننگاپن۔ ننگ: باعث شرم بات۔ وجود: ہستی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے عیوب ظاہری و باطنی کفن نے (مرنے کے بعد) چھپائے۔ موت نے ان پر پردہ ڈالا ورنہ زندگی میں میں جملہ عیوب کا مجسمہ تھا۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو کفن کے علاوہ کوئی لباس ایسا نہیں جو جسم کو مکمل طور پر چھپائے۔ دوسرے ہر لباس میں کوئی نہ کوئی حصہ جسم کھلا رہے گا۔ غالب کی بالغ نظری کی داد دیجئے۔

(۶) تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد ۔۔۔ سر گشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

معنی الفاظ:۔ تیشہ: پھاوڑا جس سے زمین یا پہاڑ کھودتے ہیں۔ کوہکن: فرہاد۔ پہاڑ کھودنے والا۔ چونکہ وہ پہاڑ کھود کر جوئے شیر لایا تھا۔ سر گشتہ: مدہوش۔ خمار: نشہ۔ رسوم: جمع رسم کی۔ قیود: جمع قید، پابندی۔

تشریح:۔ فرہاد کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ اس کی موت تکمیل جوئے شیر کے بعد تیشہ سے ہوئی یعنی اس نے تیشہ مار کر جان دے دی۔ غالب اس طرح مرنے کو شایان عاشق صادق نہیں سمجھتا اور تیشہ سے مرنے کو ایک رسمی موت مرنا کہتا ہے۔ ورنہ عاشق کے لیے غم معشوق میں مرنا کسی رسم اور خاص طریقہ کا پابند نہیں ہونا چاہیے، چنانچہ کہتا ہے اسے اسد کوہکن بغیر تیشہ نہ مر سکا کیونکہ وہ رسوم و قیود کے نشہ میں سرشار تھا۔ حالانکہ عاشق کو اس قسم کی رسوم و قیود سے آزاد رہنا چاہیے۔

غزل نمبر ۳

(۱) کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا — دل کہاں کہ گم کیجیے ؟ ہم نے مدعا پایا

تشریح :- مرزا غالب کے معشوق نے بوقتِ ملاقات ان سے کہا کہ اگر ہمیں تمہارا دل کہیں پڑا مل گیا تو ہم واپس نہیں کریں گے اس کے جواب میں مرزا کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دل کہاں ہے وہ تو ہم پہلے ہی تمہیں دے چکے ہیں ۔ تم جو یہ کہتے ہو پڑا پایا۔ یہ تو تجاہلِ عارفانہ ہے ۔ تمہارا مطلب اس کہنے کا یہ ہے کہ ہمارا دل تمہارے پاس ہے اور تم واپس نہیں کرو گے ۔

(۲) عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا — درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

تشریح :- غالب کے خیال میں انسان کی دنیاوی زندگی مسرتوں، شادمانیوں اور غم و ناکامیوں کا مجموعہ ہے ۔ اگر کوئی چیز غم اور ناکامی کی تلخی کو خوشگوار بنا سکتی ہے وہ عشق ہے یعنی ایسی لگن جس کے تحت وہ اپنے محبوب کے حصول کے لیے اپنے ذاتی آرام اور چین کو قطعی نظر انداز کر دے اور دکھ اور درد کو بخوشی برداشت کرے ۔ اسی خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب کے عشق نے مجھے اس کے غم کے سوا باقی غموں سے بے پرواہ کر دیا ہے لیکن عشق بذاتہٖ درد ہے اور ایسا کہ جس کا کوئی علاج نہیں ۔ چنانچہ ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں ؎

پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا
یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو

(۳) دوست دارِ دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم — آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

معنی الفاظ :- دوست دارِ دشمن : رقیب کو عزیز رکھنے والا ۔ اعتماد : بھروسہ ۔ آہ : وہ ٹھنڈا سانس جو تکلیف میں اس کے اظہار کے لیے لیا جائے ۔ نالہ : وہ دردناک آواز جو درد کے زیرِ اثر منہ سے نکلے ۔

تشریح :- معشوق جو رقیب سے تعلق رکھتا ہے کے حصول میں جب غالب اپنی کوششوں کو ناکامیاب ہوتا دیکھ کر آہ کھینچتے ہیں اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نالے کو بھی بے نتیجہ پاتے ہیں تو اس کو دل کے رقیب کی پاسداری پر محمول کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ مرزا کا دوست ہوتا تو آہ بھی اثر رکھتی اور

نالہ بھی رسا ہوتا مگر اس کے برخلاف وہ رقیب کو دوست رکھتا ہے جس کی وجہ سے آہ بھی بے اثر رہی اور نالہ بھی نارسا ہوا۔ اب مرزا کو اپنے دل پر بھی بھروسہ نہیں رہا ہے کسی کی انتہا ہے۔

(۴) سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

معنی الفاظ :- سادگی : پرکاری کا مخالف۔ اور بے خودی : ہشیاری کا مخالف۔ **تغافل** : بے اعتنائی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے محبوب کی سادگی اور بے خودی میں پرکاری اور ہوشیاری پوشیدہ ہے یعنی باوجود سادہ ہونے کے وہ نہایت چالاک ہے اور بظاہر ہوش میں نہ ہونے کے ہوش دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تغافل برتنے پر بھی بے تکلفی کی ہمت نہیں ہوتی۔

(۵) غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

معنی الفاظ :- **غنچہ** : کلی۔

تشریح :- موسم بہار میں مرزا باغ میں جا نکلے اور گلاب کی کلی کو کھلتا ہوا دیکھ کر کہہ اٹھے کہ یہ تو میرا خون شدہ دل ہے جو کھو یا گیا تھا اور آج میں نے اس کو پالیا ہے۔ گلاب کی کلی اور دل کی ایک دوسرے سے مشابہت قابل غور ہے جو اس عاشق کے دل میں جو گم کردہ دل ہو یہی احساس پیدا کر سکتی ہے جس کا اظہار مرزا نے اس شعر میں کیا ہے۔

(۶) حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی ہم نے بارہا ڈھونڈا تم نے بارہا پایا

تشریح :- مرزا غالب محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھ سے میرا حال دل کیا پوچھتے ہو مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ میں نے بارہا کھویا ہے اور تم نے بارہا پایا ہے۔ یعنی تم نے جتنی بار ناز و ادا کا مظاہرہ کیا میرا دل جاتا رہا اور تم پاتے رہے۔ ایک جگہ اور ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات

عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

(۷) شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا؟

معنی الفاظ :- شور : نمکین۔ پند : نصیحت۔ ناصح : نصیحت کرنے والا۔

تشریح :- کسی نے غالب کو عشق سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ غالب اس نصیحت کے اثر کے

متعلق اپنے احساس کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غمِ عشق سے جو زخم میرے دل پر ہوگیا ناصح کی نصیحت نے اس پر نمک چھڑکنے کا کام کیا اور اسی طرح میری تکلیف میں بجائے کمی کے اضافہ کیا۔ میری تکلیف کے اضافہ کرنے میں کوئی ناصح سے پوچھے کہ انہیں کیا مزا آیا۔

غزل نمبر ۴

(۱) دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

معنی الفاظ:۔ سوز: جلن ، غم۔ نہاں: پوشیدہ۔ بے محابا: مکمل، بے روک ٹوک۔ آتشِ خاموش: آگ جو راکھ سے دبا دی گئی ہو۔ جس کا شعلہ نظر نہ آتا ہو۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالبؔ نے اس غمِ عشق کے اثرات کا اظہار کیا ہے جو اس کے ظاہر نہ کرنے پر مرتب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا دل اس پوشیدہ عشق کی جلن سے بالکل اسی طرح پورے طور پر جل گیا ہے جس طرح راکھ میں دبی ہوئی آگ میں دھواں نہ اٹھنے کی وجہ سے کوئی خامی نہیں رہتی۔ اسی طرح آہ و نالہ کیے بغیر دل کے جلنے میں بھی کوئی خامی باقی نہیں رہتی۔ دل مکمل طور پر جل جاتا ہے۔

(۲) دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

معنی الفاظ:۔ ذوق: خواہش۔ وصل: ملاقات۔

تشریح:۔ دل خواہشات تمناؤں اور یادوں کا گہوارہ خیال کیا جاتا ہے اس میں یہ پیدا ہوتی ہیں پروان چڑھتی ہیں اور مرجاتی ہیں اور جب دل ہی باقی نہ رہے تو ان کا وجود معلوم۔ غزل کے پہلے شعر میں مرزا اپنے دل کے مکمل طور پر جل جانے کا اظہار کر چکے ہیں اس کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب معشوق سے ملاقات کی خواہش اور اس کی یاد تک دل میں باقی نہیں رہی جو کچھ دل میں تھا وہ سب دل کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔

(۳) میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

تشریح:۔ دل کے مکمل طور پر جل جانے کے بعد مرزا اپنے آپ کو عدم سے بھی پرے تصور کرتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب دل ہی اپنی تخلیق کی غرض پوری کرنے کے قابل

نہ رہے تو انسان مردے سے بدتر ہے۔ اسی بات کا اظہار مرزا اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل مردہ ہو جانے کے بعد میں صرف عدم ہی میں نہیں بلکہ عدم سے بھی پرے ہوں۔ ورنہ جب دل زندہ تھا تو میری آہ آتشیں سے عنقا کے پر جل جلتے تھے۔ عنقا کے متعلق ہم پہلی غزل کی تشریح میں لکھ چکے ہیں۔

(۴) عرض کیجے جوہر اندیشہ کی گرمی کہاں کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

معنی الفاظ :۔ جوہر : اصل، حقیقت۔ اندیشہ : خیال، فکر، ڈر۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں اپنے تخیل کی گرمی کی نسبت کیا کہوں اس سے اندازہ لگا لیجیے۔ کہ وحشت کا تھوڑا ہی سا خیال آیا تھا۔ کہ صحرا جل گیا وحشت اور جنگل کا جو تعلق ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

(۵) دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار

اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

تشریح :۔ اس شعر میں بھی اس دل سوختگی کا رونا ہے جو پہلے ہو چکی لیکن دوسری خصوصیت کے ساتھ۔ مرزا کہتے ہیں کہ جلنے سے قبل میرا دل داغوں کی وجہ سے چراغاں معلوم ہوتا تھا مگر اب وہ نہیں رہا ورنہ اس کی یہ بہار دیدنی تھی۔ میں مجبور ہوں کہ اس چراغاں کا کارفرما میرا دل جل گیا۔

(۶) میں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل دیکھ کر طرز تپاک اہلِ دنیا جل گیا

معنی الفاظ :۔ افسردگی : پژمردگی، حرارت سے محرومی۔ طرز : روش۔ تپاک : اظہار، آؤ بھگت۔ اہلِ دنیا : ابن الوقت، دنیا دار۔

تشریح :۔ اس شعر میں مرزا کہتے ہیں کہ میں تو زندہ دل تھا ورنہ میں اور افسردہ دلی کیا معنی؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ میری افسردگی کا باعث ابن الوقت لوگوں کا ظاہری (بناوٹ) آؤ بھگت کا اظہار تھا۔ جبکہ دل میں وہ مجھ سے جلتے تھے۔

غزل نمبر ۵

(۱) شوق ہر رنگ رقیبِ سروساماں نکلا ۔۔۔ قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

معنی الفاظ :- شوق : عشق ۔ ہر رنگ : ہر طریقہ ۔ رقیب : مخالف ۔ سروساماں : سازوساماں ۔ عریاں : برہنہ ۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ عشق ہر طریقہ پر ظاہری سازوساماں دنیا کا مخالف ہے ۔ ایک عاشق صادق بجز معشوق کے دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہوتا ہے ۔ حد یہ ہے کہ قیس تصویر میں بھی عریاں دکھایا گیا ہے ۔ اور قیس جیساکہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں غالب کے خیال میں ایک معیاری عاشق ہے ۔

(۲) زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یارب ۔۔۔ تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشاں نکلا

معنی الفاظ :- داد دینا : انصاف کرنا ۔ پرافشاں : پر جھاڑ کر ۔ تنگیٔ دل : افسردگی ۔ سینۂ بسمل : تڑپتا ہوا سینہ ۔ (تیر کے ساتھ ایک پر اس طرح بندھا ہوا ہوتا تھا جو اس کی پرواز میں مدد دیتا تھا ۔ یہ پر آخیر میں ہوتا تھا)

تشریح :- مرزا خداوند تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ محبوب کے تیر سے جو زخم دل میں پیدا ہوا اس سے بھی میرے دل کو کشادگی حاصل نہ ہوئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ تیر دل سے نکلتے ہوئے پر وہیں چھوڑ گیا اگر دل میں کشادگی ہوتی تو پر تیر کے ساتھ ہی باہر نکل جاتا ۔

(۳) بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل ۔۔۔ جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

تشریح :- بزمِ دوست میں پھولوں کی خوشبو کا پھیلنا اور نالۂ دل اور چراغِ محفل کے دھوئیں کا انتشار دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ اس بزم سے جو بھی نکلے گا پریشاں ہوگا اور دلجمعی میسر نہ ہوگی یعنی غالب بھی غیر مطمئن و پریشان ہی نکلیں گے ۔

(۴) دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد ۔۔۔ کام یاروں کا بقدرِ لب و دنداں نکلا

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ میرا حسرتوں کا مارا ہوا دل ایسا دسترخوان تھا جس پر لذتِ درد رکھنے والی غذا چنی ہوئی تھی ۔ لیکن اس پر دوستوں کی ضرورت اتنی ہی پوری ہوئی کہ ہونٹوں اور دانتوں تک رہ گئی حلق سے نیچے اتر کر جزو بدن نہ ہو سکی ۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ میرے دردبھرے دل میں سے جو اشعار نکلے ان سے لوگوں نے پورا فائدہ نہیں اٹھایا چونکہ پوری طرح معنی نہ سمجھ سکے اور سطحی معنی لے کر محض چٹخارا لے لیا ۔

(۵) تھی نو آموزِ فنا ہمت دشوار پسند سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

معنی الفاظ :- نو آموز : سیکھ رہا، وہ آدمی جس نے پوری طرح کام کو نہ جانا ہو۔ فنا : موت۔
ہمت دشوار پسند : مشکل پسند۔ ہمت : حوصلہ۔

تشریح :- ہمارا مشکل پسند حوصلہ اپنی موت سے واقف ہی ہوا تھا اور اس کو دشوار سمجھ کر اختیار کرنا چاہتا تھا مگر مشکل یہ آ پڑی کہ یہ بھی کوئی مشکل کام نہ تھا۔ میرا حوصلہ اس سے زیادہ مشکل کام کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں دنیا میں رہ کر زندگی بسر کرنا مرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ اس لیے غالبؔ نے تمام عمر مردانہ وار مصائب کا مقابلہ کیا اور خودکشی کو کم ہمتی کا اظہار سمجھا۔

اقبالؔ نے ایک جگہ کہا ہے۔ با سکندر خضر در ظلمات گفت۔ مرگ مشکل زندگی مشکل تر است

(۶) دل میں پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالبؔ آہ جو قطرہ نکلا تھا، سو طوفاں نکلا

معنی الفاظ :- گریہ : رونا۔ شور : جوش۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں اے غالبؔ رنجیدہ واقعہ کے وقت تم نے ضبط کیا اور دو آنسو نہ ٹپکائے۔ اُس وقت کے نہ رونے کا اثر یہ ہوا کہ دل میں پھر جوش اٹھا اور ان دو آنسوؤں نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی۔ دل کی بھڑاس وقت پر نکال دینی چاہیئے۔

غزل نمبر ۶

(۱) دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

معنی الفاظ :- باب : دروازہ۔ نبرد : جنگ، لڑائی۔ نبرد پیشہ : جنگ جو۔
مرد : بہادر، دلیر۔

تشریح :- مرزا اپنے رقیب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ وہ صاحب نبرد نہیں تھا اس لیے معشوق کی دھمکی ہی میں جان دے دی اور عشق جو ہے وہ نبرد پیشہ ہے اس سے نپٹنے کے لیے بہادر اور دلیر شخص کی ضرورت تھی۔ عاشق صادق ہی ان مشکلات کا مقابلہ کر سکتا ہے جو راہ عشق میں پیش آئیں بندہ نفس نہیں۔

(۲) تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا　　　اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

معنی الفاظ :- کھٹکا : خوف - مرگ : موت -

تشریح :- مرنے پر عموماً چہرہ کا رنگ سفید ہو جاتا ہے کیونکہ خون کا دوران نہیں رہتا۔ غالب کہتے ہیں کہ مرنے پر تو سب کا چہرہ سفید ہو جاتا ہے لیکن میرا چہرہ زندگی میں بھی موت کے خوف سے زرد تھا۔ گویا میں زندگی میں بھی نیم مردہ تھا۔ اور جیتے جی چہرہ پر رونق نہیں آئی۔ زرد رنگ سفید رنگ سے کافی حد تک ملتا جلتا ہے۔

(۳) تالیف نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں　　　مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

معنی الفاظ :- تالیف : جمع کرنا، مختلف کتابوں سے مضامین لے کر نئے پیرائے میں ترتیب دینا۔ نسخہ : نوشتہ، لکھا ہوا مکتوب۔ مجموعہ : جمع کیا ہوا۔ فرد فرد : الگ الگ۔ وفا : محبت -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ابھی میرے خیالات نے مرتب صورت اختیار نہیں کی تھی کہ میں محبت کی مختلف صورتوں کو یکجا کر کے ایک نئے پیرایہ میں ترتیب دینے کی فکر کرنے لگا یعنی بچپن ہی سے مجھے محبت کے مضمون سے دلچسپی تھی۔

(۴) دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خون ہے اب
اس راہ گزر میں جلوۂ گل آگے گرد تھا

معنی الفاظ :- راہگزر : راستہ - گرد ہونا : ہیچ ہونا، کمتر ہونا۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ اب انتہائے عشق میں دل اور جگر دونوں خون ہو گئے ہیں اور دل و جگر کے درمیان میں لبالب خون کا دریا بن گیا ہے۔ ورنہ یہ کیفیت ہونے سے پہلے غم عشق سے جو داغ دل و جگر پر تھے وہ جلوۂ گل کو مات کر دیتے تھے۔ غزل نمبر ۲ کا پانچواں شعر کم و بیش اسی کیفیت کا اظہار کرتا ہے ؎

دل نہیں ورنہ دکھاتا تجھ کو داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

اسی سلسلہ میں تیسری غزل کا پانچواں شعر بھی قابل توجہ ہے۔

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

(۵) جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

معنی الفاظ :- کشمکش : کھینچا تانی، کاوش - اندوہ : غم -

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ عشق کے غم کی کاوش مٹتی نہیں حتیٰ کہ دل دے دینے کے بعد بھی دل کے چلے جانے کا درد باقی رہتا ہے -

(۶) احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا

معنی الفاظ :- احباب : دوست - چارہ سازی : علاج کرنا - وحشت : جنون -
زندان : قید خانہ - بیابان : صحرا، جنگل - نورد : نوردمضارع ہے نوردیدن کا -
بیابان نورد : بیابان میں گشت کرنے والا -

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ جنون عشق کا علاج دوست بھی نہ کر سکے قید خانے میں بھی جہاں صحرانوردی کا امکان نہیں تھا غالب تخیل میں صحرا نوردی کرتے ہیں جس پر احباب کا کوئی قابو نہیں وہ غالب کے جسم کو محبوس زنداں کر سکتے ہیں لیکن تخیل پر قابو پانا ان کے اختیار میں نہیں -

(۷) یہ لاش بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

معنی الفاظ :- خستہ جان : تھکا ماندہ - مغفرت : بخشش - آزاد : ہر قسم کی علائق سے پاک -

تشریح :- مرنے کے بعد نعش کا بے کفن ہونا خستہ جانی کی انتہا ہے - غالب اپنی نعش بے کفن کا ذکر کرتے ہوئے دعائے مغفرت بھی تجویز کر دیتے ہیں اور عاشق کے لیے اس سے بہتر دعائے مغفرت نہیں ہو سکتی -

غزل نمبر ۷

(۱) شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

معنی الفاظ:- **شمار:** گنتا۔ **سبحہ:** تسبیح۔ **مشکل پسند:** دشوار کام کو پسند کرنے والا، ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش کرنے والا۔ **بت:** معشوق۔ **تماشہ:** نظارہ۔ **کف:** ہتھیلی، مٹھی۔ **یک:** ایک۔ **بردن:** لینا، لانا، لے جانا۔ **صد:** سو (۱۰۰) تسبیح میں سو دانے ہوتے ہیں۔

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ میرے معشوق کی مشکل پسندی کا اظہار اس کے تسبیح پڑھنے کے شوق سے ظاہر ہوتا ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ سو دل بیک وقت مٹھی میں لینے کا خواہشمند ہے۔

(۲) بہ فیضِ بے دلی نومیدیٔ جاوید آساں ہے کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

معنی الفاظ:- **فیض:** بخشش۔ **بیدلی:** بے حسی، بے آرزوئی۔ **نومیدی جاوید:** ہمیشہ ہمیشہ کی نومیدی۔ **کشائش:** کھولنے کا عمل۔ **عقدہ:** گرہ۔

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کی نومیدی کو اگر کوئی چیز آسان کرتی ہے تو وہ بے حسی ہے۔ لیکن جد وجہد جو انسانی زندگی کا مقصد ہے کو ہمارا عقدہ مشکل۔ یعنی جو کام آسانی سے نہیں انجام دیا جا سکتا تھا، پسند آگیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ ہم مایوس ہو کر نہیں بیٹھ گئے بلکہ اپنی راہ کی دشواریوں کے ہٹانے کی جد وجہد میں مشغول ہیں۔

(۳) ہوائے سیرِ گل آئینۂ بے مہریٔ قاتل کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

معنی الفاظ:- **ھوا:** خواہش۔ **سیرِ گل:** گلستان کی سیر۔ **بے مہری:** بے دردی۔ **قاتل:** قتل کرنے والا، یعنی معشوق۔ **انداز:** حالت۔ **بخون غلطیدن:** خون میں لوٹنا۔ **بسمل:** مقتول۔

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ میرے معشوق کی سیرِ گلستان کی خواہش اس کی بے رحمی و بے دردی کا اظہار کرتی ہے (جس طرح آئینہ) اُن چیزوں کا اظہار کرتا ہے جن کا عکس اس پر پڑتا ہے۔ کیونکہ گلاب کے پھولوں کا ہوا کے جھونکوں سے ہلنا خون میں مقتول کے تڑپنے سے ملتا جلتا ہے اس لیے اس کا باغ کی سیر کی خواہش کرنا مقتل کے نظارہ سے دلچسپی کا اظہار کرتا ہے۔

(۴) جراحت تحفہ الماس ارمغاں داغ جگر ہدیہ   مبارک باد اسدؔ غمخوارِ جانِ دردمند آیا

معنی الفاظ :- جراحت : زخم ۔ تحفہ ۔ ارمغاں ھدیہ : ہم معنی الفاظ ہیں ۔ الماس : ہیرا ۔ داغ جگر : جگر کا داغ ۔ جان : روح ۔ دردمند : غمگین ۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ اسدؔ تم کو مبارک ہو کہ تمہاری دکھیا جان کا غمخوار تمہارے لیے یہ تحفے لایا ہے ۔ جراحت ۔ الماس ۔ اور داغ جگر جو بجائے غم دور کرنے کے اور اس کے درد میں اضافہ کرنے کا سامان ہیں ۔ اور اس میں عاشق کو مزا آتا ہے ۔

غزل نمبر ۸

(۱) دھر میں نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا   ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

معنی الفاظ :- دھر : دنیا ۔ نقش : صورت ۔ وجہ تسلی : اطمینان کا باعث ۔ شرمندہ : شرمسار ، نادم

تشریح :- دنیا میں وفا کی صورت دکھائی نہیں دی جو باعث اطمینان ہوتی اور وفا کا لفظ ایسا لفظ ہے کہ جس نے معنی کی شرمندگی نہیں اٹھائی ۔ یعنی بے معنی ۔

(۲) سبزہ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا   یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

معنی الفاظ :- سبزہ خط : داڑھی کا آغاز ۔ کاکل : زلف ۔ سرکش : سر کی طرف بل کھاتے ہوئے ۔ زمرد : پنا ، سبز رنگ کا قیمتی پتھر ۔ حریف : مدمقابل ۔ دم : سانس ۔ افعی : زہریلا سانپ ۔

تشریح :- خیال ہے زمرد کے زیر اثر سانپ مضمحل ہو جاتا ہے اور آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے ۔ مرزا غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگرچہ تمہاری داڑھی کا آغاز ہو گیا ہے لیکن تمہاری پیچیدہ زلف کے دلکش ہونے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا ۔ یہ زمرد (سبزہ خط) بھی دم افعی کے مقابل نہ آ سکا ۔ یعنی داڑھی کے آغاز سے تمہارے کاکل کی دلکشی اور تمہارے حسن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ۔ اس کے ساتھ غزل نمبر ۱۹۱ کا یہ شعر بھی پڑھیے

۱۰

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

(۳) میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں — وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

معنی الفاظ :- اندوہ : غم ۔ ستمگر : ظالم ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میں نے چاہا تھا کہ اپنی جاں دے کر وفا کے غم سے نجات پاؤں اور اس طرح اپنے معشوق کو خوش کر دوں ۔ لیکن میری بدقسمتی سے میرا محبوب میرے مرنے پر بھی راضی نہ ہوا ۔

(۴) دل گزرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی — گر نفس جادہ سر منزل تقویٰ نہ ہوا

معنی الفاظ :- گزرگاہ : گزرنے کی جگہ ۔ نفس : سانس، دم ۔ جادہ : پگڈنڈی (پگڈنڈی) بٹیا سر منزل : کسی جگہ کی اچھی آب و ہوا کے باعث کوئی مسافر یادگار کے طور پر وہاں کوئی عمارت بنا دے تو اسے سر منزل کہتے ہیں ۔ تقویٰ : پرہیز گاری، پارسائی ۔ سہی : قبول فرمانا ، غنیمت ہے ۔

آسان نثر :- اگر نفس جادہ سر منزل نہ ہوا تو دل گزرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی ۔

تشریح :- اگر ہمارا سانس (نفس) سر منزل تقویٰ کی طرف جانے والی پگڈنڈی نہ بن سکا تو یہی غنیمت ہے کہ دل اب ساغر کے خیال کی گزرگاہ تو ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم متقی نہ بن سکے تو نہ سہی رندی ہی غنیمت ہے ۔

(۵) ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

معنی الفاظ :- گوش : کان ۔ منت کش : احسان مند ۔ گل بانگ : خوش کن آواز ۔ تسلی : اطمینان ۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ اے محبوب میں تیرے وعدہ ملاقات نہ کرنے پر بھی خوش ہوں اس لیے کہ میرے کانوں نے وعدہ کی خوش کن آواز کا احسان نہیں اٹھایا ۔

(۶) کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے — ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

تشریح - اس شعر میں مرزا اپنی انتہائی بد قسمتی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے دین و دنیا کی کسی چیز کی تمنا نہیں کی۔ مرنے کی آرزو کی تھی سو وہ بھی پوری نہ ہوئی۔ اس کی شکایت کس سے کریں۔ اس سلسلے میں غالب کا یہ شعر بھی قابل ملاحظہ ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

(۷) مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالبؔ   ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا

معنی الفاظ - صدمہ: ضرب - چوٹ - جنبش: حرکت - دم: سانس پھونک
دم عیسیٰ: حضرت عیسیٰ کی پھونک۔

تشریح: غم محبوب میں انتہائی کمزوری کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہا ہے کہ میری ناتوانی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت عیسیٰ نے میرے علاج کے لیے دم کرنا چاہا تو میں دم کرنے سے پہلے ان کے ہونٹ ہلنے کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور جان دے دی۔ اس سلسلہ میں غالب کا یہ شعر بھی قابلِ غور ہے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

غزل نمبر ۹

(۱) ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا
وہ اک گلدستہ ہے ہم بے خودوں کے طاقِ نسیاں کا

معنی الفاظ - ستائش گر: مداح، تعریف کرنے والا۔ باغ رضواں: بہشت۔ زاہد: پرہیزگار۔ بے خود: خود فراموش: بے خبر۔ نسیاں: بھول۔ بمعنی غلط فہمی۔

تشریح:- غالب کے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بہشت کے قابل نہ تھے شعر کا مطلب آسان لفظوں میں یہ ہے کہ زاہد جس بہشت کی تعریف بڑھ چڑھ کر کرتا ہے۔ وہ ہم حقیقت ناآشناؤں کی غلط فہمی کا بنایا ہوا ایک گلدستہ ہے۔

(۲) بیان کیا کیجے بیدادِ کاوش ہائے مژگاں کا

کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا

معنی الفاظ :- بیداد : ظلم - کاوش : کریدنا ، خلش ، چبھن - مژگان : پلکیں - مرجاں : مونگا -

تشریح :- شعرا محبوب کی مژگان کو تیر سے تشبیہ دیتے ہیں اور عموماً یہ تیر دل و جگر ہی پر پڑتے ہیں - اپنے محبوب کے مژگان کو خون آلود دیکھ کر کہتے ہیں کہ اس کے تیر مژگان کے ظلم کا کیا بیان کروں میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہر وہ قطرہ خون جو میری پلکوں میں لٹک رہا ہے مونگے کی تسبیح کا دانہ معلوم ہوتا ہے - اور یہ مژگان یار کا کرشمہ ہے -

(۳) نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالوں کو

لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیستاں کا

معنی الفاظ :- سطوت : طاقت ، رعب ، دبدبہ - دانتوں میں تنکا لینا : قدیم زمانہ میں ملزم کے اقبال جرم کرنے اور رحم کی استدعا کے اظہار کا طریقہ تھا - نیستان : نرسلوں کا جنگل -

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ اگرچہ میں نے اپنے ظالم محبوب کے سامنے اقبال جرم کا اظہار کرتے ہوئے تنکا دانتوں میں لے لیا مگر اس کا رعب مجھے نالہ کرنے سے باز نہ رکھ سکا اور جو تنکا میں نے دانتوں میں لیا تھا وہ بانسری کی طرح خود میرے نالوں کا اظہار کرنے لگا - گویا نالہ جو درد کے ساتھ فطری تعلق رکھتا ہے اس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی - وہ کوئی نہ کوئی صورت اظہار کی اختیار کر ہی لیتا ہے - یعنی ظالم کا ظلم اور مظلوم کی مظلومیت چھپائے نہیں چھپ سکتی

(۴) دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغاں کا

معنی الفاظ :- تخم : بیج - سرو : مشہور پیڑ - سرو چراغاں : وہ سرو جس پر چراغاں کیا گیا ہو -

تشریح :- موجودہ زمانے میں پیڑوں پر بجلی کے قمقموں کے روشن کرنے کا سماں محتاج بیان نہیں مرزا کہتے ہیں کہ غم عشق کے جو داغ میرے دل پر لگے ہوئے ہیں وہ بیج ہیں اس سرو چراغاں

کا جو عشق کی تکمیل کے وقت تک نشو و نما پائیں گے مگر غم روزگار کی الجھنیں ابھی اس کا موقع نہیں دیتیں کہ میں اس کی نمائش کر دوں - بقول سعدی ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاران فراموش کردند عشق

زمانے کے مصائب نے مرزا کے عشق کو بھی سرد خانے میں ڈال دیا تھا ایک اور جگہ کہا ہے

تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
فرصت کشاکشِ غم پنہاں سے گر ملے

(۵) کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے　　کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

معنی الفاظ :- **آئینہ خانہ** : وہ کمرہ یا مکان جس میں چاروں طرف شیشے لگے ہوئے ہوں - **پرتو**: عکس　**خورشید عالم** : جہاں کو روشن کرنے والا سورج - **شبنمستان** : ہرے گھاس کا قطعہ (پلاٹ) جس پر شبنم پڑی ہوئی ہو -

تشریح :- مرزا اپنے محبوب سے کہتے ہیں کہ جب تو آئینہ خانے میں آتا ہے تو تیرے آفتاب جیسے چمکتے ہوئے چہرے کا عکس آئینوں پر وہی اثر ڈالتا ہے جو سورج شبنم کے قطروں پر - پڑھنے والوں کے لیے یہ تشبیہ جو لطف پیدا کر دیتی ہے وہ احساس سے زیادہ تعلق رکھتی ہے بیاں سے کم -

(۶) میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی　　ھیولیٰ برقِ خرمن کا ہے، خونِ گرم دھقان کا

معنی الفاظ :- **تعمیر** : بنانا - **مضمر** : پوشیدہ - **صورت** : شکل - **خرابی** : بگاڑ، تباہی - **ھیولہ** : قالب - **برق** : بجلی - **خرمن** : کھلیان، اناج کا ذخیرہ - **خون گرم** : پرجوش خون - **دھقان** : کسان -

تشریح :- میرے خیال میں یہ غالب کے ان چند اشعار میں سے ایک ہے جو اس کی عظمت کو نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے شعرا پر فوقیت دینے کے لیے کافی ہے - اس میں وہ اس فلسفہ کا اظہار کرتا ہے کہ انسان کے ہر تعمیری کام میں تخریب پوشیدہ ہے - دوسرے الفاظ میں یہ کہیے کہ کسی تعمیری کام کو بقا نہیں اور یہ سلسلہ تعمیر و تخریب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ انسان

کی رگوں میں خون گردش کرتا رہے گا اور یہی زندگی کی علامت ہے۔ دوسرا مصرع پہلے مصرعہ کی وضاحت کرتا ہے کہ جس طرح ایک کسان کھیتی پک جانے پر اسے کاٹ کر بیلوں سے روندا کر اس کا ہر جزو علیحدہ کر دیتا ہے لیکن اس پر قانع نہیں ہوجاتا بلکہ پھر دوسری فصل کے لیے زمین کو تیار کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے اور تیاری کر دیتا ہے۔ اسی طرح دوسرے شعبوں میں بھی انسان کا یہی تعمیری و تخریبی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ برق چونکہ خرابی کا باعث ہوتی ہے اور خرمن دھقان کی تعمیری کارگزاری کا نتیجہ ہے اس لیے اس برق کا دھقان کے خون گرم میں پیدا ہونا یا اس کے قالب میں ڈھلنا غالب ہی کے تخیل کا نتیجہ ہے۔ اسی خیال کا اظہار ایک اور شعر میں بھی کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شعر زیرِ یں کی تشریح بھی پڑھ لیجئے۔

کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دھقاں ہے

(۷) اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کا ہے میرے درباں

معنی الفاظ:- تماشا کر: دیکھ۔ ویرانی: خراں بے آبادی۔ مدار: سہارا۔ گزر۔

تشریح:- مرزا کہتے ہیں کہ عشق میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گھر میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور عدم توجہی کی وجہ سے جابجا گھاس اگ آیا ہے اور اب میرے گھر کا درباں گھر کا گھاس کھود کر اپنی روزی پیدا کرتا ہے۔ اس میں مرزا نے اپنی ناداری کا اظہار کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس وضعداری کا جو اس وقت کے امیرزادوں کو اپنے ماحول کا لحاظ رکھتے ہوئے باوجود استطاعت نہ رکھنے کے برتنی پڑتی تھی، گھر میں کچھ نہیں تھا جس کی حفاظت کی جائے اور نہ جیب میں پیسہ مگر درباں رکھنا وضعداری کا تقاضا تھا۔

(۸) خموشی میں نہاں خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں
چراغِ مردہ ہوں میں بے زباں گورِ غریباں کا

معنی الفاظ:- نہاں: چھپی ہوئی، پوشیدہ۔ خوں گشتہ: خون شدہ، مردہ۔ آرزوئیں: تمنائیں۔ چراغِ مردہ: بجھا ہوا چراغ۔ بے زباں: خاموش۔ گورِ غریباں: عام قبرستان۔

تشریح :- غالب خاموش ہے اور اپنی خاموشی کی وجہ لاکھوں تمناؤں کا پورا نہ ہونا بیان کرتا ہے اور ایسی حالت میں اپنے آپ کو عام قبرستان کے اس چراغ سے تشبیہ دیتا ہے جو بتی و تیل نہ ہونے کی وجہ سے بجھ گیا ہو۔ (فارسی زبان میں چراغ یا موم بتی کے بجھانے کو خاموش کردن کہتے ہیں۔) اور قبرستان میں کوئی قبر نظر نہ آتی ہو۔

(۹) ہنوز اک پرتو نقشِ خیالِ یار باقی ہے   دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا

معنی الفاظ :- **ھنوز** : ابھی تک - **پرتو** : عکس، نقش - **خیال** : تصور - **یار** : دوست۔

دل افسردہ : بجھا ہوا دل - **حجرہ** : کوٹھڑی، کمرہ - **زنداں** : قید خانہ۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ میرے بجھے ہوئے دل میں اب تصورِ یار کی وہی کیفیت ہے جو حضرت یوسفؑ کی قید خانے کی کوٹھڑی میں تھی یعنی مدھم سا عکس قید خانہ کوٹھڑی عام طور پر تاریک ہوتی ہے اور اس میں ہر چیز مدھم نظر آتی ہے۔ دل افسردہ اور قید خانہ کی کوٹھڑی نیز یوسفؑ اور نقشِ خیالِ یار قابلِ غور ہیں۔

(۱۰) بغل میں غیر کی آپ آج سوئے ہیں کہیں ورنہ

سبب کیا؟ خواب میں آکر تبسم ھائے پنہاں کا

معنی الفاظ :- **تبسم** : مسکراہٹ - **پنہاں** : نظر بچائے ہوئے، پوشیدہ۔

یہ اسی قبیل کا شعر ہے ؎

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے

پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

معنی صاف ہیں محتاجِ تشریح نہیں۔

(۱۱) نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا   قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگاں کا

معنی الفاظ :- **لہو پانی ہونا** : خون کا آنسو بن کر ٹپکنا۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیری پلکوں کا آنسوؤں میں تر ہونا یعنی تیرا رونا قیامت ہے۔ معلوم نہیں اس حالت کو دیکھ کر تمہارے چاہنے والوں میں سے کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا۔ یعنی تمھیں روتا دیکھ کر معلوم نہیں تمہارے چاہنے والے کتنا روئے

ہوں گے - اس خیال کا اظہار یہ شعر کرتا ہے ؎

غضب کرے ہے لگاوٹ میں تیرا رو دینا
تیری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

رونا عورت کا آخری ہتھیار ہے اور مؤثر ترین - اس کی مدافعت کا مرد کے پاس کوئی سامان بجز ہتھیار ڈال دینے کے نہیں -

(۱۲) نظر میں ہے ہماری جادۂ راہِ فنا غالبؔ ۔ کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

معنی الفاظ :- جادہ : راستہ ۔ فنا : موت ۔ شیرازہ : وہ دھاگہ جو کتاب کی جزو بندی کے لیے باندھا جاتا ہے - عالم : جہان - اجزا : جمع جز کی - پریشان : بکھرے ہوئے ۔

تشریح :- غالبؔ کی نظر میں موت ہی وہ راستہ ہے جو منزل مقصود پر پہنچاتا ہے اور حقیقتاً یہ اس دنیا کے اجزائے پریشان کا شیرازہ ہے - یہی وہ رشتہ ہے جو اس عالم ہست و بود کی ہر شے میں قدر مشترک کا کام دیتا ہے -

"کل من علیہا فان" ہر چیز فانی ہے -

غزل نمبر ۱

(۱) نہ ہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا
حباب موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

معنی الفاظ :- بیابان : صحرا - بیابان ماندگی : صحرا نوردی - ماندگی : رہائش - ذوق : شوق - حباب : بلبلا - موج : لہر - رفتار : روانگی نقش : نشان ۔

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں میرا جوش جنوں اس قدر ہے کہ صحرا نوردی اس میں کوئی کمی پیدا نہیں کر سکتی - میرا ہر نقش قدم ایسا ہی ہے جیسے دریا میں موجوں کے ابھرنے کے ساتھ ساتھ بلبلے اٹھتے چلے جاتے ہیں - بلبلے دریا میں اٹھنا اس کے تیزی کے ساتھ بہنے کی علامت ہیں -

(۲) محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

معنی الفاظ: - **بے دماغی**: بے دلی، بے حسی۔ **ناک میں دم آنا**: اکتا جانا، تنگ آ جانا۔
تشریح: - ایک وقت تھا کہ مجھے سیر گلستاں کا شوق تھا لیکن اب اس قدر بے حسی ہے کہ پھول کی خوشبو سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور طبیعت گھبراتی ہے۔ اور یہ حالت علامت ہے جسمانی کمزوری اور ذہنی انتشار کی۔

غزل نمبر ۱۱

(۱) سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی — عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

معنی الفاظ: - **سراپا**: سر سے پاؤں تک۔ **رہن**: گرو۔ **ناگزیر**: جس سے چھٹکارا نہ ہو، لازمی۔ **الفت**: محبت۔ **ہستی**: دنیا۔ **عبادت**: بندگی۔ **برق**: بجلی۔ **افسوس**: غم۔ **حاصل**: نتیجہ، محنت، پھل۔

تشریح: - غالب اس شعر میں اپنی دو متضاد حالتوں کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں سراپا عشق میں مبتلا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میری کیفیت بالکل ایسی ہی ہے کہ بجلی جو کھلیان کو جلا دینے والی ہے اس کی پوجا بھی کرتا ہوں اور کھلیان کے جل جانے کا رنج بھی کرتا ہوں۔ یہاں عشق کو برق سے تشبیہ دی ہے۔ چونکہ دونوں اثر میں یکساں ہیں، عشق بے سر و سامانی چاہتا ہے اور برق بھی جس پر گرتی ہے اسے پھونک ڈالتی ہے۔

(۲) بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی — جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

معنی الفاظ: - **بہ قدر**: اندازہ۔ **ظرف**: برتن۔ **خمار**: نشہ۔ نشہ کے اتار کے وقت دردِ سر۔ **تشنہ کامی**: پیاس۔ **مے**: شراب۔ **خمیازہ**: نشہ اترنے پر جسم کا ٹوٹنا۔

تشریح: - غالب اس شعر میں اپنی بادہ آشامی کا ذکر کرتے ہیں اور ساقی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ اے ساقی پینے والے کو دیکھ کر شراب دینی چاہیئے اگر تیرے پاس شراب کا دریا بھی ہے تو میں اس ساحل سے مشابہت رکھتا ہوں جو دریا کو اپنے درمیان سما لے۔ اسی قسم کا خیال اس شعر میں مرزا نے بیان کیا ہے:

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

غزل نمبر ۱۲

(۱) محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

معنی الفاظ:- **محرم**: واقف۔ **نوا**: صدا، آواز۔ **راز**- بھید **حجاب**: پردہ، اوٹ، آڑ۔ **ساز**: باجا۔ **پردہ ساز**: باجے کا وہ حصہ جس میں سے نغمہ نکلتا ہے۔

تشریح:- اس شعر میں غالب بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں خداوند کریم کی ذات کی نسبت اسی طرح اعلان کرتے ہیں جس طرح باجے کا پردہ ان سُروں کو جو بجانے والا پیدا کرتا ہے مخاطب کو کہتے ہیں کہ تیری سمجھ میں جو بات نہیں آتی اس کی وجہ یہ ہے کہ تو کائنات کی خاموش آوازوں کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ایک اور شعر میں غالب اسی خیال کو پیش کرتے ہیں ؎

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھائیے

فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے شعر میں قوت سامعہ کی معذوری کا اظہار ہے اور دوسرے شعر میں قوت باصرہ کا۔

(۲) رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے یہ وقت ہے شگفتن گلہائے ناز کا

معنی الفاظ:- **رنگ شکستن**: رنگ کا کھل جانا، رنگ کا ٹوٹنا۔ **بہار نظارہ**: دیکھنے کے قابل، دیدنی۔ **شگفتن**: کھلنا۔ **گلہا**: جمع گل کی۔ **ناز**: نازک، نازنین۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ پو پھٹنے کا سماں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور یہ وہ وقت ہے جب پھول کھلتے ہیں اور حسین بیدار ہوتے ہیں۔

(۳) تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز میں اور دُکھ تیری مژہ ہائے دراز کا

معنی الفاظ: **تیز نظر کرنا**: گھور کر دیکھنا، غور سے دیکھنا۔ **مژہ**: پلکیں۔ **دراز**: لمبی۔

تشریح: غالب اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ تو اوروں کی طرف غور اور توجہ سے دیکھتا ہے اور میرے ساتھ بے اعتنائی برتتا ہے جبکہ مرا دل تیری دراز پلکوں کے چبھنے کا درد لیے

ہوئے ہے۔ تیرا یہ عمل میرے لیے تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہے۔ وہی جذبہ رقابت ہے۔

(۴) صرفہ ہے ضبطِ آہ میں میرا وگرنہ میں — طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا

معنی الفاظ:۔ صرفہ: فائدہ، بچت، نفع۔ **ضبط:** روکنا۔ **طعمہ:** لقمہ: **نفس:** سانس **جانگداز:** جان کو پگھلا دینے والا۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں جو آہ نہیں بھرتا اس میں ہی میرا فائدہ ہے ورنہ میں تو بوجہ نقاہت ہی آہ کا لقمہ بن جاؤں یعنی ختم ہو جاؤں۔

(۵) ہیں بس کہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے — ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

معنی الفاظ:۔ بادہ: شراب۔ **جوش:** ابال۔ **شیشے:** بلور کی صراحی جس میں شراب بھری جاتی ہے۔ **گوشہ:** کونہ۔ **شیشہ باز:** شعبدہ باز، بازی گر۔

تشریح:۔ ناچنے والوں کا ایک گروہ جو سر پہ پانی سے بھرا ہوا شیشہ رکھ کر ناچتا ہے اور پانی گرنے نہیں دیتا۔ اس شعر میں غالب شراب کے شیشوں میں شراب کے جوش سے اچھلنے کی کیفیت کو ان ناچنے والوں کے گروہ سے تشبیہ دیتا ہے جو سر پہ پانی سے بھرا ہوا شیشہ رکھ کر ناچتا ہے اور کہتا ہے کہ بزمِ مے نوشی میں ہر طرف شراب کے شیشے جوشِ شراب سے اس طرح اچھل رہے ہیں جس طرح شیشہ باز ناچتے ہیں۔

(۶) کاوش کا دل کرے ہے تقاضا، کہ ہے ہنوز — ناخن پہ قرض، اس گرہِ نیم باز کا

معنی الفاظ:۔ کاوش: کھودنا، کھجلانا۔ **گرہ:** گانٹھ، عقدہ۔ **نیم باز:** ادھوری کھلی ہوئی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے دل کی خلش کھجانے کا اصرار کرتی ہے اور ایسے کرنے میں وہ حق بجانب ہے۔ چونکہ آدھی کھلی ہوئی گرہ پوری طرح کھلنے کے لیے ناخن کی محتاج ہے۔ دل بھی گرہ سے اپنی مشابہت رکھتا ہے اور ناخن خلش کے مٹانے اور گرہ کے کھولنے دونوں کام آتا ہے۔

(۷) تاراج کاوشِ غمِ ہجراں ہوا اسد — سینہ کہ تھا دفینہ گہر ہائے راز کا

معنی الفاظ:۔ تاراج ہوا: لوٹا گیا۔ **کاوش:** خلش۔ **غمِ ہجراں:** مفارقت محبوب کا غم

دفینہ: جس جگہ کوئی چیز دفن کی ہوئی ہو، دفن کی ہوئی چیز۔ گہر: موتی۔ راز: بھید۔
تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے سینے میں جو بھیدوں کے موتی چھپے ہوئے تھے وہ دوست کی جدائی کے غم نے لوٹ لیے یعنی غم ہجراں میں میرے عشق کے پوشیدہ راز ظاہر ہو گئے۔ ہجر کی وجہ سے آہ و فغاں کی اور راز عشق فاش ہو گیا۔

غزل نمبر ۱۳

(۱) بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا   رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

معنی الفاظ:۔ بزم: محفل۔ دفتر: کاغذ، کتاب، وہ جگہ جہاں کسی محکمے کے کاغذات یا کتابیں رکھی جائیں۔ دفتر کھلنا: دفتری کاروبار جاری ہونا۔ گنجینہ: خزانہ۔ گوہر: موتی۔ در: دروازہ۔

تشریح:۔ شعر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے بزم مشاعرہ منعقد کی تھی۔ اسی کے متعلق مرزا کہتے ہیں کہ بادشاہ کی محفل میں اشعار کا دفتر کھلا ہے۔ اے خدا اس موتیوں کے خزانے کے دروازے کو کھلا رکھنا۔ گوہر سے یہاں مراد موتیوں جیسے اشعار سے ہے۔ بادشاہ جو خود شاعر تھا اس کو خزانے سے تشبیہ دی ہے۔ دعائیہ شعر ہے اور کلام کی تعریف ہے۔

(۲) شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا   اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا

معنی الفاظ:۔ انجم: جمع نجم کی یعنی ستارے۔ رخشندہ: چمکدار۔ منظر: نظارہ گاہ، تماشا گاہ۔ تکلف: آرائش، ٹیپ ٹاپ۔ بتکدہ: بت خانہ۔

تشریح:۔ بت خانہ میں عام طور پر بتوں کو خوب سجا کر رکھتے ہیں۔ اس شعر میں غالب رات ہو جانے پر آسمان پر تاروں کے نمایاں ہو جانے کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رات ہو جانے پر ستاروں کے چمکنے کا وہی سماں ہے جو بت خانے کا دروازہ کھلنے پر بتوں کی سج دھج سے پیدا ہوتا ہے۔

(۳) گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب
آستیں میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں نشتر کھلا

معنی الفاظ :- دیوانہ : مجنوں، پاگل، جس کی عقل صحیح نہ ہو۔ دوست : بہی خواہ، مراد ناصح۔
دشنہ : خنجر، ہلاکت کا آلہ۔ نشتر :- وہ آلہ جو جراحی کے کام آئے اور غرض مریض کی بہتری ہو۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ عشق کی وجہ سے میں پوری سوجھ بوجھ نہیں رکھتا لیکن اتنی کم بھی نہیں کہ ناصح کی ظاہرا مفید نصیحتوں پر اعتبار کر لوں جو درحقیقت میری ہلاکت کا سبب ہو سکتی ہیں۔ ایک عاشق کی ہلاکت ترک عشق میں ہے اور ناصح ترک عشق ہی کا وعظ کر سکتا ہے اور اس میں عاشق کا نفع بتاتا ہے۔ غالب ناصح کے اس فریب میں آنے والے نہیں اور "دیوانہ بکار خویش ھشیار" کے مقولے کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۴) گو نہ سمجھوں اس کی باتیں گو نہ پاؤں اس کا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا

معنی الفاظ :- پری پیکر : پری جیسا حسین، معشوق، بت۔

تشریح :- غالب کی اپنے معشوق سے ملاقات ہوئی مگر معشوق کی بات پوری طرح نہ سمجھ سکے اور نہ اس کے دل کا بھید جان سکے۔ بالفاظ دیگر اگرچہ ملاقات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تاہم وہ اتنی سی بے تکلفی کو غنیمت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اگرچہ نہ اس کی باتوں کو سمجھ سکا اور نہ اس کا راز پا سکا لیکن یہ کیا کم ہے کہ وہ پری پیکر مجھ سے بے تکلف تو ہوا۔

(۵) ہے خیالِ حُسن میں حُسنِ عمل کا سا خیال   خُلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

معنی الفاظ :- خیال حسن : معشوق کا تصور۔ یہاں حسن صفت ہوتے ہوئے موصوف کی جگہ استعمال ہوا۔ حسن عمل : نیک عمل۔ حسن : خوبی، خوبصورتی، جمال۔

تشریح :- مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ فوت ہو جانے پر جب مرنے والے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اگر میت کے اعمال نیک ہوتے ہیں تو قبر میں بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اس کی آئندہ خوش گوار زندگی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ غالب قبر میں بھی معشوق کے تصور کو ساتھ لیے جاتے ہیں اور اس سے اک گونہ تسلی و اطمینان ایسا ہی پاتے ہیں جیسا کہ نیک اعمال کرنے والا متوفی۔ اس کیفیت کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حسینوں کو چاہنا اور ہمہ وقت ان کا

تصور رکھنا اعمال حسنہ ہی کے برابر ہے کیونکہ مرنے کے بعد دونوں کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے۔

(۶) منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں — زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا

معنی الفاظ :- عالم : سماں، کیفیت، صورت۔ شوخ : چنچل، بے باک۔

تشریح :- غالب کے معشوق نے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ گویا اس طریق پر منہ چھپایا ہوا تھا۔ اس بات کا جو اثر غالب پر ہوا اس شعر میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ اگرچہ میرا معشوق کھلے منہ میرے سامنے نہیں آیا اور اس کے حسن میں اس کی سیاہ زلفیں جو دلکشی پیدا کرتی تھیں دیکھنے کو نہ ملیں مگر نقاب نے بھی اس کے حسن میں یہ کیفیت پیدا کر دی جو کبھی پہلے نہ دیکھی تھی۔ دوسرے الفاظ میں معشوق جس طرح بھی سامنے آئے بھلا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کھلے چہرے پر زلف سے جو اُس کے حُسن میں اضافہ ہوتا تھا۔ نقاب نے اس سے کہیں زیادہ اضافہ کر دیا۔

(۷) در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا — جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

معنی الفاظ :- کہہ کر پھر جانا : مکر جانا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے معشوق کی انتہائی تلون مزاجی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بات کہہ کر فوراً ہی اس سے منکر ہو جاتا ہے اقرار اور انکار کا وقفہ کس قدر کم ہوتا ہے اس کا اندازہ اس شعر میں بیان کردہ واقعہ سے لگایئے۔ شعر کی آسان نثر یہ ہوئی۔ (مجھے معشوق نے) در پر رہنے کو کہا اور یہ کہہ کر جتنے عرصہ میں میرا لپٹا ہوا بستر کھلا کیا پھر گیا یعنی اتنے سے قلیل وقفے میں وہ اپنی بات سے منکر ہو گیا۔

(۸) کیوں اندھیری ہے شب غم؟ ہے بلاؤں کا نزول

آج ادھر ہی کو رہے گا دیدۂ اختر کھلا

معنی الفاظ :- شب غم : ہجر کی رات۔ بلا : مصیبت۔ نزول : اُترنا، نازل ہونا۔

اختر : ستارہ۔ دیدہ : آنکھ۔ دیدۂ اختر : ستارے کی آنکھ۔

تشریح :- علم نجوم کی رو سے مصیبت و راحت ستاروں کے اثرات سے منسوب کی جاتی ہے۔ غالب شب ہجر کی نسبت خود سے سوال کرتے ہیں کہ کیوں اندھیری ہے اور جواب یہ دیتے ہیں کہ بلاؤں کا نزول ہو رہا ہے اور جس ستارہ کا اثر ہے اسی طرف دیکھ رہا ہے یعنی توجہ دے رہا ہے۔

(۹) کیا رہوں غربت میں خوش جب ہو حوادث کا یہ حال

نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

معنی الفاظ :- **غربت** : پردیس ، مفلسی ۔ **حوادث** : حادثہ کی جمع ، حادثہ ، تکلیف دہ واقعہ ۔

تشریح :- غالب وطن سے باہر ہیں گھر سے جو خط پہنچتا ہے وہ کسی وجہ سے کھلا ہوا ہے ان کو یہ بات پسند نہیں آئی اور تکلیف محسوس کی ۔ غالب نے جن مصائب سے بچنے کے لیے غربت اختیار کی تھی اس میں ناکامی دیکھتے ہیں ۔ اس شعر میں اسی کیفیت کا اظہار ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ گھر سے نامہ بر کھلا ہوا خط لاتا ہے ۔ پردیس میں وطن کی مصیبتوں سے نجات پانے کی صورت کیا ہو سکتی ہے چونکہ پردیس میں بھی انہیں حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے ۔ جن سے پہلوتہی اختیار کرنا چاہی تھی خانگی بدمزگی کا اشارۃً اظہار کیا ہے ۔

(۱۰) اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند

واسطے جس شاہ کے غالبؔ گنبدِ بے در کھلا

معنی الفاظ :- **شاہ** : بادشاہ ، مراد رسول اکرم ۔ **امت** : پیروکار ، قوم ، گروہ ، جماعت ۔ **گنبدِ بے در** : آسمان یہاں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں کفار کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ "آسمان پر بار بار غور کرو اس میں تم کہیں شگاف نہیں پاؤ گے" در ۔ یا دروازہ بھی مکان کی چہار دیواری میں شگاف ہی ہوتا ہے ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے میرے کام رکیں گے نہیں چونکہ میں ایسے بادشاہ کی امت میں ہوں جس کے لیے آسمان میں بھی جہاں کہیں شگاف نہیں گزرنے کا راستہ بنا دیا گیا تھا یہ رسولؐ کی معراج کی طرف اشارہ ہے ۔

غزل نمبر ۱۴

(۱) شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

معنی الفاظ :- **برق** : بجلی ۔ **سوزوں** : دل کی جلن ۔ **زہرہ** : پتا ۔ اس سے دلیری

قوت و مردانگی موسوم کی جاتی ہے ۔ ابر : بادل ۔ شعلہ جوالہ : جوالہ، آتش فشاں ۔
گرداب : بھنور ۔ حلقہ : چکر ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب نے شب ہجر میں بارش ہو جانے سے جو حالت اس پہ گزری اس کا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ شب ہجر میں بادلوں کا برسنا بیرے سوز دل کی بجلی کی وجہ سے تھا اور پانی میں جو حلقے پڑے تھے وہ اوروں کے لیے خواہ بوجہ خنکی تسکین کا باعث ہوں لیکن میرے لیے وہ آتش فشاں کے شعلوں سے کم جلانے والے نہ تھے ۔ کیونکہ یہ سماں ہجر کی صورت میں میرے زخموں کو اور تازہ کر رہا تھا ۔

(۲) واں کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام   گریہ سے یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

معنی الفاظ :۔ واں : وہاں (معشوق کے گھر) ۔ کرم : عنایت / عنایت معشوق ۔ عذر : بہانہ ۔ عنان : گھوڑے کی باگ ۔ عنان گیر : باگ کو پکڑنے والا، روکنے والا ۔ خرام : چلنا ۔ گریہ : رونا ۔ پنبہ : روئی ۔ بالش : تکیہ ۔ کف : جھاگ ۔ سیلاب : طغیانی ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے اور محبوب کے گھر کی دو جداگانہ کیفیات کا اظہار کرتا ہے ۔ رات کے وقت بارش کی وجہ سے معشوق باوجود غالب کے گھر آنے کا وعدہ کرنے کے معذرت کر دیتا ہے اور اس کے فراق میں غالب کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہے کہ پلنگ کا تکیہ اس جھاگ کی طرح نظر آنے لگا جیسا کہ پانی کی رو میں اٹھتا ہے ۔ جھاگ کا پھیلاو اور سفید رنگ نیز تکیہ کی اس سے ملتی ہوئی صورت قابل غور ہے ۔

(۳) واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال   یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا

معنی الفاظ :۔ خود آرائی : اپنا بناؤ سنگار ۔ ہجوم : زیادتی، اژدھام، کثرت، مجمع ۔ اشک : آنسو ۔ تار نگہ : نظر ۔ نایاب : ناپید، مفقود ۔

تشریح :۔ اس شعر میں بھی اپنی اور معشوق کی دو مختلف کیفیات کا اظہار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ معشوق اپنے بناؤ سنگار کے لیے موتی پرونے میں لگا ہوا ہے اور یہاں آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی ہوئی ہے کہ آنکھوں سے نظر آنا بند ہو گیا ہے ۔ تار نظر اور لڑی کا دھاگا نیز موتی

اور آنسوؤں کی مماثلت قابلِ توجہ ہے۔

(۴) جلوہ گُل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو — یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

معنی الفاظ:۔ جلوہ گُل: پھولوں کا نظارہ۔ چراغاں: روشن۔ رواں: بہتا ہوا۔ مژگاں: پلکیں۔ چشمِ تر: آنسو بھری آنکھیں۔ خونِ ناب: خالص خون۔

تشریح:۔ اس شعر میں بھی عاشق و معشوق کی متضاد حالتوں کو بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ معشوق لب دریا پھولوں کے تختہ گُل سے پانی میں عکس سے جو چراغاں کی کیفیت ہو گئی ہے اس سے لطف اٹھا رہا ہے اور اپنی حالت یہ ہے کہ پلکوں سے خالص خون آنسوؤں کی صورت میں رواں ہے۔ سرخ آنسو اور گُل۔ چشمِ تر اور آب جو کی مماثلت قابلِ لحاظ ہے۔

(۵) یاں سرِ پرشور بے خوابی سے تھا دیوار جو — واں وہ فرقِ ناز زیبِ بالشِ کمخواب تھا

معنی الفاظ:۔ پرشور: پریشان، آشفتہ۔ بے خوابی: نیند نہ آنے کی وجہ سے۔ دیوار جو: دیوار کا متلاشی۔ فرق: سر، کھوپڑی۔ فرقِ ناز: نازنین کا سر۔ زیب: آرائش۔ بالش: تکیہ۔ کمخواب: ایک قسم کا ریشم اور زرتار کا قیمتی کپڑا۔

تشریح:۔ اس شعر میں بھی اپنی اور معشوق کی مختلف کیفیتوں کا بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں میں بیخوابی کی وجہ سے پریشانی میں سر پھوڑنے کے لیے دیوار ڈھونڈتا تھا اور معشوق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنا سر کمخواب کے تکیے پر رکھے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا۔

(۶) یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی — جلوہ گُل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا

معنی الفاظ:۔ نفس: سانس۔ روشن کرنا: جلانا۔ شمع۔ موم بتی۔ بزم: مجلس۔ بے خودی: وہ کیفیت جس میں سر اور تن کی ہوش نہ ہو۔ جلوہ: نظارہ۔ بساط: فرش۔ احباب: حبیب کی جمع، دوست۔ صحبت: محفل۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ جدائی میں ہماری بے خودی کی محفل میں اجالا شرر افشاں آہوں سے ہوتا ہے اور معشوق کی دوستوں کے ساتھ محفل فرشِ گُل پہ ہوتی ہے۔ یہاں ماتم ہے اور وہاں عیش۔

(۷) فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موجِ رنگ کا — یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

معنی الفاظ :- فرش : زمین - عرش : تخت - وہ تخت جس پر اللہ تعالیٰ بیٹھ کر دنیا کے کاروبار چلاتا ہے، مراد آسمان - طوفان : بہتات، کثرت، جھگڑا - سوختن : جلنا - باب : در، معاملہ -

تشریح :- وہاں (معشوق کے ہاں) نیچے سے اوپر تک رنگ رلیاں تھیں اور یہاں سرتاپا جلنے کا معاملہ تھا -

(۸) ناگہاں اس رنگ سے خون نابہ ٹپکانے لگا ۔۔۔ دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

معنی الفاظ :- ناگہاں : اچانک - رنگ : ڈھنگ، طریقہ - خون نابہ : خالص خون - ذوق : شوق - کاوش : کریدنا، کھجانا - لذت یاب ہونا : لطف اٹھانا -

تشریح : ان تمام کیفیات کا یہ اثر ہوا کہ دل جو ناخن سے کھجلانے کی لذت اٹھاتا تھا خون بہانے لگا - مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ہجر میں اس کی بے پرواہی کا تصور کرتے ہوئے اتنی سینہ کاوی کی کہ دل خون ہو کر بہنے لگا -

غزل نمبر ۱۵

(۱) نالہ دل میں شب، انداز اثر نایاب تھا ۔۔۔ تھا سپند بزم وصل غیر گو بے تاب تھا

معنی الفاظ :- نالہ : آہ و بکا - انداز : ڈھنگ - اثر : نتیجہ - نایاب : مفقود، غائب - سپند : کالا دانہ جو نظر بد سے بچنے کے لیے جلایا جاتا ہے - بزم : انجمن - محفل وصل غیر : وہ مجلس جس میں رقیب کے ساتھ ملاقات ہے - بے تاب : بے قرار -

تشریح :- گئی رات میرے نالہ میں اثر مفقود تھا - اگرچہ میرا دل بے قرار تھا - لیکن اس کی حالت اس کالے دانے کی سی تھی جو اس مجلس میں نظر بد کے لیے جلایا گیا ہو جو محبوب نے رقیب کے لیے قائم کی ہو -

(۲) مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے ۔۔۔ خانہ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

معنی الفاظ :- مقدم : آنا - نشاط : خوشی - آہنگ : وقت، آواز - مگر : شاید - ساز صدائے آب : جل ترنگ -

تشریح :- دل سیلاب کے آنے کی وجہ سے اس قدر خوش تھا کہ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ گویا عاشق کا گھر جس میں سیلاب آیا ہے جل ترنگ باجا بن گیا ہے۔

(۳) نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں   پہلوئے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا

معنی الفاظ :- خاکستر : زمین، خاک ۔ خاکستر نشینی : زمین پر بیٹھنا ۔ ایام : جمع یوم بمعنی دن ۔ نازش : فخر ۔ پہلو : بغل ۔ اندیشہ : فکر، خیال ۔ وقف : محو ۔ سنجاب : ریشمی کپڑے کا نام۔

تشریح :- میں اپنی خاک نشینی پر فخر کا کیا بتاؤں میں اس وقت بسترِ سنجاب کے فکر میں محو تھا یعنی میں اگرچہ خاک پر بیٹھا ہوا تھا لیکن اس وقت میرے دماغ میں بسترِ سنجاب کا خیال تھا۔ اور خاک نشینی کی تکلیف کا مطلق احساس نہ تھا۔

(۴) کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ورنہ یاں   ذرہ ذرہ رُوکشِ خورشیدِ عالم تاب تھا

معنی الفاظ :- کچھ نہ کی : نتیجہ خیز نہ ہوا۔ جنونِ نارسا : وہ عشق جس کی محبوب تک پہنچ نہ ہو۔ یاں : اس دنیا میں۔ ذرہ ذرہ : ہر ایک چیز۔ روکش : منعکس کرنے والا، جلوہ دکھانے والا، مدمقابل۔ خورشید : سورج ۔ عالمتاب : جہان کو روشن کرنے والا۔

تشریح :- غالب اس شعر میں خلافِ معمول معرفت کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا عشق ہی ناقص تھا جو کوئی نتیجہ نہ نکلا ورنہ دنیا کی ہر چیز میں مظہرِ الٰہی نظر آتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہوئے کہ اپنا عشق ہی ناقص تھا جو کوئی بات نہ بنی ورنہ اس دنیا میں تو ذرہ ذرہ عشق کی بدولت خورشیدِ عالمتاب کا مدمقابل بن جاتا ہے۔

(۵) آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے   کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

معنی الفاظ :- اسیر : قیدی، گرفتارِ محبت۔ مہر و وفا : محبت و نباہ۔ باب : دروازہ۔

تشریح :- اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے غالب کہتے ہیں کہ آج تجھے اپنے گرفتارانِ محبت کی پرواہ کیوں نہیں ہے کل تک تو تیرے دل میں محبت اور نباہ کے جذبے کی آمد و رفت تھی۔

(۶) یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا　　انتظارِ صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا

معنی الفاظ :۔ حلقہ : چھلا ۔ دام : جال ۔ صید : شکار ۔ دیدہ : آنکھ ۔ بے خواب : جس کی نیند اڑ گئی ہو ۔

تشریح :۔ غالبؔ اپنے محبوب کو ان ایام کی یاد دلاتے ہیں جب اسے کسی محبت کرنے والے کی تلاش تھی اور کہتے ہیں وہ دن یاد کر جب کہ تیرے اپنی محبت میں گرفتار کرنے کے جال کا ہر حلقہ شکار کے انتظار میں دیدہ بے خواب کی طرح کھلا تھا ۔ مطلب یہ ہوا کہ تو خود محبت کرنے والوں کی تلاش میں تھا ۔ صاف ظاہر ہے کہ غالبؔ کا معشوق شاید بازاری ہے جسے گزشتہ زمانہ کی یاد دلاتے ہیں ۔

(۷) میں نے روکا رات غالبؔ کو وگرنہ دیکھتے　　اس کے سیلِ گریہ میں گردوں کفِ سیلاب تھا

معنی الفاظ :۔ سیل : رو ، طغیانی ۔ گریہ : رونا ۔ گردوں : آسمان ۔ کف : جھاگ ۔ سیلاب : طغیانی ۔

تشریح :۔ مرزا غالبؔ کو ایک دوسرا شخص قرار دیکر کہتے ہیں کہ میں نے رات غالبؔ کو رونے سے اس لیے باز رکھا کہ اگر وہ روتا تو تم آسمان کو اس کے آنسوؤں کے سیلاب میں اک جھاگ کی طرح دیکھتے ۔

غزل نمبر ۱۶

(۱) ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب　　خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

معنی الفاظ :۔ ودیعت : امانت ۔ مژگان : پلکیں ۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ میرا خونِ جگر مژگانِ یار کی امانت تھا جو ایک ایک قطرہ ادا کر دیا گیا یعنی معشوق کی محبت میں میرے جگر کے خون کا ایک ایک قطرہ آنسوؤں کی صورت میں بہہ گیا ۔

(۲) اب میں ہوں اور ماتمِ یک شہرِ آرزو　　توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا

معنی الفاظ :۔ شہرِ آرزو : مراد دل ہے جس میں تمنائیں بستی ہیں ۔ تمثال : کی طرح ، صورت ۔

تشریح :۔ غالبؔ معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اب میں اس شہرِ آرزو یعنی دل جس میں

ہزاروں تمنائیں بستی تھیں اور جس کو تو نے شیشہ کی طرح توڑ دیا' کا ماتم کر رہا ہوں۔ دوسرے الفاظ میں انتہائی دل شکستہ ہوں۔

(۳) گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں جان دادۂ ہوائے سرِ رہ گزار تھا

معنی الفاظ :۔ جاندادہ : جان دیتے ہوئے۔ ہوا : خواہش، تمنا۔ راہ گزر : گزرنے کا راستہ۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ زندگی میں میری آرزو یہی رہی کہ محبوب کے گزرنے کے راستوں سے گزروں اور اسی تمنا میں مرگیا۔ اب مرنے کے بعد میری نعش کو انہی گلیوں میں کھینچتے پھرو جو میری روح کو تسکین ہو۔

(۴) موجِ سراب دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آب دار تھا

معنی الفاظ :۔ موج : لہر۔ سراب : صحرا کا وہ نظارہ جو بجائے ریت کے پانی نظر آئے اور یہ انتہائی گرمی میں ہوتا ہے۔ جبکہ عقل پوری طرح کام نہیں کرتی اور پیاس کی شدت ہوتی ہے۔ دشت : صحرا۔ جوہر : تلوار کے وہ نقوش جو اس کی عمدگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ آبدار : تیز۔

تشریح :۔ غالب معشوق سے وفا کی توقع رکھتے تھے لیکن یہ محض ان کا خیال ہی ثابت ہوا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ تھکا ہوا پیاسا مسافر ریگستان میں ریت کو پانی سمجھ کر اپنی پیاس بجھانے کے لیے ادھر جاتا ہے۔ لیکن وہ اسی رفتار سے جس رفتار سے پیاسا اس کی طرف بڑھتا ہے پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے اور اسے پینا نصیب نہیں ہوتا۔ اس سے مسافر کی مایوسی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ مرزا اپنے محبوب کی بے وفائی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ اس کی وفا کے جنگل میں سراب کی موجوں سے اس پر کیا گزری اس کا حال نہ پوچھو۔ اس صحرا کا ایک ایک ذرہ میرے لیے وہی اثر رکھتا تھا۔ جو ایک تیز تلوار کا جوہر کرتا ہے یعنی بجائے سکون کے اضطرابی کیفیت سے دوچار ہونا پڑا۔

(۵) کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

معنی الفاظ : روزگار : زمانہ، جہان۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ ہم نے غمِ عشق کو کبھی اہمیت نہیں دی لیکن جب حقیقت میں

نگاہ سے دیکھا تو کم سے کم غمِ عشق بھی جہان کے غم کے برابر تھا۔

غزل نمبر ۱۷

(۱) بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا   آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

معنی الفاظ:۔ دشوار: مشکل۔

تشریح:۔ مرزا کہتے ہیں کہ ہر کام کا آسان ہونا مشکل ہے اور مثال دے کر بتاتے ہیں کہ اگرچہ الفاظ آدمی اور انسان جو عموماً ہم معنی سمجھے جاتے ہیں مگر حقیقت میں آدمی کا انسان بننا مشکل ہے۔ اس جگہ مرزا آدمی کو آدم زاد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور انسان کو تربیت یافتہ آدمی کے معنی دیتے ہیں۔ یعنی کسی کا آدمی کے ہاں پیدا ہو جانا مولود کو انسان نہیں بنا دیتا اس کے لیے تربیت چاہیے جو اکثر کو میسر نہیں آتی۔

(۲) گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی   در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

معنی الفاظ:۔ گریہ: رونا۔ خرابی: بربادی، تباہی۔ کاشانہ: گھر۔ ٹپکے ہے: ظاہر ہوتا ہے۔

تشریح:۔ مرزا کہتے ہیں کہ میرا محبوب کے فراق میں آہ و زاری کرنا میرے گھر کی تباہی چاہتا ہے۔ اور یہ بات در و دیوار کی حالت سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بیابان ہے گھر نہیں۔ جو نتیجہ ہے مری آہ و زاری کا۔

(۳) وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو   آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

معنی الفاظ:۔ وائے: افسوس۔ دیوانگیِ شوق: جنونِ عشق۔ ادھر: معشوق کی طرف۔ حیران: ششدر رہ جانا۔ حیرانی: وہ دماغی کیفیت جس میں انسان کسی بات کے سمجھنے سے قاصر ہو۔

تشریح:۔ اس شعر میں مرزا عشقِ محبوب میں اپنی وارفتگی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ میں کوئے یار میں جاتا ہوں لیکن وہاں پہنچ کر یہ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہوں کہ میں یہاں کیوں آیا۔

(۴) جلوہ ازبس کہ تقاضائے نگہ کرتا ہے   جوہرِ آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا

معنی الفاظ :- جلوہ : بن سنور کر باہر آنا ۔ تقاضہ : مطالبہ ۔ نگاہ : نظر ۔
جوہر آئینہ : آئینے کی چمک ۔ مژگان ۔ پلکیں ۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا نے اپنے معشوق کے حسن کے بیان میں مبالغہ کی انتہا کر دی ہے اور کہتے ہیں کہ جب میرا محبوب بن سنور کر آئینے کے سامنے آتا ہے تو اس کا جلوہ اپنے دیکھے جانے کا اس قدر مطالبہ کرتا ہے کہ آئینے کی چمک دمک بھی پلکیں بن جانے کی خواہش کرتی ہیں ۔

(۵) عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ ۔ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

معنی الفاظ :- عشرت : عیش ، خوشی ۔ قتل گہ : جس جگہ قتل کیا جائے ۔ تمنا : خواہش ، آرزو ، یعنی عشق ۔ اہل تمنا : عاشق ۔ عید : نہایت خوشی ۔ نظارہ : منظر ، دیدار ۔ شمشیر : ۔ عریاں : ننگی ، میان سے باہر ۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا کہتے ہیں کہ قتل کرنے کی جگہ عاشق کو جو آرام محسوس ہوتا ہے ۔ اس کی کیفیت مت پوچھو ۔ قتل کے لیے تلوار کا میان سے باہر آنا اس کے دیکھنے والے عاشق کو عید کے چاند کی طرح انتہائی خوشی بخشتا ہے نیا چاند تلوار سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے ۔

(۶) لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائے نشاط ۔ تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا

معنی الفاظ :- خاک : قبر ۔ تمنا : آرزو ۔ نشاط : خوشی ۔ بصد : سو ۔ رنگ : طرح ۔ گلستان : پھولوں کا باغ ۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا اپنی اور معشوق کی دو متضاد حالتوں کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری تو یہ کیفیت ہے کہ زندگی میں خوشی کا لمحہ نہیں دیکھا اور فوت شدہ تمناؤں کے داغ قبر میں ساتھ لے گئے اور تیری کیفیت یہ ہے کہ ہر قسم کی خوشی تجھے میسر ہے ۔ اور تو سراپا گلستان ہے ۔

(۷) عشرت پارہ دل زخم تمنا کھانا ۔ لذت ریش جگر غرق نمکداں ہونا

معنی الفاظ :- عشرت : عیش ، مزا ۔ پارہ : ٹکڑا ۔ زخم : گھاؤ ۔ تمنا : آرزو ۔ لذت : مزا ۔ ریش : زخم ۔ غرق : ڈوبنا ۔ نمکدان : نمکدانی ، نمک رکھنے کا برتن ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ عام طور پر آرزوؤں اور تمناؤں کا پورا ہونا دل کے خوش

ہونے کا سبب سمجھا جاتا ہے مگر عاشقوں کی دنیا مختلف ہے۔ یہاں تمناؤں کے پورا نہ ہونے سے دل کو مزا آتا ہے۔ اور اسی طرح جگر جس کی طرف صبر کی اہلیت منسوب کی جاتی ہے۔ اس کے زخم کی آزمائش بھی اسی وقت ہوتی ہے۔ جبکہ اس کو نمکدان میں ڈال کر جلن میں اضافہ کیا جائے اور یہی اس کی خوشی کی وجہ بن جاتا ہے۔

(۸) کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ　　ہائے اس زود پشیمان کا پشیماں ہونا

معنی الفاظ:- جفا: ظلم۔ پشیمان ہونا: پچھتانا۔ زود پشیمان ہونا: جلد اپنے کیے پر پچھتانا۔

تشریح:- اس شعر میں مرزا نے اپنے محبوب کو زود پشیمان طنزاً کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے محبوب نے ظلم سے توبہ اس وقت کی جب مجھے قتل کر چکا اور آئندہ ظلم کی گنجائش ہی باقی نہ رہی اس وقت اس کا پچھتانا بے سود ہے۔

(۹) حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب　　جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

معنی الفاظ:- حیف: قابل افسوس۔

تشریح:- مرزا کو عاشق کے گریبان میں لگے ہوئے کپڑے پر افسوس آتا ہے۔ کیونکہ عشق میں جب جنون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کا ہاتھ گریبان پر ہی پڑتا ہے اور وہ اسے چاک کر دیتا ہے۔ اسی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے مرزا کہتے ہیں کہ اس چار گرہ کپڑے کی قسمت پر حیف ہے جس کی قسمت میں عاشق کا گریبان ہونا لکھا ہے۔

غزل نمبر ۱۸

(۱) شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا　　تا محیط بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا

معنی الفاظ:- شب: رات۔ خمار: نشہ، سرشاری۔ شوق: عشق۔ ساقی: معشوق۔ رستخیز: قیامت۔ اندازہ: تخمینہ، مانند۔ محیط: دائرہ۔ صورت خانہ: تصویر خانہ۔ خمیازہ: نشہ کا اتار۔

تشریح:- عاشق رات معشوق کی محبت میں سرشاری کی وجہ سے نہایت بے چین تھا۔ لیکن معشوق

نہ آیا اور محبت کا جام سرتاپا سرور کی بجائے موجب خمیازہ ہوگیا یعنی جس قدر محبوب کے آنے کی امید کی وجہ سے خوشی تھی اس کے نہ آنے کا اتنا ہی افسوس ہوا۔

(۲) یک قدم وحشت سے، درس دفتر امکاں کھلا　　جادہ، اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

معنی الفاظ :- **یک قدم** : تھوڑا سا۔ **وحشت** : پریشانی۔ **درس** : سبق۔ **دفتر امکان** : دفتر : حساب کی کتاب۔ **اِمکان** : ممکن۔ **جادہ** : راستہ۔ **اجزا** : جمع جزو، حصے، ٹکڑے۔ **دو عالم دشت** : دو جہانوں کی وسعت والا صحرا۔ **شیرازہ** : اوراق کو باہم جوڑنے والا دھاگہ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عشق سے مجھ پر اس عالم کون و مکاں کی حقیقت واضح ہو گئی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں عشق کے تاثر کے تحت ایک قدم ہی چلا تھا کہ کائنات کے حساب کی کتاب میرے سامنے آگئی۔ اور وہ راستہ جس پر وحشت میں چلا تھا گویا ایک دھاگہ تھا دونوں جہان کے ملانے والا۔ وحشت کی رعایت سے دشت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۳) مانع وحشت خرامی ہائے لیلیٰ کون ہے　　خانۂ مجنوں صحرا گرد بے دروازہ تھا

معنی الفاظ :- **مانع** : روکنے والا۔ **وحشت خرامی** : وحشت کے زیر اثر چلنا۔ **خانہ** : گھر۔ **صحرا گرد** : صحرانورد۔ **بے دروازہ** : جس میں کوئی دروازہ نہ ہو۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ لیلیٰ کو جذبہ عشق کے تحت صحرا میں آنے سے کون روکتا تھا کیونکہ مجنوں صحرانورد کے گھر میں تو کوئی دروازہ نہ تھا جو اس کے داخلے میں مخل ہوتا یعنی صحرا جو مجنوں کا گھر ہو گیا تھا۔ اس میں آنے کے لیے کوئی روک ٹوک کا سامان مثل در و دیوار کچھ نہ تھا۔

(۴) پوچھ مت رسوائیٔ اندازِ استغنائے حسن　　دستِ مرہونِ حنا، رخسارِ رہنِ غازہ تھا

معنی الفاظ :- **رسوائی** : بدنامی۔ **استغنا** : بے نیازی۔ **مرہون** : رہن شدہ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ حسن کی بے نیازی کی جس قدر بدنامی ہوئی ہے۔ یہ مت پوچھ کیونکہ ہاتھوں پر مہندی لگا کر گالوں پر سرخی پوڈر لگا کر اس نے اپنا یہ بھرم کھو دیا ہے۔ کہ وہ درحقیقت فطری حسن رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہاتھوں پر حنا اور گالوں پر غازہ نہ لگاتا۔ حافظ نے اسی خیال کا اظہار اپنے ایک مصرع میں کیا ہے۔

؎ باآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا را

(۵) نالۂ دل نے دیئے اوراقِ لختِ دل بہ باد　　یادگارِ نالہ یک دیوانِ بے شیرازہ تھا

معنی الفاظ :- اوراق : جمع ورق۔ لخت : ٹکڑے۔ بباد دادن : ہوا میں اڑا دینا۔ یادگار : آثار، وہ چیز جسے دیکھ کر کسی کی یاد آئے۔ دیوان : شاعروں کے اشعار کا مجموعہ۔ بے شیرازہ : جس میں شیرازہ نہ ہو، علیحدہ علیحدہ جزو والا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ نالہ نے میرے دل کے ٹکڑوں کو جو کسی شاعر کے دیوان کے ان ورقوں کی طرح تھے۔ جن کی شیرازہ بندی نہ ہوئی ہو اور وہی نالہ کی یادگار تھے برباد کر دیا یعنی اپنی نشانی بھی مٹادی۔

غزل نمبر ۱۹

(۱) دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا؟　　زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا؟

معنی الفاظ :- غم خواری : ہمدردی۔ سعی : کوشش۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا اپنی مصیبتوں اور تکالیف کو نہ ختم ہونے والی بیان کرتے ہیں اور ان کے تسلسل کی وجہ بھی اپنی ذات ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دوست میری ہمدردی میں کیا کوشش کریں گے کیا میرے زخم کے بھرنے تک جس کا وہ علاج کرنا چاہتے ہیں میرے ناخن نہیں بڑھ جائیں گے۔ اور میں پھر ان کو تازہ نہ کر لوں گا۔ بہتر ہے میرے دوست مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

(۲) بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک　　ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟

معنی الفاظ :- بے نیازی : بے پرواہی۔ بندہ : غلام۔ پرور : پالنے والا۔ بندہ پرور : مہربان آقا۔

تشریح :- مرزا اپنے محبوب کی کم توجہی کا گلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندہ پرور آپ کی بے نیازی حد کو پہنچ گئی ہے۔ ہم تو حالِ دل بیان کرتے ہیں۔ اور آپ استفہام کر کے اَن سنی کر دیتے ہیں۔

(۳) حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ　　کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟

معنی الفاظ: **حضرت:** جناب، قبلہ، محترم (تعظیم و عزت کا لقب) **دیدہ دل فرش راہ:** سر آنکھوں پر۔ **فرش:** قالین، بستر۔ **راہ:** راستہ۔

تشریح: ۔ مرزا مریضِ عشق تھا اور یہ مرض لاعلاج ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محترم ناصح اگر آئیں تو سر آنکھوں پر لیکن مجھے کوئی یہ تو بتا دے کہ وہ کہیں گے کیا۔ یعنی اگر وہ عشق سے باز رہنے کی نصیحت فرمائیں گے تو وہ بے سود ہوگی۔ اس لیے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا؟

معنی الفاظ: ۔ **تیغ:** تلوار۔ **کفن:** وہ کپڑا جس میں مردے کو لپیٹا جاتا ہے۔ **عذر:** بہانا۔

تشریح: ۔ مرزا کہتے ہیں کہ میرے محبوب نے اب تک میرے قتل نہ کرنے کے لیے مختلف بہانے تلاش کیے اور میری تمنا یہ رہی کہ میں اس کے ہاتھ سے قتل ہوں چنانچہ آج میں تلوار و کفن باندھ کر اس کے پاس جا رہا ہوں۔ ایسی صورت میں جبکہ قتل کرنے کا آلہ دفن کرنے کے لیے کفن موجود ہو اسے میرے قتل کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

(۵) گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟

تشریح: ۔ غالب اس شعر میں بھی عشق کو لاعلاج مرض کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناصح نے میرے جنونِ عشق کا علاج قید و بند کو جو قرار دیا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے لیکن کیا اس طرح میرے یہ جنونِ عشق کے طور و طریقے چھوٹ جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ قید و بند میرے جنونِ عشق کا علاج نہیں۔

(۶) خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں

ہیں گرفتارِ وفا زنداں سے گھبرائیں گے کیا؟

معنی الفاظ: ۔ **خانہ زاد:** غلام، انکساری کا کلمہ۔ **گرفتار:** قیدی۔ **وفا:** محبت۔ **زنداں:** قید خانہ۔

تشریح: ۔ یہ شعر بھی سابقہ سلسلہ کی کڑی ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ ہم جو زلفِ یار کے اسیر ہیں وہ زنجیریں جو قیدی کے پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اس سے کیوں گریز کریں گے۔ اور جو محبت کے

گرفتار شدہ ہیں وہ قید خانہ سے کیوں گھبرائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جو پہلے سے ہی قید و بند کا عادی ہو اور آزاد نہ ہو وہ ان رسمی قیود کی کیا پرواہ کرتا ہے۔

(۷) ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟

معنی الفاظ :- معمورہ : آبادی، بستی ۔ قحط : کال ۔ غمِ الفت : عشق، محبت کی وجہ سے غم کھانا۔

تشریح :- مرزا اس شعر میں کہتے ہیں کہ شہرِ دہلی میں اب کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی محبت کا غم کھایا جائے یعنی کال پڑ گیا ہے۔ ایسی حالت میں ہم جو عاشق مزاج واقع ہوئے ہیں دہلی میں رہیں بھی تو کیا کھائیں۔ کیونکہ عاشق کی غذا غمِ عشق ہے جو اب دہلی میں ملنا مشکل ہے۔ غالباً حافظ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

نیست در شہر نگارے کہ دل ما ببرد

غزل نمبر ۲۰

(۱) یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

تشریح :- مرزا اپنے محبوب کی ملاقات سے قطعی مایوس ہو چکے ہیں اور مرتے وقت کہتے ہیں کہ ہماری قسمت ہی میں یار سے ملنا نہ تھا۔ اس لیے مرنے کی کوئی تکلیف نہیں کیونکہ اگر اور بھی جیتے تو انتظار ہی میں وقت گزرتا۔

(۲) ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تشریح :- مرزا اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور ہم جیتے رہے اس سے یہ مت سمجھ کہ ہم نے تیرے وعدے کو سچا سمجھا تھا بلکہ نہیں ہم نے وعدہ تو جھوٹا سمجھا تھا مگر پاسِ وفا سے جیتے رہے اگر سچا سمجھتے تو خوشی میں مر جاتے۔

(۳) تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

معنی الفاظ :- بودا : کمزور ۔ استوار : مضبوط۔

تشریح :- مرزا اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو نے وعدہ کر کے توڑ دیا

چونکہ تو نازک ہے اور مضبوط عہد کو توڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے ہم سمجھے کہ وہ اقرار جو تو نے کیا کمزور ہی تھا جس کو تو توڑ سکا۔

(۴) کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو

یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

معنی الفاظ:۔ **نیم:** آدھا۔ **نیم کش:** جو پوری طاقت سے نہ کھینچا گیا ہو۔ **خلش:** چبھن، کھٹک۔

تشریح:۔ مرزا اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا تیرِ نگاہ جو میرے جگر میں لگا اس کی کھٹک اور چبھن کی کیفیت میں ہی بیان کر سکتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تیر پوری طاقت سے نہ کھینچے جانے والی کمان کے تیر کی طرح جگر کے پار نہیں ہوا۔ بلکہ جگر میں پیوست ہو گیا۔ جگر سے پار ہو جانے کی صورت میں یہ خلش اور کھٹک باقی نہ رہتی۔ تیرِ نیم کش دزدیدہ نگاہ کا ہو سکتا ہے۔

(۵) یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح

کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

معنی الفاظ:۔ **چارہ ساز:** علاج کرنے والا۔ **غمگسار:** غم خوار، ہمدرد۔

تشریح:۔ اس شعر میں مرزا اپنے دوستوں کے زبانی جمع خرچ کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے دوست ہیں کہ مجھے عشق سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہیں دوستی کا حق تو جب ادا ہوتا کہ یہ میرے محبوب سے ملنے کا کوئی ذریعہ نکالتے یا غم میں میرا ہاتھ بٹاتے۔

(۶) رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا   جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

معنی الفاظ:۔ **شرار:** چنگاری، چقماق پتھر کے رگڑنے سے جو چنگاری نکلتی ہے۔

تشریح:۔ اس شعر کے مصرعہ اول میں سنگ سے مراد چقماق پتھر ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ غم عشق چنگاری نہیں ہے بلکہ اس سے بھی تیز تر چیز ہے۔ کیونکہ اگر غم اور چنگاری ایک ہی نوعیت کے ہوتے تو چقماق پتھر میں سے بجائے چنگاری کے لہو ٹپکتا اور وہ بھی مسلسل۔ کیونکہ غم وقتی نہیں ہوتا۔

(۷) غم اگرچہ جاں گسل ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

معنی الفاظ :۔ **جاں گسل** : جان کو گھلا دینے والا۔ **غم عشق** : محبوب کی محبت کا غم۔

غم روزگار : دنیاوی چیزوں کا غم۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ اگرچہ غم جان کو گھلا دینے والا ہے لیکن چونکہ دل بنا ہی غم کے لیے ہے اس لیے اس سے بچ نہیں سکتے۔ اگر غم عشق نہ ہوتا تو غم روزگار ہوتا۔ ایک نہ ایک غم میں مبتلا ہی رہتے ایک اور جگہ کہا ہے ؎

قید حیات و بند غم اصل میں دونو ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

(۸) کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے

مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

معنی الفاظ :۔ **شب** : رات۔ **غم** : رنج۔ **شب غم** : سے مراد شب ہجر۔

بری : ناپسندیدہ، سخت۔ **بلا** : مصیبت۔

تشریح :۔ مرزا شب ہجر کی کیفیت کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ناقابل بیان مصیبتیں لیے ہوئے ہے۔ اس میں نہ مرنا ہے نہ جینا۔ مرنا خواہ کتنا ہی تکلیف دہ ہو مگر وہ ایک بار ہوتا ہے اس لیے وہ اتنا تکلیف دہ نہیں جتنی کہ شب ہجر۔ ایک اور شاعر اسی کیفیت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

جینے نہ دے ہجر یار مرنے نہ دے انتظار ؎

جان یونہی بے قرار دیکھئے کب تک رہے

(۹) ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا؟

نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

معنی الفاظ :۔ **رسوا** : بدنام، بری شہرت والا۔

تشریح :۔ مرزا کو اپنے مرنے کے بعد اپنے عشق کا چرچا ہونا پسند نہیں اور اس طرح جنازہ کا اٹھنا اور مزار کا بننا رسوائی میں اضافہ کرنے کا باعث سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اگر دریا میں

غرق ہو جاتا تو بہتر تھا کیونکہ اس صورت میں جو رسوائی میرے جنازہ اٹھنے اور مزار بننے سے ہوئی ہے وہ نہ ہوتی۔

(۱۰) اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا؟ جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

معنی الفاظ :- دوچار ہونا : آنکھیں ملانا، مٹھ بھیڑ ہونا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب توحید خداوندی کا بیان کرتے ہیں۔ اور دوچار ہونے کے محاورے سے فائدہ اٹھاتے ہیں مرزا کہتے ہیں کہ خداوند کریم یگانہ (ایک) ہے اور بے مثال ہے۔ اگر اس میں دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں آمنا سامنا ہو ہی جاتا یعنی اس جیسا اگر کوئی اور ہوتا تو کہیں نظر آ ہی جاتا۔

(۱۱) یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

معنی الفاظ :- مسائل : مسئلہ کی جمع، سوال۔ تصوف : علم معرفت ۔ بادہ خوار : شراب نوش۔ ولی : دوست، مقرب خدا۔

تشریح :- مرزا غالب اس سے پہلے شعر کی طرف جو معرفت الٰہی سے تعلق رکھتا ہے اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو نے جس خوبی سے مسئلہ توحید کو بیان کیا ہے اگر تو شرابی نہ ہوتا تو ہم تجھے ولی سمجھتے۔

غزل نمبر ۲۱

(۱) ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا؟ نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا؟

معنی الفاظ :- ہوس : خواہش، عام طور پر بے جا خواہش کے لیے بولا جاتا ہے۔ تمنا۔ نشاط : خوشی۔ کار : کام۔

تشریح :- غالباً اس شعر میں انسانی زندگی کی نسبت اپنے اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں کہ انسان جو تمناؤں اور آرزوؤں کا مجموعہ ہے اور ان کی تکمیل میں خوشی محسوس کرتا ہے اس کا انحصار محض زندگی کے ساتھ موت کی وابستگی سے ہے۔ چونکہ یہ موت ہی ہے اور وہ بھی یقینی مگر اچانک جو انسان کو اپنی تمناؤں کو تکمیل میں منہمک رکھتی ہے اور ان کی تکمیل سے لذت اندوز ہونے کا

موقع دیتی ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو انسان کو اپنی تمناؤں کی تکمیل میں اس قدر انہماک نہ ہوتا اور اس طرح زندگی میں کوئی لذت بھی باقی نہ رہتی اور اگر وقتِ موت معلوم ہو جاتا تب بھی کام انجام دینے میں کاہلی کا امکان بڑھ جاتا۔

(۲) تجاہل پیشگی سے مدعا کیا ہے — کہاں تک اے سراپا ناز "کیا کیا"؟

معنی الفاظ:۔ تجاہل: تغافل، جان بوجھ کر انجان بننا۔ پیشگی: پیش کرنا۔ تجاہل پیشگی: اظہارِ تجاہل کرنا۔ مدعا: غرض۔ سراپا: سرتاپا، جسم۔ ناز: ادا۔ سراپا ناز: سراپا ادا۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کو جوان کے اظہارِ خواہشِ وصل پر لفظ "کیا" کہہ کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ غالب کے مطلب کو نہیں سمجھا کہتے ہیں کہ اے محبوب یہ جو تو میرے استدعا سے انجان ہونے کا اظہار کرتا ہے تیرا اس سے مطلب کیا ہے۔ میں نے تو عاشق کا جو مدعا ہوتا ہے اسی کا اظہار کیا ہے جو ہر معشوق اچھی طرح سمجھتا ہے۔

(۳) نوازش ہائے بے جا دیکھتا ہوں — شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا؟

معنی الفاظ:۔ نوازش: مہربانی۔ بے جا: بے محل۔ شکایت: گلہ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھ پر میرے محبوب کی بہت سی ایسی نوازشیں ہیں جن کا میں مستحق نہیں ایسی صورت میں مجھے جو معشوق سے کوئی شکایت بھی ہے اس کا کیا گلا کروں اور اگر شکایتوں کو محبوب کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ محبوب کو جو شکایتیں مجھ سے ہیں اور وہ پر لطف ہیں (بے جا) ان کا کیا گلہ کروں۔

(۴) نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں — تغافل ہائے تمکیں آزما کیا؟

معنی الفاظ:۔ بے محابا: بے روک ٹوک، بے جھجک، بلا خوف و لحاظ۔ تغافل: تجاہل۔ تمکین: وقار، عزت، قدر۔

تشریح:۔ غالب کا محبوب اس سے آنکھ ملا کر نہیں دیکھتا اور غالب اس کو کسی قدر بے گانگی پر محمول کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ ہائے محبوب میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے بے باک ہو کر دیکھے اور یہ اجنبیت کا اظہار کرنے والی نگاہیں جو میری عزت و وقار کی آزمائش کرتی ہیں کب تک رہیں گی۔

گویا دوسرے لفظوں میں غالب یہ کہتے ہیں کہ اے محبوب تو میری طرف کھل کر دیکھنا کہ مجھے بھی بے تکلفی کی جرأت ہو۔ایسی صورت میں تو ملنا نہ ملنے کے برابر ہے۔اسی خیال کو غالب ایک دوسرے شعر میں ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں ؎

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں
معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

(۵) فروغ شعلہ خس یک نفس ہے ہوس کو پاس ناموس وفا کیا؟

معنی الفاظ :۔ فروغ : عروج ، ابھار، چمک ۔شعلہ : آگ کی لو۔ خس : گھاس پھوس۔ ھوس :نفسانی خواہش۔ پاس : لحاظ۔ ناموس : عزت۔ وفا : محبت نباہنا۔ نفس :سانس ۔ یک نفس : یک لمحہ۔

تشریح :۔ غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ بوالہوس رقیبوں سے تعلقات مت رکھ جس محبت کا وہ اظہار کرتے ہیں اس میں قیام نہیں ہے۔جس طرح کوڑا کرکٹ میں آگ لگنے سے دیرپا شعلہ نہیں ابھرتا بلکہ ایک تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے اسی طرح بوالہوس کی دوستی کو بھی قیام نہیں ۔وہ وفا کا کیا پاس کر سکتا ہے جس کی محبت نفسانی خواہشات پر مبنی ہو۔

(۶) نفس موج محیط بے خودی ہے تغافل ہائے ساقی کا گلا کیا؟

معنی الفاظ :۔ نفس :سانس ۔موج : لہر۔ محیط : گھیرا ڈالنے والا، مجازاً سمندر۔ بے خودی : بے خبری ، از خود رفتگی۔

تشریح :۔ غالب اپنی از خود رفتگی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ہر سانس سرشاری کے سمندر کی لہر ہے یعنی میں سر تا پا عشق میں ڈوبا ہوا ہوں ایسی حالت میں ساقی یعنی معشوق جو اپنی مستانہ آنکھوں سے مجھے مخمور کرتا ہے کے تغافل کا کیا گلا کروں کیونکہ اب میں اس کا محتاج نہیں رہا معلوم ہوتا ہے کہ طرز مجاز سے حقیقت میں داخل ہو گئے۔

(۷) دماغ عطر پیراہن نہیں ہے غم آوارگی ہائے صبا کیا؟

معنی الفاظ :۔ دماغ : برداشت ، طاقت ، تاب ، مغز۔ عطر : پھولوں سے نکالی ہوئی خوشبو، نچوڑ ، جوہر۔ پیراھن : لباس ۔غم : رنج ۔ آوارگی : بھٹکنا ، گمراہی،

ابتری، پریشانی۔ صبا: پروا ہوا جو موسم بہار میں چلتی ہے۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھ میں اب محبوب کے خوشبو سے معطر لباس کی خوشبو کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے ایسی حالت میں میں موسم بہار کی ہوا سے جو خوشبو کے دور دور پھیلاتی ہے اور مجھ تک نہیں پہنچتی کیا گلا کروں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ میں جب محبوب سے ملاقات کی برداشت ہی نہیں رہی ہے۔ جس کی تمنا میرا سرمایہ زندگی تھا تو میں موسم بہار کی ہواؤں سے محرومی کا کیا گلا یا رنج کروں۔

(۸) دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا؟

معنی الفاظ:۔ انا البحر: میں سمندر ہوں۔ انا: میں۔ بحر: سمندر۔ ساز: باجہ جس سے آواز نکلے۔

تشریح:۔ مصرع ثانی میں ضمیر "اس" خداوند تعالیٰ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور محبوب کی طرف بھی۔ غالب کہتے ہیں جس طرح سمندر کے پانی کا ایک قطرہ تمام خصوصیات (اس سمندر کے پانی کی رکھتے ہوئے) یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ میں سمندر ہوں اور اس حقیقت کا اظہار وہ اپنی حالت سے اس طرح کرتا ہے جس طرح باجے سے نکلا ہوا سر۔ اسی طرح جب میں اللہ تعالیٰ کا ایک جزو ہوں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں یہ پوچھنے کی بات نہیں یہاں اشارہ منصور کے انا الحق کی طرف ہے۔ دوسرے لفظوں میں مرزا تصوف کے نظریے ہمہ اوست کے قائل نظر آتے ہیں ایک دوسری جگہ اسی خیال کا اظہار کیا ہے ؎

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہم کو تقلیدِ تنگ ظرفی منصور نہیں

(۹) محابا کیا ہے ہیں ضامن اِدھر دیکھ شہیدانِ نگہ کا خون بہا کیا؟

معنی الفاظ:۔ محابا: ڈر، خوف، جھجک، باک۔ ضامن: ذمہ دار۔ شہیدان: جمع شہید کی۔ عام طور پر شہید مذہب کی راہ میں مرنے والوں کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں شہیدان عشق سے مراد ہے۔ خون بہا: خون کا معاوضہ، خون کی قیمت جو قاتل مرنے والے کے ورثاء کو دیتا ہے۔ دیت۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو اس خوف سے کہ میں تیری تیغ نگاہ سے مر جاؤں گا میری طرف کھل کر بے خوف دیکھنے میں تامل نہ کر۔ میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ تیری نگاہ سے مارے جانے والے کی دیت نہیں۔ قرآن کریم میں جن حالات میں خون بہا ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے وہ شہیدانِ نگاہ معشوق سے تعلق نہیں رکھتی۔

(۱۰) سن اے غارت گرِ جنسِ وفا سن　　　شکستِ شیشۂ دل کی صدا کیا؟

معنی الفاظ :- غارت گر : برباد کرنے والا، تباہ کرنے والا۔ جنس : پونجی، سرمایہ۔ وفا : محبت۔ شکست : ٹوٹنا۔ شکستِ دل : دل ٹوٹنا۔ شیشہ : آئینہ، شراب کی صراحی۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے جنسِ وفا کے غارت کرنے والے ذرا کان دھر کر سن کہ دل کے شیشے کے ٹوٹنے کی آواز کیسی ہوگی۔ تو نے بے وفائی کر کے میرا دل توڑا ہے اب اس کے ٹوٹنے کی آواز سن۔ یعنی میرے اشعار دلِ شکستہ کی آواز ہیں۔

(۱۱) کیا کس نے جگرداری کا دعوےٰ　　　شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا؟

معنی الفاظ :- جگرداری : برداشت، صبر، حوصلہ رکھنا۔ شکیب : صبر۔ خاطر : طبیعت، مزاج، دل، جگر۔

تشریح :- مرزا ایک طرف سے بے صبری کا اظہار ہونے پہ کہتے ہیں کہ کس نے صبر کا دعوےٰ کیا تھا بھلا کبھی عاشقوں کے دل میں بھی صبر ہوتا ہے۔ سعدی نے بھی اپنے ایک شعر میں اسی کیفیت کا اظہار کیا ہے ؎

قرار در کفِ آزادگاں نہ گیرد مال
نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

(۱۲) یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیوں　　　یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا؟

معنی الفاظ : قاتل : قتل کرنے والا۔ وعدہ : اقرار۔ صبر آزما : قوت برداشت کے آزمانے والا۔ کافر : غیر، دشمن، بیگانہ، مجازاً خدا کا منکر۔ فتنہ : جھگڑا، فساد۔ طاقت ربا : جو قوت کو زائل کر دے، کمزور کر دے۔

تشریح :- قاتل وعدہ صبر آزما کی صفت ہے اور کافر فتنہ طاقت ربا کی۔ غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ایسے صبر آزما وعدے جو مار ڈالنے والے ہیں کیوں کرتا ہے اور ایسے جھگڑے جو طاقت کو زائل کرنے والے ہیں کس لیے کرتا ہے۔ یعنی مجھے طرح طرح سے مت آزما۔

(۱۲) بلائے جان ہے غالب اس کی ہر بات　　　عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا؟

معنی الفاظ :- بلا : مصیبت۔ عبارت : بیان۔ اشارت : ایما، اشارہ۔ ادا : ناز۔

تشریح :- مقطع میں غالب کہتے ہیں کہ اس کی یعنی میرے محبوب کی ہر بات جان لیوا ہے خواہ اس کی گفتار ہو یا رفتار ہو یا اشارہ ہو یا کنایہ ہو۔

غزل نمبر ۲۲

(۱) درخور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا　　　پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

معنی الفاظ :- درخور :- قابل، لائق، اصل۔ قہر و غضب : قہر، قابو۔ عتاب : غصہ۔

تشریح :- مرزا غالب کا دعوی ہے کہ ان جیسا دوسرا پیدا نہیں ہوا اور اس کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ ان کے محبوب نے جتنا عتاب اور غصہ ان پر کیا ہے کسی دوسرے پر نہیں کیا ہے اس لیے وہ لاثانی ہے۔

(۲) بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں، کہ ہم　　　الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

معنی الفاظ :- بندگی : عبدیت، غلامی۔ آزاد : بے پرواہ۔ خودبیں : خوددار، خودپسند، خودپرست۔ کعبہ : خانہ خدا۔ وا : کھلا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی انتہائی آزادہ روی اور خودپسندی کا اظہار کرتے ہیں کہ باوجود بندہ ہونے کے جب در کعبہ کھلا ہوا نہ ملا تو میں اپنی آزادہ روی اور خودبینی کی وجہ سے الٹا واپس آگیا۔

(۳) سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا　　　روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

معنی الفاظ :- مقبول : قبول۔ یکتائی : بے مثالی۔ روبرو : سامنے آنا۔ بت : معشوق۔ آئینہ سیما : آئینہ جیسا چہرہ رکھنے والا۔ حسین : مجازاً معشوق۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنے محبوب کے بے مثال حسین ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے حسین محبوب کے مقابلہ میں نہیں آئے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سب کو اس کا اپنے سے زیادہ حسین ہونا قبول ہے۔

(۴) کم نہیں، نازشِ ہم نامیِ، چشمِ خوباں — تیرا بیمار، برا کیا ہے، گر اچھا نہ ہوا

معنی الفاظ :- نازش : فخر۔ چشم : آنکھ۔ خوباں : خوبصورت، جمع خوب۔ چشم بیمار : مخمور نیم وا آنکھ۔

تشریح :- غالب بیمار ہیں اور اپنے اچھا نہ ہونے پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ حسینوں کی آنکھ کو بھی چشم بیمار کہتے ہیں اور اس طرح یہ اس کے ہم نام ہو گئے چونکہ چشم خوباں اگر بیمار نہ رہے تو وہ اپنا حسن کھو دیتی ہے۔

(۵) سینے کا داغ ہے وہ نالہ، کہ لب تک نہ گیا — خاک کا رزق ہے وہ قطرہ جو دریا نہ ہوا

تشریح :- اس شعر میں غالب اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ افادیت رکھتی ہے۔ عشق کی بیتابی میں اگر لبوں سے آہ نہیں نکلی تو اس نے داغ سینہ کی صورت اختیار کر لی جو عاشقی کے لیے باعث آرائش ہے۔ اور اسی طرح وہ قطرہ جو دریا کا جزو بن کر نہ بہا وہ زمین میں جذب ہو کر روئیدگی کا باعث ہوا۔

(۶) نام کا میرے ہے وہ دکھ، کہ کسی کو نہ ملا — کام میں میرے ہے وہ فتنہ کہ برپا نہ ہوا

تشریح :- اس شعر میں مرزا اپنی انتہائی مصیبت اور آلام کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ دکھ کسی کو نہ ملا جو میرے نام لکھا گیا اور جو جھگڑے اور فساد کبھی برپا نہ ہوئے وہ میرے کاموں میں پڑے۔ دوسرے الفاظ میں میں سب سے زیادہ دکھی ہوں اور میرا کوئی کام سرانجام نہیں پاتا۔

(۷) ہر بنِ مُو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب — حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

معنی الفاظ :- بن : جڑ۔ مُو : بال۔ بن مو : بال کی جڑ۔ دم : وقت۔ ذکر : بیان، تذکرہ۔ خوناب : خون : لہو۔ ناب : خالص۔ حمزہ : امیر حمزہ کی داستان مشہور ہے۔ قصہ : داستان۔ چرچا : شہرت۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا حقیقی عشق کی پہچان بتاتے ہیں کہ اس کے بیان کے وقت آنکھوں

سے خون کے آنسو ٹپکنے لگیں اگر ایسا نہیں ہے تو سمجھیے کہ قصہ امیر حمزہ ہے عشق کا افسانہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی داستان اگر درد بھری نہیں تو اسے عشق کی داستان نہ سمجھیے۔ قصہ امیر حمزہ فرضی افسانہ ہے جس کو لوگ وقت کاٹنے کے لیے تفریحاً پڑھتے اور سنتے ہیں۔

(۸) قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل　　کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

معنی الفاظ :- دجلہ : عراق کا مشہور دریا۔ جزو : حصہ۔ کل : تمام، مکمل۔ دیدہ : آنکھ، چشم۔ بینا : دیکھنے والی، بصیرت رکھنے والی۔

تشریح :- مرزا کہتے ہیں کہ جو آنکھ قطرے کو دیکھ کر دریا کا تصور نہ کرے اور جزو کو دیکھنے کے بعد کل کی تصویر اس کی آنکھوں میں نہ آجائے اسے بچوں کا کھیل سمجھو چشم بصیرت نہ خیال کرو۔ اس شعر میں بھی غالباً وہ تصوف کے عقیدے "ہمہ اوست" کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کائنات کی جملہ چیزیں جو اس ذات سے نکلی ہیں اور اس کا جزو ہیں ان کو دیکھنے کے بعد اگر معرفت الٰہی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ چشم بصیرت سے محروم ہے۔ وہ اس دنیا میں بچوں کی طرح کھیلنے کے لیے آیا ہے۔

(۹) تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے　　دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشا نہ ہوا

معنی الفاظ :- خبر گرم : شہرت، چرچا۔ پرزے اڑنا : ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ غالب کے معشوق کے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کیے جانے کی خبر تو بہت مشہور ہو رہی تھی اور ہم بھی اس تماشہ کو دیکھنے گئے تھے مگر افسوس ہے ایسا ہوا نہیں۔

غزل نمبر ۲۳

(۱) اسدؔ ہم وہ جنون جولاں گدائے بے سر و پا ہیں　　کہ ہے سر پنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

معنی الفاظ :- جنون : دیوانگی، عشق۔ جولاں : قلانچیں لگانا، زنجیر، دوڑنا۔ گدا : فقیر۔ بے سر و پا : بے سرو سامان۔ سر پنجہ مژگان : پلکوں کی نوکیں۔ سر : یعنی سرے۔ پنجہ : یعنی پنج شاخہ۔ مژگاں : پلکیں۔ آہو : ہرن۔ پشت خار : کمر کھجانے کا آلہ جو گداؤں کے پاس ہوتا ہے۔ جس سے وہ اپنی پیٹھ کھجاتے ہیں۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا اپنی دو حالتوں کا بیان کرتے ہیں ایک تو انتہائی جنون کی حالت میں صحرا میں بے قراری سے دوڑنا اور دوسرے گدا کی طرح بے ساز و سامان ہونا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایسا بے سر و سامان گدا ہوں جس کے پاس اپنا پشت خار بھی نہیں اور وہ جب جنون کی حالت میں صحرا میں دوڑتا ہے تو آہوان صحرا کی پلکیں اس کی کمر کو سہلاتی ہیں۔

غزل نمبر ۲۴

(۱) پئے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا　　　بخوں غلطیدۂ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا

معنی الفاظ :- پئے : واسطے۔ نظر کرم : نذر یعنی ہدیہ، بھینٹ، منت، پیش کرنا۔ کرم : یعنی بخشش۔ تحفہ : ہدیہ۔ شرم : ندامت۔ نارسائی : پہنچ نہ ہونا۔ غلطیدہ : لتھڑا ہوا۔ بخوں : خون میں۔ صد رنگ : سو طرح۔ دعویٰ : مطالبہ، خواہش۔ اپنے آپ کو کسی چیز یا قابلیت کا مالک جتانا۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ میں تیری بخشش کی آرزو میں اپنے تجھ تک نہ پہنچ سکنے کی شرم کو تحفے کے طور پر لایا ہوں اور میری اس دیدہ دلیری کو دیکھ کہ اپنے جسم کے خون آلودہ ہوتے ہوئے پارسائی کا دعویٰ کرتا ہوں۔ عام طور پر خون ناپاک تصور ہوتا ہے لیکن خون شہیدان اس سے مستثنےٰ ہے۔ غالب اسی کا فائدہ اٹھاکر کرم الٰہی کی توقع رکھتا ہے۔

(۲) نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بے وفائی کا　　　بہ مہر صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

معنی الفاظ :- حسن : معشوق۔ تماشہ دوست : نظرہ کرانے کا شوقین۔ رسوا : بدنام، بے پروائی، بے مروتی۔ مہر : چھاپ، جو کسی دستاویز کی تصدیق کے لیے اس پر لگائی جاتی ہے، خاتم۔ صد : سو۔ نظر : نگاہ، ثابت۔ پارسائی : نیکی، پاکدامنی۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ میرا محبوب جو جلوہ نمائی پسند کرتا ہے اس پر بے وفائی کا الزام نہیں لگ سکتا کیونکہ اس کی پاک دامنی کے دعوے پر سینکڑوں عاشقوں کی نظر کی مہر لگتی ہے۔

(۳) زکات حسن دے اے جلوہ بینش کہ مہر آسا　　　چراغ خانہ درویش ہو کاسہ گدائی کا

معنی الفاظ :- زکوات : وہ شرعی ٹیکس جو مجتمع رقم پر بقدر ۱/۴۰ عائد ہوتا ہے۔ جلوہ : رونمائی۔

بینش : مہر: سورج۔ آسا: کی طرح۔ مہر آسا: سورج کی طرح۔ خانہ درویش: فقیر کا گھر۔ کاسہ: کشکول۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے معشوق کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتے ہیں اور ایک فقیر کی طرح اس سے اپنے گھر آکر بطور زکوٰۃ کے جلوہ نمائی کی خواہش کرتے ہیں۔ شعر کی نثر اس طرح ہو سکتی ہے۔ اے جلوہ بینش زکوٰۃ حسن دے کہ کاسۂ گدائی مہر آسا چراغ خانہ درویش ہو جائے۔ یعنی اپنے حسن کی زکوٰۃ جلوہ نمائی کی شکل میں دے تاکہ گدائی کا کشکول تیرے حسن سے منور ہو کر درویش کے گھر کو چراغاں کرے یا فقیر کے گھر کا چراغ بن جائے۔

(۴) نہ مارا جان کر بے جرم، قاتل تیری گردن پر رہا مانند خون بے گنہ حق آشنائی کا

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تو نے مجھے بے جرم سمجھ کر قتل نہیں کیا۔ لیکن تیرے ایسے کرنے سے میرا خون تیری گردن پر اسی طرح قائم رہا جیسا کہ بے گناہ کے قتل کا خون قاتل پر ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا حق دوستی تجھ پہ یہ تھا کہ تو مجھے قتل کر دے۔

(۵) تمنائے زباں محو سپاس بے زبانی ہے مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بے دست و پائی کا

معنی الفاظ :۔ تمنا: آرزو۔ محو ہونا: مصروف، استغراق، گم ہو جانا۔ بے دست و پائی: معذوری۔

تشریح :۔ زبان کی آرزوئے بیان اب بے زبانی کے شکریہ میں مستغرق ہے کیونکہ خاموشی سے معذوری کے شکوے کا جو اصرار بیان کے لیے تھا وہ مٹ گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے میری خاموشی نے میرے بے دست و پائی کے شکوے کا موقع زائل کر دیا۔ یہ اسی قبیل کا شعر ہے جیسے ؎

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

(۷) وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہت گل ہے چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا

معنی الفاظ : نفس : سانس۔ نکہت : خوشبو۔ گل : گلاب کا پھول۔ چمن : باغ۔

چمن کا جلوہ : چمن میں پھولوں کا بصد ناز و ادا کھلنا۔ باعث : سبب۔ رنگین : خوش کن۔ نوا : آواز۔ رنگین نوائی : خوش کن نغمے گانا۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ پھول کی خوشبو اور شاعر کا نغمہ ایک ہی اصل سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب باغ میں پھول کھل کر خوشبو پھیلتی ہے تو وہ میری نغمہ سرائی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ کیفیت موسم بہار میں ہوتی ہے یعنی موسم بہار ہی پھول کی خوشبو اور شاعر کی نغمہ سرائی کا سبب بنتی ہے۔

(۷) دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی　　عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

معنی الفاظ :۔ دہان : منہ۔ بت : معشوق۔ پیغارہ : بہتان، طعنہ۔ پیغارہ جو : بہتان تراش، طعنہ زن۔ زنجیر : سلسلہ۔ رسوائی : بدنامی۔ زنجیر رسوائی : سلسلہ بدنامی۔ عدم : کچھ نہ ہونا، نیستی، ہستی کا مخالف۔ شعرا معشوق کے دہن کو تنگی کی وجہ سے معدوم کہتے ہیں۔ بے وفا : معشوق کی طرف اشارہ ہے۔ چرچا : شہرت۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں اپنے معشوق کی انتہائی بے وفائی کا بیان کرتے ہیں اور اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے بے وفا تیری بے وفائی کا ذکر عشاق تو کجا ہر معشوق بھی جو خود بھی بے وفا ہے کی زبان پہ ہے اور یہ سلسلہ ذکر تیری بدنامی کا باعث ہے۔ لفظ عدم کا اشارہ معشوقان تنگ دہن کی طرف ہے چونکہ ان کے منہ سے طنزاً "بے وفا" کے لفظ نکلتے ہیں اس لیے عدم تک چرچا کیا ہے۔ اور مسلسل طنز کو زنجیر رسوائی غالب طعنہ سے کام نکالنے میں ماہر ہیں مگر ان کے معشوق پر یہ حربہ بھی کام نہیں کرتا۔ ایک اور جگہ اس بے بسی کا اعتراف کیا ہے۔

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پہ مہرباں کیوں ہو؟

(۸) نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں، عرض ستم ہائے جدائی کا

معنی الفاظ :۔ طول : لمبائی۔ مختصر : اختصار کیا ہوا، تھوڑا، خلاصہ۔ حسرت : ارمان، پشیمانی۔ حسرت سنج : پشیمانی کا بوجھ اٹھاتے ہوئے۔ عرض : بیان۔ ستم : ظلم۔

ستم ہائے: بہت سے ظلم۔ جدائی: فراق، علیحدگی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ معشوق کو اس کی بے وفائیوں کی تفصیل لکھنے کی بجائے مختصر طور پر لکھ دینا بہتر ہے کہ میں فراق کے مظالم کے بیان کی حسرت لیے ہوئے ہوں۔

غزل نمبر ۲۵

(۱) گر نہ اندوہ شب فرقت بیاں ہو جائے گا — بے تکلف داغ مہ مُہرِ دہاں ہو جائے گا

معنی الفاظ:۔ اندوہ: غم۔ شب: رات۔ فرقت: جدائی۔ بے تکلف: بلا تامُل۔ داغ ماہ: چاند میں سیاہ دھبہ۔ مہر دہان: مہر۔ چھاپ۔ دہان: منہ۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ اگر شب ہجر کا غم بیان نہ ہوا تو وہ میرے منہ پر ایسی مہر کی صورت اختیار کرے گا جیسا کہ چاند میں داغ ہوتا ہے۔ منہ پر مہر لگنے کے معنی خاموش رہنے کے بھی ہیں (جو بیان کا مخالف ہے) یعنی میری خاموشی سے بھی رازِ غم ہجر چہرہ کی افسردگی سے ظاہر ہو جائے گا۔

(۲) زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر میں ہوتا ہے آب — پرتو مہتاب سیل خانماں ہو جائے گا

معنی الفاظ:۔ زہرہ: پتا۔ زہرہ کا آب ہونا: پتے کا بہہ جانا۔ پرتو مہتاب: چاند کا عکس، چاند کی چاندنی۔ سیل: رو۔ خانماں: گھر بار۔

تشریح:۔ چاندنی رات وصل یار کے لیے نہایت موزوں ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ اگر شام ہجر میں پتا اسی طرح پانی ہوتا رہا یعنی رنج و غم اسی طرح ہوتا رہا تو چاند کی چاندنی میرے گھر کی تباہی کا باعث ہو گی۔ چودھویں رات کی چاندنی اور سیلاب کی مماثلت قابل غور ہے۔

(۳) لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر — ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

معنی الفاظ:۔ بوسہ لینا: پیار کرنا، چومنا۔ کافر: معشوق۔ بدگمان: بدظن، شکی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں اپنے محبوب کا سوتے ہوئے پاؤں چوم تو لوں لیکن ایسا کرنے سے وہ میری طرف برے خیال محمول کرنے لگے گا اور مجھے مشکوک نظر سے دیکھے گا۔

(۴) دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا — یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحاں ہو جائے گا

معنی الفاظ: صرف: قیمت، خرچ کرنا۔ نذر: بھینٹ۔ امتحان: آزمائش۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ دل اظہارِ وفا میں صرف ہو گا لیکن یہ تو پہلی آزمائش ہی میں بھینٹ چڑھ چکا۔ یہ بات مجھے معلوم نہیں ہوئی تھی۔ غرض بیان یہ ہے کہ میں خیال کرتا تھا کہ میرا دل محبت کے اتمام تک رہے گا لیکن یہ تو پہلے ہی مرحلہ پر نذرِ معشوق ہو چکا۔

(۵) سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

معنی الفاظ :- دل میں جگہ ہونا : دل میں عزت ہونا، محبت ہونا۔ اک زمانہ : تمام دنیا۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو کہتا ہے کہ سب لوگ تجھ کو دل سے چاہتے ہیں اور تیری عزت کرتے ہیں۔ صرف تیرے راضی ہو جانے سے میں سمجھوں گا کہ دنیا مجھ پر مہربان ہو گئی۔ چونکہ تو سب کو چاہتا ہے۔

(۶) گر نگاہ گرم فرماتی رہی، تعلیم ضبط
شعلہ خس میں جیسے خوں رگ میں نہاں ہو جائے گا

معنی الفاظ :- نگہ گرم : تیز نگاہ۔ ضبط : برداشت۔ نہاں : پوشیدہ، غائب۔

تشریح :- غالب محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر تو مجھے خاموشی کی تعلیم گھور کر اسی طرح دیتا رہا، جیسی کہ دے رہا ہے۔ تو میری رگوں میں خون بالکل اسی طرح خشک ہو کر غائب ہو جائے گا۔ جیسا خس میں شعلہ چھپا ہوتا ہے۔ چونکہ خس میں رطوبت بالکل نہ ہونے کی وجہ سے آگ پکڑنے کی اہلیت پوری طرح ہوتی ہے۔ اس لیے شعلہ اس میں پوشیدہ تصور کیا ہے۔ مبالغہ کی انتہا ہے۔

(۷) باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گلِ تر ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا

معنی الفاظ :- گلِ تر : تازہ گلاب کے پھول۔ چشم : آنکھ۔ خوں فشاں : خون چھڑکنے والی۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی حالت کی ابتری کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے ساتھی کو منع کرتے ہیں کہ مجھے ایسی حالت میں باغ میں نہ لے جائیو کہ وہاں پر جو گلِ تر ہوں گے۔ وہ میری حالت پر خون چھڑکنے والی آنکھ کی طرح ہو جائیں گے۔ یہاں غالب نے گلِ تر اور خوں فشاں آنکھ کی مماثلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

(۸) وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا

معنی الفاظ :۔ وائے : کلمہ افسوس جو مصیبت کے وقت زبان پر آتا ہے۔ محشر : میدان حشر۔

تشریح :۔ غالب کہتا ہے کہ اب تک تو یہ توقع ہے کہ میرا تیرا انصاف قیامت کے دن ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہاں بھی نہ ہوا تو بڑے افسوس کی بات ہو گی۔

(۹) فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسدؔ دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہو جائے گا

معنی الفاظ :۔ دانا : عقلمند۔ نادان : بے وقوف۔ کمسن جو سن شعور کو نہ پہنچا ہو۔ زیاں : نقصان۔

تشریح :۔ اس شعر میں مرزا اپنے آپ کو عشق سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس محاورے سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ "نادان کی دوستی جان کا زیاں" معشوق کو نادان اس کی کمسنی کی وجہ سے کہا ہے۔

غزل نمبر ۲۶

(۱) درد منت کش دوا نہ ہوا میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

معنی الفاظ :۔ منت : احسان۔ منت کش : احسان اٹھانے والا، ممنون۔

تشریح :۔ غالب کسی کا احسان اٹھانے کو برا سمجھتے ہیں اور اس جذبے کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ غالب کے مرض کو دوائی سے فائدہ نہ ہوا۔ اور وہ خوش ہیں کہ مجھے دوائی کے احسان کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑا۔

(۲) جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو اک تماشہ ہوا گلا نہ ہوا

معنی الفاظ :۔ رقیب : دوست، مخالف، ہم پیشہ۔

تشریح :۔ غالب کے معشوق کو غالب سے کچھ شکایات ہیں اور وہ اس کے اظہار کے لیے اپنے دوسرے عاشقوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ غالب اس کو مناسب خیال نہیں کرتے اور اپنے معشوق سے کہتے ہیں کہ مجھ سے اگر تمہیں کوئی شکایت ہے اور اس کا اظہار مقصود ہے تو میرے رقیبوں کو کیوں جمع کرتے ہو یہ کوئی تماشہ ہے جس کے دیکھنے کو انہیں بلایا ہے۔ اگر مجھ سے شکوہ کرنا ہی

تھا تو تنہائی میں کرتے۔

(۳) ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں؟ تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

معنی الفاظ :- خنجر: ہلاک کرنے کا آلہ۔ خنجر آزما: خنجر کو آزمانے والا۔ قسمت: تقدیر، حصہ۔

تشریح :- غالب معشوق کے ہاتھ سے قتل ہونے کی آرزو رکھتے ہیں لیکن ان کا محبوب خنجر آزمائی یعنی ان کے قتل کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اس امر کے بعد جو کیفیت غالب کے دل پہ گذری۔ یہ شعر اسی کا اظہار ہے اور محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ جب تو نے ہی مجھ پر خنجر آزمائی نہیں کی تو بتا اب میں کس کے پاس یہ قسمت آزمائی کرتے جاؤں۔

(۴) کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

معنی الفاظ :- شیریں: میٹھے۔ لب: ہونٹ۔ بے مزہ: بے لطف۔ مکدر۔ گالیں۔ دشنام۔ برے و گندے الفاظ جو عموماً تلخ ہوتے ہیں۔

تشریح :- غالب نے اپنے معشوق کے لبوں کی شیرینی کے اظہار کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ تو نے رقیب کو گالیاں دیں لیکن اس کی حالت سے بے لطفی کا اظہار نہیں ہوا۔ اس کی وجہ بجز اس کے کیا ہے کہ تیرے مٹھاس بھرے لبوں سے جب تلخ گالیاں نکلیں تو وہ اپنی تلخی کھو بیٹھیں۔

(۵) ہے خبر گرم ان کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

معنی الفاظ :- خبر گرم: مشہور خبر۔ بوریا: چٹائی۔ جو بہت ہی ادنیٰ قسم کی بچھانے کی چیز ہو۔

تشریح :- اس شعر میں غالب نے اپنی بے سروسامانی کی انتہا کا اظہار کیا ہے کہ آج جبکہ میرا محبوب میرے گھر میں آنے والا ہے بے سروسامانی کی یہ حالت ہے کہ چٹائی بھی اس کے بیٹھنے کو نہیں ہے۔

(۶) کیا وہ نمرود کی خدائی تھی بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

معنی الفاظ : نمرود: عراق کا ایک بادشاہ تھا جو اپنی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے غرور میں خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب باوجود اپنی انتہائی کوشش کے اپنی ناکامیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر بندگی کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ نمرود کو اگرچہ پوری قدرت حاصل نہ تھی اور اس کی بندگی میں بھلا نہ ہونا ممکن تھا لیکن تجھے تو ہر چیز پر قدرت ہے پھر میرے فائدے کی باتیں کیوں نہیں ہوتیں۔ اور اگر محبوب کی طرف اشارہ خیال کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ غالب خود سے سوال کرتے ہیں کہ معشوق کی ہر بات ماننے کے باوجود میری مطلب برآری نہ ہوئی۔ تو کیا یہ نمرود کی خدائی تھی۔

(۷) جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ اگرچہ ہم نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی تو کیا ہوا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم جس غرض کے لیے پیدا کیے گئے تھے وہ حق ادا نہ کر سکے۔ غالب نے اسی خیال کو ایک اور جگہ بھی ادا کیا ہے ؎

مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کہیں
عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو

(۸) زخم گر دب گیا لہو نہ تھما کام گر رک گیا روا نہ ہوا

معنی :- روا : ٹھیک، درست۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی نہ ختم ہونے والی مصیبتوں کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زخم اگر دب گیا تو لہو بدستور جاری رہا اور اگر کوئی کام رک گیا تو پھر وہ کبھی نہ کھلا یعنی کبھی درست نہ ہوا۔

(۹) رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے؟ لے کے دِل، دل ستاں روانہ ہوا

معنی الفاظ :- راہزنی : راستہ میں لوٹنا۔ دل ستانی : دل لینا۔ دل ستان : معشوق۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے معشوق نے راہ چلتے میرا دل موہ لیا اور چل دیا بھلا کوئی بتائے کہ یہ رہزنی ہے یا دل ستانی ہے ایسے کام تو قزاق کرتے ہیں۔

(۱۰) کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں آج غالب غزل سرا نہ ہوا

تشریح :- یہ شعر غالب نے صرف مقطع کے طور پر غزل میں بڑھا دیا ہے اور اس طرح

اپنی تصنیف کی مہر ثبت کر دی ہے۔

غزل نمبر ۲۷

(۱) گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیٔ جا کا گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

معنی الفاظ :- شوق : عشق، تمنا۔ گہر : موتی۔ اضطراب : بے چینی، بے قراری۔ اضطراب گہر : موتی کی ڈلک، موتی کی آب و تاب۔ دریا : سمندر۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنی زیادتی شوق اور اس کے دل میں نہ سما سکنے کا گلہ کرتا ہے۔ اور دل کو موتی سے تشبیہ دے کر اپنی کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ میری خواہشات دل میں نہیں سما سکتیں لیکن اور دوسری کوئی جگہ اس کے لیے نہیں مجبوراً دل ان کو اسی طرح لیے ہوئے ہے جس طرح ایک موتی سمندر کی اضطرابی کیفیت کو اپنی آب و تاب میں چھپائے ہوئے یعنی دل کی بے قراری اس لیے ہے کہ زیادتی شوق نے ہیجان پیدا کر دیا۔

(۲) یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

معنی الفاظ :- ذوق : شوق۔ خامہ : قلم۔ فرسا : گھسنا۔ خامہ فرسائی : قلم گھسنا۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کو خط لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تو خط کا جواب نہیں دے گا لیکن مجھے قلم گھسانے کے شوق نے مارا ہوا ہے۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

(۳) حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی دوام کلفتِ خاطر ہے عیش دنیا کا

معنی الفاظ :- حنا : مہندی۔ پا : پاؤں۔ دوام : ہمیشگی۔ کلفت : رنج، کوفت۔ خاطر : طبیعت۔ عیش : راحتیں۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اس نظریے کا اظہار کرتے ہیں کہ دنیا میں مصیبتیں زیادہ ہیں اور راحتیں کم۔ بہار خزاں کے مقابلے میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو حنا پاؤں کے تلوے سے رکھتی ہے

تمام جسم اس سرخی اور آرائش سے خالی ہے اور صرف تلوار نگین ہے۔ اسی طرح دنیا کا تھوڑا سا عیش کلفت دوام کا باعث ہو جاتا ہے۔

(۴) غم فراق میں تکلیف سیر گل مت دو — مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

معنی الفاظ :- غم : رنج۔ فراق : جدائی۔ خندہ ہائے : مسکراتے ہوئے، ہنسی۔ سیر گل : باغ کی سیر۔ دماغ نہیں : برداشت نہ ہونا۔ بے جا : بے موقع۔

تشریح :- اس شعر میں غالبؔ پر ہجر کے رنج میں جو افسردگی طاری ہوتی ہے۔ اس کا اظہار کرتے ہیں کہ مجھے ایسی حالت میں باغ کی سیر کی دعوت مت دو۔ میرے لیے باغ کے پھولوں کی بے جا ہنسی ناقابل برداشت ہے۔ پھولوں کے کھلنے کو غالبؔ نے ہنسنے سے تشبیہہ دی ہے اور بے جا اس لیے کہا ہے کہ وہ خود مغموم ہے دوسروں کے اظہار خوشی کو برداشت نہیں کر سکا۔

(۵) ہنوز محرمیٔ حسن کو ترستا ہوں — کرے ہے ہر بُنِ مُو کام چشم بینا کا

معنی الفاظ : ہنوز : ابھی، تا حال۔ محرمیٔ : بے پردگی، سامنے آنا۔ حسن : معشوق۔ بُن : جڑ۔ مُو : بال۔ چشم بینا : دیکھنے والی آنکھ۔

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ میں ابھی تک محبوب کے دیدار سے محروم ہوں اور انتظار میں میرے ہر بال کا مسام آنکھ کی طرح اس کے دیکھنے کے لیے کھلا ہوا ہے۔ انتہائی شوق دیدار کا اظہار ہے۔

(۶) دل اس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے — ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ ہم اپنے معشوق کو دل اس کے ناز و ادا کرنے سے پہلے ہی دے چکے کیونکہ ہمارے لیے حسن کا تقاضہ ناقابل برداشت تھا عشق کی زبان میں ناز و ادا کو غالبؔ نے دل کے لیے جو امانت یار تصور کیا جاتا ہے تقاضے سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے یار کی امانت تقاضہ کرنے سے پہلے ہی دے دی کیونکہ ہمارے لیے تقاضہ ناقابل برداشت تھا۔

(۷) نہ کہہ کہ گریہ بہ مقدار حسرت دل ہے — مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

معنی الفاظ :- مقدار : انداز، تناسب ۔ حسرت : ارمان ۔ جمع و خرچ : آمدنی و خرچ ۔
تشریح :- غالبؔ دیکھنے والوں کو کہتے ہیں کہ یہ نہ کہو کہ میری آنکھوں سے جو آنسو ٹپکتے ہیں وہ میرے ارمانوں کے تناسب سے ہیں بلکہ میری آنکھوں میں تو دریا کا جمع و خرچ پوشیدہ ہے ۔ ابھی تو رونے کا سلسلہ جاری رہے گا ۔

(۸) فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسدؔ — جفا میں اس کی ہے انداز کارفرما کا

معنی الفاظ :۔ فلک : آسمان ۔ جفا : جور، ظلم، سختی ۔ کارفرما : کام کرنے والا، کام بنانے والا ۔ انداز : طرز، ڈھنگ ۔
تشریح :۔ پہلے زمانے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آسمان کی رفتار یا گردش پر کاموں کے بننے اور بگڑنے کا انحصار ہے ۔ اگر گردش سیدھی ہے تو کام بنتے ہیں اور اگر کج رفتاری ہے تو کام بگڑتے ہیں ۔ غالبؔ اسی نظریے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں ۔ کہ جب میں فلک کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنا محبوب یاد آجاتا ہے کیوں کہ میرے کاموں کے بنانے اور بگاڑنے والے محبوب کے جو انداز ہیں وہی کچھ فلک میں دکھائی دیتے ہیں ۔

غزل نمبر ۲۸

(۱) قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا — خطِ جامِ مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

معنی الفاظ :۔ قطرہ : بوند ۔ مے : شراب ۔ بسکہ : بہت زیادتی ۔ حیرت : حیرانی، تعجب کے ساتھ ایک ہی حالت پر رہنا ۔ نفس : سانس ۔ جان پرور : پالنے والا ۔ نفس پرور، جان کو پالنے والا ۔ خط : کنارہ ۔ جام : پیالہ ۔ سراسر : ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۔ رشتہ : دھاگہ ۔ گہر : موتی ۔
تشریح :۔ محبوب کے ہاتھ میں جام ہے جس میں ابھی ابھی شراب ڈالی گئی ہے اور سطح پر دائرہ کی صورت میں شراب کے قطرے بلبلہ کی شکل اختیار کیے ہوئے جمے ہیں ۔ جو موتیوں کی لڑی سے ملتے جلتے ہیں ۔ ایک شرابی کے لیے یہ منظر نہایت ہی جانفزا ہوتا ہے ۔ غالبؔ شراب کے قطروں کی اسی حالت کو محبوب کے حسن پر استعجاب سے منسوب کرتے اور کہتے ہیں کہ شراب

کے قطروں نے انتہائی حیرانی کے باعث موتیوں کی لڑی کی صورت اختیار کر لی ہے جو بے حد راحت رساں معلوم ہوتی ہے۔

(۲) اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا — غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

معنی الفاظ :- اعتبار : اعتماد۔ بھروسہ : یقین۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہماری خانہ خرابی کا باعث وہ یقین ہے جو محبوب کو ہمارے عاشق صادق ہونے کی نسبت ہے۔ دیکھیے محفل میں آہ تو بھری کسی اور نے اور چونکہ اسے یہی خیال ہوا کہ میں ہی آہ بھرنے والا ہوں۔ وہ مجھ پر خفا ہوا۔

غزل نمبر ۲۹

(۱) جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا — تپش شوق نے ہر ذرّے پہ اک دل باندھا

معنی الفاظ :- تقریب : باعث، سبب، موقع۔ محمل : اونٹ کا کجاوہ۔ تپش : سوزش۔ جلن۔ گرمی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ جب میرے دوست نے اپنے اونٹ پر کجاوہ کس کر سفر کی تیاری کی تو میری گرمی شوق نے صحرا کے ہر ذرّے پر اک دل باندھا۔ گویا ہر ذرۂ صحرا سے میرا دل وابستہ ہو گیا: تاکہ محبوب اسے روندتا ہوا چلا جائے۔

(۲) اہلِ بینش نے بہ حیرت کدہ شوخی ناز — جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

معنی الفاظ :- اہل بینش : اہلِ نظر۔ حیرت کدہ : حیرت خانہ، حیرت کا مقام، آئینہ چونکہ اس کے ساتھ حیرانی منسوب کی جاتی ہے۔ شوخی : ادا۔ ناز : نازنین۔ جوہر آئینہ : آئینہ کی منعکس کرنے کی صلاحیت۔ طوطی : طوطا۔ بسمل : تڑپتا ہوا۔

تشریح :- غالب نے اپنے معشوق کی شوخی جو قاتل عشاق ہے، کو انتہائی مبالغے کے ساتھ بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ میرا شوخ محبوب جب آئینے کو دیکھتا ہے تو جوہر آئینہ طوطی بسمل کی طرح تڑپتا ہے اس لیے جو اہلِ نظر ہیں وہ اشعار میں جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھتے ہیں۔ اور وہ خود غالب ہیں۔

(۳) یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا — عجز و ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

معنی الفاظ :- یاس : ناامیدی، اس کا مخالف - امید : آس - یک عربدہ : عربدہ، لڑائی جھگڑا - میدان : کھلی جگہ - عجز : معذوری، کمزوری - ہمت : دسترس، جرأت - طلسم : جادو کا تماشہ - سائل : مانگنے والا، متمنی -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ امید و ناامیدی کی کشمکش کے لیے کھلے میدان کی ضرورت ہے جس کے لیے ناتوانی اور ناامیدی کے جذبے کے ساتھ جرأت اور حوصلہ نے مل کر ایک تمنائیں رکھنے والے دل میں جادو کے تماشے کا سا انتظام کر دیا یعنی بظاہر دو متضاد کیفیات یکجا ہونا مشکل نظر آتی ہیں - لیکن انسانی دل میں یاس و امید اور عجز و ہمت بیک وقت وہ کیفیت دکھاتے ہیں جو جادو ہی کے تحت ہو سکتی ہے -

(۴) نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب — گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

معنی الفاظ :- نہ بندھے : نہ بیان ہو سکے - تشنگی : پیاس - ذوق : شوق -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مضمون عشق کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں اگرچہ ہم نے دل کھول کے اس کے بیان کے لیے دریا کو جو سراسر پانی ہے ساحل یعنی خشکی باندھ دیا ہے - کیونکہ پہلے مصرع میں لفظ تشنگی استعمال کیا تھا اس لیے مصرع ثانی میں اس کی رعایت سے "دریا اور ساحل" کے الفاظ استعمال کیے ہیں -

غزل نمبر ۳۰

(۱) میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں — گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

معنی الفاظ :- تشنہ : پیاسا - کام : حلق - تشنہ کام : پیاس سے حلق سوکھا ہوا، محروم -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مجھ جیسا مے آشام بزم مے سے یوں گلا سوکھا لیے ہوئے آئے - قابل افسوس بات ہے - اگر میں نے توبہ کی ہوئی تھی تو ساقی کو کیا ہوا تھا کہ وہ اصرار کر کے پلاتا - یہ تو ساقی گری کی رسم کے خلاف ہے کہ شراب کی محفل سے ایک آدمی بغیر پیے اٹھ آئے - ساقی کا کام تو یہ ہے کہ ہر ایک کو پلائے اور خوب پلائے - ایک اور جگہ غالب کہتے ہیں ؎

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے

(۲) ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں — وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

تشریح :- انسانی جسم میں دل اور جگر علیحدہ علیحدہ ہیں اور مختلف سمت ہیں۔ دل بائیں جانب اور جگر دائیں جانب۔ بظاہر دونوں کا ایک تیر سے چھدنا قرین قیاس نہیں۔ چونکہ تیر اگر سیدھا چلایا جائے تو یا تو دل کو چھلنی کرے گا یا جگر کو لیکن تیر نگاہ ایسا ہے جو دونوں کو بیک وقت چھلنی کر سکتا ہے کیونکہ وہ جتنا ترچھا ہوگا اتنا ہی کارگر ہوگا۔ غالبؔ کہتا ہے کہ جب ہم عشق سے ناآشنا تھے اس وقت دل وجگر الگ الگ تھے لیکن عشق کے بعد تیر نگاہ نے ان دونوں کی جدائی کا فرق مٹا دیا۔ ایک اور جگہ غالب اسی خیال کو بیان کرتے ہیں ؂

دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی

دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

(۳) درماندگی میں غالبؔ کچھ بن پڑے تو جانوں — جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

معنی الفاظ :- درماندگی : عاجزی، مصیبت، تکلیف۔ بن پڑے : کام آئے۔ رشتہ : دھاگا۔ گرہ : گانٹھ۔ گرہ کشا : گرہ کھولنے والا۔

تشریح :- غالبؔ کہتا ہے کہ جب ہمارے سب کام آسانی سے پورے ہوتے تھے تو ہم دوسروں کی مصیبتیں دور کر دیتے تھے لیکن اب جبکہ ہمارے کام میں رکاوٹ ہونے لگی اور ہم خود مصیبت میں مبتلا ہوئے تو وہ گرہ کشائی کی صلاحیت کام نہیں دیتی۔

غزل نمبر ۳۱

(۱) گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویراں ہوتا — بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ ویرانی تو ہمارے گھر کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اگر ہم روتے تو وہ ہمارے آنسوؤں میں بہہ جاتا اور اگر ہم نہ روتے اور جنون عشق میں صحرا کی راہ لیتے تو عدم نگرانی کی وجہ سے خراب ہو جاتا۔ جیسا کہ اگر سمندر بحر نہ ہوتا تو صحرا ہوتا۔ اور دونوں انسانی رہائش کے ناقابل ہیں۔ علم جغرافیہ کے عالم فطرت کے اس عمل سے خوب واقف ہیں۔

(۲) تنگیٔ دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے — کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

معنی الفاظ:۔ تنگیٔ دل : افسردگی، رنجیدگی۔ گلا : شکوہ۔ کافر : منکر، باغی۔

تشریح :۔ غالب سابقہ شعر کے تخیل کے تحت ہی یہ شعر کہتے ہیں اور دل کی دو متضاد کیفیتیں جو ایک ہی اثر رکھتی ہیں یعنی تنگی اور پریشانی کا گلا بے کار خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دل کے لیے تو خوش ہونا مشکل تھا۔ وہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا اور دونوں صورتوں میں ہماری راحت کا سبب نہیں ہو سکتا تھا۔ غالب دنیاوی غم کو دل تنگی کا سبب کہتے ہیں اور غم عشق کو کشادگی دل مقصود ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک شعر اسی قبیل کا گزر چکا ہے کہ ؎

غم اگرچہ جانگسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

(۳) بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے کاش رضواں ہی در یار کا درباں ہوتا

معنی الفاظ :۔ ورع : پرہیز گاری۔ عمر ورع : پاکیزہ زندگی۔ بار دینا : اجازت دینا۔ بارے : آخر کار، لیکن۔ کاش : کیا ہی اچھا ہوتا۔ رضوان : بہشت کا وہ فرشتہ جو بہشت کے دروازے پر نگران ہے۔

تشریح :۔ غالب اپنے معشوق کے دربان سے نالاں ہیں اور اس شعر سے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کسی طرح بھی مجھے میرے محبوب تک پہنچنے کی اجازت نہیں دیتا اور کہتے ہیں کہ رضوان ایک پاک باز زندگی بسر کرنے والے کو بالآخر بہشت میں جانے کی اجازت دے دیتا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ میرے محبوب کے گھر کا دربان ہوتا مگر یہ (دربان) خواہ میں اپنے آپ کو کتنا ہی بے ضرر اور صادق عاشق ثابت کروں اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

غزل نمبر ۳۲

(۱) نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟

تشریح :۔ خدا کی جہاں اور صفات ہیں وہاں ہو الاول و ہو الآخر بھی ہیں یعنی جب کوئی چیز نہیں تھی تو خدا تھا اور جب سب پیدا شدہ چیزیں مٹ جائیں گی تب بھی خدا ہی ہوگا۔ غالب اسی نظریے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تصوف کا مسئلہ ہمہ اوست سامنے لے آئے ہیں۔ جب اول بھی خدا تھا اور

آخر بھی خدا ہی ہوگا۔ تو میرے ہونے ہی نے مجھے غارت کر دیا۔ ورنہ قاری کو کہتا ہے کہ تو ہی بتا میں کیا ہوتا۔ یعنی خدا ہوتا۔ یہ غالب کا مخصوص انداز ہے کہ دوسرے کی منہ پر اپنے دل کی بات کہلائے۔ اس کے ساتھ غزل ۲۱۹ کا پہلا شعر پڑھئے۔

(۲) ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا؟
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

تشریح:۔ انسان افسردگی اور غم کی حالت میں گھٹنوں میں سر رکھتا ہے غالب اسی حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب زیادتی غم کی وجہ سے احساس غم جاتا رہا ہے تو سر کٹنے کا کیا رنج کروں۔ زانو میں رکھا ہوا سر بھی سر کٹنے سے زیادہ مختلف نہیں سر تو وہی ہے جو بلند ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مشکلات جو پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کر کے انہیں دور کرنے کا احساس باقی ہو۔

(۳) ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا؟

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنی انتہائی مایوسیوں کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ غالب کو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا لیکن اس کی ہر بات میں یہ کہنا کہ "یوں ہوتا تو کیا ہوتا" یاد آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح وہ چاہتا تھا کوئی بات اس طرح نہ ہوئی تھی۔

غزل نمبر ۳۳

(۱) یک ذرۂ زمیں نہیں بے کار باغ کا
یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

معنی الفاظ:۔ فتیلہ: بتی۔ جادہ: بٹیا، راستہ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ باغ کی زمین کا ایک ذرہ بھی بیکار نہیں۔ حتیٰ کہ وہ راستہ جو باغ کی کیاریوں کی طرف لے جاتا ہے ایسا نظر آتا ہے کہ وہ لالہ کے داغ کی بتی ہے۔ بتی عموماً سفید رنگ کی ہوتی ہے اور بٹیا پر بھی راستہ چلنے کی وجہ سے گھاس نہیں ہوتی اس کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے۔ اس مشابہت سے غالب نے فائدہ اٹھایا ہے۔

(۲) بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی
کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

معنی الفاظ:۔ آشوب: فتنہ، تباہی۔ آشوب آگہی: شعور کی پریشانی۔ آگہی: واقفیت

شعور، عقل - فارسی کا مقولہ ہے چنداں کہ عقل بیش غم روزگار بیش - ایاغ : شراب پینے والا پیالا - خط : کنارہ جام -

تشریح :- اس شعر میں غالب یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ غمِ روزگار کو اگر کوئی چیز مٹا سکتی ہے تو وہ شراب ہے اور اسے بلا قید ساغر پینا چاہیے - ساغر کی حد تو عجز حوصلہ نے قائم کی ہے ورنہ بے خودی کے لیے اس قید کی ضرورت نہیں جیسا کہ ایک اور جگہ کہتے ہیں -

ع سرپائے خم پہ چاہیے ہنگام بے خودی

ع اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

(۳) بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

معنی الفاظ :- کاروبار : حرکتیں - خندہ : ہنسی -

تشریح :- غالب اس شعر میں یہ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح بلبل جو گل کی عاشق ہے کی حرکتوں پہ باغ میں پھول ہنستے ہیں اسی طرح انسانی زندگی میں بھی معشوق عاشقوں کی حرکتوں پہ ہنس دیتے ہیں چونکہ عاشقوں کی حرکتیں عقل کے مطابق نہیں ہوتیں اور مجنونانہ ہوتی ہیں اس لیے مضحکہ خیز ہوتی ہیں پھولوں کے کھلنے کو شعرا پھولوں کے ہنسنے سے تعبیر کرتے ہیں -

(۴) تازہ نہیں ہے نشۂ فکر سخن مجھے تریاکی قدیم ہوں دودِ چراغ کا

معنی الفاظ :- تریاک : افیونی، نشئی - تازہ : نیا - قدیم : پرانا - دود : دھواں -

تشریح :- مرزا شعر و سخن سے اپنے شغف کو بہت پرانا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فکرِ سخن کا نشہ مجھے نیا نہیں ہے - میں تو چراغ کے دھوئیں کا پرانا عادی ہوں یعنی مجھے رات میں چراغ جلا کر بیٹھنے اور اشعار سوچنے کی پرانی عادت ہے - غالب کے زمانہ میں بجلی کی روشنی کا رواج نہیں ہوا تھا - گھروں میں سرسوں کے تیل کے چراغ جلا کرتے تھے جو دھواں بھی کافی دیتے تھے - اسی کی طرف اشارہ کیا ہے -

(۵) سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

معنی الفاظ :- بند : قید - عدو : دشمن - فراغ : فراغت، بےفکری -

تشریح :- مرزا اس شعر میں کہتے ہیں کہ ہم نے زندگی میں سو بار عشق کیا اور سو ہی بار اس سے

نجات پائی اس کی وجہ یہ تھی کہ دل جو ہے وہی فراغت اور بے فکری کا دشمن ہے۔ اگر سمجھدار ہوتے تو ایک دفعہ عشق کر کے دوبارہ نہ کرتے۔ مگر ہم دل کے ہاتھوں مجبور تھے اور تمام عمر اسی شغل میں لگے رہے۔ ایک عشق سے چھوٹے تو دوسرے عشق میں مبتلا ہو گئے۔

(۶) بے خون دل ہے چشم میں موج نگہ غبار یہ مے کدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

معنی الفاظ :- سراغ : قدم۔ خراب : اجاڑ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں جبتک آنکھ میں دل کا خون نہ ہو اس کی نگہ غبار کی مانند ہے گویا ایسی حالت میں وہ اس شراب خانہ سے ملتی جلتی ہے جس میں شراب نہ ہو جس کے بغیر مے خانہ بے معنی چیز ہو کر رہ جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہہ لیجئے ... کہ عاشق کی آنکھ کی رونق خون دل ہی سے ہے۔

ایک اور شعر میں غالب کہتے ہیں کہ ؎

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

(۷) باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

معنی الفاظ :- شگفتہ : کھلا۔ بساط : فرش۔ نشاط : خوشی، مسرت۔ خمکدہ : شراب خانہ۔ جہاں شراب کے مٹکے رکھے ہوتے ہیں۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ کھلا ہوا باغ اس کے سوا کیا ہے کہ تیری دل کی خوشی کی کیفیت کا ایک مظاہرہ ہے لیکن یہ ابر بہار جو ہے یہ کس کے دماغ کا مے کدہ ہے یعنی میرے دماغ کا۔ ابر بہار اپنے تاثر کے اعتبار سے مشابہت رکھتا ہے ان سرور آور خیالات سے جو میرے دماغ میں پرورش پاتے ہیں۔

غزل نمبر ۳۴

(۱) وہ میری چین جبیں سے غم پنہاں سمجھا راز مکتوب بہ بے ربطی عنواں سمجھا

معنی الفاظ :- چین : شکن، بل۔ جبیں : پیشانی۔ پنہاں : پوشیدہ۔ راز : بھید۔

مکتوب : خط ۔ بے ربطی : بدنظمی ۔ عنوان : سرخی، سرخط ۔

تشریح :۔ یہ بات عام طور پر یقین کی جاتی ہے اور کافی حد تک صحیح بھی ہے کہ دل کی کیفیت چہرہ پر نمایاں ہو جاتی ہے۔ غم و فکر کی صورت میں انسان کے چہرے پر پژمردگی کے ساتھ بل بھی پڑ جاتے ہیں۔ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے غالب کہتا ہے کہ میرے محبوب نے میرے اندرونی رنج و غم کا پتہ میری پیشانی کے بلوں سے اس طرح معلوم کر لیا جیسا کہ کسی خط کی بے ربط سرخی دیکھنے سے اس کے متن کی بدنظمی و بے ترتیبی کا اظہار ہو جاتا ہے۔ چہرے کے ساتھ پیشانی کا وہی تعلق ہے جو متن کا عنوان کے ساتھ ۔

(۲) یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

معنی الفاظ :۔ الف : حروف تہجی کا حرف ۔ تلوار کو صیقل کرتے وقت اس کا زنگ اتارنے کی ابتدا ایک نوکدار آلہ سے نشان لگا کر کی جاتی ہے جو الف "ا" کی شکل کا ہوتا ہے۔

بیش : زیادہ ۔ صیقل : صاف کرنا ۔ آئینہ : سینۂ شمشیر جسے صیقل کیا جاتا ہے۔

ہنوز : ابھی تک ۔ چاک کرنا : کھولنا، پھاڑنا ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ جب سے مجھے شعور آیا میں عشق کے زیر اثر گریبان چاک کرتا ہوں اور میری کوشش حصول معشوق برابر جاری ہے لیکن ابھی تک وہیں ہوں جہاں سے ابتدا کی تھی یعنی معشوق تا ہنوز مرا نہ ہوا۔

(۳) شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

معنی الفاظ :۔ شرح : تفصیل ۔ اسباب : سبب کی جمع بمعنی وجوہ ۔ گرفتاری : پکڑا جانا ۔ خاطر : طبیعت ۔ گرفتاری خاطر : دل تنگی، غمگینی، دل گرفتگی ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ میری غمگینی کی تفصیل نہ پوچھو میں تو بہت دل تنگ ہو گیا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا جیل خانے میں ہوں۔

(۴) بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرم خرام رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیراں سمجھا

معنی الفاظ :۔ بد : برا ۔ گمان : شک، بدگمانی، برے شکوک پیدا ہونا ۔ سرگرم : مصروف ۔ خرام : چلنا ۔ رخ : چہرہ ۔ عرق : پسینہ ۔ دیدہ : آنکھ ۔ حیران : متعجب، ہکا بکا، بھونچکا ۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ محبوب کے چلنے سے پسینے کے جو قطرے اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے ہیں انہیں دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ عشاق کی حیرت زدہ آنکھیں ہیں۔ ان برے خیالات کی وجہ سے میں نے اس کا چلنا پسند نہ کیا اور یہی بہتر خیال کیا کہ وہ بیٹھا رہے۔ رشک کی انتہا ہے۔

(۵) عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا نبض خس سے تپش شعلہ سوزاں سمجھا

معنی الفاظ :- عجز : انکسار۔ بدخو : سخت مزاج۔ نبض : ناڑ، وہ رگ جس کی حرکت سے طبیب مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ خس : تنکا۔ تپش : گرمی، پھونکنے کی صلاحیت۔ شعلہ : لو۔ سوزاں : جلانے والا۔

تشریح :- غالب نے گھاس پھوس کو آگ میں جلتا دیکھا اور اس کو محمول کیا گھاس کی بے کسی اور آگ کی گرم مزاجی پر اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بے کس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے جو آگ نے گھاس پھوس کے ساتھ کیا۔ اسی سلسلۂ فکر میں معاً اپنی بے چارگی اور انکساری سامنے آگئی اور چونکہ ان کو معشوق ہی سے واسطہ تھا اس لیے اس نتیجے پر پہنچے کہ میرے منکسر مزاج ہوتے ہوئے بلاشبہ معشوق کو تندخو ہونا چاہئے۔ اسی خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں
کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

(۶) سفر عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا

معنی الفاظ : ضعف : نقاہت، کمزوری۔ راحت : آرام۔ طلب کرنا : خواہش کرنا۔ راحت طلبی : آرام کرنا چاہا۔ شبستان : رات کو قیام کی جگہ، رین بسیرا۔

تشریح :- ہم نے عشق کے سفر میں آرام کرنا چاہا تو ہر قدم پر جو اپنا سایہ تھا اس کو رین بسیرا سمجھا۔ یہ کمزوری کی انتہا کا بیان ہے کہ ایک قدم بھی بغیر آرام کے نہیں چل سکتا تھا۔

(۷) تھا گریزاں مژۂ یار سے دل تا دم مرگ دفع پیکاں قضا اس قدر آساں سمجھا

معنی الفاظ :- گریزاں : بچتا ہوا، بھاگتا ہوا۔ مژہ : پلکیں۔ پیکاں : تیر۔ قضا : موت۔

تشریح : مرزا غالب اس شعر میں کم و بیش وہی خیال ظاہر کرتے ہیں جو حافظ نے اس مصرع میں

کہا ہے۔کہ "عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکل ہا" مرزا کہتے ہیں کہ محبوب کے تیر مژگاں سے میرا دل مرتے دم تک بچنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جس طرح موت سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ بھی معشوق کے تیر نظر کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ گویا عشق میں معشوق کے ناز و ادا سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا ایسا ہی لایعنی ہے جیسے کہ تیر قضا سے بچنے کی کوشش ۔

(۸) دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار اسدؔ غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

تشریح :۔ اس شعر میں غالب کلام الٰہی میں مسلمانوں کو اپنے عہد پورا کرنے کی جو ہدایت خداوند کریم نے کی ہے اور جس پر عمل کی مسلمان سے توقع کی جاتی ہے کی طرف اشارہ کرتا ہے یا ایّھا الّذین آمنوا اوفوا بالعقود : اور کہتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو مسلمان سمجھا تھا اور پاس عہد کی توقع رکھتا تھا۔یہ میری غلطی تھی مجھے ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا کہ میں نے کافر کو جسے پاس عہد کا کبھی خیال نہیں ہوتا مسلمان سمجھا۔ معشوق کو شعرا عام طور پر بت کافر کہتے ہیں اور یہاں لفظ "کافر" اور مسلمان سے غالب نے اپنے بیان کے اظہار میں پورا فائدہ اٹھایا۔

غزل نمبر ۲۵

(۱) پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا دل جگر تشنۂ فریاد آیا

معنی الفاظ :۔ دیدہ تر : آنسو بھری آنکھ ۔ تشنہ : پیاسا ۔ فریاد : فغاں ۔

تشریح :۔ غالب کے دل و جگر محبوب سے جدائی کے باعث آمادہ بہ فغاں ہیں اس حالت کو غالب دل و جگر کی تشنگی فریاد کہتے ہیں اور اس پیاس کو آنسوؤں ہی سے بجھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ دل و جگر فریاد کی پیاس لے کر آئے ۔ ان کی پیاس بجھانے کے لیے مجھے اپنے آنسوؤں سے ڈبڈباتی ہوئی آنکھ یاد آ گئی ۔یعنی اب میں فریاد نہ کروں گا بلکہ جی بھر کے چپکے چپکے رو دوں گا۔

(۲) دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز پھر ترا وقت سفر یاد آیا

معنی الفاظ :۔ ہنوز : ابھی تک ۔ قیامت : قیام سے مراد قیام تو۔ تیرا قیام۔

دم لینا : سانس لینا ، توقف کرنا ۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ابھی تمہارے قیام کو زیادہ وقفہ نہیں گزرا تھا کہ تمہاری روانگی کا خیال آگیا اور باعث پریشانی ہوا۔

(۳) سادگی ہائے تمنا یعنی پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا

معنی الفاظ :- سادگی : سیدھاپن۔ تمنا : آرزو۔ نیرنگ : مختلف، رنگوں والا۔

فریب نظر : جس کو دیکھ کر نظر دھوکہ کھا جائے۔ نیرنگ نظر : جو نظر کو مختلف طریق سے آسودہ کرتا ہو۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میری آرزوؤں کا بھولا پن تو دیکھو کہ وہ (معشوق) فریب نظر یاد آگیا اس شعر میں اپنی سادگی اور معشوق کی نیرنگی کا بیان کر کے وہ عشق میں اپنی محرومی کا اظہار کرتے ہیں۔

(۴) عذر واماندگی اے حسرت دل نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

معنی الفاظ :- عذر : بہانہ۔ واماندگی : عاجزی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے نالے نے عاجزی کا بہانہ کیا جبکہ میرے دل میں نالہ کرنے کی حسرت تھی ایسے موقع پر مجھے جگر یاد آیا کہ وہ ہمت افزائی کا باعث ہو سکتا تھا۔ لیکن جیسا کہ شعر سے اندازہ ہوتا ہے جگر صبر آزمائی کے نتیجے میں پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اس سے غالب کی انتہائی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے۔

(۵) زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی کیوں ترا راہ گزر یاد آیا

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ یہ زندگی تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتی لیکن تمہاری راہگذر کی یاد نے اسے دشوار بنا دیا۔

(۶) کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی گھر ترا خلد میں گر یاد آیا

معنی الفاظ :- رضواں : بہشت کا نگران فرشتہ۔ خلد : بہشت۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اگر بہشت میں مجھے تیرا گھر یاد آگیا تو رضواں کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت میں ہماری دل بستگی کا سامان مشکل ہے۔ جب تک کہ وہی ماحول نہ ہو جو تیرا اس دنیا میں ہے۔ اور یہی رضواں سے لڑائی کا باعث ہو سکتا ہے۔ غالب ایک اور

شعر میں کہتا ہے ؎

تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے
حورانِ خلد میں تیری صورت مگر ملے

ایک اور شعر ہے ؎

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تیری جلوہ گاہ ہو

(۷) آہ وہ جرأت فریاد کہاں دل سے تنگ آ کے جگر یاد آیا

تشریح :- غالب اظہار افسوس کرتے ہیں کہ دل میں اب جرأت فریاد نہیں رہی اور جگر کو یاد کرتے ہیں جو دل کی کمزوری میں ہمت افزائی کا سبب ہوتا مضمون تقریباً وہی ہے جو چوتھے شعر کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ چوتھے شعر میں حسرت دل کا اظہار اور اس میں جرأت دل کا فقدان بیان کرتے ہیں ۔

(۸) پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال دل گم گشتہ مگر یاد آیا

معنی الفاظ :- گم گشتہ : جو آوارگی میں گم ہو گیا ہو - مگر : شاید -

تشریح :- غالب اپنے تصور میں کوچہ یار میں گشت کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ کھویا ہوا دل شاید یاد آ گیا ہے - اس کی تلاش میں وہاں پہنچے ہیں کیونکہ دل کے ملنے کا امکان صرف کوچہ یار ہی میں ہو سکتا ہے ۔

(۹) کوئی ویرانی سی ویرانی ہے دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

تشریح :- غالب جوش جنوں میں جنگل میں نکل گئے اور جنگل کی ویرانی کو اپنے گھر سے ملتا جلتا دیکھا تو گھر کی ویرانی یاد آ گئی اور اک طرح کا اطمینان محسوس کیا - کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی کیونکہ دونوں جگہ ویرانی ہی تھی جس سے مانوس ہو چکے تھے - ایک دوسرے شعر میں ویرانی مشترک ہوتے ہوئے بھی دشت کی وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے گھر کے مقابلے میں آرام وہ محسوس کرتے ہیں اور گھر کو بھول جاتے ہیں، کہتے ہیں ؎

کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

(۱۰) میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ جب میں بچہ تھا تو میں نے مجنوں کے سر میں مارنے کے لیے پتھر اٹھایا تھا لیکن معاً مجھے خیال آیا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ یہی پتھر ہوں گے اور میرا سر ہوگا۔ یہ سمجھتے ہوئے میں نے مجنوں کے پتھر نہیں مارا۔ اور اپنا پیش رو سمجھ کر اس کے ساتھ ہمدردی کی۔

غزل نمبر ۳۶

(۱) ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

معنی الفاظ :- تاخیر : دیر۔ باعث : وجہ، سبب۔ عنا : باگ۔ عنا گیر : باگ پکڑنے والا، باگ پکڑے ہوئے یعنی آ رو کے ہوئے۔

تشریح :- غالبؔ کا معشوق دیر سے پہنچا اور اس کو غالبؔ رقیب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کوئی کا اشارہ اس کی طرف ہے اور کہتے ہیں کہ تمہیں میرے پاس آنے میں دیر ہوئی اس کا کچھ سبب ضرور تھا اور وہ یہ کہ آپ تو آتے تھے مگر کوئی آپ کو روکے ہوئے تھا۔

(۲) تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

معنی الفاظ :- شائبہ : آمیزش، ملاوٹ، دخل۔ خوبی : اچھائی، خوبصورتی، عمدگی یہاں خوبی کا لفظ طنزاً آیا ہے مراد بدقسمتی ہے۔ یعنی شومیٔ قسمت۔ تقدیر : قسمت۔

تشریح :- غالبؔ اپنی تباہی کو صرف معشوق کی جفا پر محمول نہیں کرتے اور اس لیے اس سے گلا کرنا بے جا خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری تباہی میں میری بدقسمتی کو زیادہ دخل تھا۔ اس لیے تم پر پوری ذمہ داری عائد نہیں ہوتی چنانچہ گلا بے جا ہے۔

(۳) تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

معنی الفاظ : فتراک : گھوڑے کی زین کا وہ حصہ جس پر سفر میں معمولی سامان یا شکار میں شکار کو باندھ لیتے ہیں، شکار بند۔ نخچیر : شکار۔

تشریح :- خیال ہے غالبؔ مدت کے بعد اپنے معشوق کو خط لکھ رہے ہیں اور گمان ہے کہ شاید وہ بھول گیا ہو۔ اس لیے اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے اپنے سابقہ تعلق کا اظہار کرتے

ہیں اور کہتے ہیں اے محبوب اگر تو مجھے بھول گیا ہو تو میں تیری یاد تازہ کرواتا ہوں کہ کبھی تیرے شکار بند میں کوئی شکار بھی بندھا تھا یعنی میں بھی کبھی تیرے گرفتاران الفت میں تھا۔

(۴) قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد ہاں کچھ اک رنج گراں باری زنجیر بھی تھا

معنی الفاظ :۔ وحشی : جنگلی جسے انسانوں سے وحشت ہوتی ہو۔ ترے وحشی سے مراد ہے تیرے عشق میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وحشت زدہ۔ رنج : تکلیف۔ گراں : زیادہ۔ قیمتی۔ بار : بوجھ۔ زنجیر : وہ زنجیر جو قیدی کے پاؤں میں ڈالی جاتی ہے۔

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے تیرے عشق میں مجنوں قرار دے کر جو قید میں ڈال دیا گیا ہے تو تیری زلف کی یاد مجھے قید میں بھی آتی ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ زلف کی گرفتاری میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لیکن قید خانے میں زنجیر کے بوجھل پن سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ زنجیر اور زلف کی مشابہت قابل لحاظ ہے۔

(۵) بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

معنی الفاظ :۔ لب تشنہ : وہ جس کے پیاس سے خشک ہونٹ ہوں، بہت پیاسا۔ تقریر : گفتگو، بات چیت۔

تشریح :۔ غالب کا معشوق سامنے آیا اور آناً فاناً ہی نکل گیا گویا بجلی کوند گئی۔ اس کیفیت کا اظہار مرزا اس شعر میں کرتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ایک بجلی کے کوند جانے سے یعنی تمہارے ایک لمحے کے دیدار سے جو بجلی کی چمک سے زیادہ دیرپا نہ تھا تسکین نہ ہوئی آخر کوئی بات تو کی ہوتی میں تمہاری گفتگو کا بھی (خواہشمند) پیاسا ہوں۔

(۶) یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعزیر بھی تھا

معنی الفاظ :۔ بگڑ بیٹھے : ناراض ہو جائے۔ لائق : مستوجب۔ تعزیر : سزا۔

تشریح :۔ غالب کا معشوق حضرت یوسفؑ سے زیادہ حسین ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں اگر اپنے محبوب کو یوسف ثانی کہوں اور وہ کچھ نہ کہے تو سمجھو خیر ہوئی ورنہ اگر وہ ایسا کہنے پر خفا ہو جائے تو بے جا نہیں میں ایسی جرأت کرنے پر سزا کا مستوجب ہوں۔

(۷) دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجہ ٹھنڈا نالہ کرتا تھا و لے طالب تاثیر بھی تھا

معنی الفاظ :- کلیجہ ٹھنڈا ہونا : دل خوش ہونا۔ نالہ : فریاد۔ طالب : آرزومند، چاہنے والا۔ تاثیر : اثر، خاصیت۔ غیر : رقیب۔

تشریح :- عموماً رقیب کو دیکھ کر کوفت اور رنج ہوتا ہے لیکن غالبؔ کو اپنے رقیب کو دیکھ کر بجائے کوفت کے خوش ہونے کا موقع مل گیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ (رقیب) معشوق کے فراق میں جو نالہ کرتا تھا وہ بے اثر تھا۔ غالبؔ کے لیے رقیب کی ناکامیابی سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔

(۸) پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام　　　ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

معنی الفاظ :- پیشہ : روزی کمانے کے لیے جو کام کیا جائے۔ نام رکھنا : اعتراض کرنا۔ آشفتہ : پریشان۔ آشفتہ سر : پریشان خیال مجازاً عاشق۔ جواں میر : بہادر سردار۔

تشریح :- غالبؔ کا نظریہ یہ ہے کہ عشق کے لیے کسی خاص پیشہ ور کی ضرورت نہیں۔ اس کا تعلق انسانیت سے ہے۔ ہر شخص اگر وہ عشق میں صادق ہے ادنےٰ سے ادنےٰ پیشہ بھی اس کی عظمت میں خلل نہیں ڈالتا۔ جس طرح پیغمبری کے لیے کسی خاندان، دولت اور ثروت کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے بڑے بڑے پیغمبر گزرے ہیں ان میں سے بیشتر کا دولت سے کوئی سروکار نہیں تھا اور انہیں اپنے اور دوسروں کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بالکل تامل نہیں تھا۔ رسول اکرمؐ سے زیادہ ہمارے لیے قابلِ تعظیم و تکریم کون ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی جوتیاں تک مرمّت کیں۔ معمولی لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت پتھر تک ڈھوئے۔ جنگ خندق کے وقت خندق کی کھدائی میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا اور ان افعال سے پیغمبری کی شان میں کوئی فرق نہ آیا۔ غالبؔ اس نظریے کا اظہار اس شعر میں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فرہاد جو کوہکنی کرتا تھا اس کو اس کے پیشے کا الزام مت دو اس نے پہاڑ سے جو نہر کھود کر شیریں کے محل تک پہنچا دی جو عشق صادق کا بیّن ثبوت ہے۔ اسے دیکھو۔ وہ تو ہم عاشقوں کے گروہ کا ایک بہادر سردار ہے۔

(۹) ہم بھی مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی　　　آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

معنی الفاظ :- شوخ : معشوق۔ ترکش : تیر رکھنے کا کیس۔

تشریح :- غالبؔ مرنے کی تمنا میں کھڑے ہیں لیکن معشوق پاس آنا پسند نہیں کرتا ایسی صورت

میں بھی غالب ایسی تجویز پیش کرتا ہے جس سے اس کے مرنے کی تمنا بھی پوری ہو جائے اور معشوق کا اس سے دور رہنے کا عہد بھی قائم رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مرنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ اگر وہ میرے پاس نہیں آنا چاہتا تو اس کے ترکش میں تیر تو موجود تھا اور وہ میرے مرنے کی خواہش کو دور ہی سے تیر مار کر پوری کر سکتا تھا۔

(۱۰) پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

تشریح :- غالب قیامت کے روز اپنی بریت کے لیے ایک عذر پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قیامت میں جو اعمال (اعمال نامہ) کا ریکارڈ پیش کیا جائے گا۔ وہ کراماً کاتبین کا مکمل کردہ ہوگا۔ اس کی صحت اس لیے مشتبہ ہے کہ نہ تو وہ ملزم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور نہ ایسے شخص کی موجودگی میں جو ملزم کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہو اس خیال کا اظہار غالب اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض فرشتوں کے لکھے جانے پر جو ہم پکڑے جاتے ہیں یہ بات انصافاً صحیح نہیں۔ کیونکہ ہمارے حقوق کی حفاظت کرنے والا اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔

(۱۱) ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب — کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

معنی الفاظ :- ریختہ : وہ زبان جس کی تعمیر میں مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہوں۔ مجازاً اردو (آجکل تو کوئی زبان بھی اصل صورت میں نہیں رہی)۔

تشریح :- غالب اس شعر میں جہاں اردو زبان میں اپنی استادی کا اظہار کرتے ہیں ساتھ ہی ساتھ میر تقی میر کی استادی کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب صرف تم ہی اردو کے شاعروں میں استاد نہیں ہو بلکہ گزرے ہوئے زمانے میں میرؔ بھی مشہور زمانہ تھے۔ غالبؔ ایک اور جگہ کہتے ہیں

غالبؔ اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخؔ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میرؔ نہیں

غزل نمبر ۳۷

(۱) لب خشک در تشنگی مردگان کا — زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا

معنی الفاظ :- تشنگی : پیاس - مردگاں : مردے - زیارت کدہ : زیارت گاہ، آستانہ۔ دل آزردہ : غمگین، ناکام عاشق۔

تشریح :۔ غالب آخر وقت میں اپنی حالت کا بیان ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ میری حالت وہ ہے جیسی کہ پیاس سے مرنے والوں کے خشک ہونٹوں کی اور اس وجہ سے ناکام عاشقوں اور نامراد لوگوں کے لیے زیارت گاہ ہوں۔ مجھے دیکھ کر وہ اپنے انجام پر غور کر سکتے ہیں جس طرح زندہ اشخاص قبرستان میں جا کر عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ایسی ہی حالت کی طرف مرزا ایک اور شعر میں توجہ دلاتے ہیں ؎

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو

(۲) ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

معنی الفاظ :۔ ہمہ : سرتاپا، سب۔ ناامیدی : مایوسی۔ بدگمانی : بدظنی، برے خیالات رکھنا۔ فریب : دھوکا۔ وفا : محبت۔ خوردگان دکھانے والے۔
فریب وفا خوردگان : وفا کا دھوکہ کھانے والے۔

تشریح :۔ پہلے شعر میں غالب اپنے آپ کو "درِ تشنگی مردگان کا لب خشک" بتاتے ہیں اور اس شعر میں "فریب وفا خوردگان کا دل" ظاہر کرتے ہیں اور اس دل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ سرتاپا ناامیدی اور بدگمانی ہے۔ آسان لفظوں میں یہ کہیے کہ جس طرح محبت کا فریب کھانے والوں کا دل مایوسی اور بدگمانی سے بھرپور ہوتا ہے۔ میری حالت ویسی ہی ہے۔ میری کوئی امید باقی نہیں اور بدگمانیاں کثرت سے ہیں۔

غزل نمبر ۳۸

(۱) تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اوروں پہ ہے وہ ظلم کی مجھ پر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :۔ ستمگر : ظالم۔

تشریح :۔ غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے ظالم تو تو کسی کا بھی نہیں ہوا تھا۔ تو نے جو ظلم مجھ پہ نہیں کیے وہ اوروں پر کر لیے تیرے ظلم سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

(۲) چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :- ماہ نخشب : ماہ، چاند۔ نخشب۔ مقام کا نام۔ ماہ نخشب۔ ترکستان کے حکیم مقنع کا کیمیائی اجزا سے تیار کردہ مصنوعی چاند تھا۔ جو سیام پہاڑ کے پیچھے سے طلوع ہوتا تھا اور بارہ میل میں اس کی روشنی ہوتی تھی۔ یہ چاند ایک کنوئیں میں غروب ہو کر دوسرے روز پھر اپنے اصلی مقام سے طلوع ہوتا تھا۔ یہ عمل متواتر چار ماہ تک ہوتا رہا۔ اس چاند کی اختراع پر ابن مقنع نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا جو کامیاب نہ ہو سکا اور بالآخر قتل کیا گیا تھا۔ دست : ہاتھ۔ قضا و قدر : قدرت الہٰی، تقدیر۔ خورشید : سورج۔ ہنوز : ابھی۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنے محبوب کے حسن کو سورج کے مقابلے میں فوقیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح حکیم ابن مقنع نے قدرتی چاند کے مقابلے میں مصنوعی چاند بنا کر چھوڑا تھا جس کی روشنی بمقابلہ اصل چاند محدود تھی اور مدت قیام بھی عارضی بالکل اسی طرح قدرت کا بنایا ہوا سورج فضا میں نامکمل نمودار ہو گیا۔ جو میرے محبوب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

(۳) توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :- توفیق : خدا تعالیٰ کا بندے کی خواہش کے مطابق نیک اسباب بہم پہنچانا۔ ہدایت، رہنمائی۔ ازل : شروع، آغاز۔

تشریح :- غالب نے اس شعر میں ایک نہایت ہی حکیمانہ نکتہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان کی کامیابی اس کی ہمت پر منحصر ہے۔ قدرت کا شروع سے یہ دستور رہا ہے کہ جو ہمت کرے اس کی کامیابی کے اسباب قدرت خود مہیا کرتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ "ہمت کا حامی خدا ہے" اس کا ثبوت دوسرے مصرع میں غالب یہ دیتے ہیں کہ دیکھو ابر کا ایک قطرہ سمندر میں بہتی ہوئی سیپی میں گرا اور موتی بن گیا۔ دوسرا قطرہ زمین میں جذب ہوا اور انسانی غذا کی پیدائش کا موجب بنا جو انسان کے جسم میں جا کر اس کے آنسو میں تبدیل ہو گیا۔ اس قطرے نے جو زمین میں جذب ہوا ہمت کا ثبوت دیا اور اپنے آپ کو قربان کیا اور انسان کی آنکھ میں جگہ پائی اس قطرہ (وہ قطرہ) نے جو سیپی میں گرا آسان راستہ اختیار کیا اور انسان کے ساتھ اس کا تعلق محض بیرونی رہا۔

اس کو وہ (حیثیت) درجہ حاصل نہ ہو سکا جو آنکھ کے آنسو کو ملا۔ یہ اشک ندامت ہو یا اس درد کا نتیجہ جو عشق سے دل میں پیدا ہو۔ دونوں صورتوں میں اس کا احترام محتاج تحریر نہیں اگر اشک ندامت ہے تو خداوند کریم ان کو موتی سمجھ کے خود چن لیتا ہے اسی مضمون کو اقبال ایک جگہ بیان کرتے ہیں ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

اور اگر وہ اظہار درد و کرب ہے تو محبوب کے دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۴) جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم — میں معتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :۔ عالم : کیفیت، حالت۔ معتقد : اعتقاد رکھنے والا۔ فتنہ محشر : ابتری اضطراب، بے چینی، ہنگامہ۔

تشریح :۔ غالب کہتا ہے کہ جب تک کہ میں نے اپنے سرو قد محبوب کو نہیں دیکھا تھا اس وقت تک مجھے قیامت کے دن جو اضطراب اور بے چینی ہوگی اس کا یقین نہیں آتا تھا کیوں کہ اس کے دیکھنے سے جو کیفیت میرے قلب کی ہوئی اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے قیامت کے دن دلوں کی جو کیفیت ہوگی اور اس کا جو بیان سنا تھا اس کی صحت میں شبہ نہ رہا۔ اس میں غالب نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ محشر کے دن معشوق ازلی کا دیدار ہوگا۔ اور اس وقت دل کی کیفیت وہی ہو سکتی ہے جو قیامت کے دن ہونا بتائی گئی ہے۔

(۵) میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں — یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :۔ سادہ دل : سادہ لوح، بھولا بھالا۔ آزردگی : ناراضگی، خوشی کا مخالف۔

تشریح :۔ معشوق کی ناراضگی وجہ خوشی نہیں ہوتی بلکہ تکلیف دہ ہوتی ہے لیکن غالب اس پر اس لیے خوش ہیں کہ ان کو اپنی داستان عشق کے سامنے (اظہار محبت کرنے) کا دوبارہ موقع ملے گا۔ اور اپنی اس حرکت کو اپنی سادہ دلی پر محمول کرتے ہیں چونکہ قصہ محبت دوبارہ سنانے سے معشوق کا راضی ہو جانا یقینی نہیں۔

(۶) دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک — میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :- دریا : سمندر۔ معاصی : معصیت کی جمع بمعنی گناہ۔ تنک : قلیل۔ تنک آبی : پانی کی قلت۔ سر دامن : دامن کا پلو۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ گناہوں کے دریا میں اتنا تھوڑا پانی تھا کہ میرا دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا کہ وہ خشک بھی ہو گیا۔ تر دامنی اسی لیے گنہگاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دنیا کے تمام گناہ کرنے کے بعد بھی غالب کے دل میں مزید گناہ کرنے کی حسرت باقی ہے ۔

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد

یارب یہ اگر کردہ گناہوں کی سزا ہے

(۷) جاری تھی اسدؔ داغ جگر سے مرے تحصیل آتش کدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

معنی الفاظ :- تحصیل : محصول حاصل کرنا، خراج ۔ آتشکدہ : وہ جگہ جہاں آتش پرست ہمیشہ آگ روشن رکھتے ہیں۔ جاگیر : وہ اراضی جو حکومت کی طرف سے کسی خدمت کے صلے میں ملے۔ مجازاً ہر وہ چیز جس میں قابض کو بلا شرکت غیرے حق حاصل ہو۔ سمندر : (مفروضہ) ایک بڑے چوہے کی طرح کا جانور جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور اس میں پرورش پاتا ہے اس کے لیے آگ ایسی ہی ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے داغ جگر کی مسلسل سوزش کا اظہار کرتے ہیں اور اسے آتشکدے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے داغ جگر سے سوز سخن گوئی تواتر کے ساتھ ملتا ہے جو میری زندگی کا باعث ہے جس طرح آتش کدے کی آگ سمندر کے وجود کے لیے ضروری ہے میں بھی اس وقت تک زندہ ہوں جس وقت تک میرے داغ جگر میں حرارت باقی ہے اور میں اس خصوصیت میں شریک سمندر ہوں۔ تنہا سمندر ہی نہیں جس کو غذا آگ سے ملتی ہے ۔

غزل نمبر ۳۹

(۱) شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا رشتہ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

معنی الفاظ :- مجلس : محفل ۔ مجلس فروز : مجلس کو روشن کرنے والا، شریک محفل۔ خلوت : تنہائی ۔ ناموس : عزت ، عصمت ، عفت ۔ رشتہ : دھاگہ۔ رشتہ شمع :

دھاگہ جو موم بتی کے اندر ہوتا ہے۔ خار: کانٹا۔ کسوت: لباس۔ فانوس: شیشے کی ہانڈی جس میں شمع جلاتے ہیں۔ ایک قسم کی قندیل۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی مجلس خلوت میں موجودگی کو فانوس میں شمع کے ہونے سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ میرے محبوب کی موجودگی سے مجلس خلوت کی رونق فانوس کے لیے قابل رشک ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ رات کے وقت جبکہ میرا محبوب فروز خلوت تھا تو جس فانوس میں موم بتی جل رہی تھی۔ اس فانوس میں بہ وجہ رشک موم بتی کا دھاگہ اسی طرح کھٹکتا تھا جس طرح کسی کے کپڑے میں کانٹا الجھا ہوا ہو اور وہ جسم میں خلش پیدا کرے۔ معشوق کے چہرہ اور شمع کی رقابت کا بیان ایک اور جگہ کیا ہے۔

"رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع"

(۲) مشہد عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا　　کس قدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا

معنی الفاظ:۔ مشہد: شہید ہونے کی جگہ، شہادت گاہ۔ ہلاک: فنا شدہ۔ حسرت: ارمان۔ پابوس: پاؤں چومنا۔ حنا: مہندی۔

تشریح:۔ غالب نے کسی عاشق کی شہادت گاہ کے دور دور مہندی کے کھیت دیکھے غالباً دہلی کے قریب فرید آباد میں جہاں کی مہندی مشہور ہے۔ غالب اس کو عاشق کی مرتے وقت تک محبوب کے پاؤں چومنے کے ارمان کی طرف محمول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عاشق کی شہادت گاہ کے کوسوں دور تک جو حنا اگتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس قدر محبوب کے پاؤں چومنے کا مشتاق تھا۔ مہندی اکثر ہاتھ اور پاؤں پر لگائی جاتی ہے۔

(۳) حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو　　دل بہ دل پیوستہ گویا اک لب افسوس تھا

معنی الفاظ:۔ حاصل: نتیجہ۔ الفت: عشق، محبت۔ شکست: ٹوٹنا۔ جز: سوا۔ آرزو: تمنا۔ پیوستہ: لگا ہوا، چمٹا ہوا، چسپاں۔ لب: ہونٹ۔ افسوس: کلمۂ تاسف، پچھتاوا۔

تشریح:۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے The course of true lover ever run smooth. (عشق صادق کی راہ کبھی ہموار نہیں ہوتی)

غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ محبت کا نتیجہ تمناؤں کے خون کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ ایک دل کا دوسرے دل سے ملنا گویا ایسا ہی ہے جیساکہ لفظ "افسوس" کہتے ہوئے دونوں لب ملتے ہیں اس طرح دو دلوں کے ملنے سے شکست آرزو ہوتی ہے۔

(۴) کیا کہوں بیماری غم کی فراغت کا بیان   جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا

معنی الفاظ :- فراغت : آسانی، سہولت۔ بیماری غم : مرض عشق۔ بے منت : بلا احسان۔ کیموس : معدے میں دوسرا ہضم، جبکہ غذا رقیق ہو جاتی ہے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ رنج کے دکھ یعنی مرض عشق میں مجھے کتنی آسانی ہو گئی کہ غذا کے طور پر خون دل کھایا جس کے لیے کیموس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ رقیق غذا تیار مل گئی اور میں اس بار منت سے بچ گیا۔ مرزا بار احسان اٹھانے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں اور مختلف طریق پر اپنے اشعار میں اس کا اظہار کیا ہے ؎

درد منت کش دوا نہ ہوا   میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

ایک اور جگہ کہا ہے۔

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم   اے خانماں خراب نہ احسان اٹھائیے

غزل نمبر ۴

(۱) آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے   صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

معنی الفاظ :- منہ لے کے رہنا : شرمندہ ہونا۔ صاحب : معشوق۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کا انتہائی حسین ہونا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا محبوب کہتا تھا کہ میں کبھی کسی کو دل نہیں دوں گا لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ آئینہ دیکھ کر خود اپنے اوپر عاشق ہو گیا اور اس طرح وہ تمام شیخی کرکری ہو گئی جو دل نہ دینے کے لیے مارتا تھا۔

(۲) قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریئے   اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا

معنی الفاظ :- قاصد : پیغام لیجانے والا۔ گردن مارنا : قتل کرنا۔ خطا : قصور۔

تشریح :- غالب کا محبوب اس شخص کو جو غالب کا پیغام لے کر اس کے پاس گیا تھا قتل

کرنے لگا۔ غالب کہتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ سے قتل ہونے کی تمنا تو میرے دل میں تھی۔ قاصد کی گردن نہ مار یئے اس کا قصور نہیں جو خطا اس نے کی ہے اس کا ذمہ دار میں ہوں میری گردن مار یئے۔

غزل نمبر ۱۴۱

(۱) عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

معنی الفاظ :۔ عرض کرنا : گزارش کرنا، اظہار۔ نیاز : احتیاج، خواہش۔ ناز : ادا، فخر، غرور۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب غم روزگار کی انتہا کے باعث اپنے غم عشق کے متحمل نہ ہوسکنے کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کیفیت یہ ہے کہ میں اپنے عشق کے متعلق معشوق سے کچھ بیان کرنے کے قابل نہیں رہا۔ کیونکہ وہ دل جس پہ میں فخر کرتا تھا اس کی اب وہ حالت نہیں رہی۔

(۲) جاتا ہوں داغ حسرت ہستی لیے ہوئے ہوں شمع کشتہ در خور محفل نہیں رہا

معنی الفاظ :۔ داغ حسرت ہستی : جینے کی آرزو کا داغ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں جس قسم کی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا نہیں کر سکا اور میری حالت ویسی ہی ہے جیسی بجھی ہوئی موم بتی کی جو اپنے ماحول کو روشن کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اس لیے محفل میں رکھے جانے کی اہل بھی نہیں سمجھی گئی۔ چنانچہ میں بھی یہی داغ لیے دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں کہ میں جینے کے قابل نہیں رہا۔ داغ دل اور شمع کے جلتے ہوئے حصہ کی مماثلت قابل غور ہے۔

(۳) مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں شایان دست و بازوے قاتل نہیں رہا

معنی الفاظ :۔ شایان : قابل۔ دست و بازو : دست۔ پنجہ : طاقت، بازو : معاون، قوت، استعداد۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنی انتہائی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب محبوب کے ہاتھ سے قتل ہونے کی تمنا مت کر کوئی اور تدبیر مرنے کی سوچ کیونکہ تجھ جیسے نحیف اور کمزور

اس کے قوی ہاتھوں کی ضرب کے قابل نہیں۔

(۴) بر روئے شش جہت در آئینہ باز　　یاں اعتبار ناقص و کامل نہیں رہا۔

معنی الفاظ :- رو : چہرا۔ شش : چھ۔ جہت : سمت، طرف۔ یاں : اس دنیا میں۔ کامل : پورا۔ ناقص : نامکمل، نقص لیے ہوئے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ فطرت نے اس دنیا کی ہر چیز کو مثل آئینہ بنایا ہے اور اس میں ہر شخص بلا تخصیص اپنی ذہنیت کے مطابق خدوخال دیکھتا ہے یعنی ہر چیز کو اچھا یا بُرا اپنے خیال کے مطابق پاتا ہے اس میں افلاطونی نظریہ کہ کائناتی چیزیں انسانی تصور کی پیداوار ہیں ورنہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں کارفرما نظر آتا ہے۔

(۵) وا کر دیے ہیں شوق نے بند نقاب حسن　　غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

معنی الفاظ :- وا کردن : کھولنا۔ شوق : عشق، محبت۔ بند : فیتہ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں میرے جذبہ عشق کے زیر اثر معشوق نے نقاب اٹھا کر رونمائی تو کر دی لیکن اس کے پوری طرح نظر بھر کر دیکھنے میں خود نگاہ حائل ہے یعنی باوجود معشوق کے سامنے آجانے کے میں اسے دیکھ نہیں پایا چونکہ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ایسا ہی خیال ایک اور جگہ بیان کیا ہے ؎

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

ان دونوں اشعار میں نگاہ نے نقاب کا کام کیا ہے۔

(۶) گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار　　لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

معنی الفاظ :- رہین : گرو، مبتلا۔ ستم ہائے : ستم کی جمع بمعنی ظلم۔ روزگار : زمانہ

تشریح :- غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگرچہ میں دنیا بھر کی مصیبتوں میں مبتلا رہا لیکن تیری یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہا۔

(۷) دل سے ہوائے کشت وفا مٹ گئی کہ واں　　حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا

معنی الفاظ :- ہوا : خواہش۔ کشت : کھیتی۔ وفا : محبت۔ حاصل : پیداوار، آمدنی۔

نتیجہ : انجام۔

تشریح :۔ غالب اپنی انتہائی مایوسی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ اب میری یہ خواہش کہ محبت کی کھیتی بار آور ہو بالکل مٹ گئی۔ اب تو حسرت پیداوار آمدنی کی صورت اختیار کر گئی یعنی اب تمناؤں کی بجائے تمناؤں کی حسرتیں باقی رہ گئی ہیں۔

(۸) بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسدؔ جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

معنی الفاظ :۔ بیداد : ظلم۔

تشریح :۔ غالب اس مقطع میں بھی عشق کے مظالم برداشت کرنے کی طاقت نہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں معشوق کی جفاؤں سے ڈرتا نہیں لیکن مصیبت تو یہ ہو گئی کہ میرا دل جوان کے برداشت کرنے پہ مجھے تیار رکھتا تھا اب وہ دل نہیں رہا۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

لگد کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

غزل نمبر ۴۲

(۱) رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

معنی الفاظ :۔ رشک : رقابت۔ وہ جذبہ جس کے تحت انسان چاہتا ہے کہ وہ دوسروں سے سبقت لے جائے۔ غیر : رقیب۔ اخلاص : خلوص، سچی دوستی۔ حیف : افسوس۔ بے مہر : بے مروت۔ آشنا : دوست۔

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کے رقیب کے ساتھ برتاؤ کو دیکھ کر اول جذبہ رقابت کے تحت کہتے ہیں کہ اس کا یہ مخلصانہ برتاؤ قابل افسوس ہے اور مجھ پہ ایک طرح کا ستم لیکن ساتھ ہی اپنے تجربے کی بنا پہ کہ محبوب بے مروت ہے۔ جب سوچتے ہیں تو عقل مشورہ دیتی ہے کہ وہ بے مروت تو کسی کا بھی دوست نہیں تو افسوس کیوں کرتا ہے۔ ایک اور شعر میں غالب کہتا ہے ؎

جو منکرِ وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے
کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں

اسی خیال کو ایک اور شعر میں یوں بیان کرتے ہیں ؎

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر نہ ہوا تھا

(۲) ذرہ ذرہ ساغرِ مے خانۂ نیرنگ ہے
گردشِ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا

معنی الفاظ :- ساغر : جام، پیالہ - نیرنگ : شعبدہ، فریب۔ گردش : چکر لگانا۔ مے خانہ : شراب خانہ۔ چشمک : آنکھ کا اشارہ۔ مے خانۂ نیرنگ : فطرت کا مسحور کن کارخانہ۔

تشریح :- غالب اس دنیا میں جب اپنے اردگرد اور دور و نزدیک کی چیزوں پر غور کرتے ہیں۔ تو حیران اور مسحور کرنے والی پاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ سب کچھ ایک نظم و ضبط کے تحت کسی مدبر کی ہدایت کے مطابق ہوتا دیکھتے ہیں اپنی اس ذہنی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مے خانۂ نیرنگ (کارگاہِ ہستی) میں ایک ایک ذرہ جامِ شراب کی حیثیت رکھتا ہے اور ساقیِ ازلی کی منشا کے مطابق گردش میں ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ مجنوں لیلیٰ کی آنکھ کے اشاروں کو خوب سمجھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کائنات کا ذرّہ ذرّہ ذاتِ باری تعالیٰ کا عاشق ہے اور اس کے اشاروں پر چلتا ہے جیسا کہ مجنوں لیلیٰ کی آنکھ کے اشارہ پر۔

(۳) شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

معنی الفاظ :- شوق : عشق۔ ساماں طراز : سامان مہیا کرنے والا۔ نازش : فخر۔ اربابِ عجز : منکر المزاج لوگ، کم مایہ۔ دستگاہ : قدرت رکھنے والا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب عشق کی کارفرمائی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عشق ہی ہے جو کم مایہ لوگوں کو ایسے کام کرنے پر ابھارتا ہے کہ جو اُن کے لیے قابلِ فخر ہوں اور اس کے انجام دینے کے لیے سامان بھی مہیا کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ ذرہ ہیں تو ان میں صحرا کی وسعت و قدرت آجاتی ہے اور اگر وہ قطرہ ہیں تو ان میں دریائی روانی اور تندی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

معنی الفاظ:- آفت کا ٹکڑا: مصیبت کا پتلا۔ وحشی: جو انسانوں سے مانوس نہ ہو۔ عافیت: خیریت، امن چین۔ آوارگی: سرگردانی۔

تشریح:- اس شعر میں غالب اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ مجھے جو دل ملا ہے وہ ایک مصیبت کا پتلا اور انسانوں سے نامانوس دل ہے اور ایسا ہونے کی وجہ سے وہ امن چین کا دشمن اور سرگردانی کا دوست ہے۔ دوسرے الفاظ میں مجھے اپنے دل کی وجہ سے مطلق چین نصیب نہیں۔

(۵) شکوہ سنج رشک ہم دیگر نہ رہنا چاہیے میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

معنی الفاظ:- شکوہ سنج: شکوہ کرنے والا۔ ہم دیگر: ایک دوسرے سے، باہم۔ مونس: غمخوار، محبت کرنے والا۔

تشریح:- غالب کا معشوق آئینہ سامنے رکھتے ہوئے آرائش میں مصروف ہے اور غالب اس کی ملاقات سے محروم اپنے زانو کی طرف (سر جھکائے) دیکھ رہا ہے ان دونوں حالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غالب اپنے معشوق سے کہتے ہیں کہ ہمیں ایک دوسرے سے شکایت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر آئینہ تیرا آشنا ہے تو میرا زانو میرا مونس ہے۔ دوست سے نہ تو ہی محروم ہے اور نہ میں ہی۔

(۶) ربط یک شیرازہ وحشت ہیں اجزائے بہار سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل ناآشنا

معنی الفاظ:- ربط: تعلق، رشتہ، بندش، میل ملاپ۔ وحشت: آوارگی۔ شیرازہ: وہ دھاگہ جس سے کتاب کے اوراق کو یکجا باندھا جاتا ہے۔ بیگانہ: ناآشنا۔ صبا: پُروا ہوا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب بہار کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف چیزوں کا مجموعہ ہے اور نام ہے سبزہ صبا اور پھولوں کے وقت اکٹھے ہو جانے کا۔

(۷) کوہ کن نقاش یک تمثال شیریں تھا اسد سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

معنی الفاظ:- کوہکن: پہاڑ کو کھودنے والا، (فرہاد) سنگتراش۔ نقاش: مصور، تصویر بنانے والا۔ تمثال: تصویر۔ آشنا: دوست (شیریں)

تشریح:- غالب اس شعر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فرہاد جو شیریں کی ایک تصویر بنانا چاہتا تھا اس میں پوری طرح کامیاب نہ ہوا تو سر پتھر پہ دے مارا۔ لیکن کہیں پتھر پہ سر مارنے سے بھی شیریں کی تصویر بن سکتی تھی اسے چاہیے تھا کہ اپنے تصور میں شیریں کا پورا نقشہ کھینچتا اور پھر کوشش کرتا

اس کی ناکامی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے ذہن میں شیریں کی تصویر مکمل نہ تھی۔

غزل نمبر ۴۴

(۱) ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا — بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

معنی الفاظ:- پری وش: پری چہرہ۔ رازداں: ہمراز، دوست۔

تشریح:- غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کی خوبیوں کا جو بیان کیا ہے وہ ایسے طریقے پر تھا کہ جو میرا دوست تھا وہ اسے سن کر میرا رقیب بن گیا یعنی میں نے اپنے محبوب کے حسن کی تعریف اس انداز میں کی کہ میرا ہمراز بھی اس کا عاشق ہو گیا۔

(۲) مے وہ کیوں بہت پیتے بزم غیر میں یارب — آج ہی ہوا منظور ان کو امتحاں اپنا

تشریح:- غالب بزم غیر میں اپنے محبوب کی زیادہ مے نوشی کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ یہ آزمانے لگا کہ میں کتنی شراب پی سکتا ہوں اور ساتھ ہی یہ افسوس بھی کرتے ہیں کہ امتحان بھی کرنا تھا تو بزم غیر ہی میں۔

(۳) منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے — عرش سے ادھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

معنی الفاظ:- منظر: نظارہ، حد نگاہ۔ عرش: تخت، وہ مقام جہاں خدا مقیم ہے۔

تشریح:- غالب موجودہ نظام ہستی میں اپنے مقام سے مطمئن نہیں ہیں اور ارمان رکھتے ہیں کہ اگر میرے رہنے کی جگہ عرش سے پرے ہوتی تو میری حد نظر اس سے بھی اوپر جاتی۔ اس سے ان کا یہ نظریہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان کی فضا لامتناہی ہے جتنے بھی بلند ہوتے جائیں اتنا ہی حد نظر بلند تر ہوتی جائے گی۔

(۴) دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے — بارے آشنا نکلا ان کا پاسباں اپنا

معنی الفاظ:- پاسباں: چوکیدار، دربان۔

تشریح:- غالب در یار پر اپنی تذلیل یقینی سمجھتے ہیں لیکن اتفاق سے محبوب کے گھر کا دربان ان کا جاننے والا نکل آیا ہے۔ یہ حالات ہوتے ہوئے غالب کہتے ہیں کہ چونکہ محبوب کا دربان ہمارا واقف ہے اس لیے وہ ہماری جتنی بھی توہین کرے گا ہم اسے ہنسی میں ٹالیں گے اور قرب یار

حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۵) دردِ دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں   انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

معنی الفاظ: فگار: زخمی۔ خونچکاں: خون ٹپکتا ہوا۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ داستان دردِ دل طویل ہے اسے کب تک لکھوں۔ آسان طریقہ اظہار یہ ہے کہ جا کر اسے اپنی زخمی انگلیاں اور قلم سے ٹپکتا ہوا خون دکھلا دوں۔ چونکہ یہ کیفیت حالِ دل لکھتے لکھتے ہو گئی ہے۔

(۶) گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا   ننگِ سجدہ سے میرے سنگِ آستان اپنا

معنی الفاظ:۔ عبث: بے کار۔ ننگ: شرم، غیرت۔ سنگ: پتھر۔ آستان: دہلیز۔

تشریح:۔ غالب نے درِ یار پر سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ محبوب کو یہ بات ناگوار گزری کہ ان کی دہلیز کے پتھر پر غالب سر رگڑے اور اس نے پتھر بدلوا دیا۔

غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میری کثرتِ سجدہ سے وہ پتھر خود ہی گھس جاتا آپ نے میرے دہلیز پر سجدہ کرنے کو باعثِ شرم محسوس کرتے ہوئے پتھر کیوں تبدیل کر دیا۔

(۷) تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو   دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا

معنی الفاظ:۔ غمازی: چغلخوری۔ ہم زباں: ہم نوا۔ شریک۔

تشریح:۔ وہ نہایت ہی خوش قسمت عاشق ہو گا جس کو معشوق سے کوئی شکایت نہ ہو کم از کم غالب وہ نہیں تھے ان کو معشوق سے شکایت تھی رقیب سے ملاقات ہو گئی تو وہ غالب کی برائی نہ کر سکے۔

(۸) ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے   بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

تشریح:۔ غالب کے زمانے میں اور اب بھی کافی حد تک یہ خیال ہے کہ انسانوں کی قسمتیں سیاروں کی گردش سے وابستہ ہیں۔ آسمان سیاروں کی مجموعی طور پر نمائندگی کرتا ہے اور یہ بھی خیال اس زمانے میں تھا کہ بیشتر عقلمند اور ہنر مند لوگ مصائب میں مبتلا رہے ہیں۔ غالب اپنے آپ کو مصائب کا شکار دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم کون سے دانا تھے یا کس ہنر میں ماہر تھے جو ہم مصیبتوں میں مبتلا کیے گئے۔ یعنی نہ میں دانا ہوں نہ کسی ہنر میں یکتا ہوں۔ مگر درحقیقت

غالب اپنے مصائب کی وجہ اپنی دانائی اور سخن سنجی میں یکتائی ہی کو خیال کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۴۴

(۱) سرمہ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی بلا معاوضہ خدمات پیش کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا حق خدمت تو یہی ہے کہ آپ اس کی قدر کریں۔ یہ طبقہ امرا کی خصوصیت ہے۔

(۲) رخصت نالہ مجھے دے کے مبادا ظالم تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہاں میرا

معنی الفاظ :- رخصت : اجازت۔ نالہ : فغاں، فریاد۔ مبادا : ایسا نہ ہو۔ ظالم : ظلم کرنے والا۔ غم پنہاں : وہ پوشیدہ غم جس کا اظہار نہ ہوا ہو۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو مجھے آہ و فغاں کرنے کی اجازت دے ایسا نہ ہو کہ میں سوز دروں کے باعث جل کر ختم ہو جاؤں اور پھر میرے سوگ میں غم کے آثار تیرے چہرے سے نمایاں ہوں کیونکہ آہ و فغاں کرنے سے دل کا غبار نکل جائے گا۔

اسی خیال کو غالب ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں ؎

دل میرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا

غزل نمبر ۴۵

(۱) غافل بہ وہم ناز خود آرا ہے ورنہ یاں بے شانۂ صبا نہیں طرہ گیاہ کا

معنی الفاظ :- غافل : بے خبر۔ وہم : خیال، جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ خود آرا : اپنا بناؤ سنگھار۔ یاں : اس دنیا میں۔ شانہ : کنگھا۔ طرہ : کلغی، زلف کا بل۔ گیاہ : گھاس۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ بے خبر ناز کرنے کے خیال سے اپنی آرائش کر رہا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اس دنیا میں ہر چیز کی آرائش فطرت خود کرتی ہے۔ دیکھتا نہیں کہ گھاس کی زلفوں میں صبا کس طرح کنگھا کرتی ہے۔ حافظ نے ایک جگہ کہا ہے ؎

بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
(ظاہری آرائش کی حسن خداداد کو ضرورت نہیں)

(۲) بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ صید ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

معنی الفاظ:۔ بزم: مجلس۔ قدح: شراب کا پیالہ۔ بزم قدح: مجلس مے نوشی۔ عیش: چین، سکون۔ تمنا: آرزو۔ صید: شکار۔ دام: جال۔ جستہ: کود کر نکلنے والا۔ دام گاہ: شکار گاہ، جہاں جال پھیلا ہوا ہو۔ رنگ: عیش، آسودگی۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ شراب کی محفل میں چین اور سکون کی آرزو مت کر آسودگی تو اس محفل میں ایسی مفقود ہے جیسا کہ جال میں سے نکل جانے والا شکار ہوتا ہے کہ تم اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو لیکن وہ دام سے نکل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب نوشی کا انجام بخیر نہیں۔ جس غرض کے لیے تم شراب پیتے ہو وہ حاصل نہیں ہوتی۔ اس شعر میں غالب نہایت لطیف پیرائے میں شراب نوشی سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہیں اور اس کی صحت میں شک بھی نہیں کیونکہ یہ ان کے تجربے پر مبنی ہے۔

(۳) رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

معنی الفاظ:۔ رحمت: رحمت خداوند کریم، خدا تعالیٰ کی مہربانی کا جذبہ۔

تشریح:۔ مرزا کہتے ہیں کہ خداوند کریم کی مہربانی سے یہ دور نہیں کہ وہ ہمیں اس ندامت کے سبب سے جو عذر گناہ کرتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔ معاف کر دے۔

(۴) مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے پُرگل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

معنی الفاظ:۔ مقتل: قتل گاہ۔ نشاط: شوق خوشی۔ پرگل: پھولوں سے بھرا ہوا۔ خیال زخم: زخم کے خیال سے۔ زخم گھاؤ پھول سے زخم کو مشابہت دی ہے۔ دامن: پلو۔ نگاہ: نظر۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں اپنی قتل گاہ کی طرف ایسے جا رہا ہوں جیسے کوئی باغ کی سیر کو جا رہا ہو۔ کیونکہ میری نگاہ کے دامن کو زخم کے خیال نے پھولوں سے بھرا ہوا بنا دیا ہے

(۵) جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسدؔ پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

معنی الفاظ :- جان : روح ۔ در ہوا : آرزومند۔ نگہ گرم : تیز نگاہ، قہر آلود نگاہ۔ پروانہ : پتنگا۔ وکیل : کارساز، پیروکار۔ دادخواہ : فریادی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اے اسد میری جان محبوب کی قہر آلود نظر کی آرزومند ہے اور اس معاملے میں پروانہ میرا پیروکار ہے یعنی وہ میری اس خواہش کو حق بجانب سمجھتا ہے۔ اور خود شمع کی لو پر جان دے کر اس کی تصدیق کر دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اے محبوب ایک نگاہ کرم کر تا کہ میں پروانہ وار جل کر مر جاؤں۔

غزل نمبر ۴۶

(۱) جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا　　کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا

معنی الفاظ :- جور : ظلم، زیادتی۔

تشریح :- غالب کے معشوق نے ظلم کرنے سے پرہیز کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں شرمندہ ہوں تجھے کیا منہ دکھاؤں۔ غالب محبوب کے اس فعل کو مزید ظلم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا محبوب ظلم سے باز آیا تو کیا باز آیا جب اس نے خود کو منہ دکھانے کے نا قابل ہونے کا اظہار کیا۔ جو کہ ظلم اندر ظلم ہے۔ چونکہ دیدار سے محروم کر دیا۔

(۲) رات دن گردش میں ہیں سات آسمان　　ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

تشریح :- جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ غالب کے زمانے میں بالخصوص اور آج بھی کافی حد تک یہ خیال ہے کہ انسانوں کی زندگی میں خوشی اور رنج ستاروں کی گردش کے تابع ہیں اسی خیال کے تحت غالب کہتے ہیں کہ سات آسمان تو دن رات گردش کرتے ہی رہتے ہیں جو کچھ ہونا ہوگا ہو رہے گا۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے دو پہلو نکلتے ہیں ایک تو یہ کہ ہماری خوشی اور رنج اپنے اختیار میں نہیں جو قسمت میں ہے ہو کر رہے گا اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں دوسرا یہ کہ آسمان تو دن رات گردش کرتے ہی ہیں تم ان کے ہر قسم کے تاثر کے لیے تیار رہو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

(۳) لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ　　جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا

معنی الفاظ : لاگ : عداوت، دشمنی، بیر۔ لگاؤ : محبت، پیار، تعلق۔

تشریح :۔ غالب کہتا ہے کہ اگر ہم سے بیر بھی ہو تو چونکہ کچھ نہ کچھ تعلق ہے ہم اسے محبت سمجھ سکتے ہیں لیکن جب عادت بھی نہ ہو تو محبت کا گمان کیسے کیا جائے ۔ میں اس فریب میں رہنا نہیں چاہتا۔ اس خیال کو غالب ایک اور جگہ بھی بیان کرتے ہیں ؎

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

(۴) ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ   یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا

تشریح :۔ غالب اس شعر میں اپنی والہانہ کیفیت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں کیوں جذبہ عشق کے تحت بے قابو ہو کر نامہ بر کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ یا اللہ کیا میں اپنے خط کو خود پہنچاؤں گا۔

(۵) موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے   آستان یار سے اٹھ جائیں کیا

معنی الفاظ :۔ موج : لہر۔ موج خون : خون کی لہر۔ آستان : چوکھٹ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ آستان یار پر سر رکھنے کے بعد خواہ وہ کٹ بھی جائے ہم اٹھانے والے نہیں۔

(۶) عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ   مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

تشریح :۔ دوسرے مصرع میں دکھلائیں کے فاعل قضا و قدر ہیں۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ تمام زندگی تو ہم مرنے کا انتظار کرتے رہے مر جانے پر دیکھئے قضا و قدر کیا دکھلاتے ہیں۔

(۷) پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے   کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے تجاہل عارفانہ کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب جسے دنیا جانتی ہے اور وہ خود بھی ناواقف نہیں۔ پوچھتا ہے کہ غالب کون ہے کوئی بتائے کہ اس کا کیا جواب دیں۔

غزل نمبر ۴

(۱) لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

معنی الفاظ :- لطافت : پاکیزگی - کثافت : آلودگی، غلاظت، گاڑھا پن

جلوہ: نظارہ - چمن : گلستان - زنگار : زنگ - دھات کا میل بالخصوص لوہے کا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ لطیف چیزوں کا اظہار بغیر کثیف چیزوں کے امتزاج کے اچھی طرح نہیں ہوتا اور باد بہاری کو ہم ہرے بھرے گلستان کی موجودگی میں دیکھ سکتے ہیں یعنی باد بہاری اپنے ان اثرات سے ظاہر ہوتی ہے جو باغ میں چمن کی صورت میں نمایاں ہے۔

(۲) حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعوٰے پارسائی کا

معنی الفاظ :- حریف : مقابل - جوشش : طغیانی - جوش۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کی مجلس میں شراب نوشی سے نہ بچ سکنے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح جب دریا طغیانی پر ہوتا ہے تو اس کے کنارے اسے اپنے اندر نہیں سما سکتے اسی طرح جس مجلس میں تو ساقی گری کا کام کرے پارسائی کا دعویٰ لغو اور بے معنی ہو جاتا ہے شراب پینی ہی پڑتی ہے۔

غزل نمبر ۸۴

(۱) عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

معنی الفاظ :- عشرت : چین : حد سے گزرنا : حدود سے تجاوز کر جانا۔

تشریح :- غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ قطرے کو پورا سکون و چین اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ اپنی ہستی کو دریا میں گم کر دے۔ اسی طرح جب درد حد سے گزر جاتا ہے۔ تو دکھ نہیں رہتا بلکہ معمول ہو کر خود بخود عام دکھوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ ایک ورد قطرہ کی مثال ہے اور حد سے گزرا ہوا درد دریا کی۔

جیسا کہ ایک اور جگہ غالب نے کہا ہے ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

(۲) تجھ سے قسمت میں مری صورت قفل ابجد تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

معنی الفاظ :- قفل : تالا ۔ قفل ابجد : جس کا کھلنا مخصوص حروف کے ترتیب دیئے جانے سے ہوتا ہے بیشتر وہ کسی لفظ کی صورت اختیار کرتے ہیں ۔ بات بننا : مراد پوری ہونا، کامیاب ہونا۔ عشق کے معاملہ میں ۔ وصل ۔ ملنا ۔ ملاقات ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے محبوب کی جدائی ملاقات کے بعد فوراً اس طرح ہوگئی جس طرح قفل ابجد کے پرزے وہ مخصوص لفظ بننے پر علیحدہ ہو جاتے ہیں جن پر اس کا کھلنا منحصر ہے ۔

(۳) دل ہوا کشمکش چارہ زحمت میں تمام
مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہونا

معنی الفاظ :- کشمکش : کھینچا تانی ۔ چارہ : علاج ۔ زحمت : تکلیف عقدہ : گرہ ۔ وا ہونا : کھلنا ۔ گھسنا : رگڑنا ۔ کشمکش کا ہم معنی استعمال ہوا ہے ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں کہتا ہے کہ دل دکھوں کے علاج کے فکر ہی میں ختم ہوگیا۔ اور اسی کھینچا تانی میں یہ گرہ کھلنے کے بجائے خود مٹ گئی ۔ دل گرہ سے مشابہہ ہے اس لیے عقدہ کا لفظ استعمال کیا ہے ۔

(۴) اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

معنی الفاظ :- اللہ اللہ : تاسف کے وقت بولا جاتا ہے ۔ ارباب وفا : وفا شعار لوگ ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اس وقت ہمارے محبوب کی یہ کیفیت ہے کہ وہ ہم پر ظلم بھی نہیں کرتا اور ہم جو سراپا وفا تھا کے ساتھ یہ کس قدر عداوت ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہیے کہ محبوب ارباب وفا کا اس قدر دشمن ہوگیا ہے کہ ہم جفا سے بھی محروم ہیں اور اب کسی قسم کا بھی کوئی تعلق قائم نہیں رہا۔ غالب معشوق سے بالکل ہی تعلق منقطع کرنا گوارہ نہیں کر سکتے ۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

(۵) ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا　　　باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

معنی الفاظ :- ضعف : نقاہت، کمزوری۔ گریہ : رونا، آنسو بہانا۔ مبدل : بدل گیا۔
دم : سانس۔ سرد : ٹھنڈا۔ باور آیا : یقین آیا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ انتہائی کمزوری کے باعث جب آنسو بہانے کی سکت نہ رہی تو ٹھنڈے سانس آنے لگے اس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ پانی بھی بخارات میں اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے ٹھنڈے سانس کی اصل آنسو ہی ہیں جنھوں نے ہوا یعنی سانس کی صورت اختیار کر لی ہے۔

(۶) دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال　　　ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

معنی الفاظ :- انگشت حنائی : وہ انگلی جس پر مہندی لگی ہوئی ہو۔ خیال : تصور۔ گوشت کا ناخن سے جدا ہونا : ناممکن العمل بات، مشکل بات۔ چونکہ ناخن کبھی گوشت سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے دل سے تیری مہندی لگی ہوئی انگلی کا تصور مٹنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا ناخن کا گوشت سے جدا ہونا یعنی تیرا تصور میرے دل میں ہر وقت رہتا ہے۔

(۷) ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا　　　روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے نزدیک محبوب کی فرقت میں روتے روتے فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے ابرِ بہاری کا برس کر کھل جانا۔

(۸) گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس　　　کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

معنی الفاظ :- نکہت : خوشبو۔ ہوس : تمنا۔ گرد : خاک۔ رہ : راستہ۔
جولان : دوڑنا، بالخصوص گھوڑوں کا دوڑنا۔ صبا : بادِ بہار۔

تشریح :- اس شعر میں غالب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ میرے محبوب کے کوچے میں جانے کی تمنا نکہت کو بھی ہے اور محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر پھول کی خوشبو کو تیرے کوچے میں جانے کی تمنا نہیں ہے تو وہ بادِ صبا کے دوش پر سوار ہو کر کیوں جاتی ہے۔ غالب پھول کی خوشبو کو بادِ صبا کی اڑائی ہوئی گرد کہتے ہیں۔

(۹) تا کہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائے صیقل دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا

معنی الفاظ :۔ اعجاز : معجزہ۔ ہوا۔ خواہش، صیقل : صفائی۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موسم بہار میں ہر چیز صفائی اور نکھار چاہتی ہے اور اس کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برسات میں آئینہ میں کدورت آجاتی ہے اور اس لیے صفائی طلب ہو جاتا ہے۔

(۱۰) بخشے ہے جلوہ گل ذوق تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

معنی الفاظ :۔ بخشے ہے : عطا کرے، دے۔ جلوہ گل : پھولوں کا نظارہ۔ ذوق : شوق۔ تماشہ : منظر۔ چشم : آنکھ۔ ہر رنگ : ہر حالت۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ اے غالب پھولوں کا نظارہ ان کے دیکھنے کی دعوت دیتا ہے اس لیے آنکھ کو چاہیے کہ وہ ہر حالت میں کھلی رہے یعنی نظارۂ جلوہ گل دیکھے۔

غزل نمبر ۴۹

(۱) پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب دے بطے کو دل و دستِ شنا موج شراب

معنی الفاظ :۔ بال : پر۔ بال کشا : پر کھلی ہوئی۔ موج شراب۔ موج : لہر۔ امنگ : جوش۔ بط : بطخ۔ بطے : شراب کا وہ برتن جو بطخ کی صورت کا ہو۔ دل : حوصلہ۔ دست : قدرت۔ شنا : تیرنا۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ اب موسم بہار آگیا ہے کہ شراب کی لہر پر کھولے اور جوش سے بطے کو تیرنے کا حوصلہ اور طاقت دے یعنی موسم بہار کی آمد کے ساتھ ساتھ دور جام چلنا چاہیے۔

(۲) پوچھ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب

معنی الفاظ :۔ وجہ : سبب۔ سیاہ مستی : سرشاری، نشہ میں چور ہونا۔ ارباب : اہل۔ ارباب چمن : اہل چمن۔ تاک : انگور۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ باغ والوں کے نشہ میں چور ہونے کا سبب مت پوچھو انگور کے پیڑ کے سائے کی ہوا موج شراب ہوتی ہے۔ یعنی شراب کا اثر رکھتی ہے۔ اسی مضمون کو

ایک اور شعر میں اس طرح بیان کرتے ہیں ؂

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادپیمائی

(۳) جو ہوا غرقۂ مے بخت رسا رکھتا ہے ‏ ‏ سر سے گزرے پہ بھی ہے بال ہما موج شراب

معنی الفاظ :- غرقہ : ڈوبا ہوا۔ بخت : نصیب۔ بخت رسا : اچھا نصیب۔ نصیب جو مراد کو پہنچتا ہے۔ ہما : وہ افسانوی پرندہ جس کی نسبت یہ خیال ہے کہ اگر یہ کسی کے سر پر سے گزر جائے تو وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ جو شخص اس (بہار۔ برسات) موسم میں شراب میں ڈوب جائے وہ خوش نصیب ہے۔ شراب کی موج سر سے گزر جانے پر بھی ہما کی تاثیر رکھتی ہے۔

(۴) ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب ہے کیا اگر ‏ ‏ موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب

معنی الفاظ :- موج ہستی : زندگی کی لہر یعنی زندگی کی امنگ۔ فیض : فائدہ رسانی بخشش : عنایت۔

تشریح : غالب کہتا ہے کہ برسات کا موسم وہ ہے کہ کوئی تعجب نہیں کہ اس موسم میں ہوا انسان کی زندگی میں شراب کا سا جوش پیدا کر دے۔

(۵) جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنۂ ناز ‏ ‏ دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب

معنی الفاظ :- روح نباتی : روئیدگی کی طرح۔ جگر تشنۂ ناز : ایسا جگر جو ناز و ادا کا پیاسا ہو۔ دم آب : پانی کا گھونٹ۔ آب بقا : آب حیات۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ سبزہ جو حسن کا طالب ہے موج شراب اس کو آب حیات کا گھونٹ دے کر تسکین دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سبزہ معشوق اور شراب ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اور مقصد حیات یہی ہے۔

(۶) بس کہ دوڑے ہے رگ تاک میں خوں ہو ہو کر ‏ ‏ شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب

معنی الفاظ : رگ تاک : انگور کی شاخ کی رگ۔ شہپر : بازو کے سرے کے بڑے پر جن پر پرواز کا انحصار ہوتا ہے۔ بال کشا : پر کھولے ہوئے، آمادہ بہ پرواز۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ انگور کی شاخ میں موج شراب پانی کی جگہ دوڑتی ہے یعنی رگ تاک

میں خون کا کام کرتی ہے اور تقویت پہنچاتی ہے۔

(۷) موجۂ گل سے چراغاں ہے گزرگاہ خیال　　ہے تصور میں زبس جلوہ نما موج شراب

معنی الفاظ :- موجۂ گل : پھولوں کا تختہ۔ چراغاں : روشن۔ گزرگاہ : راستہ۔ زبس : کثرت سے۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ موسم برسات میں میرے دماغ میں صرف دو ہی چیزیں ہیں پھولوں کا تختہ جو میرے خیال کی گزرگاہ کو روشن کرتا ہے اور موج شراب۔

(۸) نشے کے پردے میں ہے محوِ تماشائے دماغ　　بس کہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما موج شراب

معنی الفاظ :- بس کہ : بہت زیادہ۔ سر : خیال، دھیان، فکر۔ نشو و نما : نکلنے اور بڑھنے اور اگنے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ موج شراب نشو و نما کا بہت خیال رکھتی ہے اور نشے کے پردے میں دماغ میں جو کچھ خیالی تصویریں ہوتی ہیں ان کا تماشہ دیکھتی ہے مطلب یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد دماغ میں خیالات کی جو فراوانی ہوتی ہے، اس کی انتہا نہیں حتیٰ کہ تحت الشعور کے خیالات بھی ابھر کر اوپر آجاتے ہیں اور جو باتیں انسان بہ موجودگی ہوش وحواس کہنے میں تامل کرتا ہے شراب پی کر بے تکلف کہہ جاتا ہے۔

(۹) ایک عالم پہ ہیں طوفانی کیفیت فصل　　موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موج شراب

معنی الفاظ :- طوفانی : ہنگامہ خیز۔ کیفیت : سماں، حالت۔ فصل : موسم۔ نوخیز : نیا نکلا ہوا۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ موسم برسات میں نوخیز سبزہ اور شراب عالم میں طوفانی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

(۱۰) شرح ہنگامۂ مستی ہے زہے موسم گل　　رہبر قطرہ بہ دریا ہے خوشا موج شراب

معنی الفاظ :- شرح : تفصیل۔ ہنگامۂ ہستی : زندگی کی ہلچل، زندگی کی چہل پہل۔ زہے : کیا ہی اچھا ہو، بہت خوب۔ خوشا : مسرت کا کلمہ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کیا خوب بات ہے کہ موسم گل زندگی کی چہل پہل کی تصویر ہے اور

یہ کس قدر مسرت کی بات ہے کہ موجِ شراب قطرے کی دریا کی طرف رہنمائی کرتی ہے یعنی انسان کو اپنی حقیقت سے آشنا کر دیتی ہے۔ اور جس انسان نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

(۱۱) ہوش اڑتے ہیں مرے جلوہ گل دیکھ اسد   پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب

معنی الفاظ :۔ ہوش اڑنا : حواس باختہ ہو جانا، گھبرا جانا۔ جلوہ : نظارہ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ پھولوں کی بہار دیکھ کر میں حواس باختہ سا ہو گیا ہوں۔ وقت آگیا ہے کہ شراب پی جائے تاکہ موسم سے پورا فائدہ اٹھا سکوں۔

غزل نمبر ۵۰

(۱) افسوس کہ دنداں کا کیا رزق فلک نے   جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت

معنی الفاظ :۔ عقدِ گہر : موتیوں کی لڑی، گلوبند۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں وہی پرانا نظریہ فلک کی شکایت کا بیان کرتے ہیں کہ افسوس یہ وہ زمانہ ہے کہ جن لوگوں کی انگلیوں میں موتیوں کی لڑیاں ہونی چاہئیں تھیں اب وہ بے بسی کے عالم میں دانتوں سے انگلیاں کاٹتے ہیں۔ دانتوں کی اور موتیوں کی مشابہت قابلِ لحاظ ہے۔

(۲) کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا   خالی مجھے دکھلا کے بوقتِ سفر انگشت

تشریح :۔ پہلے زمانے میں بھی اور اب بھی یہ دستور ہے کہ دو محبت کرنے والے چھلّے یا انگشتری کا تبادلہ کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ غالب کے محبوب نے اسے سفر پر جاتے ہوئے چھلّہ بطور نشانی نہیں دیا بلکہ ٹھینگا دکھا دیا۔ غالب اس پر بھی خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ تُو نے مجھے کوئی نشانی نہیں دی لیکن تیرا یہ انگوٹھا دکھانا ہی میرے لیے کافی نشانی ہے۔

(۳) لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم   تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

معنی الفاظ :۔ سوزش : تپش۔ سخن : کلام، شعر۔ گرم : موثر، مزیدار۔ کسی کام پہ انگلی رکھنا : معترض ہونا۔ انگشت : انگلی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے اشعار دردِ دل کا نتیجہ ہیں اور یا اثر ہیں میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ دوسرے ان پہ معترض نہ ہو سکیں۔ یعنی میں کافی کاوش کے بعد شعر کہتا ہوں اور حتی الوسع کوئی سقم باقی نہیں چھوڑتا جس پر کوئی دوسرا معترض ہو سکے۔ تیز گرم چیز پر انگلی رکھنا دشوار ہے۔

غزل نمبر ۱۵۱

(۱) رہا گر کوئی تا قیامت سلامت پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

تشریح :- شعر بالکل سادہ ہے۔ غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر چیز فانی ہے خواہ وہ قیامت تک ہی کی زندگی لے کر آئے موت سے کسی کو نجات نہیں۔

(۲) جگر کو میرے عشق خوں نابہ مشرب لکھے ہے خداوند نعمت سلامت

معنی الفاظ :- خوننابہ :- خالص خون پینے کا عادی۔ یہ عشق کی صفت ہے۔ جگر: مجسمہ خون۔

تشریح :- چونکہ عشق کو غذا خون جگر ہی سے ملتی ہے اور وہ ہی اس کی روزی کا (اَن داتا) ذریعہ ہے۔ عشق اس کا احترام کرتا ہے۔ اسی خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے غالب کہتا ہے کہ عشق جس کی غذا خون خالص ہے وہ میرے جگر کو خداوند نعمت سلامت کے القاب سے مخاطب کرتا ہے۔

(۳) علی الرغم دشمن شہید وفا ہوں مبارک مبارک سلامت سلامت

معنی الفاظ :- علی الرغم : برعکس، برخلاف۔ شہید وفا : وفا کی راہ میں قتل شدہ۔ مبارک مبارک سلامت سلامت : یہ کلمات خوشی کے وقت ادا کیے جاتے ہیں۔

تشریح :- غالب شہید وفا ہو گئے ہیں جبکہ ان کا رقیب ابھی زندہ ہے چونکہ یہ شہادت وفا مرتبہ کو اپنے رقیب سے ممتاز کر دیتی ہے وہ خود کو مبارکباد اور سلامتی کا مستحق سمجھتے ہیں اور جو بات دوسروں کو کہنی چاہیے تھی وہ خود اپنے کو کہتے ہیں۔

(۴) نہیں گر سر و برگ ادراک معنی تماشائے نیرنگ صورت سلامت

معنی الفاظ :- سر و برگ : پروا، خیال صلاحیت۔ ادراک : سمجھ۔ معنی : حقیقت، مطلب۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ اگر میرے اشعار کے معنی سمجھنے کی آپ کو پرواہ یا صلاحیت نہیں ہے تو اس کے ظاہری الفاظ کے چناؤ اور صوتی تاثر سے لطف اٹھائیے۔

غزل نمبر ۵۲

۱۔ مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالبؔ یار لائے مرے بالیں پہ اسے پر کس وقت

معنی الفاظ :۔ مند گئیں : بند ہو گئیں۔ کھولتے ہی کھولتے : کھولنے کی کوشش جبکہ وہ پوری طرح کھلی نہ ہوں۔ بالیں : سرہانہ، تکیہ۔

تشریح :۔ مطلب یہ ہے کہ غالب حسرت دیدار لیے ہوئے مر گئے۔ غالب کے دوست اس کے محبوب کو اس وقت اس کے سرہانے لائے جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھا۔ آمد محبوب کی خبر سن کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر کھول نہیں سکا اور جان نکل گئی۔

غزل نمبر ۵۳

(۱) آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست

معنی الفاظ :۔ خط : داڑھی۔ سرد : ٹھنڈا۔ بازار ٹھنڈا ہونا : بازار کا بھاؤ گر جانا، قدر کم ہو جانا۔ دود : دھواں۔ شمع : موم بتی۔ کشتہ : بجھی ہوئی۔

تشریح :۔ غالب کے دوست کے داڑھی کا آغاز ہو گیا اور اس کا حسن پہلا سا جاذب نظر نہ رہا۔ غالب محبوب کے چہرے کو شمع سے اور ان کے سبزہ خط کو جو سیاہ ہے شمع کشتہ کے دھوئیں سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خط آجانے سے جو میرے محبوب کی قدر و قیمت کم ہو گئی ہے شاید اس کا خط بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ بجھائی ہوئی موم بتی کا دھواں جو شمع بجھنے کے بعد اٹھتا ہے۔ محبوب کا دمکتا ہوا چہرہ دآغاز جوانی کا سیاہ خط کے ساتھ شمع اور اس کے دھوئیں کا تصور کر کے غالب کے تخیل کی داد دے۔

(۲) اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر کون لا سکتا ہے تاب جلوہ دیدار دوست

معنی الفاظ :۔ عاقبت : انجام، ناعاقبت اندیش : انجام سے ناواقف۔ ضبط کرنا : روکنا،

قابو کرنا ۔ شوق : اشتیاق ۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ اے انجام سے غافل دل اپنے اشتیاق کو قابو میں رکھ محبوب کے نظارے کی تاب کون لا سکتا ہے ۔ یعنی اس کا دیکھنا ناممکن ہے ۔

(۳) خانہ ویران سازی حیرت تماشہ کیجیے　　صورت نقش قدم ہوں رفتہ رفتار دوست

معنی الفاظ :۔ حیرت : حیرانی ۔ خانہ ویراں سازی : گھر برباد کرنے کی قدرت، طاقت ۔ صورت : مانند ۔ نقش : نشان ۔ نقش قدم : پاؤں کا نشان ۔ رفتہ : مٹایا ہوا، جھاڑ دیا ہوا ۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ معشوق کی رفتار کو دیکھ کر میں ایسا ہکا بکا ہوا کہ مجھے اپنی ہستی کا ہوش نہ رہا اور یہ سب کرشمہ حیرت کا تھا ۔ گویا کہ میں پاؤں کے اس نشان کی طرح تھا جس کو دوست نے روند کر مٹا دیا تھا ۔

(۴) عشق میں بیداد رشک غیر نے مارا مجھے　　کشتہ دشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمار دوست

معنی الفاظ :۔ بیداد : ظلم ۔ کشتہ : مارا ہوا ۔ دشمن : رقیب ۔ دوست : محبوب ۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ اگرچہ میں دوست کے عشق میں مبتلا تھا جو بذاتہ ایک مرض ہے اس میں تو میں مرا نہیں لیکن رقیب کے رشک نے مجھے مار ڈالا اور اس طرح میں کشتہ دوست نہیں بلکہ کشتہ دشمن ہوں ۔

(۵) چشم ما روشن کہ اس بے درد کا دل شاد ہے　　دیدہ پُرخوں ہمارا ساغر سرشار دوست

معنی الفاظ :۔ چشم روشن شدن : آنکھیں ٹھنڈی ہونا، خوش ہونا، باعث مسرت ۔ دیدہ پرخون : خون سے بھری ہوئی آنکھیں ۔ بے درد : ظالم ۔

تشریح :۔ مرزا خون کے آنسو بہا رہے ہیں اور ان کا محبوب خوش ہے اس کیفیت کا اظہار مرزا اس طرح کرتے ہیں کہ ہماری رنج و غم میں آنسوؤں سے سرخ آنکھیں محبوب کی خوشی کا باعث ہوئیں ۔ میں خوش ہوں کہ میری آنسوؤں بھری آنکھوں نے اس کی شادمانی کا سامان ایسا ہی کیا جیسا شراب سے بھرا ہوا پیالہ کرتا ہے ۔ پہلے مصرع میں "چشم ما روشن دل ما شاد" کا مقولہ جس خوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے محتاج بیان نہیں ۔

(۶) غیر یوں کرتا ہے میری پرسش اس کے ہجر میں　　بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست

تشریح :- غالب ہجر میں تڑپ رہے ہیں اور ان کا رقیب ان کی مزاج پرسی ایسے انداز میں کرتا ہے جیسے کوئی بے تکلف اور غمخوار دوست ۔ اس کے اس برتاؤ سے غالب کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے وہ رقیب کے اس عمل کو اپنی ہمدردی پر محمول نہیں کرتے بلکہ زخموں پر نمک پاشی کے مترادف سمجھتے ہیں ۔

(۷) تاکہ میں جانوں کہ ہے اس کی رسائی واں تلک　　مجھ کو دیتا ہے پیام وعدہ دیدار دوست

تشریح :- اس شعر میں غالب رقیب کے ایک دوسرے فعل کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجھے محبوب کی طرف سے وعدہ دیدار کا پیغام پہنچاتا ہے اور ایسا کرنے سے اس کی غرض یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی محبوب تک پہنچ ہے ۔

(۸) جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعف دماغ　　سر کرے ہے وہ حدیث زلف عنبر بار دوست

معنی الفاظ :- ضعف : کمزوری ۔ سر کرے : شروع کرے ۔ حدیث : قصہ ۔ عنبر : ایک تیز خوشبو ۔ زلف عنبر بار : وہ زلف جس میں عنبر کی خوشبو بسی ہو ۔

تشریح :- اس شعر میں بھی غالب رقیب کی اپنے آپ کو ایذا رسانی کے ایک اور طریقے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں اپنی کمزوری دماغ کی شکایت کرتا ہوں تو وہ معشوق کی عنبر فشاں زلف کا قصہ چھیڑ دیتا ہے ۔ جس سے ان کی تکلیف بڑھ جاتی ہے ۔ تیز خوشبو کمزور دماغ کی برداشت سے باہر ہے ۔

(۹) چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر　　ہنس کے کرتا ہے بیان شوخی گفتار دوست

تشریح :- اس شعر میں بھی اسی قسم کی کیفیت کا اظہار ہے اور کہتے ہیں کہ اگر رقیب مجھے چپکے چپکے روتے دیکھتا ہے تو وہ ہنس کے محبوب کی مزاحیہ گفتگو کا ذکر کرتا ہے ۔ جو متضاد کیفیات ہیں ۔ اپنا رونا رقیب کا اس پر ہنسنا کس قدر تکلیف دہ ہو سکتا ہے ۔ ایک صاحب دل ہی جان سکتا ہے ۔

(۱۰) مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے　　یا بیاں کیجے سپاس لذت آزار دوست

معنی الفاظ :- سپاس : شکریہ ، تعریف ، ستائش ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنی اس ذہنی کشمکش کا بیان کرتے ہیں جو دشمن کی بظاہر مہربانی اور محبوب کی جفاکاری سے پیدا ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رقیب کی مہربانیوں کی شکایت کروں یا محبوب کو میرے ستانے میں جو مزا ملتا ہے اس کا شکریہ ادا کروں حالانکہ مہربانی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا اور جفاکاری کی شکایت ہونی چاہئے تھی لیکن رقیب کی مہربانی بھی باعثِ شکایت ہے اور محبوب کا ظلم بھی باعث تشکر۔

(۱۱) یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ ہے ردیف شعر میں غالب زبس تکرار دوست

معنی الفاظ :- تکرار : بار بار بیان ہونا۔

تشریح :- غالب اپنی اس غزل کو خود پسند کرتے ہیں اور وجہ لفظ "دوست" کا بار بار ردیف میں آنا بیان کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۵۴

(۱) گلشن میں بندوبست بہ رنگ دگر ہے آج قمری کا طوق حلقہ بیرونِ در ہے آج

معنی الفاظ :- گلشن : باغ، گلستان۔ بندوبست : انتظام۔ رنگ : طور، ڈھنگ، طرح۔ دگر : دوسرا۔ قمری : فاختہ۔ ایک خاکی رنگ کا مشہور پرندہ جس کی طرف سرو کا عشق منسوب کیا جاتا ہے اور وہ بیشتر باغوں میں رہتا ہے۔ اُس کی گردن میں سیاہ رنگ کا فطری حلقہ ہوتا ہے جیسا کہ طوطے کے سرخ رنگ کا حلقہ۔ حلقہ : کنڈا۔ بیرون : باہر۔ در : دروازہ۔

تشریح :- غالب کا یہ شعر غالباً ان ایام میں لکھا گیا جبکہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء واقع ہوا یا بعد میں مگر اشارہ انہیں حالات کی طرف ہے جو اس ہنگامے میں دہلی والوں پہ گذرے۔ یہاں گلشن سے مراد دہلی سے ہے اور قمری دہلی والوں سے۔ اس وقت دہلی کی تمام آبادی بہ استثنائے چند جن کی رعایت انگریزوں کو منظور تھی سب دہلی سے نکال دی گئی تھی۔ گھر کی محبت کس کو نہیں ہوتی اور بالخصوص جب بے سروسامانی کی حالت میں باہر پڑے ہوئے ہوں۔ باہر نکالے ہوئے لوگ رات کے اندھیرے میں چوری چھپے شہر میں داخل ہوتے اور پہرہ داروں سے بچ کر اگر گھر پہ

پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے تو حکومت کا تالہ لگا ہوا دیکھ کر مایوسی کی وجہ سے چوکھٹ پر سر ٹکا دیتے۔ اس زمانے میں کنڈا زنجیر عام طور پر نیچے چوکھٹ میں ہی لگائی جاتی تھی۔ ان حالات کا بیان غالب اس شعر میں اس طرح کرتے ہیں :-

آج باغ کا انتظام معمول کے خلاف دوسری طرح کیا گیا ہے باغ کا دروازہ بند ہے۔ قمری اندر داخل نہیں ہو سکتی اور باغ کی چوکھٹ پر گردن ٹکائے پڑی ہے۔ اس کی گردن کا طریق ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ دروازے کی زنجیر کا کنڈا۔ اس شعر کی تشریح الفاظ سے زیادہ تصور میں ہو سکتی ہے۔ مرزا نے جو ایہام اس میں رکھا ہے یہ انہی کا حصّہ تھا۔

(۲) آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ　　تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

معنی الفاظ :- پارہ : ٹکڑا۔ نفس : سانس۔ کمند : رسی (خاص قسم کی) جس سے شکار کرتے ہیں۔

تشریح :- یہ دوسرا شعر بھی اسی تاثر کے تحت لکھا گیا ہے اس میں جو کیفیت قلب پر گزری بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان حالات میں جو درد دل میں پیدا ہوا اس سے ہر نالے کے ساتھ دل کا ایک ٹکڑا ساتھ آتا تھا اور سانس کا ہر تار اثر کے شکار کرنے کے لیے کمند کی طرح پھیلتا ہے یعنی دل دکھوں کی آہیں ایسی اثر انگیز ہیں کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۳) اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل　　سیلابِ گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

معنی الفاظ :- عافیت : خیریت، امن۔ کنارہ کر : ایک طرف ہو۔ انتظام : بندوبست۔ چل : کنارہ کر۔ سیلاب : رو۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اس کیفیت کا اظہار کرتے ہیں جو اوپر بیان کردہ حالات میں ان کے دل پر بیتی اور کہتے ہیں کہ آج میرے آنسوؤں کا سیلاب در و دیوار کو گرا دینے کی فکر میں ہے۔ اسے امن و چین اور انتظام راہ دے۔ اب میرے سیلاب گریہ کے سامنے در و دیوار کی سلامتی کی کوئی توقع نہیں اور اسے روکا نہیں جا سکتا۔

غزل نمبر ۵۵

(۱) لو ہم مریضِ عشق کے تیماردار ہیں ۔۔۔ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج

معنی الفاظ :- تیماردار : دیکھ بھال کرنے والا۔ مسیحا : حضرت عیسیٰ جن کا معجزہ مختلف امراض کا اچھا کر دینا تھا۔ وہ کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ مُردوں تک کو زندہ کر دیتے تھے۔

تشریح :- غالب عشق کو لاعلاج مرض سمجھتے ہیں جیسا کہ الف کی ردیف میں اس شعر میں کہہ چکے ہیں ؎

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا

درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

وہ حضرت عیسےٰ کی طاقت سے بھی اس مرض کے علاج کو باہر سمجھتے ہیں جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی ۔۔۔ میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

زیرِ تشریح شعر میں یہی خیال ایک دوسری طرز پر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

لو ہم مریضِ عشق کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لیتے ہیں لیکن اگر مسیحا کے علاج کرنے سے بھی اچھا نہ ہوا تو پھر مسیحا کا کیا کریں۔ (یہاں تیمارداری سے مراد مریض کی دوائی کا خیال رکھنا اور اس کی خدمت اور دیکھ بھال کرنا ہے۔)

غزل نمبر ۵۶

(۱) نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ ۔۔۔ اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ

معنی الفاظ : نفس : سانس۔ انجمن : مجلس۔ آرزو : تمنا۔ (انتظار مایوسی کا حی لفا)

تشریح :- اس شعر میں غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مایوسی کبھی نہ ہو۔ شعر کے معنی یہ ہیں کہ اے غالب آرزو کی مجلس سے باہر ایک سانس بھی نہ لے۔ اگر شراب نہیں ہے تو ساغر کا انتظار کر۔ انتظار اس چیز کی کی جاتی ہے جس کے آنے کی توقع ہو۔

(۲) کمالِ گرمیِ سعیِ تلاشِ دید نہ پوچھ ۔۔۔ برنگِ خار مرے آئینے سے جوہر کھینچ

معنی الفاظ :- کمال : انتہا۔ گرمی : تیزی، جوش۔ سعی : کوشش۔ تلاش : جستجو۔ دید : نظارہ۔ برنگ خار : کانٹے کی طرح۔ جوہرِ آئینہ : نقش و نگار آئینہ، آب و تاب آئینہ۔

تشریح :- غالب محبوب کی جدائی میں سراپا انتظار ہے اور اس کی نظر ہر طرف اس کی دید کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اسی حالت میں وہ آئینہ دیکھتا ہے۔ جمال یار نہ ملنا تھا نہ ملا۔ مگر اس ناکامی پر جوہرِ آئینہ نے اس کی نظر میں خار کی سی خلش پیدا کی۔ غالب نے اس شعر میں آئینہ کو دشت سے اور نظر کو عاشق صحرانورد سے تشبیہ دی ہے۔ اور اپنی کیفیت اس شعر میں بیان کر دی ہے۔

(۳) تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ

تشریح :- غالب کا دل بستر پر لیٹنے کو چاہتا ہے۔ لیکن غالب اسے (دل کو) مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تجھے آرام کرنے کا بہانہ ہے۔ یہ کس نے بستر کا ناز اٹھانے کا اشارہ کیا ہے۔ بہتر ہے انتظار یار کر۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی غیر موجودگی میں آرام کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ نرگس بکوری دل و چشم رقیب ساغر کھینچ

معنی الفاظ :- حسرت : تمنا، ارمان۔ نظارہ : دیکھنا۔ کوری : اندھاپن۔ بکوری : بہ تمنائے کوری۔ ساغر کھینچ : شراب پی۔

تشریح :- غالب اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ تو باغ میں بیٹھا ہے اور نرگس تجھے حسرت سے دیکھ رہی ہے ایسی حالت میں بہ تمنائے کوری دل و چشم رقیب شراب کا جام پی جا یعنی باغ میں بیٹھ کر شراب نوشی کر۔

(۵) بہ نیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ

معنی الفاظ :- نیم : آدھا۔ غمزہ : عشوہ، ادا۔ ودیعت : امانت۔ نیام : تلوار کا خول۔ پردہ : اوٹ، آڑ۔ ناز : حسن، لاڈ پیار۔

تشریح :- غالب غمزہ و ناز کو دشنہ و خنجر سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ ایک اور شعر میں کہا ہے۔

ع مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

معشوق کے ناز کا خنجر غالب کے جگر میں پیوست ہے جس کو وہ امانت ناز خیال کرتے ہیں۔

اس کی ادائیگی چاہتے ہیں مگر ایک شرط کے ساتھ جس کو وہ امانت داری کے واجبات میں سے سمجھتے ہیں اور وہ نیم غمزہ ہے جس کی کاٹ غمزہ سے زیادہ درد دہ ہے۔ گویا اس طرح غالب اپنے زخمِ جگر کے درد میں زیادتی کے طالب ہیں وہ اندمال زخم بھی نہیں چاہتے۔ اس پرنمک پاشی کے متقضی رہتے ہیں۔

(۶) مرے قدح میں ہے صہبائے آتش پنہاں   بروئے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

معنی الفاظ:۔ قدح : پیالہ، یہاں مراد دل۔ صہبا : شراب۔ آتش : آگ۔ پنہاں : پوشیدہ، چھپی ہوئی۔ صہبائے آتش پنہاں : وہ شراب جس میں آگ چھپی ہوئی ہو، سرتاپا آگ۔ بروئے : طرف۔ سفرہ : دسترخوان۔ سمندر : افسانوی چوہے کی قسم کا جانور جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور اس میں پرورش پاتا ہے۔ کباب شراب کے لطف کو دوبالا کر دیتا ہے اور شراب کا لازمہ ہے۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے جام میں جو شراب ہے وہ سرتا سر آگ ہے۔ اس کے سرور کو قائم رکھنے کے لیے دل سمندر کا کباب دسترخوان کی طرف کھینچ کیونکہ وہی ایسی سخت شراب کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔ یعنی میرے دل میں شراب عشق ہے۔

غزل نمبر ۵۷

(۱) حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد   بارے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد

معنی الفاظ:۔ حسن : معشوق بہ حیثیت مجموعی۔ غمزہ : نازوادا۔ کشاکش : کش مکش۔ کھینچا تانی۔ بارے : آخرکار۔ اہلِ جفا : جفا کرنے والے۔

تشریح:۔ غالب کا خیال ہے کہ ان کے ساتھ عشق بھی مر گیا اور کہتے ہیں کہ میرے مر جانے کے بعد معشوق نت نئے نازوادا کرنے کے فکر سے چھوٹ گیا اور اس طرح جفاکار معشوقوں کو میرے بعد آرام ملا۔ غالب کی زندگی میں معشوقوں کو مختلف حربے مثل تیر مژگاں، تیغ ابرو، دشنۂ غمزہ ناوک ناز عاشقوں کی جان لینے کے لیے استعمال کرنے پڑتے تھے۔

(۲) منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا   ہوئی معزولیٔ انداز و ادا میرے بعد

معنی الفاظ :- منصب : مرتبہ ، عہدہ ۔ شیفتگی : فریفتگی ، عشق ۔

تشریح :- اس شعر میں بھی غالب اسی خیال کا اظہار کرتے ہیں جس کا سابق شعر میں کیا ہے۔ لیکن دوسرے انداز میں اور کہتے ہیں کہ میرے بعد جب عشق کے منصب پر کوئی فائز ہونے کے قابل نہ رہا تو انداز و ادا بھی معزول ہو گئے ۔ کیونکہ جب ناز بردار ہی نہ رہے تو ناز کس پر کیا جائے ۔ کسی شاعر کا کہنا ہے ۔

"ناز برآں کن کہ خریدار تو باشد"

(۳) شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے　　شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

تشریح :- اس شعر میں بھی وہی خیال ظاہر کیا گیا ہے جو سابق دو اشعار میں پیش کیا گیا ہے ۔ غالب کہتے ہیں کہ جب شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے ۔ اسی طرح میرے مرنے کے ساتھ شعلہ عشق بھی سیاہ پوش ہو گیا ہے ۔ سیاہ لباس ماتم کی علامت ہے ۔

(۴) خون ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی　　ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

معنی الفاظ :- دل خون ہونا : انتہائی رنجیدہ ہونا ۔ خاک : قبر ۔ احوال : جمع حال کی ۔ بتان : جمع بت کی بمعنی معشوق ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرا دل قبر میں اس بات پر نہایت رنجیدہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد معشوقوں کو اپنے ناخن سرخ کرنے کے لیے مہندی کی ضرورت پڑی ۔ یعنی جیتے جی میرا خون جگر ان کے ناخنوں کو سرخی مہیا کرتا تھا ۔

(۵) درخور عرض نہیں جوہر بیداد کو جا　　نگہ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

معنی الفاظ :- جوہر : اصل ۔ عرض : جو دوسرے کی وجہ سے قائم ہو ۔ درخور : لائق ۔ جا : جگہ ، ضرورت ۔ جوہر بیداد : ظلم کی اصل وجہ ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد معشوق کی نگاہ ناز سرمے سے خالی ہو گئی اور اس طرح جوہر ظلم کو عرض کی حاجت نہ رہی یعنی تیغ نگاہ کو سرمہ سے تیز کرنے کی ضرورت نہیں رہی ۔

(۶) ہے جنوں اہل جنوں کے لیے آغوش وداع　　چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

معنی الفاظ :- آغوش : بغل، گود، پہلو۔ وداع : رخصت، جدائی۔ جنون : عشق۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ عشق عاشقوں کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ جدائی کے وقت بغلگیر ہونا اور حالت عشق میں گریباں اور چاک میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن میرے مرنے کے بعد گریبان اور چاک میں جدائی ہو جاتی ہے۔ یعنی جب دست جنوں نہیں رہتا جو چاک و گریبان کو ایک کر دیتا تھا۔ تو دونوں میں علیحدگی نظر آنے لگتی ہے۔ مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ میرے مرنے کے ساتھ عشق بھی فوت ہو گیا۔

(۷) کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

معنی الفاظ :- حریف : مدمقابل۔ مے : شراب۔ مرد افگن : مرد کو گرا دینے والی۔ مکرر : دوبارہ۔ صلا : دعوت۔

تشریح :- اس شعر میں بھی غالب عشاق میں اپنی یکتائی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے بعد شراب عشق جو بڑے بڑے مردوں کو گرا دیتی ہے کون پینے کے لیے آتا ہے۔ یعنی میرے بعد ساقی بار بار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کوئی پینے والا نہیں ہے؟ مگر ایک نہیں جو سامنے آئے میرے ہوتے ہوئے ساقی کو ایسا کرنے کی نوبت نہیں آتی تھی بلکہ میں کہتا تھا کہ اور پلاؤ۔ جیسا کہ ایک شعر میں کہا ہے ؂

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے

اس مضمون کو ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں۔

کل کے لیے کر آج نہ خسّت شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

(۸) غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

معنی الفاظ :- تعزیت : پرسہ، مرنے کے بعد اظہار افسوس۔ مہر : محبت۔ وفا : دوستی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مجھے تو اب یہ غم مارے ڈالتا ہے کہ دنیا میں اب میرے بعد کوئی انسان نہیں جو عشق صادق کی خصوصیات "مہر و وفا" کا پرسا دے یعنی مہر و وفا میرے

ساتھ ہی مرگئیں۔

(۹) آئے ہے بے کسیٔ عشق پہ رونا غالبؔ کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

تشریح :۔ عشق اور مصائب کا چولی دامن کا ساتھ ہے اسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے غالبؔ مجھے عشق کی بے چارگی پر رونا آتا ہے کہ میرے بعد یہ مصیبتوں کی رو کس کے گھر جائے گی۔ نہ عشق ہوگا نہ بلائیں نازل ہوں گی۔

غزل نمبر ۵۸

(۱) بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر در و دیوار نگاہ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

معنی الفاظ :۔ بلا سے ہیں : کیا مذائقہ ہے، کیا ہوا۔ پیش نظر : سامنے۔ نگاہِ شوق : نظرِ عاشق۔ بال و پر : بازو، اعضائے پرواز۔

تشریح :۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ محبوب اپنے مکان میں۔ ہے اور اس کے در و دیوار میرے اور اس کے درمیان حائل ہیں لیکن عاشق کی نگہِ تصور کو اس تک پہنچنے میں یہی در و دیوار بال و پر کا کام دیتے ہیں۔

(۲) وفورِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

معنی الفاظ :۔ وفور : زیادتی، فراوانی۔ اشک : آنسو۔ کاشانہ : گھر۔ رنگ : حالت۔

تشریح :۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ فراقِ یار میں رونے میں اس قدر آنسو بہے کہ میرے گھر کے دروازے نے پانی کی وجہ سے رکاوٹ ہو جانے کے باعث دیوار کی صورت اختیار کر لی اور دیوار نے شگاف ہونے کی وجہ سے دروازے کی شکل لے لی۔

(۳) نہیں ہے سایہ کہ سن کر نوید مقدمِ یار گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار

معنی الفاظ :۔ نوید : خوشخبری۔ مقدم : آمد۔ پیشتر : آگے۔

تشریح :۔ غالب کے مکان کا سایہ سورج کے ڈھل جانے سے راستے کی طرف پڑا جدھر سے محبوب آتا تھا۔ غالبؔ اس حالت کو اپنے محبوب کی آمد پر خیر مقدم کے لیے در و دیوار کا چند قدم آگے بڑھنا خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے مکان کے در و دیوار کا سایہ نہیں بلکہ یہ خوشخبری

سن کر کہ محبوب آرہا ہے در و دیوار اس کی پیشوائی کے لیے چند قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔

(۴) ہوئی ہے کس قدر ارزانیِ مۓ جلوہ — کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار

معنی الفاظ :۔ ارزانی : افراط، زیادتی۔ مے جلوہ : دیدار کی شراب۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں اپنے محبوب کی کیف آور جلوہ نمائی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے کثرت نظارہ سے تیرے کوچے کا ہر در و دیوار سرشار و سرمست ہے۔

(۵) جو ہے تجھے سرِ سودائے انتظار تو آ — کہ ہیں دکان متاع نظر در و دیوار

معنی الفاظ :۔ سر : خیال، ارادہ۔ سودا : خرید و فروخت، بیوپار۔ انتظار : راہ دیکھنا۔ متاع : مال۔

تشریح :۔ اس شعر میں بھی گزشتہ شعر کا تخیل غالب کے پیش نظر رہا ہے۔ اور خود کو کہتے ہیں کہ اگر تجھے انتظار کرنے کا خیال ہے تو کوچہ یار میں آ کہ وہاں کے در و دیوار اس دکان کی طرح ہیں جہاں عاشق کی نظر کا مطلوبہ مال بکتا ہے۔ یعنی دیدار یار ہونے کی توقع ہے۔

(۶) ہجوم گریہ کا سامان کب کیا میں نے؟ — کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار

معنی الفاظ :۔ ہجوم : بھیڑ، کثرت۔ گریہ : رونا۔ پاؤں پہ گر پڑنا : اظہار عاجزی کرنا، پناہ مانگنا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ جب کبھی میں نے رونے کا سامان کیا تو میرے گھر کے در و دیوار میرے قدموں پر سیل اشک سے پناہ مانگنے کے لیے گر گئے یعنی میرے در و دیوار میں میرے سیل اشک کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اس تصور سے کہ میں اب روؤں گا وہ میرے قدموں پر گر گئے۔

(۷) وہ آ رہا مرے ہمسائے میں تو سائے سے — ہوئے فدا در و دیوار پہ در و دیوار

معنی الفاظ :۔ ہمسایہ : پڑوسی۔ فدا : صدقے، قربان۔

تشریح :۔ غالب کا محبوب غالب کے پڑوس میں رہنے کے لیے آ گیا۔ اور سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان سورج کا مقام بدل جانے سے اگر صبح کو محبوب کے مکان کا سایہ اس کے مکان پر پڑتا تھا تو شام کے وقت اس کے مکان کا سایہ اس کے (محبوب) مکان

پر پڑتا تھا۔ سایوں کی اس تبدیلی کو غالبؔ اس شعر میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبوب کے میرے ہمسائے میں آ جانے سے میرے مکان کے در و دیوار اس کے مکان کے در و دیوار پر صدقے اور قربان ہونے لگے ہیں اور اس کا اظہار سائے کے ذریعے کیا ہے۔

(۸) نظر میں کھٹکے ہے بِن تیرے گھر کی آبادی ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار

معنی الفاظ:۔ نظر میں کھٹکنا: تکلیف دہ ہونا، ناقابل برداشت ہونا، ناگوار ہونا۔ برا معلوم ہونا۔

تشریح:۔ محبوب کی غیر موجودگی میں غالبؔ کو گھر کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی اور کہتے ہیں کہ جب تو گھر میں نہیں ہوتا تو ہمیں بے حد تکلیف ہوتی ہے۔ اور در و دیوار کو دیکھ کر روتے ہیں۔

(۹) نہ پوچھ بے خودیِ عیش مقدمِ سیلاب کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار

معنی الفاظ:۔ بے خودی: تن بدن کی ہوش نہ ہونا۔ **عیش**: راحت، خوشی۔ مقدم: آمد۔ سر بسر: تمام۔

تشریح:۔ غالبؔ سیلاب سے قبل اپنے در و دیوار کا گر جانا اس خوشی کی طرف منسوب کرتے ہیں جو وہ سیلاب کی آمد پر محسوس کرتے ہیں اور گرتے وقت جو حرکت و لرزش سرزد ہوتی ہے اسے ناچ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ سیلاب کی آمد کی خوشی میں بدمستی کا حال نہ پوچھ۔ میرے در و دیوار تو اس خوشی میں ناچتے ہیں۔

(۱۰) نہ کہہ کسی سے کہ غالبؔ نہیں زمانے میں حریفِ رازِ محبت مگر در و دیوار

معنی الفاظ:۔ حریف: مدِ مقابل۔ رازِ محبت: عشق کا راز۔ حریفِ رازِ محبت: رازِ محبت کا جاننے والا۔ مگر: شاید، لیکن، یہ استثنا۔

تشریح:۔ غالبؔ اس شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رازِ محبت کو کسی سے کہنا نہیں چاہیے کیونکہ کوئی اس راز کو رکھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ شاید در و دیوار اس سے مستثنا ہیں۔ چونکہ وہ راز فاش کرنے کے لیے زبان نہیں رکھتے۔ تعجب ہے غالبؔ نے در و دیوار پر کیسے اعتبار کر لیا ورنہ کسی نے کہا ہے کہ دیوار ہم گوش دارد۔

غزل نمبر ۵۹

(۱) گھر جب بنالیا ترے در پر کہے بغیر — جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

تشریح :- شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری بغیر اطلاع کے تیرے در پر اپنا گھر بنالیا ہے کیا اب بھی تو میرا گھر بغیر کسی کے بتائے نہیں جانے گا۔ یعنی اب تو تجھے میرے گھر آنے کے لیے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ غالب کا گھر ہے کہاں ۔

(۲) کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقتِ سخن — "جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر؟"

معنی الفاظ :- طاقتِ سخن : طاقتِ گویائی ، بیان کی سکت ۔

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ جب نقاہت سے مجھ میں بات کرنے کی بھی سکت باقی نہ رہی اس وقت میرا محبوب کہتا ہے کہ میں کسی کے دل کی بات بغیر کہے کیسے جانوں۔ یہ اسی قبیل کا شعر ہے ؎

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۳) کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں — لیوے نہ کوئی نام "ستمگر" کہے بغیر

معنی الفاظ :- کام آ پڑنا : واسطہ پڑنا ، تعلق ہونا۔ ستمگر : ظالم ۔

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ میرا واسطہ ایسے محبوب سے پڑا ہے جس کا کوئی شخص بھی ستمگر کہے بغیر نام نہیں لیتا۔

(۴) جی ہی میں کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم — سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہم کہنا ہی نہیں چاہتے ورنہ جس بات کو ہم کہنا چاہیں خواہ کچھ بھی ہو جائے کہے بغیر نہیں رہتے ۔

(۵) چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا — چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

معنی الفاظ :- بتِ کافر : معشوق۔ پوجنا : پرستش کرنا ، انتہائی محبت کرنا۔

تشریح :۔ ایک مسلمان کے لیے کافر کا لفظ انتہائی ناقابل برداشت ہے لیکن غالب کہتے ہیں کہ میں غیر مسلم معشوق سے محبت کرنا نہیں چھوڑوں گا چاہے ایسا کرنے پہ مجھے لوگ کافر بھی کہیں۔ اسی جذبے کا اظہار ایک اور شعر میں کرتے ہیں ؂

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

محبت مذہب و ملت کی قید سے آزاد ہے۔

(۶) مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام ۔۔۔ چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

معنی الفاظ :۔ ناز و غمزہ : ناز و ادا ۔ دشنہ ۔ خنجر : ایک قسم کا ہتھیار۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ شعر کی تاثیر کے لیے محض وہ الفاظ استعمال کرنا جو خیال کی ترجمانی کریں کفایت نہیں کرتا بلکہ استعارہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ کہنے میں اگرچہ مقصد ناز و غمزہ سے ہوتا ہے مگر اس کو دشنہ و خنجر کہے بغیر کام نہیں بنتا۔

(۷) ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو ۔۔۔ بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

معنی الفاظ :۔ ہر چند : اگرچہ ۔ مشاہدہ : دیدار، صوفیوں کی اصطلاح میں نور الہیٰ کا نظارہ کرنا ۔ حق : سچ، خداوند تعالیٰ ۔ بادہ : شراب ۔ ساغر : جام، پیالہ۔

تشریح :۔ اس شعر میں بھی وہی بات جو اس سے قبل کے شعر میں کہی ہے۔ دھرائی ہے مگر ایک نئے انداز سے یعنی اگرچہ خداوند تعالیٰ کی تجلی بذاتہٖ کیف آور اور سرور بخش ہے لیکن عوام اس کیفیت کا اندازہ اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ بادہ و ساغر نہ کہا جائے۔

(۸) بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات ۔۔۔ سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

معنی الفاظ : دونا : دگنا ۔ التفات : مہربانی، توجہ ۔ بہرا : اونچا سننے والا ۔ مکرر : دوبارہ ۔

تشریح :۔ آخر وقت میں غالب کی سماعت میں ثقل آگیا تھا اور ایک دفعہ کہنے پہ بات کو پوری طرح سن نہیں سکتے تھے۔ ایسی حالت میں اپنے مخاطب سے دوبارہ بات کہنے کی استدعا اس لطیف پیرائے میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ میں بہرا ہوں اور جب تک کہ دوبارہ بات

نہ کی جائے سن نہیں سکتا اس لیے مجھ پہ اوروں سے دگنی مہربانی ہونی چاہیے۔

(۶) غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

معنی الفاظ:۔ حضور: حضور سے مراد بارگاہ بہادرشاہ ظفر آخری مغل بادشاہ دہلی سے ہے۔

تشریح:۔ مقطع میں ایک لطیف حسن طلب ہے۔ غالب خود کو کہتے ہیں کہ اے غالب تو بادشاہ کی بارگاہ میں بار بار اپنی ضرورتوں کا اظہار مت کر انہیں تو تیرے دل کا حال تیرے بغیر کہے ہی معلوم ہے۔ بہادرشاہ پیری مریدی بھی کرتے تھے۔ اس شعر میں ان کی کرامتِ غیب دانی کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔

غزل نمبر ۶۰

(۱) کیوں جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھ کر جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر

معنی الفاظ:۔ تاب: چمک دمک، خیرہ کن روشنی۔ رخ: چہرہ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ یار نے مجھے جلوہ دکھایا تو میں اس کے دیدار کی گرمی سے جل کیوں نہ گیا۔ میرا دل اس بات پر جلتا ہے کہ مجھ میں طاقتِ دیدار کیوں ہے۔ جذبہ رشک کی انتہا ہے۔

(۲) آتش پرست کہتے ہیں اہلِ جہاں مجھے سرگرمِ نالہ ہائے شرربار دیکھ کر

معنی الفاظ:۔ آتش پرست: آگ کا پوجنے والا، پارسی۔ اہلِ جہاں: اہلِ دنیا۔ سرگرم: مصروف۔ نالہ: فغاں، فریاد۔ شرر: شعلہ۔ شرربار: شعلہ برسانے والا، آگ برسانے والی، پارسیوں کے آتشکدہ کی آگ کبھی نہیں بجھتی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھے مسلسل آگ برسانے والی فریاد میں مصروف دیکھ کر لوگ آتش پرست کہتے ہیں۔ یہاں مسلسل آگ کا برسنا آہِ گرم و نالہ سوزاں سے مراد لیا گیا ہے۔

(۳) کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر

معنی الفاظ:۔ آبرو: عزت، امتیاز۔ بے سبب: بلاوجہ۔ آزار: تکلیف۔ بے سبب آزار: بلاوجہ تکلیف دینے والا۔

تشریح :۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم بلا وجہ ہر ایک پر ظلم کرتے ہو یعنی تمہارا ظلم عام ہے اور چونکہ ایسا کرنے میں ایک عاشق صادق اور بوالہوس کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی ۔ میں اظہار عشق کرتے ہوئے رکتا ہوں یعنی اظہار عشق سے جھجکتا ہوں ۔

(۴) آتا ہے میرے قتل کو پر جوشِ رشک سے مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر

معنی الفاظ :۔ جوش : زیادتی، طغیانی ۔ مرنا : فریفتہ ہونا، جان نکلنا ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ میرا معشوق میرے قتل کرنے کے لیے تلوار لے کر آرہا ہے اور مجھے اس کی انتہائی خوشی ہونی چاہیے کہ میری دیرینہ تمنا پوری ہوگی ۔ مگر مجھے تو یہ رشک مارے ڈالتا ہے کہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے یعنی اسے اس کا قرب حاصل ہے اور مجھے نہیں ۔

(۵) ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

معنی الفاظ : مینا : شراب کی صراحی ۔ لرزے ہے : کانپے ہے ۔ موج : لہر ۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں اپنے محبوب کی شراب کے نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی چال کو ایک خلق کے قتل کا باعث سمجھتے ہیں اور چونکہ رفتار میں یہ کیفیت شراب کی وجہ سے آئی ہے اس لیے اس خون کو گردن مینا پہ ثابت پاتے ہیں اور جام شراب میں جو لہر اٹھتی ہے اس کو اس خوف کی حالت سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا مجرم قتل اپنے جرم کا راز فاش ہو جانے پر اظہار کرتا ہے ۔

(۶) وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ ہم کو حریصِ لذتِ آزار دیکھ کر

معنی الفاظ :۔ وا حسرتا : ہائے حسرت رہ گئی ۔ ہائے افسوس ۔ ہاتھ کھینچنا : باز رہنا، رک جانا ستم : ظلم ۔ حریص : حرص کرنے والا، لالچی ، لذت مزا، آزار : تکلیف ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ افسوس ہے کہ میرے محبوب نے مجھے اپنی جفاؤں میں مزا پاتے ہوئے دیکھ کر ظلم سے ہاتھ روک لیا اور میری یہ حسرت باقی رہ گئی ۔

(۷) بک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ لیکن عیارِ طبع خریدار دیکھ کر

معنی الفاظ : متاع : مال ۔ سخن : کلام، اشعار ۔ عیار : معیار، پرکھ ۔ طبع : طبیعت خریدار : لینے والا ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے اشعار کے قدر دانوں کے خود بھی نیاز مند بن جاتے ہیں لیکن پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی قدر دانی کا معیار کیا ہے یعنی وہ واقعی اچھے اور بُرے اشعار میں تمیز کی صلاحیت رکھتے ہیں یا محض لفظی شان و شوکت و ترنم پر ریجھ جاتے ہیں۔

(۸) زنار باندھ سبحہ صد دانہ توڑ ڈال رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

تشریح :- اس شعر میں غالب مذہبی رواداری کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زنار اور تسبیح ہی اگر مسلمان اور کافر میں منافرت کا سبب ہے تو زنار باندھ لینے میں کوئی حرج نہیں اور اپنے اس نظریے کی تائید میں یہ وجہ بتاتے ہیں کہ زنار ایک سیدھا سادا دھاگہ ہے مانند ایک صاف راستے کے اور تسبیح ایک ایسا راستہ ہے جس میں اونچ نیچ ہے ایسی صورت میں سہولت پسند مسافر ہموار راستہ پر چلنا پسند کرے گا اور زنار باندھنے کی سفارش اسی بات پر کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کی بتائی ہوئی راہ دیکھ بھال کر چلنے سے طے ہوتی ہے اور غیر اسلامی شعائر پر عمل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

(۹) ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر

معنی الفاظ :- آبلہ : چھالا۔ پرخار : کانٹوں سے بھری ہوئی، جہاں کانٹے بکھرے ہوئے ہوں۔

تشریح :- غالب راہِ عشق میں کم مصیبت کا علاج زیادہ مصیبت سے کرتے ہیں اور یہی خیال اس شعر میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صحرا نوردی کرتے ہوئے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ آگے راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر جی خوش ہو گیا کہ اب یہ آبلے پھوٹ جائیں گے۔ اسی قبیل کا ایک اور شعر ہے ؎

اہلِ تدبیر کی درماندگیاں آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

(۱۰) کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینے میں مرے طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر

معنی الفاظ :- بدگمان : بدظن۔ زنگار : میل۔

تشریح : جن لوگوں نے برسات کے موسم میں آسمان پر بادلوں سے دلچسپی لی ہے وہ جانتے ہیں کہ بادل کیسی مختلف صورتیں اختیار کر لیتے ہیں کبھی اونٹ چلتا ہوا نظر آتا ہے تو کبھی شیر اور کبھی اور کوئی چیز اسی طرح آئینہ پر جب زنگار لگتا ہے یا اس کی پشت کا مصالحہ اتر جاتا ہے تو وہ بھی بعض اوقات

کوئی ایسی ہی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ غالب کے آئینے پر بھی ایسی ہی حالت گزری جس نے طوطی سے ملتی جلتی صورت اختیار کرلی۔ معشوق کی نظر اس پر پڑی تو اس نے گمان کیا کہ غالب نے طوطی کی یہ شکل آئینے میں اس لیے کہ وہ طوطی سے دلچسپی رکھتا ہے دانستہ بنوائی ہے اور مجھ سے پہلی سی دلچسپی نہیں رکھتا۔ گویا غالب کی وفاشعاری پر شبہ کیا۔ کیوں نہ ہو معشوق تو غالب ہی کا ہے اگر غالب اس کی نسبت بدگمان ہو سکتے ہیں تو وہ کیوں نہ ہو۔ اسی کیفیت کا بیان غالب نے اس شعر میں کیا ہے۔

(۱۱) گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی نہ طور پر — دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

معنی الفاظ:۔ برق: بجلی۔ تجلی: جلوہ۔ طور: فلسطین کا مشہور پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی ہوئی تھی۔ بادہ: شراب۔ ظرف: برتن۔ قدح: پیالہ۔ قدح خوار: شرابی۔

تشریح:۔ مرزا اس شعر میں دیدار الٰہی کی برداشت کی طاقت اپنے میں حضرت موسیٰ سے زیادہ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو بجلی جلوہ الٰہی کی طور پر حضرت موسیٰ کے لیے گری تھی اور موسیٰ بیہوش ہو گئے تھے وہ مجھ پر گرنی چاہیے تھی کیونکہ شراب کی مقدار پینے والے کی برداشت کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہی مضمون ایک اور شعر میں بیان کیا ہے

لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

(۱۲) سر پھوڑنا وہ غالبؔ شوریدہ حال کا — یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

معنی الفاظ:۔ شوریدہ: پریشان۔

تشریح:۔ غالب نے عالم شوریدگی میں محبوب کی دیوار سے سر پھوڑ لیا تھا۔ غالب اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے محبوب مجھے تیری دیوار دیکھ کر غالب کا سر پھوڑنا یاد آگیا۔

غزل نمبر ۶۱

(۱) لرزتا ہے میرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر — میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر

معنی الفاظ :۔ لرزتا ہے : کانپتا ہے ۔ زحمت : تکلیف ۔ مہر : سورج ۔ درخشاں : روشن، چمکتا ہوا ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ میں اس قطرۂ شبنم کی مانند ہوں جو جنگل کے کانٹے کی نوک پر ٹھہرا ہوا ہو جسے قرار نہیں ہوتا ۔ اور اس کی اس بے قراری کی وجہ اس خیال کو قرار دیتے ہیں کہ روشن سورج کو اس کے جذب کرنے کی تکلیف ہو گی اور اس دنیا میں اپنے دل کی بے قراری کو بھی اس خوف پر محمول کرتے ہیں جو ان کے مٹانے میں دست قدرت کو ہو گی ۔ غالب اپنی ہستی کو اتنا ہی ناپائیدار سمجھتے ہیں جتنا کانٹے کی نوک پر شبنم کے قطرے کو ۔

(۲) نہ چھوڑی حضرت یوسفؑ نے یاں بھی خانہ آرائی　　سفیدی دیدہ یعقوبؑ کی پھرتی ہے زنداں پر

معنی الفاظ :۔ خانہ آرائی : گھر کا سجانا ۔ دیدہ : آنکھ ۔ زنداں : جیل خانہ ۔

تشریح :۔ یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کی جدائی میں حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی اور اسی قصے میں یہ بھی بیان ہوا ہے ۔ کہ مصر میں کچھ عرصہ کے لیے حضرت یوسفؑ کو جیل خانے میں بھی رکھا گیا تھا ۔ اسی قصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غالب جیل خانہ کی سفیدی کو حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں جو حضرت یوسفؑ کے دیکھنے کی تمنا میں ضائع ہوئی تھی ۔ اور کہتے ہیں کہ جیل خانہ میں بھی حضرت یوسفؑ نے گھر سجانے کا خیال نہیں چھوڑا اور خود استطاعت نہ رکھتے ہوئے حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کی روشنی سے سفیدی کا کام لیا ۔

(۳) فنا تعلیم درس بے خودی ہوں اس زمانے سے　　کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوار دبستاں پر

معنی الفاظ :۔ فنا : مٹا ہوا، غرق ۔ درس : سبق ۔ تعلیم : سیکھنا ۔ بے خودی : اپنے آپ میں نہ ہونا ۔ از خود رفتہ، عشق میں مبتلا ۔ **لام الف** : ل، ا ۔ لا ۔ معنی ہیں ا ۔ ب ۔ ت وغیرہ کی طرح حروف تہجی ۔ **دبستاں** : مکتب ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ میں اس وقت جب مجنوں ابھی عشق کی "ا ۔ ب" پڑھتا تھا عشق کی درسی کتابوں میں غرق تھا یعنی جب مجنوں کا عشق شروع ہوا تو میرا عشق عروج پر تھا اور میں فنا فی المعشوق ہو چکا تھا ۔

(۴) فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے　　بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر

معنی الفاظ :- **فراغت** : بے فکری، آسودگی۔ **تشویش** : فکر، خیال، تردد، فراغت کی ضد۔ **نمکدان** : وہ برتن جس میں نمک رکھا جائے۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کے ذہن میں وہی احسان سے بچنے کا جذبہ ہے جو اکثر اپنے اشعار میں ظاہر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر میرے دل کے ٹکڑے نمکدان پر راضی ہو جاتے یعنی تکلیف میں زیادتی کو گوارہ کرتے تو مجھے مرہم کے لیے تردد کرنے سے نجات مل جاتی۔

(۵) نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومار ناز ایسا — کہ پشت چشم سے جس کی نہ ہووے مہر عنواں پر

معنی الفاظ :- **اقلیم** : ملک، سلطنت۔ **طومار** : لمبا خط، کاغذوں کا پلندہ۔ **پشت چشم** : آنکھوں کے پپوٹے۔ **مہر عنوان** : سرنامہ کی مہر۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ محبت کے خطوط میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوتا جس کو آنکھوں سے لگا کر تصدیق عشق نہ کی جاتی ہو۔ مہر تحریر کی تصدیق کے لیے لگائی جاتی ہے۔ یعنی محبت کا ہر خط آنکھوں سے لگایا جاتا ہے۔

(۶) مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلود یاد آیا — کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

معنی الفاظ :- **شفق** :- سرخی جو صبح اور شام کو آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتی ہے۔ **فرقت** : جدائی۔

تشریح :- غالب مشابہت کی بنا پر شفق کو آگ برسنے سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق دراصل تیری جدائی میں گلستاں پر آگ برساتا ہے جو اسے دیکھ کر میرے خیال میں آتا ہے۔

(۷) بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا — قیامت اک ہوائے تند ہے خاک شہیداں پر

معنی الفاظ :- **بجز** : سوائے۔ **پرواز** : اڑان۔ **شوق** : آرزو۔ **ناز** : نازنین۔ **ہوائے تند** : تیز ہوا، آندھی۔ **خاک** : مٹی۔ **شہید** : کشتگان ناز۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ شہیدان ناز کی قبر میں سوائے خاک کے جو محبوب تک اڑ کر پہنچنا چاہتی ہے کیا باقی رہا ہوگا اور قیامت وہ تیز ہوا ہے جو اسے پرواز میں مدد کر کے حصول قرب معشوق کو آسان تر کر دے گی۔ ایک عاشق الٰہی کی نظر میں حشر کی تشریح یہی ہو سکتی ہے۔ اس دنیا میں تو دیدار الٰہی ممکن نہیں قیامت ہی اس کے اسباب پیدا کر سکتی ہے۔

(۸) نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

معنی الفاظ:۔ ناصح: نصیحت کرنے والا۔ شدت: سختی زور۔

تشریح:۔ غالب طبعاً صلح کن واقع ہوئے ہیں اور اکثر لڑنے سے گریز کرتے ہیں۔ مخالف کی مخالفت میں وقت ضائع کرنے کی بجائے وہ اپنے کام میں مصروف رہنا پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب اگر ناصح عشق سے باز رہنے پر زیادہ زور دیتا ہے تو اس سے لڑنے کی ضرورت نہیں آخر ہمارا زور بھی تو ہمارے گریبان پر چلتا ہے یعنی تو اپنی عشق بازی کی راہ پر چلتا رہ۔

غزل نمبر ۶۲

(۱) ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

معنی الفاظ:۔ نشان: علامت، پتہ۔ اور: اس کے علاوہ جو ظاہر ہوتا ہے۔ گمان: شبہ، قیاس۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ معشوق کے اشارے مبہم ہوتے ہیں صاف اور واضح نہیں۔ اگر وہ محبت بھی کرتے ہیں تو وہ بھی مشکوک ہو جاتی ہے یعنی ان کا لطف ظلم معلوم ہوتا ہے اور ظلم لطف کا مزا دیتا ہے۔

(۲) یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اے اللہ میرا محبوب میری زبان نہیں سمجھتا اگر تو مجھے اور کوئی زبان نہیں دیتا جسے وہ سمجھ سکے تو اس کو ایک دوسرا دل دے جو میرے دل کی بات کو سمجھ سکے۔

(۳) ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کمان اور

معنی الفاظ:۔ مقرر: یقیناً، بلا شبہ۔ ابرو: بھوں۔ شعرا ابرو کو ظاہری صورت کی وجہ پر کمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور نگہ ناز کو اس کی تاثیر کے لحاظ سے تیر سے۔ پیوند: تعلق۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ معشوق کی نگہ ناز کو اس کی ابرو سے کیا خوب تعلق ہے نگہ بلا شبہ ایک تیر تو ہے مگر اس کمان سے جدا ہے جو عام تیروں کی ہوتی ہے یعنی ابرو اس کی کمان ہے۔

(۴) تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے   لے آئیں گے بازار سے جاکر دل و جان اور

تشریح :- غالب معشوق کو جان و دل دونوں دینے کو تیار ہیں۔ انہیں اس کی مطلق فکر نہیں چونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو معشوق جان و دل لے گا وہی دوبارہ جان و دل دے بھی دے گا۔ جس طرح محبت میں جینے اور مرنے کا فرق نہیں اسی طرح جان و دل لینے و دینے میں بھی کوئی فرق نہیں۔ یہ کاروبار ایک ہی جگہ ہوتا ہے اور وہ بارگاہ محبوب ہے۔ غالب ایک جگہ کہتے ہیں ؎

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

بازار سے لے آنا اس لیے بیان کیا ہے کہ غالب کا معشوق شاہد بازاری معلوم ہوتا ہے۔

(۵) ہرچند سبکدست ہوئے بت شکنی میں   ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور

معنی الفاظ :- ہرچند : اگرچہ۔ سبکدست : چالاک، تیز دست۔ بت شکنی : بتوں کو توڑنا محبت کر کے چھوڑ دینا۔ سنگ گراں : بھاری پتھر، مضبوط رکاوٹوں۔

تشریح :- غالب طبعاً غیر مقلد جدت پسند اور اپنی راہ آپ نکالنے والے واقع ہوئے تھے۔ لکیر کے فقیر اور پرانی ڈگر پر چلنے والے نہ تھے ہر قسمی بت خواہ وہ رسمیات کے ہوں یا نظریات کے بلا پرکھے پوجا نہیں کرتے تھے۔ اور جو معیار پر پورا نہیں اترتا تھا اُسے پاش پاش کر دیتے تھے اپنی اسی خصوصیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم بتوں کے توڑنے میں بہت تیز و بے باک واقع ہوئے ہیں تاہم ابھی ہمارے راستہ میں پرانی روش کے بہت سے بھاری پتھر پڑے ہیں جن کا ہٹانا راستہ صاف کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ وہ رسوم و قیود کی پابندی کرنے والوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ فرہاد کی نسبت کہتے ہیں ؎

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسدؔ   سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

اسی خیال کو ایک اور جگہ کہا ہے ؎

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں   مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہمسفر ملے

(۶) ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا   ہوتے جو کئی دیدہ خونبابہ فشاں اور

معنی الفاظ :- دیدہ : آنکھ۔ خونابہ : خون خالص۔ فشاں : برسانے والے۔

خونناہ فشاں: دیدے کی تعریف ہے۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ میرے جگر کا خون آنکھوں کی راہ سے بہنے کے لیے جوش مار رہا ہے اور میں دل کھول کر روتا مگر یہ دو آنکھیں اس خون کے بہنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ ایسا جب ہی ممکن تھا جب اور دیدہ خونناہ فشاں مجھے مل جائے۔ ایک اور جگہ اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے۔

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا　　　دل بھی یارب کئی دئے ہوتے

(۷) مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے　　　جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور"

تشریح:- غالب کے معشوق نے ان کے قتل کے لیے جلاد کو حکم دے دیا ہے۔ جلاد غالب کی گردن اڑانے کے لیے تلوار کا وار کرتا ہے جو بھرپور نہیں پڑتا اور غالب کا معشوق جلاد کو کہتا ہے کہ "ہاں اور" معشوق کی یہ ادا غالب کو بہت پسند آئی اور کہتا ہے کہ اگرچہ میرا سر اڑ جائے مگر وہ جلاد کو یہ کہے جائے کہ "ہاں اور" میں تو اس کی آواز پر مرتا ہوں۔

(۸) لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا　　　ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

معنی الفاظ:- داغ نہاں: پوشیدہ داغ، داغ۔ خورشید: سورج۔ جہاں تاب: جہاں کو روشن کرنے والا۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ جس جرم فلکی کو لوگ سورج کہتے ہیں وہ درحقیقت میرا داغ جگر ہے جو ہر روز ایک نیا داغ میں دکھاتا ہوں۔ سورج کا ہر روز نکلنا اور شام کو چھپ جانا اور پھر دوسرے دن نکلنا نیز سورج کی چمک دمک اور تمازت داغ نہاں کی وضاحت جس طرح کرتا ہے غالب ہی کا حصہ ہے۔

(۹) لیتا نہ اگر دل تمہیں دیتا کوئی دم چین　　　کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغاں اور

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ اگر تمہیں دل نہ دیتا تو کوئی دم چین مل جاتا اور اگر نہ مرتا تو کچھ دن اور آہ و فغاں کر لیتا۔ غرض جتنے دن جیا بے چین جیا اور مرا تو حسرت لیے مرا۔

(۱۰) پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے　　　رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

معنی الفاظ:- طبع: طبیعت۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ جب میری طبیعت رکتی ہے تو اس کے بعد نہایت تندی سے

رواں ہوتی ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ ایک ندی کو جب بہنے کے لیے راستہ نہیں ملتا تو وہ بلند ہو کر آبشار کی صورت اختیار کر کے تیزی سے بہتی ہے۔

(۱۱) ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے — کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

معنی الفاظ :۔ سخن ور : سخن گو، شعرا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے پیشرو اور ہم عصر اور میرے خیال میں آئندہ آنے والے شعرا پر اپنی امتیازی خصوصیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا میں شعرا تو اور بھی بہت سے اچھے ہیں مگر غالب کا انداز بیان ایک خاص قسم کا ہے جو دوسروں کو میسر نہیں آیا اور یہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں۔

غزل نمبر ۶۳

(۱) صفائے حیرت آئینہ ہے سامان زنگ آخر — تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

معنی الفاظ :۔ صفائے : پاکیزہ، مجلہ، صیقل کیا ہوا۔ **حیرت :** تحیر۔ **سامان :** وجہ۔ **زنگ :** میل۔ **تغیر :** تبدیلی۔ **آب :** پانی۔ **برجا ماندہ :** ایک جگہ ٹھہرا ہوا۔

تشریح :۔ برسات کے موسم میں آئینے پر میل آجاتی ہے۔ غالب اسی کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں کہ آئینے کی صفائی میں زنگ کی کدورت کا باعث اس کی صفت حیرانی یا ٹھہراؤ ہے یعنی ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ ٹھہرے ہوئے پانی کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آئینے کا رنگ بھی بدل گیا۔ فکر کی گہرائی قابل غور ہے۔

(۲) نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی — ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر

معنی الفاظ :۔ عیش : آرام۔ **جاہ :** مرتبہ۔ **تدبیر :** علاج۔ **وحشت :** پریشانی بوجہ عشق۔ **جام زمرد :** زمرد کا بنا ہوا جام۔ **زمرد :** سبز رنگ کا قیمتی پتھر جسے پنا بھی کہتے ہیں۔ **پلنگ :** چیتا، ایک شکاری درندہ۔ **داغ پلنگ :** وہ گل جو چیتے کی کھال پر سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سامان عیش و عشرت عشق کی پریشانیوں

کو دور کرنا تو کجا اس میں اضافے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سامان عیش و جاہ نے میری وحشت کا علاج نہیں کیا بلکہ وہ جام زمرد جس میں شراب دی جاتی تھی داغ پلنگ نظر آتا تھا۔ جسے دیکھ کر مجلس عیش سے بھاگ جانے کو دل چاہتا تھا۔

غزل نمبر ۶۴

(۱) جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی   گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

معنی الفاظ :۔ جنون : عشق، وحشت، جو عشق کا لازمہ ہے۔ **عریانی** : برہنگی، ننگاپن۔ **دستگیری** : مدد، ہاتھ پکڑنا، روکنا، باز رکھنا۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ عشق کو گریبان چاکی سے عریانی نے باز رکھا (نہ لباس تھا نہ گریبان چاک کیا) مگر یہ مجھ پر احسان ہوا اور گریبان چاکی کا حق اب مجھ پر ہو گیا ہے۔ جب کبھی تن پر لباس ہوا تو یہ حق ادا کیا جائے گا۔

(۲) برنگِ کاغذِ آتش زدہ نیرنگ بیتابی   ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

معنی الفاظ :۔ برنگ : بصورت۔ **کاغذ آتش زدہ** : جلا ہوا کاغذ۔ **نیرنگ بے تابی** : بے قراری کی کیفیت لیے ہوئے۔ **ہزار آئینہ** : ایک ہزار شیشے، اظہار کثرت کے لیے۔ **بال** : پر۔ **یک تپیدن** : ایک تڑپ۔

تشریح :۔ اس کی نثر یہ ہوگی۔ نیرنگ بیتابی برنگ کاغذ آتش زدہ، ہزار آئینہ دل بال یک تپیدن پر باندھے ہے۔

اس شعر کا محور وہ کیفیت ہے جو کاغذ کی جلتے وقت اور اس کے بعد ہوتی ہے۔ اگر آپ نے کبھی کاغذ جلایا ہے یا جلتے وقت دیکھا ہے۔ تو ذرا یاد پر زور دیجیے وہ جلتے وقت بل کھاتا ہے اور تھر تھراتا ہے۔ جلنے کے بعد اس پر جو حروف لکھے ہوئے تھے۔ وہ سفید رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور زیادہ اجاگر ہو جاتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ حالت آنکھوں کے سامنے لائیے جو ایک پرندے کی تڑپتے وقت اور پھڑ پھڑاتے وقت ہوتی ہے کہ بازو پھیلاتا اور سکیڑتا ہے۔ ان دو باتوں کو ملحوظ رکھ کر شعر پر غور کیا جائے تو معنی یہ ہوتے ہیں۔

آتش عشق سے جلنے سے میری بیتابی جلے ہوئے کاغذ کی طرح ہزار آئینہ دل ایک بال تڑپ

پر باندھتی ہے۔ اور رازِ عشق فاش کر دیتا ہے۔ کاغذ جلایا جاتا ہے تاکہ اس میں جو لکھا ہے معدوم ہو جائے۔ کسی کو اس کا علم نہ ہو مگر ہوتا الٹ ہے۔ اسی خیال کو ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے

کھلے گا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

(۳) فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے — متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

معنی الفاظ:۔ **فلک**: آسمان۔ **عیشِ رفتہ**: گزری ہوئی عظمت اور آرام۔ **تقاضہ**: بزور مانگنا۔ **متاع**: پونجی۔ **بردہ**: چھینی ہوئی۔ **رہزن**: ڈاکو۔

تشریح:۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں غالب امراء کے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ غالب کا زمانہ مغلیہ دور کی انتہائی پستی کا تھا غالب کا آنا جانا لال قلعہ میں بھی تھا وہ شہزادوں اور امیرزادوں کی باتیں سنتا تھا جو اپنے آباؤ اجداد کی عظمت و شوکت کی یاد کر کے فلک کج رفتار کی شکایت کیا کرتے تھے۔ مگر اس کے حصول کے لیے جد و جہد کرنے کے قابل نہیں تھے۔ غالب اسی قسم کی گفتگو کا اظہار اپنے الفاظ میں اس طرح کرتا ہے کہ ہم فلک سے اگلے زمانے کی عظمت اور آرام کو اس طرح تقاضے کر کے مانگتے ہیں جیسا کہ کوئی چور سے چرائے ہوئے مال کو اس کے ذمے اپنا قرض سمجھ کر مانگتا ہو جو سراسر احمقانہ اور حقائق سے دور بات ہے۔ چور سے مال لینے کا طریقہ وہ نہیں ہے جو قرضدار سے ہے۔

(۴) ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے — شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر

معنی الفاظ:۔ **بے سبب**: بلاوجہ۔ **رنج**: ناراض۔ **آشنا دشمن**: دوست کا دشمن۔ **شعاع**: کرن۔ **مہر**: سورج۔ **تہمت**: الزام۔ **نگاہ**: نظر۔ **چشم**: آنکھ۔ **روزن**: سوراخ۔

تشریح:۔ غالب کے محبوب کے کمرے میں دیوار کے ایک سوراخ سے سورج کی روشنی اندر پہنچ رہی ہے اس کا محبوب بلاوجہ اس سے ناراض ہے (اور وہ اپنے عاشق صادق کے خلوص سے منکر ہے اور اس وجہ سے اس کا مخالف ہو گیا ہے کہ وہ سوراخ میں سے روشنی کے آنے کو اپنے عاشق کی نگہ سمجھتا ہے۔ (اور خفگی کا اظہار کرتا ہے)۔ بدگمانی میں انسان کی نفسیات

کس طرح پر کاکوّا اور سائے کو بھوت بنا دیتی ہیں۔ یہ اسی کی ایک مثال ہے۔

(۵) فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا — فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

معنی الفاظ:۔ **فنا**: موت۔ **سونپ**: سپرد کر۔ **مشتاق**: آرزومند، متمنی۔ **حقیقت**: صحیح مقام۔ **فروغ**: بلندی۔ **طالع**: نصیب۔ **خاشاک**: تنکے، کوڑا کرکٹ۔ **موقوف**: منحصر۔ **گلخن**: انگیٹھی، آتش دان، بھٹی۔

تشریح:۔ یہ شعر اسی غزل کے شعر نمبر ۳ کے سلسلے میں پڑھا جائے تو سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی۔ اس شعر میں درحقیقت اسی نفسیاتی مرض کا علاج بتایا ہے جس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ تو اگر اپنا اصلی مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو جان دینے میں دریغ مت کر تو نہیں دیکھتا کہ کوڑا کرکٹ جب تنور میں ڈالا جاتا ہے تو وہ بلند شعلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تو تو انسان ہے جان دے کر دیکھ کس مقام پر پہنچتا ہے۔ ان دونوں اشعار کے پڑھنے سے مسلمان امرا بالخصوص مغلیہ خاندان کے پسماندگان کا ذہنی جمود کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اور غالب نے جس بالغ نظری سے ایک طبیب حاذق کی طرح اس کا علاج تجویز کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ اقبال نے بھی اپنے ایک شعر میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ شمشیر پدر خواہی بازوئے پدر آور۔

غالب نے ایک اور جگہ بھی جان دینے کو نتیجہ خیز بتایا ہے کہتا ہے ؎

عشق تاثیر سے نومید نہیں — جان سپاری شجر بید نہیں

مگر افسوس ہے مریضوں نے یہ نسخہ استعمال نہیں کیا۔ ہم نے کسی مغل شہزادہ کا نام ان شخصیتوں میں نہیں دیکھا جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں فوجوں کی سرداری کی ہو۔ اگر وہ غالب کی رائے پر عمل کرتے تو صورت ہی دوسری ہو جاتی۔

(۶) اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے — کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پہ

معنی الفاظ:۔ **بسمل**: نیم جان، تڑپنے والا۔ **کس انداز کا**: کس وضع کا۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی اور دوسرے عشاق کی امتیازی صورت کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میں ہی ہوں کہ نیم جانی کی حالت میں معشوق سے کہتا ہوں کہ تو مشق ناز کر

خون دو عالم میری گردن پہ یعنی پرواہ نہ کر تو ناز کیے جا خواہ تمام جہان کے لوگ تیرے کشتہ ناز ہو جائیں۔ ان سب کا خون میری گردن پہ ہوگا تیری پر نہیں۔

(۷) ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں
تکلف بر طرف مل جائے گا تجھ سا رقیب آخر

معنی الفاظ :۔ ستم کش : ظلم اٹھانے والا۔ مصلحت : حکمت، پالیسی۔ تکلف بر طرف : صاف صاف۔ خوباں : حسین لوگ۔

تشریح :۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میں جو تمہارے ظلم برداشت کرتا ہوں اس میں بھی حکمت ہے اور وہ یہ کہ تجھ پہ اور کئی حسین عاشق ہیں اگر تو نہیں تو مجھے تجھ جیسا کوئی رقیبوں میں مل جائے گا اور میں اس سے دل لگا لوں گا۔

غزل نمبر ۶۵

(۱) لازم تھا کہ دیکھو میرا رستہ کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

تشریح :۔ غالب کا یہ مرثیہ بہت مشہور ہے۔ اور اس سے ان کی یہ خصوصیت بھی کھل کر ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے شدید ترین غم کا اظہار بھی ایسے طریق پر کرتے تھے کہ دوسروں کی طبع پر افسردگی نہ چھائے اور وہ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" کا مصداق نہ بنیں۔ عارف ان کا چہیتا شاگرد اور قریبی رشتہ دار تھا جو عین شباب میں مرا اس سے زیادہ صدمہ شاید ہی مرزا کو کبھی ہوا ہو۔ ان کی موت پہ غالب پر جو کیفیت گزری یہ دس اشعار اسی کا بیان ہے، غالب مرحوم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں تمہیں چاہیے تھا کہ میرا انتظار کرتے اور جب میں مرتا اس کے بعد مرتے۔ اب چونکہ تنہا گئے ہو اس لیے جب تک میں مروں تنہا رہو۔

(۲) مٹ جائے گا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

معنی الفاظ :۔ ناصیہ : پیشانی۔ فرسودن : گھسنا۔ ناصیہ فرسا : پیشانی رگڑنا

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ اگر میری پیشانی رگڑنے سے تیری چوکھٹ کا پتھر نہ گھسا تاہم میں پیشانی رگڑتا رہوں گا یہاں تک کہ سر مٹ جائے گا۔

(۳) آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں　　　مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ تم کل تو آئے اور آج کہتے ہو کہ جا رہا ہوں مانا کہ ہمیشہ نہیں، کچھ دن تو ٹھہرو یعنی اتنے کم عرصہ قیام تو نہایت ہی تکلیف دہ ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم ہمارے ساتھ رہنے کے لیے نہیں تھے چند دن تو اور ٹھہرو تمھاری عمر ہی کیا ہے۔

(۴) جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے　　　کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- خوب : اچھا۔ یہاں تعجب کے اظہار کے لیے کیا خوب کہا ہے۔

تشریح :- غالبؔ کہتے ہیں کہ تم جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے۔ کیا اس جدائی کے دن کے علاوہ قیامت کا دن اور بھی ہو سکتا ہے۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

فردا و دی کا تفرقہ اک بار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

(۵) ہاں اک فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف　　　کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- فلک : آسمان۔ پیر : بوڑھا۔ چونکہ لا متناہی مدت سے اسی طرح چلا آ رہا ہے۔

تشریح :- اس شعر میں غالبؔ فلک پیر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ابھی تو عارف جوان تھا۔ اگر وہ چند دن اور نہ مرتا تو تیرا کیا بگڑ جاتا۔ وہی پرانا علم نجوم پر عقیدہ اور فلک کج رفتاری کی شکایت۔

(۶) تم ماہِ شبِ چاردھم تھے مرے گھر کے　　　پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

معنی الفاظ :- ماہ : چاند۔ شب : رات۔ چاردھم : چودھویں۔ نقشہ : خاکہ، صورت۔

تشریح :- غالبؔ عارف کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم میرے گھر کی روشنی کا باعث اسی طرح تھے جیسے چودھویں کا چاند۔ پھر گھر کا وہ نقشہ کچھ دن اور کیوں نہ رہا۔ جو ہم تمہاری ٹھنڈی روشنی میں سکھ پاتے۔

(۷) تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے　　　کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- کھرا پن : خوش معاملگی۔ داد و ستد : لین دین۔ ملک الموت : عزرائیل۔ موت کا فرشتہ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ لین دین میں تم ایسے خوش معاملہ کب ہوئے تھے ؟ مان لیا کہ جان اللہ میاں کی امانت تھی فرشتہ قضا کو کچھ دن اور تقاضا کرنے دیتے یہ ضروری نہیں تھا کہ پہلے ہی تقاضے پر جان دے دیتے امرا کا طبقہ لین دین میں خوش معاملگی کم برتتا تھا چونکہ آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہو جاتا تھا۔

(۸) مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیر سے لڑائی بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- نیر : نواب ضیاالدین خاں نیرؔ تخلص۔ عارف کے رشتہ دار تھے۔ ممکن ہے عارف سے ان کی تکرار بھی ہو جس کا حوالہ اس شعر میں دیا ہے۔

تشریح :- اب ایک دوسری بات کی طرف عارف کی توجہ دلا کر دنیا سے جلد چلے جانے کی مذمت کی ہے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ تمہیں مجھ سے نفرت تھی اور میرے ساتھ رہنا پسند نہ کرتے تھے اور نیرؔ سے بھی اختلاف تھا لیکن بچوں کا تماشہ تو دیدنی تھا اس کے دیکھنے کے لیے ہی کچھ دن اور رہ جاتے تم نے وہ بھی نہیں دیکھا۔

(۹) گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- مدت : زمانہ۔ خوش : اچھا۔ ناخوش : برا۔ جوان مرگ : جوانی میں مرنے والا۔ گزارا کرنا : نباہ کرنا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب عارف سے کہتے ہیں کہ جتنے دن تم جئے بُرے بھلے بسر ہی کیے اے جواں مرگ کچھ دن اسی طرح اور ہمارے ساتھ نبھا لیتے۔

(۱۰) ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

معنی الفاظ :- ناداں : ناسمجھ۔ قسمت : تقدیر۔

تشریح :- اس شعر میں غالب ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اتنے رنج کے باوجود غالب جیتا کیوں ہے۔ مرزا کہتے ہیں کہ وہ لوگ ناسمجھ ہیں جو کہتے ہیں کہ غالب اس صدمہ کے بعد زندہ کیوں ہے۔ میری قسمت میں مرنے کی تمنا کوئی دن اور کرنا لکھا ہے۔ اور قسمت کا لکھا تو پورا ہو گا۔

غزل نمبر ۶۶

(۱) فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح و مہر — ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

معنی الفاظ :- فارغ : مطمئن ۔ زینت : رونق ، باعث آرائش ۔ جیب : گریبان ۔

تشریح :- غالب مر گئے اور معشوق سے کہتے ہیں کہ مر جانے پر مجھے مطمئن اور چین سے نہ سمجھ کیونکہ جس طرح صبح کے وقت سورج اس کی رونق بڑھاتا ہے اسی طرح میرا داغ جگر کفن کے گریبان میں چمکتا ہے ۔ داغ اور سورج اور کفن اور صبح کی تشبیہ قابل توجہ ہے ۔

(۲) ہے ناز مفلسان زر از دست رفتہ پر — ہوں گل فروش شوخی داغ کہن ہنوز

معنی الفاظ :- مفلسان : جمع مفلس ، یعنی کنگال ، بے زر ۔ زر : روپیہ ، مال ، از دست رفتہ : ہاتھ سے گیا ہوا ، خرچ شدہ ۔ گلفروش : پھول بیچنے والا ۔ شوخی : دلفریبی چمک دمک ۔ کہن : پرانا ۔

تشریح :- غالب بڑھاپے میں اپنے پرانے عشق کی باتیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اپنے پرانے عشق کی چمک دمک کے قصے اس طرح سناتا ہوں جیسا کہ ایک پہلے زمانے کا مفلس شدہ امیر اپنے ماضی کی دولت کے گیت گاتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے پرانے قصے دہرانا معنی خیز نہیں وقت کٹی ہے اور ممکن سے دل بہلاوہ بھی ہو ۔

(۳) مے خانۂ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں — خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

معنی الفاظ :- مے خانہ : شراب خانہ ۔ خمیازہ کھینچنا : نشہ کے توڑ میں انگڑائیاں لینا ۔ بت : معشوق ۔ بیداد : ظلم ۔ فن : کرتب ۔ بیداد فن : جس کا کام ظلم کرنا ہو ۔ مجازاً ظالم ۔

تشریح :- غالب غم عشق کی وجہ سے اپنے جگر میں خون باقی نہ رہنے کے باعث اپنے معشوق کے ظلم کی پیاس کو بجھا نہ سکنے کا قابل ہوتے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب میرے جگر کے شراب خانے میں جہاں سے خون پی کر وہ اپنے ظلم کی پیاس بجھاتا تھا ایک قطرہ بھی نہیں ہے ۔ (وہ اب خمیازہ کھینچ رہا ہے) اس لیے وہ انگڑائیاں لے رہا ہے نشہ کے توڑ پر انگڑائیاں ضرور آتی ہیں ۔

غزل نمبر ۶۷

(۱) حریف مطلب مشکل نہیں فسون نیاز　　　دعا قبول ہو یا رب کہ عمر خضر دراز

معنی الفاظ :- حریف : مد مقابل - مطلب : غرض، خواہش - فسون : طلسم، جادو، وہ بات جو سمجھ میں آسانی سے نہ آسکے - نیاز : غرض، بندگی ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہماری خداوند تعالیٰ کے ساتھ نیازمندی (بندگی) کا جو تعلق ہے وہ اہم خواہشات کا متحمل نہیں ہو سکتا یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے ایسے چہیتے بندے نہیں ہیں کہ ہماری وہ خواہشیں جن کا پورا ہونا ہم دل سے چاہتے ہیں پوری ہوں - اس لیے ہم ایسی دعا کرتے ہیں جس کی منظوری میں اللہ تعالیٰ کو کوئی اہتمام نہ کرنا پڑے یعنی اے رب یہ دعا کہ عمر خضر دراز ہو قبول کر - خضر کی عمر پہلے ہی سے دراز ہے اللہ تعالیٰ کو خضر کی عمر بڑھانے میں کوئی تامل نہ ہوگا ۔

(۲) نہ ہو بہ ہرزہ بیاباں نبرد وہم وجود　　　ہنوز تیرے تصور میں ہے نشیب و فراز

معنی الفاظ :- ہرزہ : بیہودہ، بے کار - بیابان : جنگل - نبرد : لڑائی، جنگ - وہم : خیال - وجود : ہستی - نشیب : ڈھلان - فراز : بلندی -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ تو اس فکر میں کہ یہ عالم محض وہم ہے یا حقیقت بے کار خیال آرائی مت کر کیونکہ ابھی تیرے تصور میں ہمواری نہیں آئی ہے بلکہ اونچ نیچ ہے اس پر غور کے لیے پختگی خیال کی ضرورت ہے جو عشق ہی بخش سکتا ہے اسی سلسلہ میں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

صوفی نہ بود صافی تا در نہ کشد جامے

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

(۳) وصال جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہاں　　　کہ دیجیے آئینۂ انتظار کو پرواز

معنی الفاظ :- وصال : ملاقات - جلوہ تماشہ : جلوہ نمائی، دیدار کرنا یا کرانا ۔ پرواز : اڑنا - پرتو : نور، روشنی -

تشریح :- غالب کے نزدیک محبوب کا دیدار ہونا ہی وصال ہے چونکہ جلوہ نمائی آئینہ میں بھی ہوتی ہے غالب انتظار کو آئینہ تصور کرتے ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی معشوق کے دیدار کی توقع ہو سکتی ہے - اور کہتے ہیں کہ دیدار یار تو ہو سکتا ہے مگر ہم میں یہ طاقت کہاں کہ انتظار

کے آئینے کو عکسِ یار لینے کے قابل بنالیں یا انتظار کریں۔ یعنی ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔

(۴) ہر ایک ذرہ عاشق ہے آفتاب پرست   گئی نہ خاک ہوئے پہ ہوائے جلوۂ ناز

معنی الفاظ:۔ آفتاب پرست : آفتاب کو پوجنے والا۔ ہوا : خواہش، آرزو۔ جلوہ : تجلی۔ روشنائی۔ ناز : نازنین۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ عاشق کی خاک کا ایک ایک ذرہ آفتاب کے پرتو سے چمک جاتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خاک ہو جانے پر بھی اس کو معشوق کی دیدار کی خواہش باقی ہے۔

(۵) نہ پوچھ وسعتِ میخانۂ جنوں غالب   جہاں یہ کاسۂ گردوں ہے ایک خاک انداز

معنی الفاظ:۔ وسعت : پہنائی، گنجائش، پھیلاؤ۔ کاسہ : پیالہ۔ کاسہ گردوں : آسمان کا پیالہ (آسمان پیالے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔)

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ جہاں شراب عشق رہتی ہے اس (دماغ) جگہ کی پنہائی کی نسبت مت پوچھ کتنی ہے۔ اس کے سامنے تو پیالہ صورت، آسمان راکھ اٹھانے کے برتن کے برابر ہے۔ یعنی انسانی دماغ کے تخیل کی وسعت لامتناہی ہے۔

غزل نمبر ۶۸

(۱) کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز   کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

معنی الفاظ:۔ بت : معشوق۔ عزیز: پیارا۔ ایمان : دھرم۔ بت پرست بت کی پوجا کرتے ہیں اور ایسا کرنا ان کا دھرم ہے اور دھرم یا مذہب وہ چیز ہے جس کے مقابلے میں جان کوئی قیمت نہیں رکھتی۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب لفظ "بت" سے فائدہ اٹھا کر کہتے ہیں کہ محبوب جس کا چاہنا میرا دھرم ہے میں اس کو جان دینے میں کیوں تامل کروں کیونکہ ایسا کرنا میرے دھرم کے خلاف ہے جو ناممکن ہے۔

(۲) دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے   ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

معنی الفاظ:۔ پیکان : انی، نکیلا حصہ۔

تشریح :۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیرا تیر میرے دل سے پار ہو گیا لیکن اس میں اس کی خلش اور یاد باقی رہی اور یہ اس لیے کہ تیرا پیکان تیر مجھے عزیز ہے کیونکہ دل میں وہی چیز رہتی ہے جو عزیز ہوتی ہے۔

(۳) تاب لائے ہی بنے گی غالب　　واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

معنی الفاظ :۔ تاب : برداشت۔

تشریح :۔ غالب کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوئے اور کہتے ہیں اے غالب اگرچہ یہ واقعہ سخت ہے مگر برداشت کرنا پڑے گا کیونکہ جان بھی عزیز ہے۔ مرا نہیں جاتا۔

غزل نمبر ۶۹

(۱) وسعت سعی کرم دیکھ کہ سرتا سر خاک　　گزرے ہے آبلہ پا ابر گہر بار ہنوز

معنی الفاظ :۔ وسعت : پہنائی، پھیلاؤ۔ سعی : کوشش۔ کرم : بخشش۔ سرتاسر : ایک سرے سے دوسرے سرے تک۔ خاک : زمین۔ آبلہ پا : پاؤں میں چھالے پڑا ہوا۔ ابر : بادل۔ گہر بار : موتی برسانے والا۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں ہمہ گیر بارش کا بیان کرتے ہیں اور اس کو بادل کی بخشش کرنے کی کوشش پر محمول کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھا اور باوجودیکہ اس کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوتے ہیں لیکن جذبہ بخشش کے تحت زمین پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک مینہ برساتا چلا گیا۔ یعنی ہر طرف جل تھل کر دیا۔ آبلہ اور بارش کی بوند کی مشابہت قابل غور ہے۔

(۲) یک قلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحہ دشت　　نقش پا میں ہے تپ گرمی رفتار ہنوز

معنی الفاظ :۔ یک قلم : یکسر، ایکدم۔ کاغذ آتش زدہ : جلا ہوا کاغذ۔ صفحہ : ورق کا ایک رخ یا حصہ۔ دشت : صحرا۔ صفحہ دشت : صفحہ کی طرح پھیلا ہوا سطح۔ تپ : حرارت، گرمی۔ گرمی رفتار : تیز رفتار۔

تشریح :۔ اس شعر میں مرزا اپنی صحرا نوردی کے ایام میں دشت پر جو کیفیت گزری ہے۔ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحرا میں میرے قدموں کے جو نشان ہیں ان میں اب تک چلنے کی

تیزی کی گرمی موجود ہے اور یہ نقوش صفحہ صحرا پر ابھرے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے جلے ہوئے کاغذ پہ لکھے ہوئے الفاظ۔

غزل نمبر ۷

(۱) نہ گلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز   میں ہوں اپنی شکست کی آواز

معنی الفاظ :- گل : گلاب کا پھول خصوصاً عموماً ہر پھول ۔ بہتر اور خوب ۔ نغمہ : راگ ۔ پردہ : سُر ۔ ساز : باجا ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے کلام کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری زبان سے جو اشعار تم سنتے ہو وہ اچھا راگ یا باجے کے دل لبھانے والے سُر نہیں ہیں بلکہ وہ تو دلِ شکستہ کی جھنکار ہے ۔

(۲) تو اور آرائشِ خمِ کاکل   میں اور اندیشہ ہائے دور دراز

معنی الفاظ :- آرائش : سنوارنا ۔ خم : پیچ ، بل ۔ کاکل : زلف ۔ اندیشہ : فکر ، خیال ۔ وہ فکر جس میں ڈر بھی شامل ہو ۔

تشریح :- اس شعر میں مرزا اپنی اور معشوق کی متضاد نفسیاتی کیفیتوں کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا للعجب اے معشوق تو تو اپنی پیچ در پیچ زلفوں کے سنوارنے میں لگا ہوا ہے اور میں اپنے خیال میں کہاں سے کہاں سوچتا ہوں ۔

(۳) لافِ تمکیں فریبِ سادہ دلی   ہم ہیں اور رازہائے سینہ گداز

معنی الفاظ :- لاف : شیخی بگھارنا ، ڈینگ مارنا ۔ تمکین : وقار ، رکھ رکھاؤ ، عزت ۔ فریب : دھوکا ۔ سادہ دلی : سیدھا پن ۔ رازہائے : راز کی جمع بھید ۔ سینہ گداز : سینہ کو گھلا دینے والے ۔

تشریح :- غالب اپنے سینے میں عشق کی آگ بھڑکتی ہوئی محسوس کرتے ہیں لیکن زبان سے اظہار نہیں کرتے اور اس حالت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ رکھ رکھاؤ کے خیال کی ڈینگ مارنا یہ ہماری سادہ دلی کا ایک فریب ہے ورنہ ہمارے دل میں عشق کی جو آگ روشن ہے

وہ سینے کو پگھلائے ڈالتی ہے۔

(۴) ہوں گرفتارِ الفت صیاد ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

معنی الفاظ: **گرفتار:** پکڑا ہوا۔ **الفت:** محبت۔ **صیاد:** شکاری۔ مجازاً معشوق۔
طاقتِ پرواز: اڑان کی طاقت۔

تشریح:۔ غالبؔ اس شعر میں معشوق پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ محض وفاداری کی وجہ سے نباہ رہا ہوں ورنہ ایسا بے بس نہیں ہوں جیسے تم خیال کرتے ہو۔ ترکِ عشق کر سکتا ہوں پھر یوسف بے کارواں ہو کر پھرو گے۔

(۵) وہ بھی دن ہو کہ اس ستم گر سے ناز کھینچوں بجائے حسرتِ ناز

معنی الفاظ:۔ **ستم گر:** ظالم۔ **ناز کھینچنا:** نازبرداری کرنا، مجازاً وصل۔ **حسرت:** آرزو، تمنا، ارمان۔ **ناز:** ادا، عشوہ۔

تشریح:۔ غالبؔ اپنے معشوق سے دور ہیں اور اس کے ناز اٹھانے کی حسرت دل میں لئے ہوئے ہیں۔ اسی کیفیت کا بیان اس شعر میں کرتے ہیں۔ کہ اے کاش وہ دن بھی آئے کہ میں اس جفاکش محبوب کی نازبرداریاں کروں بجائے اس حسرتِ ناز کے جو اس وقت اٹھا رہا ہوں۔

(۶) نہیں دل میں مرے وہ قطرۂ خون جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گلباز

معنی الفاظ:۔ **مژگاں:** پلک۔ **گلباز:** گلاب جیسے سرخ رنگ والی۔ گل رنگ۔
تشریح:۔ اس شعر میں غالبؔ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دل کے خون میں کا ایک ایک قطرہ خون کے آنسو کی صورت میں پلکوں سے ٹپک گیا۔

(۷) اے ترا جلوہ یک قلم انگیز اے ترا ظلم سر بسر انداز

معنی الفاظ:۔ **یک قلم:** یکسر، سربسر۔ **انگیز:** ابھارنے والا، جوش دلانے والا۔
انداز: ادا۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیرا دیدار سرتاسر ولولہ و جوش پیدا کرنے والا ہے اور تیری جفا بھی ایک دل لبھانے والی ادا ہے۔

(۸) تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز

معنی الفاظ :۔ ریزش : زمین پر ٹپکنا۔ (سجدہ شکر ادا کرنا)

تشریح :۔ غالبؔ کے محبوب نے صورت دکھائی اور وہ سجدے میں گر پڑے (سجدہ شکر ادا کیا) اپنی اس حالت کو اس شعر میں بیان کیا ہے اور کہتے ہیں تو نے ' رونمائی کی ' تجھے یہ سجدہ شکر مبارک ہو۔

(۹) مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا میں غریب اور تو غریب نواز

معنی الفاظ :۔ غضب : غصہ، برا ہونا، بے جا بات۔ غریب نواز : غریبوں کی عزت افزائی کرنے والا۔

تشریح :۔ غالبؔ کے معشوق نے ان کی طرف التفات کیا۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ اگر تو نے میری بات پوچھی تو بے جا نہیں کیا۔ تجھے یہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ میں غریب ہوں اور تو غریبوں کی دل داری کرنے والا اور عزت بڑھانے والا۔

(۱۰) اسد اللہ خاں تمام ہوا اے دریغا وہ رندِ شاہد باز

معنی الفاظ :۔ دریغا : افسوس۔ رند : اوباش، شرابی، آزاد، بے قید شخص۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالبؔ اپنی خصوصیات زندگی بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ افسوس کہ آزاد منش اور حسن پرست اسد اللہ خاں انتقال کر گئے۔

غزل نمبر ۱۷

(۱) مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس

معنی الفاظ :۔ مژدہ : خوشخبری۔ ذوق : شوق، تمنا۔ اسیری : قید، گرفتاری۔ دام : جال۔ قفس : پنجرہ۔

تشریح :۔ نئے پکڑے ہوئے پرندے کے پاس خالی جال دیکھ کر غالبؔ اس کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تیرے گرفتار ہونے کی تمنا پوری ہو گئی۔

(۲) جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا جوئے خوں ہم نے بہائی بُنِ ہر خار کے پاس

معنی الفاظ :- تشنۂ آزار : درد کا پیاسا، جگر کی صفت۔ تسلی : اطمینان۔ جو : ندی۔ بن : جڑ۔ خار : کانٹا۔

تشریح :- غالب اپنے درد کے پیاسے جگر کا حال بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ میں نے ہر کانٹے کی جڑ میں خون کی ندی بہادی تب بھی میرے جگر کے درد کی پیاس نہیں بجھی۔ خار جب پوری طرح جگر میں پیوست ہو جائے۔ تو خون اس کی جڑ ہی کے پاس بہتا ہے۔ یعنی ہم نے ہر طرح کے درد اپنے جگر کے لیے مہیا کیے۔ مگر وہ مطمئن نہ ہوا۔

(۳) مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے　　خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

معنی الفاظ :- مند گئیں : بند ہو گئیں۔　ہے ہے : کلمہ تاسف۔ ہائے ہائے۔ خوب وقت : اچھا وقت۔

تشریح :- غالب نزع کے عالم میں ہیں۔ اس کا محبوب مزاج پرسی کے لیے آیا ہے۔ وہ دیکھنے کے لیے آنکھیں کھولنا چاہتے ہیں مگر ابھی آنکھیں کھول نہ پائے تھے کہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں چنانچہ معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم اچھے وقت عاشق بیمار کے پاس آئے کہ تمہارے دیکھنے کے لیے کھولتے کھولتے آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ مرتے وقت بھی دیدار نصیب نہ ہوا۔

(۴) میں بھی رک رک کے نہ مرتا جو زباں کے بدلے　　دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غم خوار کے پاس

معنی الفاظ :- دشنہ : خنجر، چھری۔ غم خوار : ہمدرد، ناصح۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ناصح کے الفاظ چھری کا اثر رکھتے ہیں مگر کند چھری، جس سے یکدم جان نہیں نکلتی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ تیز چھری سے میرا کام ایک دم تمام کر دیتا۔ یعنی اپنی نصیحت جلد ختم کر دیتا۔

(۵) دہن شیر میں جا بیٹھیے لیکن اے دل　　نہ کھڑے ہو جیے خوبانِ دل آزار کے پاس

معنی الفاظ :- دہن : منہ۔ خوباں : حسینائیں، خوبصورت معشوق۔ دل آزار : جفاکش، دل دکھانے والے۔ پاس کھڑے ہونا : پاس لگنا، نزدیک جانا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ شیر اگرچہ خونخوار جانور ہے اس کے منہ میں بیٹھ جانا بہتر ہے اس سے کہ دل دکھانے والے معشوقوں کے پاس۔ کیونکہ یہ شیر سے بھی زیادہ خونخوار ہیں ان کے

پاس بھی نہیں پھٹکنا چاہیئے۔

(۶) دیکھ کر تجھ کو چمن بس کہ نمو کرتا ہے   خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

معنی الفاظ :- نمو کرنا : بالیدگی، پھولنا پھلنا، اگنا، بڑھنا۔ گوشہ : کونہ۔ دستار : پگڑی۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کی دل ربائی کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تو باغ میں جاتا ہے تو باغ کے پودے تیزی سے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور گل سرخ کی شاخ خود بخود اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پھول تیری دستار کے کونہ تک پہنچ جائے جہاں اس کے لیے موزوں جگہ ہے۔

(۷) مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے   بیٹھنا اس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

تشریح :- غالب دیدار معشوق نہ کر سکے اور معشوق کے گھر کی دیوار سے سر پھوڑ کر جان سے دی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ افسوس ہے غالب تیری دیوار کے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا اب سر پھوڑ کر مر گیا ہے۔

غزل نمبر ۷۲

(۱) نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے   لگا دے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

معنی الفاظ :- خس : کوڑا کرکٹ، سوکھا تنکا۔ جوہر : اصل، چمک۔ طراوت : نمی۔ سبزہ خط : آغاز داڑھی۔ رُو : چہرہ۔ نگار : حسین، خوبصورت (شکیل نوجوان)

تشریح :- اس شعر میں مرزا ایک حسین نوجوان کے دمکتے ہوئے چہرے کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس نوجوان کے (سبزہ خط) سے جوہر آئینہ نمی حاصل نہ کرے تو اس کے چہرے کی تابش سے آئینے میں آگ لگ جائے۔ یعنی سبزہ خط نے اس کے حسن کو آئینہ کے لیے قابل برداشت بنا دیا ورنہ آئینہ کو پھونک ڈالتا۔

(۲) فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق   نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

معنی الفاظ :- فروغ : ترقی۔ ابھار : بڑھوتری۔ حسن : معشوق، خوبصورتی۔ حل : تحلیل ہونا، گھلنا، مشکل کام کو آسان کرنا، سلجھاؤ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ عاشق کی مشکلوں کو معشوق کے حسن میں اضافہ ہی آسان بناتا ہے

چونکہ آتش عشق کو تیز کر دیتا ہے۔ جیسا کہ آگ موم بتی کے پاؤں میں سے دھاگے کے کانٹے کو (پگھلا کر) نکال دیتی ہے۔ حسن کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی غم عشق میں گھل جانا ہی عاشق کے درد کا علاج ہے۔

غزل نمبر ۲ (الف)

(۱) جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع — چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

معنی الفاظ: - **جادہ:** پگڈنڈی۔ **رہ:** راستہ۔ **خور:** مخفف خورشید کا یعنی سورج۔ **شعاع:** کرن۔ **چرخ:** فلک، آسمان۔ **ماہ نو:** پہلی رات کا چاند، ہلال۔ **آغوش:** گود، بغل۔ **وداع:** رخصت۔ ڈوبتا ہوا سورج دیکھنے والے کے مقابل ہوتا ہے اور اس کی کرنیں سیدھی اس کی آنکھ پر پڑتی ہیں۔ پگڈنڈی کی صورت اور نیا چاند بھی اس طرف قریب ہی نظر آتا ہے۔

تشریح: - اس شعر میں مرزا نئے چاند کی شام، غروب آفتاب کے وقت، جو سماں ہوتا ہے۔ اس کی عکاسی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس راستہ سے آفتاب شام کے وقت منزل طے کر کے گزرتا ہے اس کی پگڈنڈی کا کام کرن دیتی ہے۔ اور اس الوداع کے لیے آسمان ماہ نو سے اپنی آغوش کشادہ کر دیتا ہے۔ یعنی ماہ نو فلک کی آغوش کشادہ ہے جو سورج کے رخصت ہونے کے وقت کھلی ہے ویسے تو پہلی (تاریخ) شام کا چاند ہر شخص دیکھتا ہے۔ لیکن بصیرت رکھنے والے اس کو دوسری ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ موجودہ شعر اس تاثر کا نتیجہ ہے۔ جو غالب نے ہلال کے رونما ہونے کی شام غروب آفتاب کے نظارے سے لیا۔ چشم تصور شعر کی الفاظ سے زیادہ وضاحت کر سکتی ہے۔

غزل نمبر ۳

(۱) رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع — ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع

معنی الفاظ: - **رخ:** چہرہ۔ **نگار:** محبوب۔ **سوز:** جلن، تپش۔ **جاودانی:** دائمی،

ہمیشہ رہنے والی۔ آتش گل: پھولوں کی آگ۔ آب: پانی۔ آب زندگانی: وہ پانی جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ (دنیا میں کوئی چیز بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی)۔

تشریح:۔ غالب کا خیال ہے کہ موم بتی (شمع) کا مجلس یار میں جانا اور پگھلنا معشوق کے شل آتش رخ تاباں سے، رشک کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ بہ نسبت اس کے مجلس کے لیے زیادہ اُجالے کا سبب ہے۔ اپنے اسی نظریہ کو پہلے مصرعہ میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں ایک اور آگ کا ذکر کیا ہے۔ جس نے موم بتی کو وہ پانی دیا جس پر اس کی زندگی کا مدار ہے۔ (بغیر پانی کے کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی) یعنی آتش گل (پھول کی خوش رنگی اور چمک دمک قدرت نے ان کو شہد کی مکھیوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے دی تاکہ وہ پھولوں پر بیٹھیں اور وہاں سے رس اکٹھا کر کے شہد بنائیں جس کا موم شمع کے وجود میں آنے کا سامان بنا۔ ایک ہی چیز سے دو متضاد کیفیتوں کے پیدا ہونے کا بیان کرنا غالب کا مرغوب فکری شغل ہے۔

(۲) زباں اہل زباں میں ہے مرگ خاموشی　　یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع

معنی الفاظ:۔ اہل زباں: زبان دان۔ زبان: بولی۔ مرگ: موت۔ خاموشی: چپ ہونا، سکوت۔ بزم: محفل، مجلس۔ روشن ہوئی: چمکی، ظاہر ہوئی۔ زبانی: بیان سے۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اہل پارس مرگ کو خاموشی کہتے ہیں اور اس بات کا ثبوت شمع نے مجلس میں بجھ کر بزبان حال کر دیا ہے۔ شمع کی خاموشی سے مراد شمع کا بجھ جانا ہے۔ "خاموش کردن شمع" فارسی زبان کا محاورہ ہے جس کے معنی شمع کو بجھانے کے ہیں

(۳) کرے ہے صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام　　بہ طرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع

معنی الفاظ:۔ صرف کرنا: خرچ کرنا، بسر کرنا۔ ایما: اشارہ۔ شعلہ: لو، روشنی، آگ کی لپیٹ۔ قصہ شام: رات کا افسانہ۔ (چونکہ شمع رات کو ہی جلتی ہے)۔ طرز: طریق، روش۔ بطرز اہل فنا: وہ صوفی جو خدا کی ذات میں محو ہو جانا اپنا مقصد زندگی خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے وجود مٹانے ہی میں حقیقی زندگی خیال کرتے ہیں۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شمع اپنی سر شام سے صبح تک جلنے کی کہانی (زندگی کا قصہ) اس ڈھنگ سے بیان کرتی ہے جس طرح اہل فنا اپنی زندگی کے مقصد کو بزبان

حال جسم گھلا گھلا کر کرتے ہیں اور یہ سب کچھ ایک شعلہ کے اشارہ پر ہوتا ہے۔ شمع دیا سلائی کی لو سے آگ پکڑ کر جلنا شروع کر دیتی ہے اور اہل فنا کا جسم، معشوق حقیقی کے عشق سے جو آگ ہی کا اثر رکھتا ہے پگھلنے لگتا ہے۔ قصہ دونوں کا ایک ہی ہے یعنی جلنا گھلنا اور اپنے ماحول کا روشن کرنا۔ شمع محفل میں اجالا کرتی ہے اور اللہ والے نور ہدایت سے معاشرہ کو منور کرتے ہیں۔

(۴) غم اس کو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع

معنی الفاظ:- **غم:** رنج۔ **حسرت:** ارمان۔ **پروانہ:** پتنگا۔ ایک پردار کیڑا جو عموماً برسات میں روشنی شمع یا چراغ کے گرد چکر لگاتا ہے۔ **لرزنا:** کانپنا۔ **ناتوانی:** کمزوری، بے بسی۔

تشریح:- اس شعر میں غالب شمع کے شعلہ کے لرزنے کی وجہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شعلہ تیرے کانپنے سے شمع کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ پروانے کی حسرت (تمنا نہ پوری ہو سکنے کا غم) کا غم لیے ہوئے ہے کہ اس کے پورا ہونے میں کوئی مدد نہ دے سکی۔ جس طرح کمزور انسان جب اس کا کسی کام پر بس نہیں چلتا غصہ کی وجہ سے کانپنے لگتا ہے۔

(۵) ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے بہ جلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

معنی الفاظ:- **خیال:** تصور۔ **روح:** جان۔ **اہتزاز:** جھومنا، وجد کرنا۔ **جلوہ ریزی:** نمائش۔ **باد:** باد بہاری، برساتی ہوا۔ **پرفشانی:** پھڑپھڑاہٹ، بے چینی بے قراری، تھرتھرانا۔ بجلوہ میں "بہ" مانند کے معنی میں آیا ہے۔

تشریح:- شمع روشن ہے اور باد بہاری چل رہی ہے۔ جس سے اس کا شعلہ تھرتھرا رہا ہے۔ غالب محبوب کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کے تصور میں محو بیٹھے ہیں اس وقت ان کی جو کیفیت ہے اسی کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرے خیال سے میری روح اسی طرح جھوم رہی ہے جس طرح باد بہاری کے چلنے سے شمع کی لو۔

(۶) نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

معنی الفاظ:- **نشاط:** طرب، خوشی۔ **داغ:** نشان۔ **غم عشق:** عشق کا رنج۔

بہار: تازگی، خوشنمائی، لطف، رونق، جوبن، مزا۔ شگفتگی: پھول کا کھلنا، خوشی۔ شہید: قربان، فدا۔ گل: پھول، شمع کا جلا ہوا حصہ۔ خزانی: بے رونقی، زوال۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے غم عشق کے داغ کی رونق کو شمع کے گل پر قابل ترجیح سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے غم عشق کے داغوں کی بہار (رونق) دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے نہ پوچھ۔ اس کی تازگی ثابت کرتی ہے۔ شمع کے گل کی خزانی حالت کو یعنی میرے داغ غم عشق کی تازگی کے سامنے گل شمع خزاں دیدہ معلوم ہوتا ہے۔ بہار اور خزاں کا فرق محتاج بیاں نہیں۔

(۷) جلے ہے دیکھ کے بالیں یار پر مجھ کو ۔۔۔ نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

معنی الفاظ:۔ بالین: سرہانہ۔ بدگمانی: بدظنی، برا خیال۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ شمع بالیں یار پر مجھے دیکھ کر جلتی ہے پھر میرے دل پر شمع کی طرف سے اس بدگمانی کا، جو میری نسبت اس کو ہے داغ کیوں نہ ہو۔ یہ بھی غالب کے رشک کی انتہا کا ایک رخ ہے وہ کسی چیز کو بھی بجز اپنے محبوب کے پاس دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ یہاں شمع سے جلنے کڑھنے کی وجہ اس کا ان کو سر بالیں یار دیکھ کر جلنا بتاتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود شمع کا معشوق کے سرہانے روشن ہونا نہیں دیکھ سکتے اور ان کے دل پر داغ اسی وجہ کا ہے۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

ہم رشک کو اپنے بھی گوارہ نہیں کرتے ۔۔۔ مرتے ہیں ولے ان کی تمنا نہیں کرتے

غزل نمبر ۸۴

(۱) بیم رقیب سے نہیں کرتے وداع ہوش ۔۔۔ مجبوریاں تلک ہوئے اے اختیار حیف

معنی الفاظ:۔ بیم: خوف۔ رقیب: غیر، محبوب کا دوسرا چاہنے والا۔ وداع: رخصت۔ مجبور: معذور۔ اختیار: قدرت، طاقت، قابو۔ حیف: افسوس۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی انتہائی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب رقیب کے خوف سے میرے ہوش پر کوئی اثر نہیں ہوتا حالانکہ معمولاً مجھے اس کے تصور ہی سے پریشان ہو جانا چاہیے تھا۔ اس سے میری مجبوری کا اندازہ لگائیے کس قدر قابل افسوس ہے۔

(۲) جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے　　اے ناتمامیِ نفسِ شعلہ بار حیف

معنی الفاظ :- **دل جلنا** : دل کڑھنا۔ **ناتمامی** : ناقص ہونا، نامکمل ہونا۔ **نفس** : سانس، دم۔ **شعلہ بار** : آگ برسانے والا۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنی آہ سوزاں کے ناقص ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا دل تو اس بات پر کڑھتا ہے کہ میں باوجود اس کے کہ میرا ہر سانس آگ برساتا ہے۔ ایک بار ہی کیوں نہیں جل گیا۔ یہ ثبوت اس بات کا ہے کہ میرا سوز عشق ابھی ناقص اور نامکمل ہے اور یہ قابل افسوس ہے۔

غزل نمبر ۷۵

(۱) زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک　　کیا مزہ ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

معنی الفاظ :- **کہاں** : کب، کلمہ انکاری۔ **طفلاں** : جمع طفل کے معنی بچے۔ **بے پروا** : بے فکر۔ **مزا** : لطف، اچھا۔

تشریح :- غالب زخم کے اندمال سے زیادہ اس پہ نمک پاشی سے خوش ہوتے ہیں۔ عالم جنوں میں بے سمجھ بچے پتھر مار کر زخم پیدا کر دیتے ہیں لیکن ان پر نمک چھڑک کر غالب کی اس مخصوص لذت میں اضافے کا خیال نہیں کرتے۔ اسی بات کا گلہ اس شعر میں کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ طفلاں بے پروا تو زخم پر نمک نہیں چھڑکتے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مارے جانے والے پتھر ہی میں نمک ہوتا تاکہ زخم کے ساتھ نمک پاشی بھی ہو جاتی۔

(۲) گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل　　ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک

معنی الفاظ :- **سامان** : سبب۔ **ناز** : فخر۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ جس چیز پر زخم دل فخر کر سکتا ہے وہ تو محبوب کے راستے کی خاک ہے ورنہ دنیا میں نمک تو بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۳) مجھ کو ارزانی رہے تجھ کو مبارک ہوجیو　　نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

معنی الفاظ :- **ارزانی** : بہتات، کثرت، سستاپن۔ **مبارک** : بھاگوان، برکت والا،

نیک سعید - خندہ : ہنسی -

تشریح :- غالب اپنی اور معشوق کی متضاد ذہنی کیفیتوں کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کرے مجھے تو بلبل کے نالے کا درد کثرت سے ملے اور تجھے پھول کی طرح ہنس کر نمک پاشی کرنا خدا بھاگوان کرے۔ مطلب یہ ہے کہ میں درد سے نالہ کرتا رہوں اور تو مسکراتا رہے تاکہ درد میں شدت پیدا ہو کر نالہ تیز ہوتا رہے۔

(۴) شورِ جولاں تھا کنارِ بحر پر کس کا کہ آج　　　گردِ ساحل ہے بہ زخمِ موجۂ دریا نمک

معنی الفاظ :- شور : غل، غوغا۔ نمک : شہرت، دھوم - جولاں : قیدی کی زنجیریں، کود پھاند کرنا۔ موج : لہر۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ سمندر کے کنارے پر کس کے کود پھاند کی دھوم دھام مچ رہی تھی کہ ساحل کی گرد سمندر کی موج پر نمک پاشی کر رہی تھی۔ سمندر کا پانی نمکین ہوتا ہے شور کے معنی نمک کے بھی ہیں۔ اب غور کیجئے کہ سمندر کے پانی کے نمکین ہونے کا سبب غالب اس گرد کو بتاتے ہیں جو ساحل سمندر پر ایک عاشق کی مجنونانہ وار ساحل نوردی سے اٹھی۔

(۵) داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی واہ وا　　　یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے وہ جس جا نمک

معنی الفاظ :- داد دیتا ہے : سراہتا ہے، عدل کرنا، انصاف کرنا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرا محبوب جس جگہ نمک دیکھتا ہے مجھے یاد کر لیتا ہے گویا وہ اس طرح میرے زخم پہ نمک چھڑکنے کا خیال کر کے میرے زخم کو سراہتا ہے۔

(۶) چھوڑ کر جانا تنِ مجروحِ عاشق حیف ہے　　　دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک

معنی الفاظ :- تن : جسم۔ مجروح : زخمی۔ حیف ہے : افسوس ہے۔ طلب کرنا : مانگنا۔

تشریح : غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ عاشق کے زخموں سے بھرے ہوئے جسم کو یونہی چھوڑ جانا قابلِ افسوس ہے۔ اس کا دل جو ابھی تک زخمی نہیں ہوا زخم چاہتا ہے اور اعضا جو زخمی ہیں وہ نمک کے آرزومند ہیں۔ غالب ابتدائی طبی امداد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

(۷) غیر کی منت نہ کھینچوں گا پئے توقیرِ درد　　　زخم مثلِ خندہ قاتل ہے سراپا نمک

معنی الفاظ :- غیر : اور، رقیب۔ منت : احسان، خوشامد۔ خندہ : ہنسی۔

خندہ قاتل : قاتل کی ہنسی جو قتل کرنے کے بعد ظاہر ہو۔ سرتاپا : سرتاسر۔ پئے : واسطے۔ توفیر : زیادتی، بہتات۔

تشریح :۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں غم میں زیادتی کے لیے کسی کا احسان نہیں اٹھاؤں گا۔ میرا تو کھلا ہوا زخم ہی قاتل کی ہنسی کی طرح زخم پہ نمک پاشی خود کر لیتا ہے۔ زخم خونچکاں و قاتل کے دہن خونچکاں کا تقابل قابل غور ہے۔ یہ شعر بھی اسی قبیل کا ہے ؎

درد منت کش دوا نہ ہوا　　　میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

غالب نے تمام عمر منت غیر اٹھانے سے احتراز کیا لیکن افسوس جتنی بار توبہ کی اس سے زیادہ مرتبہ توبہ شکنی کرنی پڑی۔

(۸) یاد ہیں غالب تجھے وہ دن کہ وجد ذوق میں　　　زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

معنی الفاظ :۔ وجد : بے خودی کی حالت۔ ذوق : مزا، لطف۔

تشریح :۔ مقطع میں غالب اپنی لذت آزار کی آرزو کی انتہا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے غالب تجھے وہ دن یاد ہیں کہ جب زخموں پر سے زخم پاشی کے بعد نمک نیچے گر جاتا تھا تو تو درد کے شوق میں پلکوں سے چن کر وہیں ڈال دیتا تھا۔ اپنی اسی حالت (لذت آزار) کو ایک اور شعر میں بیان کیا ہے ؎

وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ　　　ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

غزل نمبر ۷۶

(۱) آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک　　　کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

معنی الفاظ : زلف کا سر ہونا : بناؤ سنگار کے بعد موزوں مقام پہ قائم ہونا۔ تکمیل آرائش زلف۔ زلف : کاکل، بالوں کی لٹ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب محبوب کی درازی زلف سے فائدہ اٹھا کر اپنی آہ کی تاثیر میں تاخیر کی وجہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لمبے لمبے بال ہونے کی وجہ سے تجھے اپنی آرائش کی تکمیل کر کے دیدار کرانے میں ایک عمر لگے گی اور ہمارا اس وقت تک جینا مشکل ہے ہجر میں آہ

کی تاثیر دیدارِ یار ہی پر ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور محبوب اس وقت تک سامنے نہیں آئے گا جب تک اس کا بناؤ سنگار مکمل نہ ہو۔ جس میں بالوں کی لمبائی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

(۲) دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

معنی الفاظ:۔ دام: جال۔ موج: لہر۔ حلقہ: دائرہ، چکر۔ صد: سو۔ کام: تالو۔ منہ: دہن۔ نہنگ: مگرمچھ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ ہر موج کے جال میں سینکڑوں مگرمچھ حلقہ دام کی طرح منہ کھولے ہوئے ہیں۔ دیکھئے قطرے کو موتی بننے تک کن کن مراحل سے گزرنا پڑے۔ یعنی ایک شاعر کو صحیح معنی میں شاعر بننے کے لیے بہت مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں اور پھر بھی تکمیل یقینی نہیں ہوتی۔

(۳) عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

معنی الفاظ:۔ صبر: مستقل مزاجی سے کسی سختی کا برداشت کرنا، بردباری، برداشت۔ تمنا: خواہش، آرزو۔ (آرزوئے وصل)۔ بے تاب: بے چین، بے قرار۔ رنگ: حال۔

تشریح:۔ شعراء دل کو آرزوؤں کا مسکن اور ان کی تکمیل کے لیے بے قراری کا نشان قرار دیتے ہیں اور جگر کو تحمل و بردباری سے برداشت اور صبر کا۔

غالب کہتے ہیں کہ عشق کرنے میں دو گونہ مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔ دل وصالِ یار جلد ہونے کے لیے بے قرار رہتا ہے لیکن عاشقی جلدی کی روادار نہیں اس خیال کا اظہار غالب نے اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ عاشقی تو صبر چاہتی ہے اور دل بے قرار ہے ایسی صورت میں جب تک کہ جگر کا ایک ایک قطرہ خون نہ بہہ جائے یعنی طاقت برداشت ختم نہ ہو جائے دل کی بے قراری کا کیا علاج کروں۔

(۴) ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

معنی الفاظ:۔ تغافل: بے اعتنائی، غفلت، بے پرواہی۔ خاک ہو جانا: مٹ جانا، ہو جانا۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب تک پہنچنا تو کجا اس تک اپنے حالِ زار کی خبر بھی نہیں بھیج سکتے اسی بے بسی کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے مان لیا کہ تم میرے حالِ زار کی خبر

لینے میں ذرا بھی تامل نہ کرو گے لیکن جس وقت تمہیں خبر ہوگی اس وقت تک ہم خاک ہو جائیں گے۔

(۵) پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم   میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

معنی الفاظ :- پرتو : عکس ۔ کرن : شعاع ۔ خور : خورشید کا مخفف بمعنی سورج۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے میں دیدار محبوب کی برداشت نہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کی تمنا بھی رکھتے ہیں۔ اس کا جو نتیجہ ہوگا وہ اس شعر میں بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ جس طرح سورج کی کرن شبنم پر پڑ کر اسے موت کی راہ دکھا دیتی ہے میں بھی آپ کی عنایت کی ایک نظر ہونے تک زندہ ہوں۔

(۶) یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل   گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

معنی الفاظ :- یک نظر : یکسر، ایک قلم ۔ بیش : زیادہ ۔ فرصت : مہلت ۔ ہستی : زندگی ۔ غافل : بے پرواہ، بے خبر ۔ گرمی : رونق ۔ بزم : محفل، مجلس (دنیا) رقص : ناچ ۔ شرر : چنگاری ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں دو حقائق زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نمبر ۱۔ زندگی کی مہلت بہت کم ہے اور اس دنیا کی رونق چنگاری کی طرح ایک مرتبہ چٹخ جانے میں ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ اے بے خبر زندگی کی مہلت بہت کم ہے اور اس مجلس دنیا کی رونق ایک لمحہ کے لیے چمکنے سے ہے جیسا کہ چنگاری کے چٹخنے سے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم اس تھوڑی سی زندگی کو بھی اس دنیا کی رونق کا باعث بنا سکتے ہو بشرطیکہ چنگاری کی طرح چمک حرارت اور چٹخنے کی قوت رکھتے ہو۔ حافظ اپنے رنگ میں یہی بات بیان کر گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ؎

عاقبت منزل ما وادی خاموشانست   حالیہ غلغلہ در گنبد افلاک انداز

(۷) غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج   شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

معنی الفاظ :- جز : سوائے ۔ ہستی : زندگی ۔ مرگ : موت ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب ایک اور حقیقت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندگی اور غم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اس دنیا میں غم سے نجات اسی وقت مل سکتی ہے جب زندگی ہی سے نجات مل جائے۔ یعنی موت آ جائے بالکل وہی کیفیت ہے جو شمع کی، جو شام سے صبح تک ہر

صورت و رنگ میں جلتی رہتی ہے۔ اسی خیال کو ایک اور شعر میں اسی طرح بیان کیا ہے ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غزل نمبر ۷۷

(۱) گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ — یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

معنی الفاظ :- اجابت : قبولیت۔ بغیر : سوائے۔ بے مدعا : تمنا سے خالی۔

تشریح :- اس شعر میں غالب کا وہی منت ناپذیری کا جذبہ کارفرما ہے جس کا اظہار اکثر اشعار میں کیا ہے وہ خدا سے قبولیت کی امید ہونے پر ایسی دعا مانگنا چاہتے ہیں جو ان کو بے نیاز کر دے۔ اور لا و نعم کے نشتر کھانے سے محفوظ کر دے۔ ضمیر خود کا مرجع خود غالب ہیں کہتے ہیں کہ اگر تجھ کو یہ یقین ہو جائے کہ تیری دعا قبول ہو جائے گی تو خدا سے ایسا دل مانگ جو کوئی غرض اور مدعا نہ رکھتا ہو۔ چونکہ دنیا کی تمام تکالیف تمناؤں اور آرزوؤں کے پورے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں اور دل ہی وہ مقام ہے جہاں تمنائیں پیدا ہوتی ہیں۔ پروان چڑھتی ہیں اور فنا ہو جاتی ہیں۔ اگر تمنائیں پوری ہوتی ہیں تو ضرور ان کی تکمیل میں کسی دوسرے کا ہاتھ ہو گا اور اس طرح اس کا ممنون ہونا پڑے گا اور اگر وہ نامکمل رہیں تو اس میں رکاوٹ کا باعث بھی کوئی نہ کوئی ہو گا جو وجہ شکایت اور افسوس ہو گا اس لیے غم دنیا سے نجات پانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو وہ دلِ بے مدعا کا مل جانا۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

شادی سے گزر کہ غم نہ رہوے — اُردی جو نہو، تو دے نہیں ہے

(۲) آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

تشریح :- غالب ایسی تمناؤں سے بھرپور دل رکھتے ہیں جن کا شمار گناہوں میں ہوتا ہے۔ اور انہیں ہمیشہ اس کا افسوس رہا کہ وہ اپنی ان تمناؤں کو اس زندگی میں پورا ہوتا نہیں دیکھ سکے۔ بہت سے گناہ کیے لیکن حسرت ان سے زیادہ کی باقی رہی قیامت کے روز جب ان کا اعمال نامہ ان کے سامنے پیش ہوا تو گناہ ہی گناہ تھے اس وقت جان بچانے کے لیے غالب ایک عجیب

عذر تلاش کرتے ہیں اور اپنے خاص انداز میں اعتراف گناہ بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا مجھ سے میرے گناہوں کا حساب نہ مانگ۔ یہ حساب کتاب تو بہت کم ہے مجھے تو جن گناہوں کے کرنے کی خواہش دل میں تھی اور وہ پوری نہیں ہوئی اس حساب مانگنے پر ان کے داغ یاد آجاتے ہیں۔ اسی خیال (کثرت تمنائے گناہ) کو ایک اور شعر میں کہتے ہیں ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک　　میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

غزل نمبر ۷۸

(۱) ہے کس قدر ہلاک فریب ہوائے گل　　بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

معنی الفاظ:۔ **ہلاک**: فنا۔ **فریب**: دھوکا۔ **ہوا**: خواہش، تمنا۔ **کاروبار**: کار، شغل دہندہ، کرتوت، فعل۔ **خندہ ہائے گل**: گل کی ہنسی۔

تشریح:۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ بلبل تو پھول کی تمنا کے دھوکے میں فنا ہوگئی ہے مگر پھول بلبل کی ان کرتوتوں پہ ہنستے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق عشاق کی وفاکیشیوں کو بہت کم نظر میں لاتے ہیں بیشتر حماقت پر محمول کرتے ہوئے ہنس دیتے ہیں۔

(۲) آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف　　ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دامِ ہوائے گل

معنی الفاظ:۔ **آزادی**: بے قید ہونا، حریت۔ **نسیم**: صبح کی ہوا۔ **مبارک**: نیک، برکت والا۔ (طنزیہ) **حلقہ**: دائرہ، چکر۔ **دام**: جال۔ **ہوائے گل**: پھول کی خواہش۔

تشریح:۔ غالبؔ اس شعر میں نسیم کے آزادانہ چلنے کے بعد باغ کی جو کیفیت ہوئی اس کا نقشہ کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لیجئے نسیم کا یہ بے قید چلنا مبارک ہو وہ دام جس سے پھول کی خواہش ہوتی تھی یعنی پھول کی پتیاں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ اور اب کوئی چیز پھول کی خواہش میں مبتلا کرنے کی باقی نہیں رہی۔ اس شعر میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ فطرت کی ایک ہی چیز مختلف صورتوں میں مختلف نتیجے پیدا کرتی ہے۔ نسیم جب آہستہ آہستہ چلتی ہے تو پھولوں کے کھلنے کا باعث ہوتی ہے اور وہی جب بے لگام ہو کر چلتی ہے تو پھولوں کی پتیوں کے انتشار کا باعث بنتی

ہے گویا ایک صورت میں جذب نگاہ کا سامان پیدا کرتی ہے اور دوسری میں اس کو تباہ کر دیتی ہے۔

(۳) جو تھا سو موج رنگ کے دھوکے میں مر گیا ۔۔۔ اے وائے نالۂ لب خونیں نوائے گل

معنی الفاظ :۔ موج : لہر۔ اے وائے : اے افسوس۔ کلمہ تاسف۔ نالہ : فریاد۔ لب : ہونٹ۔ خونیں : خون جیسا رنگ لیے ہوئے۔ لب خونیں : سرخ ہونٹ۔ نوائے گل : گل کی آواز، صدا۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں ہوائے گل میں مرنے والوں کا جو اثر گلوں پر پڑا اس کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہار کے موسم میں جس نے بھی پھولوں کی بہار دیکھی فریفتہ ہو گیا اور اس پر پھول اپنے لب خونیں سے نالہ کناں ہیں۔ یہ بات قابل افسوس ہے۔

(۴) خوش حال اس حریف سیہ مست کا کہ جو ۔۔۔ رکھتا ہو مثل سایۂ گل سر بہ پائے گل

معنی الفاظ :۔ خوشحال : خوش نصیب۔ حریف : دشمن۔ سیاہ مست : مدہوش، بدمست۔

تشریح :۔ غالب (اس وقت) باغ میں جبکہ سورج نصف النہار پر تھا پھول کا سایہ اس کے پاؤں پر پڑتا ہوا دیکھتے ہیں اور باغ میں شراب پی کر مدہوشی کی حالت میں پھولوں کے قدموں میں سر ٹکا دینا خوش نصیبی خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بدمست شرابی خوش نصیب ہے جس کا سر نشہ کی حالت میں پھولوں کے قدموں میں رکھا ہو۔ شراب نوشی کی اس کیفیت کو ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں ع

سر پائے خم پہ چاہیے ہنگام بے خودی

غالب شراب خواہ معرفت کی ہو یا انگوری خوب پینا چاہتے ہیں تشنگی باقی رہنے کے قائل نہیں۔

(۵) ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار ۔۔۔ میرا رقیب ہے نفس عطر سائے گل

معنی الفاظ :۔ ایجاد : اختراع کرنا، نئی چیز پیدا کرنا۔ عطر سا : روح جو خوشبودار چیز سے نکالی جائے، عطر جیسا۔ رقیب : مدمقابل، غیر۔ نفس : سانس۔

تشریح :۔ مرزا اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ پھول کی عطر جیسی سانس یعنی خوشبو کو تیرے لیے بہار تیار کرتی ہے جو میری رقیب ہے یعنی تو عطر کو اپنے جسم اور کپڑوں پر ملتا ہے لیکن مجھ سے اجتناب برتتا ہے۔ اسے تیرا قرب حاصل ہے مجھے نہیں۔

(۶) شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے مینائے بے شراب و دل بے ہوائے گل

معنی الفاظ :- مینا : صراحی ۔

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنی مفلسی اور مایوسی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے موسم بہار میں جو شراب نوشی اور گلگشت کے لیے نہایت موزوں ہے ۔ صراحی میں شراب کا نہ ہونا اور باغ کی سیر کو دل نہ چاہنا، شرمندہ رکھتے ہیں ۔

(۷) سطوت سے تیرے جلوہ حسن غیور کی خوں ہے مری نگاہ میں رنگ ادائے گل

معنی الفاظ :- سطوت : دبدبہ، رعب ۔ جلوہ : نمائش، دیدار ۔ غیور : عزت دار، باغیرت ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے حسن کی تعریف کرتے ہیں اور اسے مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ تیرے غیور حسن کے دیدار کے رعب سے گلاب کے پھول کی رنگینی میری نگاہ میں اکھڑتی ہے یعنی ترے حسن کے سامنے گلاب کے پھول کی خوبصورتی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور میرا دل اس طرف دیکھنے کو بھی نہیں چاہتا ۔

(۸) تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل

معنی الفاظ :- قفا : پیچھے ۔ بے اختیار : بے قابو ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے حسن کی دلکشی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باغ میں پھول جو یکے بعد دیگرے کھلتے رہتے ہیں وہ اسی دھوکے میں کھلتے ہیں کہ تو باغ میں اپنا دیدار کرائے گا ۔

(۹) غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو جس کا خیال ہے گل جیب قبائے گل

معنی الفاظ :- ہم آغوش ہونا : ہمکنار ہونا، بغلگیر ہونا، گلے ملنا ۔ گُل : پھول ۔ جیب : گریبان ۔ قبا : لباس ۔ (جو کرتے کے اوپر پہنا جاتا ہے) ۔ اچکن ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مجھے اس ذات سے گلے ملنے کی تمنا ہے جس کا خیال پھول کی قبا کی آرائش کا سبب ہے ۔ یعنی جس کے محض خیال سے پھول میں دلکشی پیدا ہو گئی ۔ اس شعر میں بھی غالب اپنے محبوب کے حسن کی دلآویزی کا بیان کرتا ہے ۔

غزل نمبر ۹۷

(۱) غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس　　برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

معنی الفاظ:۔ **آزاد**: قلندر، جنہیں دنیا کی کسی چیز سے خاص تعلق نہ ہو۔ **بیش**: زیادہ۔ **از**: سے۔ **یک**: ایک۔ **یک نفس**: ایک سانس، ایک لمحہ۔ **برق**: تجلی۔ **ماتم خانہ**: وہ جگہ جہاں ماتم کیا جائے۔ غمکدہ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب ایک اور حقیقت زندگی کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رنج کی وجہ وہ تعلقات (توقعات) ہیں جو انسان دنیا کی چیزوں کے ملنے اور دنیا والوں سے رکھتا ہے اور وہ سب کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ اور جو آزاد ہیں یعنی زیادہ لگاؤ اور گہرے تعلقات نہیں رکھتے ہیں ان کو اپنی کسی مایوسی پر ایک لمحے سے زیادہ غم نہیں ہوتا اور وہ فطری ہے چونکہ قطعی بے تعلقی اس دنیا میں مفقود ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آزادوں کو ایک لمحے سے زیادہ رنج نہیں ہوتا۔ ہمارے غمکدے کی روشنی تو برق سے ہوتی ہے جو اس کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

(۲) محفلیں برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال　　ہیں ورق گردانیٔ نیرنگ یک بت خانہ ہم

معنی الفاظ:۔ **محفلیں**: مجلسیں۔ **برہم کرنا**: الٹ پلٹ کرنا، تتر بتر کرنا۔ **گنجفہ باز**: گنجفہ کھیلنے والا، مکار، چال باز۔ **خیال**: تصور۔ **ورق گردانی**: بلا پڑھے ورق الٹنا۔ سرسری طور پر پڑھنا۔ یہاں ورق سے مراد گنجفہ کا پتا ہے۔ **نیرنگ**: مکر، فریب، حیلہ۔ **بت خانہ**: صنم خانہ۔

تشریح:۔ اکثر صوفیا کرام مادی دنیا کی حقیقت سے منکر ہیں اور اس کو خیال کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ غالب اسی نظریہ کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تصور کا فریب کار گنجفہ کھیلنے والا اس دنیا کی چیزوں میں الٹ پھیر کرتا رہتا ہے۔ اور ہماری حیثیت گنجفہ کے پتوں کی سی ہے جس کو گنجفہ کھیلنے والا الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ بت خانہ اس لیے کہا کہ گنجفہ کے پتوں پر مختلف نقوش بنے ہوتے ہیں۔

(۳) باوجود یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں　　ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

معنی الفاظ :- یک جہاں : بہت، زیادہ، سرتاپا۔ کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
ہنگامہ : بھیڑ، انبوہ۔ پیدائی : اظہار، نمائش۔ چراغاں : روشنی۔ شبستان : گھر
جہاں رات بسر ہوتی ہے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ ہماری ہستی ہنگامہ آرائی کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن اتنی ہی مختصر ہے جتنی پروانہ کی شمع کے گرد چکر کھا کر ختم ہو جانے والی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ انسانی زندگی خواہ کتنی ہی جد و جہد میں گزرے، کار و بار ہستی کو دیکھتے ہوئے بالکل مختصر ہے اور تکمیل کار کے لیے ناکافی۔

(۴) ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو ہیں وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

معنی الفاظ :- ضعف : ناتوانی، کمزوری۔ قناعت : وہ اطمینان جو اپنی محنت کی حاصل کردہ چیز پر ہو۔ ترک : چھوڑنا۔ جستجو : تلاش۔ وبال : مصیبت، بوجھ، بار۔
تکیہ : سرہانہ، سہارا۔ تکیہ گاہ : سہارے کی جگہ۔ ہمت : حوصلہ۔ مردانہ :
مردوں کی سی، دلیرانہ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اس وقت کے مسلم معاشرے کی دنیاوی کشمکش سے گریز کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا جہد للبقا سے گریز کرنا (روزی کی تلاش نہ کرنا) قناعت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے ہے اور ایسی حالت میں ہم (مردانہ ہمت) جس ہمت مردانہ پر بھروسہ کر سکتے ہیں، کے لیے مصیبت ہیں یعنی ہمارا ترک جستجو کا فعل مردانہ ہمت کے لیے کسی طرح (زیب نہیں دیتا) باعث راحت نہیں۔

(۵) دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسدؔ
جانتے ہیں سینہ پُر خوں کو زندان خانہ ہم

معنی الفاظ :- دائم : ہمیشہ۔ حبس : قید۔ دائم الحبس : ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید جس کو کبھی آزادی نصیب نہ ہو۔ تمنائیں : آرزوئیں۔ سینہ پُرخون۔ خون سے بھرا ہوا سینہ۔ زندان خانہ : قید خانہ۔

تشریح :- حسب معمول غالب اپنی بہت سی تمناؤں کے خون ہونے اور اس سے زیادہ

کے پروانہ ہونے سے مایوسی کا اظہار۔ اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اسدؔ میرے خون سے بھرے ہوئے سینہ میں لاکھوں آرزوئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید ہیں اس لیے ہم تو اسے قید خانہ خیال کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۸۰

(۱) بہ نالہ حاصل دل بستگی فراہم کر متاعِ خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

معنی الفاظ:۔ بہ: سے۔ نالہ: فریاد۔ حاصل: محنت کا نتیجہ، پیدا، پھل۔ دلبستگی: اطمینان۔ فراہم: مہیا کرنا، اکٹھا کرنا۔ متاع: پونجی، سرمایہ۔ خانۂ زنجیر: زنجیر کا حلقہ۔ جز: سوائے۔ صدا: آواز۔ معلوم: ظاہر۔

تشریح:۔ غالب انتہائی مایوسی میں اپنا اطمینان قلبی نالہ میں (فریاد کرنے میں) دیکھتے ہیں اور دوسرے مصرعے میں مثال دے کر بتاتے ہیں کہ زنجیر کے حلقے میں سوائے اس کی جھنجھناہٹ کے اور ہے کیا۔ اس جھنجھناہٹ ہی سے زنجیر کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح زنجیر میں بجز آواز کے کچھ نہیں ہے اور وہی اس کے وجود کا ثبوت ہے اس طرح ہمارے پاس بھی بجز نالہ ہماری ہستی کا کوئی ثبوت نہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ کہا ہے ؎

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

غزل نمبر ۸۱

(۱) مجھ کو دیارِ غیر میں مارا وطن سے دور رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

معنی الفاظ:۔ دیار: ملک۔ غیر: اجنبی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے خدا نے مجھے وطن سے دور اجنبی شہر میں مار کر میری بے کسی کی شرم رکھ لی یعنی اگر وطن میں مرتا تو میری تکفین و تجہیز بوجہ میری بے کسی اچھی طرح نہ ہوتی اور میری مفلسی کا راز سب پہ کھل جاتا۔ اجنبی شہر میں مرنے سے وہ ذلت اٹھانے سے بچ گیا چونکہ مسافر خواہ غریب ہو یا امیر سفر میں اس کا افلاس چھپا رہتا ہے

اور سستا مہنگا کفن مل ہی جاتا ہے۔

(۴) وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں اے خدا　　رکھ لیجو میرے دعویِٰ وارستگی کی شرم

معنی الفاظ:۔ **حلقہ ہا**: حلقہ کی جمع، چکر، دائرے۔ **زلف**: کاکل، بالوں کی لٹ۔ **کمیں**: گھات۔ **دعویٰ**: بیان، مطالبہ۔ **وارستگی**: آزادی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اے خدا محبوب کی زلفوں کے حلقے میرے پھانسنے کی فکر میں ہیں تو میری اس آزادی کے دعوے کی شرم رکھ لے یعنی مجھے اس گرفتاری سے بچا لے۔

غزل نمبر ۸۲

(۱) لوں وام بخت خفتہ سے یک خواب خوش ولے　　غالبؔ یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

معنی الفاظ:۔ **وام**: قرض۔ **بخت**: نصیب۔ **خفتہ**: سویا ہوا۔ **یک**: ایک۔ **خواب**: سپنا، نیند۔ **خوش**: میٹھی۔ **خوف**: ڈر۔

تشریح:۔ تفکراتِ دنیا کے سبب غالبؔ کی نیند حرام ہو گئی ہے اور اسی کیفیت کا اظہار وہ اپنے اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اپنے سوئے ہوئے نصیب سے ایک میٹھی نیند قرض تو لے لوں لیکن یہ ڈر ہے کہ ادا کہاں سے کروں گا۔ اور اس طرح اپنی انتہائی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں گویا چین کی نیند آنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

غزل نمبر ۸۳

(۱) وہ فراق اور وہ وصال کہاں　　وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

معنی الفاظ:۔ **وہ**: گزرا ہوا وقت۔ **فراق**: ہجر۔ **وصال**: ملنا۔ **شب**: رات۔ **روز**: دن۔ **ماہ**: مہینہ۔ **سال**: برس۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالبؔ کہتے ہیں کہ گیا زمانہ اب کب آتا ہے نہ وہ ہجر ہے نہ وہ وصل ہے نہ وہ پہلے سے رات دن اور ماہ و سال ہیں۔ عشق بازی کا زمانہ گزر جانے کا افسوس کرتے ہیں۔

(۲) فرصتِ کاروبارِ شوق کسے ذوقِ نظارۂ جمال کہاں

معنی الفاظ:۔ **فرصت**: مہلت۔ **کاروبار**: مشغلہ۔ **شوق**: عشق۔ **ذوق**: خوشی، لطف۔ **نظارہ**: دیدار۔ **جمال**: حُسن۔

تشریح:۔ یہ شعر پہلے شعر کے سلسلے ہی کی کڑی ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ اب عشق کرنے کی مہلت کہاں ہے اور حسن کے دیدارِ جمال کا شوق کسے ہے۔

(۳) دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا شورِ سودائے خط و خال کہاں

معنی الفاظ: **شور**: شورش، تندی **سودا**: عشق، جنون۔ **خط و خال**: نقوشِ حسن۔

تشریح:۔ اس شعر میں بھی وہی سلسلہ خیال جاری ہے اور غالب کہتے ہیں کہ نہ وہ پہلا سا دل ہے اور نہ وہ دماغ اور نہ حسن کے عشق میں وہ تندی و جوش۔

(۴) تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں

معنی الفاظ:۔ **تصور**: خیال **رعنائی**: رنگینی۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب طبیعت میں اس تغیر کا سبب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سب کچھ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے کہ ایک شخص کے خیال کی وجہ سے تھا۔ اور اب چونکہ وہ موجود نہیں ہے اس لیے خیال میں وہ رنگینی باقی نہیں رہی۔

(۵) ایسا آسان نہیں لہو رونا دل میں طاقت جگر میں حال کہاں

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنی انتہائی نقاہت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں لہو رونا ایسا آسان نہیں ہے کیونکہ نہ دل میں طاقت ہے اور نہ جگر میں خون ہے۔

(۶) ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں

تشریح:۔ اس شعر میں بھی غالب اپنی مفلسی کا اظہار کرتے ہیں کہ اب قمار خانہ عشق میں جانا چھوٹ گیا ہے (بازارِ حسن) چونکہ اب ہماری جیب میں پیسے نہیں ہیں قمار خانہ اس لیے کہا ہے کہ پیسہ خرچ کرنے کے بعد بھی حصولِ معشوق یقینی نہیں۔

(۷) فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہوں میں کہاں اور یہ وبال کہاں

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنی طبیعت کی تفکراتِ دنیا سے نامناسبت کا اظہار کرتے

ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھ ایسا آزاد منش انسان فکر دنیا میں سر کھپانے پر مجبور ہوا ہے۔ بھلا میں اور یہ مصیبت کیا تعلق رکھتے ہیں۔

(۸) مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ   وہ عناصر میں اعتدال کہاں

معنی الفاظ:۔ مضمحل: کمزور۔ قویٰ: طاقتیں۔ عناصر: عنصر کی جمع، اصلی اجزا۔ اعتدال: موزونیت، مناسب، صحیح تناسب۔

تشریح:۔ مقطع میں غالبؔ نے اوپر کے اشعار میں جو کیفیات بیان کی ہیں ان کا نچوڑ رکھ دیا ہے۔ اور کہتے ہیں اے غالبؔ تم اب وہ پہلے سی باتیں کہاں ڈھونڈتے ہو تمہاری تمام طاقتیں کمزور ہو گئی ہیں اور اجزائے جسمانی میں صحیح تناسب باقی نہیں رہا۔

غزل نمبر ۸۴

(۱) کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں   ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

تشریح:۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانوں کے مفاد میں تضاد ہوتے ہوئے اگر ایک ہی عمل ایک کے لیے مفید ہے تو دوسرے کے لیے مضرت رساں۔ بالخصوص جبکہ ایک ہی چیز کے دو آرزومند ہیں اور اس کی تقسیم ناممکن ہو۔ اسی خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے غالبؔ نے اس شعر میں کہا ہے کہ اگر ہمارے محبوب نے ہم پر التفات کی نظر کی اور اظہار محبت کیا تو رقیب اس کو اپنے اوپر ظلم اور بے مہری خیال کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ غالبؔ کے نزدیک اچھا ہے اور ان کے نزدیک برا اس خیال کا اظہار دوسرے مصرع میں کیا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اچھوں کو ہمیشہ برا کہا گیا ہے۔

(۲) آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے   کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

معنی الفاظ:۔ پریشانی: بے اطمینانی۔ خاطر: طبیعت، مزاج، دل، پاسداری۔

تشریح:۔ غالبؔ اپنے محبوب کے رویہ سے مطمئن نہیں ہیں اور یہ بھی یقین نہیں رکھتے کہ وہ ان کی بات سن کر مان ہی لے گا۔ اسی تذبذب کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ معنی آسان ہیں۔

(۳) اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو   جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

معنی الفاظ:- **اگلا وقت**: گزرا ہوا زمانہ، دقیانوسی خیالات کے لوگ۔ **مے**: شراب۔ **نغمہ**: راگ۔ **اندوہ ربا**: غم کو لے جانے والا، غم دور کرنے والا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جس غم و رنج میں میں مبتلا ہوں شراب اور گانا اسے دور نہیں کر سکتا۔ یہ تو اب دقیانوسی خیال ہو گیا ہے کہ شراب اور گانا غم غلط کر دیتے تھے حقیقی غم ایسی چیزوں سے دور نہیں ہوتا۔

(۴) دل میں آ جائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے   اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں

معنی الفاظ:- **فرصت**: مہلت۔ **غش**: بیہوش۔ **نالہ**: فریاد۔ **رسا**: باأثر پہنچنے والا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب اپنی فریاد کی بے اثری کو ایک لطیف پیرائے میں باأثر کہہ کر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب فریاد کرتے کرتے بیہوش ہو جانے کے بعد ذرا ہوش آ جاتا ہے تو اس کا خیال دل میں آ جاتا ہے اور اس کے اس طرح دل میں آنے کو اپنے نالے کے زیر اثر خیال کرتے ہیں۔

(۵) ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود   قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

معنی الفاظ:- **سرحد**: کنارہ، انتہا۔ **ادراک**: سمجھ، فہم۔ **مسجود**: وہ ذات جسے سجدہ کیا جائے۔ **قبلہ**: کعبہ جس کی طرف منہ کر کے مسلمانان دو عالم نماز ادا کرتے ہیں۔ **اہل نظر**: اہل بصیرت۔ **قبلہ نما**: قبلہ بتانے والا۔ قبلہ کی طرف اشارہ کرنیوالا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب غیر مسلموں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جو وہ مسلمانوں کے کعبے کے احترام کو بت پرستی سے مشابہت دے کر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صاحب بصیرت لوگ ہیں وہ قبلہ کو قبلہ نہیں بلکہ قبلہ نما کہتے ہیں۔ مسجودِ حقیقی تو فہم کی حدود سے بہت دور ہے البتہ کعبے کی تاریخ اس کے سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی تاریخ پر غور کیجئے اور اس شعر کی بلاغت کی داد دیجئے۔

(۶) پائے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے   خار رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں

معنی الفاظ:- **پا**: پاؤں۔ **افگار**: زخمی، مجروح۔ **خار راہ**: راہ کا کانٹا۔ **مہر گیا**: ایک گھاس۔

تشریح :۔ معشوق کی گلی میں کانٹوں سے غالب کے پاؤں زخمی ہوگئے ہیں اور یہ حالت دیکھ کر محبوب کو رحم آگیا۔ محبوب کا یہ التفات دیکھ کر کہتے ہیں کہ تیری گلی کے یہ کانٹے نہیں ہیں بلکہ گھاس ہے جس پر آرام و راحت میسر آتا ہے۔

(۷) اک شرر دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائے گا کیا
آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں

معنی الفاظ :۔ شرر : چنگاری۔ مطلوب : مقصود۔

تشریح :۔ غالب اس شعر میں اپنے سوز باطن کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک چنگاری ہے اس سے کیا گھبرانا۔ میں جو اس گرمی کی وجہ سے ہوا کی خواہش کرتا ہوں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ یہ چنگاری بھڑک کر آگ کی صورت اختیار کرے۔ چنگاری کی گرمی دور کرنے کے لیے ہوا کی خواہش نہیں کرتا۔

(۸) دیکھئے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اس کی ہر بات پہ ہم "نام خدا" کہتے ہیں

معنی الفاظ :۔ نخوت : بدمزاجی، غرور۔ نام خدا : بسم اللہ، ماشاء اللہ، چشم بد دور۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھے اپنے محبوب کی ہر بات پر ماشاء اللہ اور چشم بد دور کہنے کی عادت ہوگئی ہے۔ دیکھئے یہ کہنے سے اس کا غرور کیا رنگ لاتا ہے یعنی اس میں اضافہ ہی ہوگا۔

(۹) وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
"مرگیا غالب آشفتہ نوا" کہتے ہیں

تشریح :۔ وحشت اور شیفتہ ہندوستان کے دو شاعروں کے تخلص ہیں جو غالب کے دوست تھے اور جن کی دوستی پر اسے پورا اعتماد تھا۔ غالب اپنے آپ کو مردہ تصور کر کے توقع رکھتے ہیں کہ یہ دونوں اصحاب ان کا مرثیہ کہیں گے۔

غزل نمبر ۸۵

(۱) آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
ہے گریباں ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں

معنی الفاظ :۔ آبرو : عزت۔ گلشن : باغ۔ گریبان : جیب۔ ننگ : باعث شرم، بدنامی، ذلت۔ پیراہن : لباس، کرتہ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہر چیز اپنے صحیح مقام پر موزوں معلوم ہوتی ہے پھول جب وہ باغ کی زینت ہو اور گریبان جب دامن کے ساتھ مل کر پیراہن کی صورت اختیار کر لے۔

(۲) ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں رنگ ہو کر اڑ گیا جو خون کہ دامن میں نہیں

معنی الفاظ :۔ ضعف : کمزوری۔ رنگ اڑنا : رنگ فق ہونا، خون کا باقی نہ رہنا۔ گریہ : رونا۔

تشریح :۔ غالب اپنی انتہائی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور گریہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میں آنسوؤں کی راہ بہانے کے لیے اب خون کہاں سے لاؤں۔ کچھ خون تو دامن میں لگ گیا اور باقی جو اس کے علاوہ رہ گیا تھا وہ اڑ گیا۔ (خشک ہو گیا)

(۳) ہو گئے ہیں جمع اجزائے نگاہِ آفتاب ذرے اس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں

معنی الفاظ :۔ اجزا : جمع جز کی ٹکڑا۔ روزن : سوراخ۔

تشریح :۔ معشوق کے گھر کی دیواروں کے سوراخ سے روشنی آ رہی ہے اور ہوا کے ذرّے اس میں چمکتے نظر آ رہے ہیں۔ غالب کہتا ہے کہ یہ آفتاب کی نگاہ کے ٹکڑے ہیں جو میرے محبوب کے دیکھنے کو بے قرار ہیں۔ یہ دیوار کے روزن کے ذرے نہیں ہیں۔

(۴) کیا کہوں تاریکیِ زندانِ غم اندھیر ہے پنبہ نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں

معنی الفاظ : کیا کہوں : بیان سے باہر ہونا۔ تاریکی : اندھیرا۔ زندان : قید خانہ۔ اندھیر : غضب، آفت، سیاہی، تاریکی۔ پنبہ : روئی۔ روزن : سوراخ۔

تشریح :۔ غالب ایک مرتبہ واقعی جیل خانہ میں بھی رہے ہیں۔ غالباً یہ اسی کال کوٹھڑی کی کیفیت بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قید خانے کی تاریکی کیا بیان کروں بس آفت ہے۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ اس کے سوراخ میں اگر روئی لگی ہوئی ہو تو وہ صبح کی روشنی سے کم نہیں۔

(۵) رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

معنی الفاظ :۔ رونق : چہل پہل۔ ہستی : زندگی۔ خانہ ویران ساز : گھر کو تباہ کرنے والا (صفت عشق) برق : بجلی۔ خرمن : کھلیان۔

تشریح :- اس شعر میں غالب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زندگی میں چہل پہل "عشق" جو گھروں کو تباہ کرنے والا ہے، کے دم قدم سے ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جس کھلیان کے لیے برق نہ ہو وہ انجمن بے شمع کی طرح ہے یعنی ہر تعمیر کی قدر تخریب ہی کی وجہ سے ہے۔ غالب اس خیال کو ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں ؂

میری تعمیر میں مضمر ہے ایک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

(۶) زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن میں نہیں

معنی الفاظ :- چارہ جوئی : علاج کی تلاش - طعن : طنز - سوزن : سوئی -

تشریح :- غالب اپنے زخم کی تکلیف میں اضافے کے لیے اس کو سلواتے ہیں لیکن رقیب اسے اندمال زخم پر محمول کرتا ہے تاکہ زخم اچھا ہو جائے اسی غلط فہمی کا ازالہ اس شعر میں کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے زخم کو سلوایا تو رقیب مجھے اس کے علاج کرنے کا طعنہ دیتا ہے افسوس ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ سوئی چبھ کر جو زخم پیدا کرتی ہے وہ عاشق کے لیے ایسا ہی لذیذ ہے جیسا زخم پر نمک چھڑکنا۔ جس سے وہ ناآشنا ہے۔

(۷) بس کہ ہیں ہم اک بہار ناز کے مارے ہوئے
جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں

معنی الفاظ :- بسکہ : زیادہ - بہار ناز : سراپا ناز - جلوہ : نمائش - مدفن : قبر -

تشریح :- غالب اس شعر میں اپنے سراپا ناز معشوق کے تصور میں مرجانے پر جو کیفیت ان کی قبر میں ہے، اس کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سراپا ناز معشوق کا تصور میرے دماغ میں اس قدر ہے کہ قبر میں بجز پھولوں کی نمائش کے کچھ بھی نہیں۔

(۸) قطرہ قطرہ اک ہیولیٰ ہے نئے ناسور کا
خون بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن میں نہیں

معنی الفاظ : ہیولیٰ : قالب، ڈھانچہ ناسور : وہ زخم جو اچھا نہ ہو - ذوق : شوق - فارغ : بے نیاز، بے فکر -

تشریح :- غالب کہتا ہے میرے جسم میں ایک ایک قطرہ نیا ناسور بننے کی صلاحیت رکھتا

ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے جسم میں خون بھی درد کی لذت سے بے فکر نہیں ہے۔

(۹) لے گئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری　　موج مے کی آج رگ مینا کی گردن میں نہیں

معنی الفاظ:۔ **نخوت**: غرور، تکبر۔ **قلزم**: ایک سمندر کا نام۔ **آشام**: پینے والا۔
موج مے: شراب کی لہر۔ **رگ**: سانس۔ **مینا**: صراحی، شراب۔ **قلزم آشامی**:
کثرت شراب نوشی۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں بیان کرتے ہیں کہ میری کثرت مے نوشی نے آج ساقی (محبوب) کے غرور کو ڈھیلا کر دیا اور شراب کی صراحی کی گردن کی رگ میں شراب کی لہر باقی نہیں رہی یعنی صراحیٔ شراب میں ایک قطرہ شراب باقی نہیں رہی۔

(۱۰) ہو فشارِ ضعف میں کیا ناتوانی کی نمود؟　　قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں

معنی الفاظ:۔ **فشار**: نچوڑنا، چھڑکنا۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی انتہائی کمزوری کا بیان کرتے ہیں۔ حد یہ کہ قد میں جھکنے کی گنجائش بھی باقی نہیں۔

(۱۱) تھی وطن میں شان کیا غالبؔ کو ہو غربت میں قدر
بے تکلف ہوں وہ مشت خس کہ گلخن میں نہیں

معنی الفاظ:۔ **شان**: عزت۔ **غربت**: پردیس۔ **بے تکلف**: سیدھا سادا، بے اندیشہ۔
گلخن: بھٹی، تنور۔

تشریح:۔ غالب پردیس میں اپنی خواہش کے مطابق اپنی قدر و منزلت نہیں دیکھتے اور اس طرح اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ اے غالبؔ وطن میں تمہاری کون سی قدر تھی جو پردیس میں توقع رکھتے ہو تم تو اس مٹھی بھر تنکوں کے برابر ہو جو بھٹی میں نہیں۔ خس کی شان بھٹی میں پڑ کے نمایاں ہوتی ہے اس کے باہر نہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ غالبؔ ہی نے کہا ہے ؎

فنا کو سونپ اگر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا　　فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

غزل نمبر ۸۶

(۱) عہدے سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا گر اک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں

معنی الفاظ: **عہدے سے باہر آنا**: عہدہ بر آ ہونا، فرض ادا کرنا۔ **مدح**: تعریف۔ **قضا**: موت۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کو مجموعہ ناز و ادا بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے محبوب کے غمزے اور عشوہ کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اگر ایک ادا ہو تو میں اسے اپنی (قسمت) موت کہوں۔ چونکہ ہر ادا ایک دوسرے سے بڑھ کر جان لیوا ہے اور موت ایک ہی بار آتی ہے اس لیے ہر ایک کو موت نہیں کہہ سکتا۔

(۲) حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوئے دل ہر تار زلف کو نگہ سرمہ سا کہوں

معنی الفاظ:۔ **حلقہ**: چکر۔ **چشم ہا**: چشم کی جمع معنی آنکھیں۔ **کشادہ**: کھلا ہوا۔ **سُو**: طرف۔ **سوئے دل**: دل کی طرف۔ **ہر تار**: ہر بال۔ **زلف**: کاکل۔ **نگہ**: نظر۔ **سرمہ سا**: سرمہ جیسی۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب معشوق کی گھنگھریالی زلف کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے حلقے گویا دل کی طرف آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور زلف کا ہر بال وہ نگہ ہے جو سرمہ لگی ہوئی آنکھ سے نکلی ہو۔ گویا زلف کے حلقے سرمہ لگی ہوئی آنکھ سے مشابہ ہیں جو دل کی طرف تاک رہی ہو۔ ذرا آنکھ میں سرمہ لگا ہوا اور بالوں کے حلقہ کا تصور کیجیے کس قدر مشابہت ہے۔

(۳) میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش تو اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہوں

معنی الفاظ:۔ **صد ہزار**: سو ہزار مراد کثرت۔ **نوا**: فریاد۔ **جگر خراش**: جگر کو چھیلنے والی۔ **شنیدن**: سننا۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنی بے قراری اور معشوق کی بے نیازی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادھر میں ہوں کہ ایسی فریادیں کر رہا ہوں کہ جگر تک کو چیر ڈالیں اور ادھر تو ہے کہ سنی اور ان سنی کر دیتا ہے۔

(۴) ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ ہے ہے خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہوں

معنی الفاظ:۔ **ظالم**: ظلم کرنے والا، محبوب کی عمومی صفت جس سے غالباً کوئی معشوق

مستثنٰے نہیں۔ گمان : شک، شبہ۔ منفعل : شرمندہ، نادم۔ ہے ہے : کلمہ انکار، کلمہ تاسف۔ خدانہ کردہ : خدانخواستہ، خدانہ کرے، توبہ توبہ۔

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میرے اس گمان کہنے پر کہ شاید تو باوفا نہیں ہے مجھے شرمندہ مت کر توبہ توبہ خدانہ کرے میں تجھے بے وفا کہوں۔

غزل نمبر ۸۷

(۱) مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ باوجود تمہاری سرد مہری کے میں ترک عشق نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو تمہاری التفات کا بھوکا ہوں جب مہربانی فرما کر یاد کرو گے حاضر ہو جاؤں گا میں تو عاشق ہوں گزرا ہوا وقت نہیں کہ پھر نہ آسکوں۔

(۲) ضعف میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

تشریح :۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ میں کمزور ہوں اور ضعف سے سر تک نہیں اٹھا سکتا لیکن رقیبوں کے طنز کا شکوہ کیا معنی۔ ان کی بات کا جواب تو دے سکتا ہوں۔

(۳) زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستم گر ورنہ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

معنی الفاظ :۔ ستم گر : ظالم۔ قسم کھانا : کسی چیز کا یقین دلانا۔

تشریح :۔ انسان ہمیشہ دو چیزوں کی قسم کھاتا ہے ایک اس کی جس کو وہ سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہو اور ایک اس چیز کی جس کا ہونا یقینی ہو۔ اس شعر میں غالب محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ظالم مجھے زہر ملتا ہی نہیں ورنہ کبھی کا کھا لیتا۔ یہ کوئی تیرے ملنے کی قسم ہے جس کا کوئی یقین نہیں کہ کھا نہ سکوں۔

غزل نمبر ۸۸

(۱) ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذر مستی ایک دن

معنی الفاظ: - کھل جاؤ: بے تکلف ہو جاؤ۔ مے پرستی: شراب نوشی۔ عذر: بہانہ۔ مستی: نشے میں ہونا۔

تشریح: - غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو مجلس مے نوشی میں مجھ سے بے تکلف ہو جا تاکہ مجلس کا لطف دوبالا ہو ورنہ میں نشہ کا بہانہ رکھ کر تجھے ضرور چھیڑوں گا جو قابل گرفت نہیں کہا جا سکتا۔ ارتکاب جرم نشہ کی حالت میں مستوجب سزا نہیں بنا دیتا۔

(۲) غرۂ اوجِ بنائے عالمِ امکاں نہ پوچھ — اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

معنی الفاظ: - غرۂ: غرور، چاند کی پہلی تاریخ۔ اوج: بلندی۔ بنا: بنیاد۔ عالمِ امکان: دنیا۔ پستی: نیچا ہونا، بلندی کا مخالف۔

تشریح: - غالب کہتے ہیں کہ اس دنیا کی چیزوں کی بنیاد کی بلندی پر گھمنڈ کی نسبت مت پوچھ اس کی بلندی کی قسمت میں نیچا ہونا لکھا ہے یعنی دنیا کی کوئی بات ایسی نہیں جس پر ناز و فخر کیا جائے۔ وہ بظاہر کتنی ہی رفعت رکھتی ہو ایک دن زمین پر آ کر رہے گی۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔

(۳) قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

معنی الفاظ: - رنگ لانا: برے نتائج پیدا ہونا، اثر دکھانا، مزا چکھانا۔ فاقہ مستی: تنگدستی میں فضول خرچی کرنا اور رنگین رہنا۔

تشریح: - غالب تمام زندگی اپنی مفلسی کا رونا روتے رہے۔ شراب جوان کے لوازمات زندگی میں سے ہو گئی تھی اکثر یا تو قرض کی پیتے تھے یا "تحفتہً" مل جاتی تھی تب پیتے تھے۔ قرضخواہ تنگ کرتے تھے اور ڈگریاں بھی حاصل کر لیتے تھے۔ اس سلسلے میں گرفتاری سے بچنے کے لیے بسا اوقات گھر سے باہر بھی نہیں نکلتے تھے اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ فاقہ مستی میں قرض کی شراب پیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ ایک نہ ایک دن رنگ ضرور لائے گی جو مندرجہ بالا صورت میں ظاہر ہوا۔

(۴) نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

معنی الفاظ: نغمہ ہا: نغمے کی جمع، راگ۔ غم: رنج۔ غنیمت: کافی، مفت ملی ہوئی چیز۔لڑائی کی لوٹ۔ بے صدا: بے آواز، خاموشی۔ ساز: باجا۔ ہستی: زندگی، وجود۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اے دل یہ جو نالہ ہائے غم نکلتے ہیں انہی کو کافی سمجھ ورنہ ایک دن یہ وجود کا باجا خاموش ہو جائے گا اور تو مر جائے گا۔ یہی خیال غالب نے ایک اور شعر میں بیان کیا ہے ؎

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

(۵) دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

معنی الفاظ:۔ دھول دھپہ: مارپیٹ۔ سراپا: سرتاپا، سر سے پاؤں تک۔ ناز: ادا۔ شیوہ: پیشہ، کام، طریق، ڈھنگ۔ پیش دستی: دست درازی۔

تشریح:۔ غالب کے کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جہاں تک ان کی ذات کا تعلق ہے حقیقت کو نہیں چھپاتے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں انہیں کوئی تامل نہیں ہوتا۔ شعر کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ان کے محبوب نے دھول دھپہ سے ان کی ضیافت کی اسی واقعہ کا ذکر اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دھول دھپہ کرنا اس مجسم ناز کی عادت تو نہ تھی لیکن ایک روز ایسا واقعہ ہو گیا اور اس میں پہل ہماری طرف سے ہوئی تھی۔

غزل نمبر ۸۹

(۱) ہم پر جفا سے ترک وفا کا گماں نہیں اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحاں نہیں

معنی الفاظ:۔ جفا: ظلم، زیادتی۔ وفا: محبت، پیار۔ گمان: شک، شبہ۔ چھیڑ: مذاق، دل لگی۔ امتحان: آزمائش۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں میرے محبوب کو مجھ پر یہ شبہ نہیں ہے کہ میں اس کے ظلم پر اس کی محبت ترک کر دوں گا وہ جو کچھ زیادتی میرے ساتھ کرتا ہے اس سے اس کا مقصود

میری آزمائش نہیں ہے بلکہ دل لگی کے طور پر کرتا ہے۔

(۲) کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا　　پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

معنی الفاظ:- **شکر**: احسان ماننا۔ **لطف**: مہربانی۔ **پرسش**: پوچھنا، خبرگیری۔ **پا**: پاؤں۔ **سخن**: بات۔

تشریح:- یہ شعر ذو معنی ہے۔ لطف خاص کو محبوب کی طرف بھی منسوب کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی۔ غالب کہتے ہیں کہ اس خاص مہربانی کا شکر کیسے ادا کیا جائے کہ بغیر طلب بلا احسان جتائے ہماری خبرگیری کی جا رہی ہے۔ چونکہ شعر میں لفظ "شکر" آیا ہے اس لیے بہتر ہے کہ اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔

(۳) ہم کو ستم عزیز ستم گر کو ہم عزیز　　نامہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں

معنی الفاظ:- **ستم**: ظلم۔ **عزیز**: پیارا۔ **ستمگر**: ظالم۔ **مہربان**: مشفق، محبت کرنے والا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی مہربانی کو ایک نئے انداز میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے ظلم پیارا ہے اور میرا محبوب مجھ پہ ظلم کرتا ہے اور اس طرح میری مرغوب چیز مجھے دیتا ہے کیونکہ میں اسے پیارا ہوں۔ اپنے عزیزوں کو چیز دیتے وقت ان کی رغبت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس طرح اگر وہ بظاہر مجھ پر مہربان نہیں ہے مگر نامہربان بھی نہیں ہے۔

(۴) بوسہ نہیں نہ دیجیے دشنام ہی سہی　　آخر زباں تو رکھتے ہو تم گر دہاں نہیں

معنی الفاظ:- **بوسہ**: پیار۔ **دشنام**: گالی۔ **دہان**: منہ۔

تشریح:- شعرا معشوقوں کے دہن اور کمر کو نہ ہونے کے برابر خیال کرتے ہیں۔ غالب معشوق سے تعلق خواہ کسی قسم کا ہو، رکھنا چاہتا ہے۔ اس شعر میں وہ اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم بوسہ تو اس لیے نہیں دیتے کہ تمہارا منہ ہے ہی نہیں لیکن گالی دینے میں کیوں تامل ہے۔ تمہارے منہ میں زبان تو ہے۔ اسی خیال کو ایک اور شعر میں بھی بیان کیا ہے ؎

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

(۵) ہر چند جاں گدازیِ قہر و عتاب ہے — ہر چند پشت گرمیِ تاب و تواں نہیں

(۶) جانِ مطرب ترانۂ ھل من مزید ہے — لب پردہ سنجِ زمزمۂ الاماں نہیں

معنی الفاظ:۔ ہر چند: کتنا ہی، کیسا ہی۔ جانگدازی: جان کا گھلنا۔ قہر: غصہ۔ عتاب: خفگی۔ پشت گرمی: سہارا دینا، مدد، اعانت۔ تاب: برداشت۔ تواں: طاقت۔ جان: روح۔ مطرب: گانے والا۔ ترانہ: لَے، گانا۔ ھل من مزید: کیا اور ہے؟ لب: ہونٹ۔ پردہ سنج: پردہ ساز جس سے سر نکلتے ہیں۔ زمزمہ: نغمہ، گیت۔ الاماں: امن چاہنا، پناہ بخدا۔

تشریح:۔ یہ دونوں شعر مسلسل ہیں۔ پہلے شعر میں غالب اپنی اس اندرونی کیفیت کا حال بیان کرتے ہیں جو محبوب کے قہر و عتاب اور کسی قسم کی تسلی تشفی نہ دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسرے شعر میں اپنے ضبط اور برداشت کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ درد میں اضافہ کی خواہش کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگرچہ کتنا ہی محبوب کی طرف سے جان کو گھلا دینے والا قہر و عتاب ہے اور کسی قسم کی طاقت و امید بڑھانے والی بات ظاہر نہیں ہوتی تاہم میری روح یہی ترانہ گاتی ہے کہ کوئی اور قہر و عتاب کی صورت باقی رہ گئی ہو تو وہ بھی کر لے میرے لبوں پر الاماں کا لفظ نہیں آئے گا۔

(۷) خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم — دل میں چھری چبھو مژہ گر خونچکاں نہیں

معنی الفاظ:۔ خنجر: ہلاک کرنے والا آلہ۔ دو نیم: دو ٹکڑے۔ چبھو: گھونپ۔ مژہ: پلک۔ خونچکاں: خون ٹپکتی ہوئی۔

تشریح:۔ شعرا معشوق کی ابرو کو تیغ اور مژہ کو تیر سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر تیرے تیغ ابرو سے میرے دل کے دو ٹکڑے نہیں ہوئے تو خنجر لے کر سینہ چیر دے اور اگر تیر مژگاں سے خون نہیں ٹپکا تو دل میں چھری چبھو اور اس طرح تکمیل آزار کر دے۔

(۸) ہے ننگ سینہ دل اگر آتش کدہ نہ ہو ہے عارِ دل نفس اگر آذر فشاں نہیں

معنی الفاظ :- **ننگ آبرو** : بے آبروئی، برہنگی، شرم - **آتشکدہ** : جہاں آگ جلائی جائے۔ (پارسی لوگ آگ جلاتے ہیں پرستش کے لیے)۔ **نفس** : سانس۔ **آذر فشاں** : آتش فشاں، آگ چھڑکنے والا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب دل کو صحیح معنی میں کیا ہونا چاہیے اس کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ دل جس میں آتشکدہ کی طرح ہر وقت سوز و گداز نہ ہو وہ سینے کے لیے باعث شرم ہے۔ اور جس سانس کے ساتھ آگ نہ برستی ہو وہ دل کے لیے بے آبروئی کا باعث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کے بغیر زندگی کا مزا نہیں۔

(۹) نقصان نہیں جنون میں بلا سے ہو گھر خراب سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

معنی الفاظ :- **نقصان** : گھاٹا۔ **جنون** : عشق، دیوانگی۔ **بلا سے** : کیا پرواہ ہے۔ **خراب** : ویران۔ **گراں** : مہنگا۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ اگر وحشت عشق کی وجہ سے گھر ویران ہو گیا ہے تو کوئی گھاٹا نہیں گھر کی سو گز زمین کے عوض وسیع بیابان مہنگا نہیں ہے بلکہ آرام کا باعث ہے۔ یہی خیال ایک اور جگہ ظاہر کیا ہے ؎

کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

(۱۰) کہتے ہو "کیا لکھا ہے تری سرنوشت میں" گویا زمیں پہ سجدۂ بت کا نشاں نہیں

معنی الفاظ :- **سرنوشت** : قسمت، پیشانی کا لکھا۔ **سجدہ** : سر ٹکانا۔ **بت** : معشوق، مورتی۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کا فقرہ "کیا لکھا ہے تیری سرنوشت میں" یعنی تیری قسمت میں کیا لکھا ہے سن کر جواب دیتے ہیں کہ اس سوال سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میری پیشانی پہ بت کو زمین پر سجدہ کرنے کا نشان نظر نہیں آتا۔ زمانہ کے پابند لوگوں کو پیشانی پر کثرت سجدہ سے جو نشان پڑ جاتا ہے غالب نے اسی صورت سے فائدہ اٹھا کر ایک عاشق کے معشوق

کو سجدے کا ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ گویا ایک عاشق کی پیشانی پر نشان بت یعنی معشوق کے لئے ہی سجدہ کا ہو سکتا اور کسی کے نہیں۔

(۱۱) پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے سخن کی میں
روح القدس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں

معنی الفاظ:۔ پاتا ہوں: مجھے ملتی ہے۔ سخن: کلام۔ روح القدس: پاک روح۔ حضرت جبرائیل حامل وحی، فرشتہ۔ ہمزبان: ایک زبان بولنے والا، ہمکلام۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنے کلام کے الہامی ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اپنے اشعار کی داد اگر کسی سے پاتا ہوں تو حضرت جبرائیل سے۔ اگرچہ (وہ میرے ہمکلام نہیں) ان کی زبان وہ نہیں جو میری ہے۔ یعنی میرے کلام کو سمجھنے کی صلاحیت باوجودیکہ وہ میری زبان سے واقف نہیں۔ اگر کسی میں ہے تو حضرت جبرائیل میں ہے۔ اقبال بھی حضرت جبرائیل کو عقل کا مجسمہ تصوّر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ؎

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبرائیل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

(۱۲) جاں ہے بہائے بوسہ و لے کیوں کہے ابھی
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

معنی الفاظ:۔ بہا: قیمت۔ و لے: اور، لیکن نیم جان: ادھ موا۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے معشوق کے بوسے کی قیمت میری جان ہے لیکن وہ اس کا اظہار اس لیے نہیں کرتا کہ میں ابھی نیم مردہ نہیں ہوا جان رکھتا ہوں اور پوری قیمت ادا کر سکتا ہوں۔ اگر اس وقت وہ قیمت بتا دے تو اسے بوسہ دینا پڑے گا۔ وہ تو اس وقت قیمت بتائے گا جب میں نیم جان ہو کر پوری قیمت ادا کرنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ کیونکہ اس کی نیّت تو بوسہ دینے کی نہیں ہے۔

غزل نمبر ۹

(۱) مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں — ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

معنی الفاظ:- مانع: منع کرنے والا، روکنے والا۔ دشت: صحرا۔ دشت نوردی: صحرا گردی۔
تدبیر: علاج، جتن۔ پاؤں میں چکر ہونا: قرار نہ ہونا۔ زنجیر: بیڑی۔

تشریح:- اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ جنون عشق میں مجھے صحرا گردی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ یعنی یہ لا علاج مرض ہے۔ میرے پاؤں میں تو چکر ہے۔ جس میں میں مسلسل دوڑ سکتا ہوں۔ زنجیر نہیں جو میری دوڑ کی حد کو محدود کر دے اس شعر میں مرزا نے زنجیر کی لمبائی کو محدود اور چکر میں لا محدودیت سے فائدہ اٹھایا۔

(۲) شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہ جہاں
جادۂ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہیں

معنی الفاظ:- شوق: عشق۔ دشت: صحرا۔ جادہ: راستہ۔ غیر: سوائے۔ نگہ: نظر۔
دیدہ تصویر: تصویر کی آنکھ (جو دیکھ نہیں سکتی)

تشریح:- مرزا اس شعر میں بیان کرتے ہیں کہ عشق مجھے ایسے صحرا میں دوڑاتا ہے۔ جس میں کوئی معین راستہ نہیں۔

(۳) حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے — جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں

معنی الفاظ:- حسرت: ارمان، لذت، لطف، مزا۔ آزار: تکلیف، درد۔ جادہ: راستہ:
راہ وفا: وفا کی، رسم و روش۔ وفا: محبت۔ جز: سوائے۔ دم شمشیر: تلوار کی دھار۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ وفا کی منزل تلوار کی دھار کے سواطے نہیں ہو سکتی اور میرا معشوق مجھے قتل کرنے سے ہاتھ روکتا ہے۔ اس لئے درد کی لذت کا ارمان میرے دل میں رہ جاتا ہے۔

(۴) رنج نومیدیٔ جاوید گوارا رہیو — خوش ہوں گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں

معنی الفاظ:- رنج: غم۔ نومیدی: مایوسی جاوید: ہمیشہ ہمیشہ۔ گوارا: قابل برداشت۔ زبونی کش: خواری اٹھانے والا۔ ذلت اٹھانے والا۔ تاثیر: اثر

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی عادت کے مطابق اس درد کا جس کے دُور ہونے کے لئے ندامت اُٹھانی پڑے۔ قائم رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کی مایوسی کا غم قابل برداشت ہے اور میں خوش ہوں۔ کہ میری فریاد اثر کی خواری سے محفوظ ہے۔

(۵) سر کھجاتا ہے جہاں زخم سر اچھا ہو جائے لذتِ سنگ بہ اندازہ تقریر نہیں

معنی الفاظ :- لذت : مزہ۔ سنگ : پتھر۔ اندازہ : تخمینہ، مقدور، پیمانہ۔ تقریر : بیان۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں۔ کہ جب میرا زخم (جو بچوں کے پتھر مارنے سے ہوا تھا) اچھا ہو جاتا ہے۔ تو کھجلانے لگتا ہے اور اس بے زبانی سے تجدید زخم کی خواہش کرتا ہے۔ کیونکہ پتھر کے زخم کی لذت بیان کی حدود سے باہر ہے۔

نوٹ :- زخم میں اچھا ہونے کے وقت عموماً کھجلی ہوتی ہے اور جس کو کھجانے کے لئے دل چاہتا ہے۔

(۶) جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہیں

معنی الفاظ :- کرم : عنایت، بخشش، رخصت، اجازت۔ بیباکی : آزادی، شرارت۔ گستاخی : بے ادبی۔ تقصیر : قصور، گناہ۔ خجلت : ندامت، شرمندگی۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ جب محبوب شرارت اور بے ادبی کی اجازت دے دے تو پھر دراز دستی کے قصور پر ندامت کا اظہار کرنا ہی قصور ہے۔ یعنی جب معشوق بے تکلفی کا موقع دے تو پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ معذرت کی ضرورت نہیں۔

(۷) غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں

معنی الفاظ : عقیدہ : ایمان۔ قول : بیان۔ بے بہرہ : بے نصیب۔ معتقد : اعتقاد رکھنے والا۔ بقول ناسخ۔ ناسخ شاعر کے الفاظ میں۔

تشریح :- اس شعر میں غالب میر تقی میر کی نسبت اپنی عقیدت کا اظہار ناسخ کے الفاظ میں کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۹۱

(۱) ہت مردمکِ دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ہیں جمع سویدائے دلِ چشم میں آہیں

معنی الفاظ :- مردمک : آنکھ کی پتلی۔ سویدا : وہ سیاہ داغ جو دل پر صدمات کی وجہ سے پڑ جائے۔ آہیں : سانس جو غم کی حالت میں نکلے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں یہ مت سمجھو کہ نگاہیں ہیں بلکہ یہ تو آنکھ کے دل میں آہوں سے سویدا بن گیا ہے - غالب یہ کیفیت اپنی آنکھ کی بتلاتے ہیں - جو دیدار سے محروم ہے -

غزل نمبر ۹۲

(۱) برشگالِ دیدۂ عاشق ہے دیکھا چاہیے کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوارِ چمن

معنی الفاظ :- برشگالی : برسات، بارش کی جھڑی - دیدہ : آنکھ - کھل گئی : شگاف پڑ گئے -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ عاشق کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوار باغ سو جگہ سے پھول کی طرح کھل گئی یعنی عاشق کی وفورِ گریہ سے گلشن کی دیوار میں سو جگہ شگاف پڑ گئے -

(۲) الفتِ گل سے غلط ہے دعویٔ وارستگی سرو ہے با وصفِ آزادی گرفتارِ چمن

معنی الفاظ :- الفت : محبت - گل : گلاب کا پھول - دعویٰ : بیان، کہنا - وارستگی : آزادی، چھٹکارا -
سرو : ایک مشہور آرائشی پیڑ جس کو بوجہ درازِ قامت اور بے ثمر ہونے کے آزاد تصور کرتے ہیں -
با وصف : یہ صفت رکھتے ہوئے گرفتار : قید -

تشریح :- اس شعر میں غالب سرو کو الفت گل میں گرفتار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرو کا اپنی آزادی کا دعویٰ غلط ہے - چونکہ وہ تو باغ میں گل کی محبت کی وجہ سے ایک جگہ پر قید ہے اگرچہ اسے آزاد کہتے ہیں - سرو عموماً باغ ہی میں ہوتا ہے اور جگہ نہیں اس لئے گرفتارِ چمن کہا ہے - اور چمن کو گلستان بھی کہتے ہیں یعنی گلاب کے پھولوں کی جگہ -

غزل نمبر ۹۳

(۱) عشق تاثیر سے نومید نہیں جان سپاری شجرِ بید نہیں

معنی الفاظ :- عشق : کسی چیز سے انتہائی محبت - تاثیر : نتیجہ - نومید : مایوس - جان سپاری : جان دینا، جام شہادت پینا - شجر : پیڑ - بید : بید مشک کا پودا جس میں پھل نہیں لگتا -

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ عاشق کے لئے مایوسی نہیں لکھی گئی کیونکہ جان دینا شجر بید کی طرح بے پھل نہیں ہے۔ وہ اپنا اثر دکھا کر رہے گا۔ کیونکہ خون شہیداں رنگ لاکر رہتا ہے۔

(۲) سلطنت دست بدست آئی ہے جام مے خاتم جمشید نہیں

معنی الفاظ:۔ دست بدست: ہاتھ در ہاتھ۔ جام: پیالہ۔ جام مے: شراب کا پیالہ۔ خاتم: مہر، انگوٹھی۔

جمشید: ایران کا مشہور بادشاہ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے معاشرے کو جو آئندہ سابقہ وقار حاصل کرنے سے مایوس ہو چکا۔ مشورہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں اور ان کی کیفیت جام شراب کی طرح ہے۔ کہ دست بدست حرکت کرتا ہے۔ وہ جمشید بادشاہ کی مہر نہیں کہ وہ صرف اس کی ذات تک محدود رہے۔ تمہاری سلطنت جو دوسروں کے پاس چلی گئی پھر واپس آسکتی ہے ہمت شرط ہے۔ پہلے شعر کو اس شعر کے ساتھ پڑھئے اور غالب کی غزل نمبر ۴، کے اشعار نمبر (۳-۵) پر غور کیجئے۔

(۳) ہے تجلی تری سامان وجود ذرہ بے پرتو خورشید نہیں

معنی الفاظ:۔ تجلی: دیدار، جلوہ نمائی روشنی۔ سامان: سبب، وجود۔ زندگی: ہستی۔

پرتو: عکس، روشنی۔ خورشید: سورج۔

تشریح:۔ غالب محبوب ازلی۔ اللہ تعالےٰ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ کہ میرا وجود تیری روشنی کے ساتھ وابستہ ہے جس طرح خورشید کی روشنی سے ذرہ چمکتا ہے اور اس کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح میرے وجود کا سامان بھی تیری تجلی ہے مسئلہ ہمہ اوست کا اظہار ہے۔

(۴) راز معشوق نہ رسوا ہو جائے ورنہ مرجاتے میں کچھ بھید نہیں

معنی الفاظ:۔ راز: بھید۔ رسوا: بدنام۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے مرنے میں کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ مرجانے کی اصلی غرض یہ تھی۔ کہ میرے محبوب کے ساتھ معاشقہ کا راز نہ کھلے بلکہ چھپا رہے۔

(۵) گردش رنگِ طرب سے ڈر ہے غمِ محرومیٔ جاوید نہیں

معنی الفاظ:۔ گردش: چکر۔ رنگ طرب: عیش و عشرت کے ڈھنگ۔ محرومی: ناکامی، بے نصیبی۔

جاوید: ہمیشہ ہمیشہ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ عیش و عشرت کا زمانہ پھر کبھی نہ آجائے، ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی کا ڈر نہیں ہے۔ کسی چیز کا مل کر چھن جانا زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اسکے قطعی نہ ملنے سے

(۶) کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ　　　ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

تشریح:۔ اس شعر سے غالب کی انتہائی مایوسی کا اظہار ہوتا ہے۔ جو واضح الفاظ میں شعر کے پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔

غزل نمبر ۹۴

(۱) جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں　　　خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ خیاباں: پھولوں کی کیاری۔ ارم: بہشت، جنت۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی رفتار کی خوبی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس جگہ بھی تیرے پاؤں کا نشان پڑا ہے۔ جنت کے پھولوں کی کیاری معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کو ایک اور جگہ یوں بیان کرتے ہیں۔ ؎

دیکھو تو دلفریبِ اندازِ نقشِ پا!
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

(۲) دلِ آشفتگاں خالِ کنجِ دہن کے　　　سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ دلِ آشفتہ: پریشان دل، عاشق۔ خال: تل۔ کنج: کونہ، گوشہ۔ دہن: منہ۔ سویدا: وہ سیاہ نشان جو دل پر غم کی وجہ سے ہوتا خیال کیا جاتا ہے۔ سیر: تماشہ، نظارہ۔ ہوا خوری۔ عدم: ہستی کا مخالف، نہ ہونا، نیستی۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں کہتے ہیں کہ معشوق کے منہ کے گوشے میں سویدا کی مانند جو سیاہ تل ہے۔ عاشق (دل کے سیاہ داغ) اس میں عالمِ نیستی کا نظارہ کرتے ہیں۔ شعرا عیاری معشوق کے منہ کو نہ ہونے کے برابر خیال کرتے ہیں۔ اس شعر میں غالب کی مراد یہ ہے کہ معشوق کے منہ کے گوشے کے تل پر نظر ڈال کر ساتھ ہی اس کے نہ ہونے کے برابر منہ کے وجود کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ گویا سویدا میں عدم کی سیر کرنا ہے۔

(۳) ترے سرو قامت سے اک قدِ آدم قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ سرو قامت: سرو جیسا دراز قد۔ فتنے: آزمائش، بلا، ہنگامہ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب نے علم حساب کی رو سے قیامت کے فتنے کو بمقابلہ معشوق کے فتنہ کے صفر قرار دیا ہے۔ اور معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ تیرے سرو قامت میں سے ایک قد آدم نکال دیں۔ تو قیامت کے فتنے کے برابر ہو جائے گا گویا ایک نفی ایک برابر صفر ہوگا۔

(۴) تماشا کر اے محو آئینہ داری تجھے کس تمنّا سے ہم دیکھتے ہیں۔

معنی الفاظ:۔ تماشا کر: جلوہ دکھا۔ محو: مشغول، منہمک۔ آئینہ داری: آئینہ دیکھ کر بناؤ سنگھار کرنا۔ تمنّا: آرزو۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کو کہتے ہیں کہ کب تک آئینہ سامنے رکھ کر بناؤ سنگھار کرتا رہے گا۔ ذرا جلوہ دکھا۔ ہم کس تمنّا کے ساتھ تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ غالب کی یہ آرزوئے دیدار معشوق مجازی کی نسبت بھی ہو سکتی ہے۔ اور معشوق حقیقی کی نسبت بھی۔ غالب کے دوسرے اشعار پر نظر رکھتے ہوئے اگر معشوق حقیقی کی طرف سمجھا جائے تو بہتر ہے۔ غالب ایک دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

(۵) سراغ تفِ نالہ لے داغ دل سے کہ شب رو کا نقش قدم دیکھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ سراغ: نشان، کھوج۔ تف: دھواں۔ نالہ: فریاد۔ داغ دل: سویدا۔ شب رو: رات کے چلنے والا، مجازاً چور۔ نقش قدم: پاؤں کا نشان۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ اگر تو نالے کے دھوئیں کا پتہ لگانا چاہتا ہے کہ کہاں سے چلا تو داغ دل سے شروع کر۔ سب معلوم ہو گا کہ کہاں سے چلا اور کہاں ختم ہو گا۔ جیسا کہ چور کے آنے جانے کا پتہ اس کے پاؤں کے نشان دیکھ کر لیتے ہیں۔

(۶) بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ بھیس: سانگ، وضع۔ اہل کرم: بخششیں کرنے والے، سخی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ ہم نے فقیروں کی وضع اس لئے اختیار کی ہے تاکہ دیکھیں کہ کون لوگ سخی ہیں۔

غزل نمبر ۹۵

(۱) ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

معنی الفاظ:۔ خو: عادت- یار: دوست، محبوب- نار: آگ- التہاب: سوزش گرمی-
کافر: منکر، ناشکرا- راحت: آرام، چین - عذاب: تکلیف-

تشریح:۔ غالب اس شعر میں دوزخ کے عذاب میں بھی چین اور سکون محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ چونکہ آگ گرمی میں میرے محبوب کی عادت سے ملتی جلتی ہے اس لئے اگر میں دوزخ کے عذاب میں راحت محسوس نہ کروں تو ناشکرا ہوں گا۔

(۲) کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں

شب ہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

معنی الفاظ:۔ جہان خراب: ویران دنیا- شب ہا: جمع شب کی یعنی راتیں- ہجر: محبوب سے جدائی، محبوب سے جدائی کی رات ہمیشہ طویل ہوتی ہے۔

تشریح:۔ غالب اس احساس طوالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اگر میں ہجر کی لمبی راتوں کو بھی حساب میں لاؤں تو میرے لئے یہ بتانا مشکل ہے کہ میں کب سے اس ویران دنیا میں ہوں۔

(۳) تا پھر نہ انتظار میں نیند آئے عمر بھر آنے کا عہد کر گئے آئے جو خواب میں

معنی الفاظ:۔ عہد: پکا وعدہ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرا محبوب خواب میں آیا۔ اور میرے گھر آنے کا پورا یقین دلایا گیا۔ آنکھ کھلنے کے بعد نیند حرام ہو گئی اور انتظار شروع کی۔ اسے نہ آنا تھا نہ آیا گویا خواب میں آکر وعدہ کرنے سے مراد یہ تھی کہ مجھے اس رات کے بعد عمر بھر نیند نہ آئے۔

(۴) قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

معنی الفاظ:۔ قاصد: پیامبر، ایلچی۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب کی عادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے خط کے جواب کا تصور کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چھٹی رساں کے آنے تک میں جو جواب میرا محبوب لکھے گا اس کا جواب پہلے سے لکھ لوں۔

کیونکہ میں جانتا ہوں وہ کیا جواب لکھے گا۔

(۵) مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

معنی الفاظ:۔ بزم: مجلس، دور، چکر۔ جام: پیالہ۔ (بالخصوص شراب) ساقی: شراب پلانے والا۔
تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ محبوب کی محفل شراب نوشی میں کبھی شراب کا پیالہ مجھ تک نہیں آتا تھا۔ اس مرتبہ جو پیالہ مجھ تک پہنچا ہے اس میں بھی کوئی بات ہے ممکن ہے ساقی نے شراب میں کچھ ملا دیا ہو۔

(۶) جو منکرِ وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں

معنی الفاظ:۔ منکر: انکاری وفا: دوستی۔ فریب: داؤں۔ دھوکا۔ بدگماں: بُرا خیال رکھنے والا شکی، بدظن۔ باب: بارے میں۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب کی اس خصوصیت کو کہ وہ محبت اور دوستی پر یقین ہی نہیں رکھتا ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جو دوستی کا قائل ہی نہ ہو۔ اس پہ رقیب کا اظہار محبت کر کے دھوکا دینا کارگر نہیں ہو سکتا۔ پھر میں اپنے محبوب سے رقیب کی نسبت کیوں بدظن ہوں۔

(۷) میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے

ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں

معنی الفاظ:۔ مضطرب: بے چین، بے قرار۔ وصل: ملاقات۔ خوف: ڈر، خیال۔ رقیب: غیر۔ وہم: شک۔ پیچ و تاب: الجھن، فکر، اندیشہ۔

تشریح:۔ محبوب سے ملاقات کے دوران غالب کی بے کو دیکھ کر اس کا محبوب کچھ الجھن میں پڑ گیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر غالب کہتا ہے کہ مجھے تو اس ملاقات کے وقت رقیب کا خیال آ کر بے چینی سی محسوس ہوئی۔ تم کو کس شک نے الجھن میں ڈال دیا۔ یہ بے قراری بوالہوس کی وجہ سے نہیں ہے۔ خلوت کی دوسری کیفیت کا بھی لطف اٹھائیے۔ ع:

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم

اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

(۸) میں اور حظِّ وصل خداساز بات ہے   جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں:

معنی الفاظ:- حظ: لطف، خوشی۔ خداساز: خدا کی بنائی ہوئی۔ اتفاقیہ۔ نذر دینی: پیش کرنا۔ منّت آتارنا، صدقہ۔ اضطراب: بے چینی

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ محبوب کی ملاقات کی خوشی میرے لئے اتفاقی بات تھی اور اس گھبراہٹ میں میں اپنی جان محبوب پر صدقے کرنا بھول گیا۔ نوٹ۔ اتفاقیہ پیش آنے والے کام میں انسان کی بھول چوک کا امکان ہوتا ہے۔

(۹) ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے   ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں

معنی الفاظ:- تیوری: پیشانی کا بل۔ نقاب: چہرے پر ڈالنے والا کپڑا، گھونگھٹ۔ شکن: سلوٹ۔ طرف: پہلو، کنارہ، سرا۔

تشریح:- غالب اپنے محبوب کے نقاب کے سرے پر جو پیشانی پر ہوتا ہے۔ ایک سلوٹ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ گھونگھٹ کے اندر محبوب کی تیوری چڑھی ہوئی ہے یعنی پیشانی پر بل پڑے ہوئے ہیں۔

(۱۰) لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا   لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

معنی الفاظ:- لگاؤ: تعلق، نخرہ، ناز۔ نگہ چرانا: اغماض برتنا، آنکھ سے آنکھ نہ ملانا۔ حیا کرنا۔ بناؤ: سنگھار۔ بگڑنا: خفا ہونا۔ عتاب: غصہ۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ محبوب کے لاکھوں ناز وادا ایک طرف اور اس کا حیا کے تحت آنکھ نہ ملانا۔ ایک طرف دونوں برابر ہیں۔ اس طرح اس کے لاکھوں سنگھار غصے میں ایک مرتبہ بگڑنے کے برابر ہیں۔ لگاؤ اور نگاہ چرانا، بناؤ اور بگاڑ کے الفاظ نے شعر میں جو حسن پیدا کر دیا وہ غالب ہی کا حصہ ہے۔

(۱۱) وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے

جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب میں

معنی الفاظ:- نالہ: فریاد۔ خس: تنکا۔ شگاف: دراڑ۔

تشریح:- غالب اپنی آہ کے نارسا ہونے اور محبوب کے سنگدل ہونے کا بیان اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے جس نالے سے آفتاب میں دراڑ پڑ گئے۔ اس نالے نے محبوب کے دل میں ایک

تنکے کے برابر بھی جگہ نہ پائی۔ یعنی میرے فلک شگاف نالے میرے محبوب پر بالکل بے اثر ثابت ہوئے۔

(۱۲) وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آئے　　جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب میں

معنی الفاظ:۔ سحر: جادو۔ مدعا: مقصد۔ مدعا طلبی: مقصد برآری۔ سفینہ: کشتی۔ رواں: چلے۔ سراب: ریگستان میں شدت گرمی سے دوپہر کو چمکتا ہوا ریت تھکے ہوئے پیاسے مسافروں کو پانی نظر آتا ہے۔ دھوکا ہی دھوکا۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب پر جادو ٹونے کا اثر بھی بیکار بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جادو بھی محبوب سے مطلب برآری میں کام نہیں دیتا۔ جس جادو سے سراب میں کشتی چلتی نظر آئے۔

(۱۳) غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی

پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں۔

معنی الفاظ و تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی شراب نوشی میں کمی کر دینے کا اظہار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اگرچہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے لیکن اب بھی جس دن بادل ہوں یا چاندنی رات ہو کبھی کبھی پی لیتا ہوں۔ یہ دونوں وقت شراب نوشی کے لئے بہترین وقت ہیں۔ غالب ایسا کبھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اسی قبیل کا ایک اور شعر پڑھئے۔ ع

پی جس قدر ملے شب ماہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

غزل نمبر ۹۶

(۱) کل کے لئے کر آج نہ خِسّت شراب میں　　یہ سوءِ ظن ہے ساقیِ کوثر کے باب میں

معنی الفاظ:۔ خِسّت: بخل، کنجوسی۔ سوئے ظن: بدگمانی۔ ساقی: شراب پلانے والا۔ کوثر: بہشت کا ایک چشمہ۔ ساقیِ کوثر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی کو بھی کہتے ہیں۔ کل: فردا۔ قیامت، آج کے بعد آنے والا دن۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ جتنی شراب ہے آج ہی پلا دے کل کے لئے بچا کر نہ رکھ کیونکہ تیرے اس عمل سے اس بدگمانی کا شبہ ہوتا ہے کہ کل یعنی قیامت کے دن بہشت میں

رسول اللہ کے ہاتھ سے شراب نہیں ملے گی۔

(۲) ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

معنی الفاظ:۔ ذلیل: رسوا، خوار۔ گستاخی: بے ادبی۔ فرشتہ: شیطان۔

تشریح:۔ غالب مسلمان قوم بالخصوص امرا کے طبقے کی ذلت اور خواری کو دیکھ کر خدا سے گلہ کرتا ہے کہ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ہے ہماری بارگاہ میں فرشتہ کی گستاخی بھی گوارہ نہ تھی۔ حضرت آدم پہلے مسلم تھے جن کے سامنے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا گیا۔ بجز شیطان کے سب نے سجدہ کیا اور وہ اس نافرمانی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا۔ اگر اس شعر میں اشارہ اس قصے کی طرف سمجھا جائے تو کل سے مراد پیدائش آدم کے وقت سے ہے اور اگر لفظ فرشتہ مبالغے کے طور پر استعمال کیا گیا تو مغلیہ عہد کا شاندار دور جس کو زیادہ دن نہیں گزرے۔ سمجھا جا سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مسلمانوں کی پستی کا رونا ہے۔ اقبال کا شکوہ غالب کے اس شعر کی تفسیر ہے۔

(۳) جان کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

معنی الفاظ:۔ تن: بدن۔ دم: وقت۔ سماع: سننا۔ صدا: آواز۔ سمائی: سموئی ہوئی کھپت۔
چنگ و رباب: دو قسم کے باجے۔

تشریح:۔ وہ کی ضمیر کا اشارہ محبوب کی طرف ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ چنگ و رباب کی آواز ایسی ہی خوش کن ہے جیسی محبوب کی آواز جان بخش ہے لیکن پھر آخر میری جان یہ آواز سننے کے وقت کیوں نکلنے لگتی ہے۔ اس تضاد اثری کی کیفیت۔

(کا حل) غالب ایک دوسرے شعر میں بیان کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

؎ محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

(۴) رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیئے تھمے
نے ہاتھ باگ پہ ہے نہ پا ہے رکاب میں

معنی الفاظ:- رو میں ہے: تیز دوڑ رہا ہے- سیلاب کی طرح بہ رہا ہے- جوش میں ہے-
رخش: گھوڑا-

تشریح:- غالب انسان کی اس دنیا میں بےبسی و مجبوری کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر کا گھوڑا تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہے- معلوم نہیں کہاں رکے- نہ ہمارا ہاتھ باگ پر ہے جو اسے روک سکے اور نہ پاؤں ہی رکاب میں ہے جو پیٹھ پر قائم رہنے کا اطمینان ہو سکے- گھوڑ سوار کی مجبوری کی انتہا ہے-

(۵) اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے — جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

معنی الفاظ:- حقیقت: اصلیت، صداقت وہم: شک، شبہ- پیچ و تاب: الجھن-
غیر: اپنے علاوہ-

تشریح:- غالباً اس شعر میں غالب افلاطونی نظریے کہ یہ تمام کائنات محض ہمارے تخیل کا نتیجہ ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے علاوہ دوسری چیزوں کی ہستی کی نسبت تو وہم نے مجھے (الجھن) شک میں ڈال ہی رکھا ہے- کہ وہ ہیں یا نہیں لیکن اپنی ذات جس کی نسبت یقین ہونا چاہئے تھا- مجھے اپنا بھی یقین حاصل نہیں بلکہ اتنا ہی اپنی ہستی کی نسبت بھی شک میں پڑا ہوا ہوں جتنا غیر کی نسبت ہے-

(۶) اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

معنی الفاظ:- اصل: جڑ- شہود: دیکھنے والا- شاہد کی جمع- شاہد- گواہ- مشہود: موجود-
حیران ہوں: سمجھ سے باہر ہے- مشاہدہ: نظارہ- دیکھنا-

تشریح:- اس شعر میں غالب صوفیہ کرام کے نظریہ ہمہ اوست کی نسبت اپنے نہ سمجھ سکنے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہر چیز مثل خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ کے اعتبار پر ایک ہی مان لی جائے تو پھر یہ اختلاف اشکال کیوں ہے- اس کے ساتھ یہ شعر بھی پڑھئے ؎

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم
کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

(۷) ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر — یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

معنی الفاظ:- مشتمل: بنا ہوا۔ شامل ہونے والا۔ نمود: ظہور۔ صور: صورت کی جمع۔ وجود: حقیقت۔ ہستی۔ جسم۔ حباب: بلبلہ۔

تشریح:- اس شعر میں بھی غالب ہمہ اوست کے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ بحر سے مراد ذات باری سے ہے اور کہتے ہیں جس طرح قطرہ موج و حباب بجز اس کے کہ پانی کی مختلف صورتیں اور سمندر کا جزو ہیں علیحدہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے اسی طرح کائنات کی جملہ چیزیں ذات باری کا جزو ہیں اپنی اور کوئی حقیقت جداگانہ نہیں رکھتیں سب ملکر اس کی ذات کا ثبوت دیتی ہیں۔

(۸) شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی

ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں

معنی الفاظ:- شرم: حیا۔ بے حجاب: بے پردہ۔ حجاب: پردہ۔ اپنے: اپنی ذات۔ محرم لوگ

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ حیا بھی معشوق کے لئے نازوادا کے برابر ہے خواہ وہ اپنے ہی سے ہو اور اس حیا ہی کی وجہ سے باوجود بے پردہ ہونے کے پردے میں رہتے ہیں۔ یعنی حیا ان کے پردے کا کام دیتی ہے اگرچہ وہ منہ کھلے ہی ہوں۔

(۹) آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز   پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

معنی الفاظ:- آرائش: بناؤ سنگھار۔ جمال: حسن۔ خوبصورتی۔ فارغ: خالی۔ بیکار۔ مطمئن۔ ہنوز: ابھی۔ پیش نظر: نظر کے سامنے۔ دائم: ہمیشہ۔ نقاب: گھونگھٹ۔

تشریح:- اس شعر میں غالب معشوق حقیقی کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ابھی اپنے حسن کے بناؤ سنگھار سے فارغ نہیں ہوا وہ ہر وقت پردے میں آئینہ سامنے رکھے ہوئے ہے یعنی کائنات کی تخلیق کی تکمیل ابھی تک نہیں ہوئی۔ جب ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ یہ تمام جمال سامنے آجائیں گے۔ اور اگر مجاز کی طرف لیا جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ میرا محبوب نقاب میں ہر وقت آئینہ رکھے ہوئے بناؤ سنگھار میں لگا ہوا ہے اور ابھی اس سے مطمئن نہیں ہوا جو نظارہ کرائے۔ یہی وجہ پردہ میں ہونے کی ہے۔

(۱۰) ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

معنی الفاظ۔ غیب غیب: انتہائی پوشیدہ۔ شہود: دیکھنے والا۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا کی جو چیزیں ہمیں بظاہر ایک وجود رکھتی نظر آتی ہیں۔ وہ درحقیقت کوئی وجود ہی نہیں رکھتیں جیسا کہ خواب میں جاگنے والا سب کچھ دیکھتا ہے چلتا ہے پھرتا ہے لیکن پھر بھی سوتا رہتا ہے اور اس کا چلنا پھرنا اور دیکھنا حقیقت نہیں رکھتا۔ اس طرح یہ ظاہری وجود رکھنے والی چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہی فلسفہ افلاطونی ذہن میں تھا۔

(۱۱) غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست

مشغولِ حق ہوں بندگی بو تراب میں

معنی الفاظ:۔ ندیم: مصاحب۔ دوست: معشوق۔ مشغول: معروف۔ بندگی: عبادت۔ غلامی۔ بوتراب: حضرت علی کی کنیت۔ یعنی! یعنی مٹی کا باپ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب حضرت علی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ دوست کے مصاحب میں سے دوست ہی کی بو آتی ہے۔ اس لئے میرا حضرت علی کی غلامی کرنا اللہ ہی کی بندگی ہے۔

غزل نمبر ۹۷

(۱) حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

معنی الفاظ:۔ حیران ہوں: سمجھ میں نہیں آتا۔ رونا پیٹنا: ماتم کرنا۔ مقدور: قدرت۔ استطاعت۔ نوحہ گر: بین کرنے والا۔ ماتم کرنے والا۔

تشریح:۔ کاروبار عشق میں دل اور جگر اہم کردار ادا کرتے ہیں دل آرزوؤں اور تمناؤں کے سبز باغ لگاتا ہے اور جگر مایوسی میں صبر اور ضبط میں مدد کرتا ہے۔ انتہائی مایوسیوں میں دونوں خون ہو کر بہہ جاتے ہیں۔ غالب پر یہی کیفیت گزرتی ہے۔ جس کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دل کو رووں یا جگر کا پیٹنا کروں۔ میں تو ایک کا ماتم کر سکتا ہوں۔ استطاعت بھی نہیں جو ماتم کرنے والے کو کرائے پر بلا لوں میرے اکیلے کے بس کا کام

نہیں کہ دونوں کا ماتم کروں۔ اس قسم کا خیال ایک اور شعر میں بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے پیرائے میں۔ ؎

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یا رب کئی دیئے ہوتے

(۲) چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

تشریح :۔ غالب انتہائی رشک کرنے والے ہیں معشوق سے کسی دوسرے کا تعلق گوارہ نہیں کرتے تھے کہ اپنا تعلق بھی برداشت نہیں کر سکتے اس شعر میں اسی جذبے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رشک کی وجہ سے تجھ سے نسبت دے کر تیرے گھر کا پتہ بھی نہیں پوچھتا اور یہ لایعنی جملہ کہتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں۔ نتیجہ معلوم۔

(۳) جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار   اے کاش جانتا نہ تری رہ گزر کو میں

معنی الفاظ :۔ راہ گزر : راستہ۔

تشریح :۔ غالب معشوق کی جستجو میں رقیب کے گھر کی طرف جاتے ہیں جہاں وہ اکثر جاتا رہتا ہے اور اپنے اس فعل پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے وہ راستہ معلوم نہ ہوتا جس پر سے تو گزرتا ہے اس واقف کاری ہی نے مجھے تیری محبت میں ہزار دفعہ رقیب کے دروازے پر پہنچایا۔

(۴) ہے کیا؟ جو کس کے باندھئے میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں

معنی الفاظ :۔ کمر باندھنا : تیاری کرنا۔

تشریح :۔ شعراء بالخصوص ہندوستان و ایران کے، معشوق کی پتلی کمر کو نہ ہونے کے برابر سمجھتے ہیں۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم جو جانے کے لئے کمر کس رہے ہو۔ تو کمر ہے کہاں! مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے مجھے ڈر نہیں ہے۔ یہ معشوق کو جانے سے باز رکھنے کا ایک لطیف پیرایہ ہے۔ جو غالب نے اختیار کیا ہے۔

(۵) لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے　　یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

معنی الفاظ:- بے ننگ و نام: جو کوئی عزت نہ رکھتا ہو۔ لو: خیال کرو۔ دیکھو۔ سنو۔ جملۂ تنخاطب۔

تشریح:- غالب معشوق کی محبت میں سب کچھ لٹا بیٹھے لیکن محبوب کی نظر میں یہ سب کچھ ہیچ تھا۔ وہ غالب کی نسبت کہنے لگا۔ کہ یہ تو غیر معروف آدمی ہے اور کوئی عقیدت نہیں رکھتا۔ یہ فقرہ سن کر غالب کے دل پر جو کیفیت گزری اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ دیکھئے وہ (معشوق) بھی کہتے ہیں کہ یہ (غالب) بے ننگ و نام ہے۔ اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ وہ ایسی قدر کرے گا۔ تو میں اپنا سب کچھ اس کے لئے نہ لٹا دیتا۔

(۶) چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ　　پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

معنی الفاظ:- تیز رو: تیزی سے چلنے والا۔

تشریح:- تیزی سے چلنے والا آدمی کی نسبت یہ گماں ہو سکتا ہے کہ وہ رستے سے واقف ہے۔ کیونکہ ناواقف ٹھہر کر اور دیکھ بھال کر چلے گا۔ اس تاثر سے غالب فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے زمانے کے برآوردہ لوگوں (لیڈروں) کی نسبت اپنے خیال کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں پہلے ایک تیز چلنے والے کے ساتھ تھوڑی دور چلتا ہوں اور پھر دوسرے کے پیچھے ہو لیتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس شخصیت کو نہیں پہچانتا جو مجھے صحیح منزل تک پہنچا دے۔ غالب کے زمانہ میں کوئی مسلمہ راہنما نہیں تھا۔ ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر امامت کا دعویدار ہو جاتا تھا۔ تیز رو سے مراد یہاں چرب زبان سے ہے۔

(۷) خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار　　کیا پوجتا ہوں اس بتِ بیداد گر کو میں

معنی الفاظ:- خواہش: آرزو۔ تمنا۔ پرستش: پوجا۔ عبادت۔ بت: معشوق۔ مورتی۔ بیداد گر: ظالم۔

تشریح:- اس شعر میں غالب خواہش اور پرستش کا فرق بیان کرتے ہیں اور وہ اس لئے کہ بت اس پتھر یا کسی اور چیز کی مورتی کو بھی کہتے ہیں جس کی پرستش بت پرست کرتے ہیں۔ غالب لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں میں جس بت یعنی معشوق پر عاشق ہوں۔ ہاں تو اس کے وصل

کے حصول کی تمنا کرتا ہوں۔ اس کی عبادت نہیں کرتا۔ احمق لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس ظالم کی پوجا کرتا ہوں۔ غالب افلاطونی محبت کے قائل نہیں تھے۔

۸ - پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کوئے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو میں

معنی الفاظ :- بے خودی - مدہوشی - بے ہوشی، جس میں تن بدن کا ہوش نہ ہو۔
کو - کوچہ -

تشریح :- غالب اکثر کوئے یار میں رہتے تھے لیکن جب جوشِ جنون بڑھ گیا تو تن بدن کی سُدھ بُدھ نہ رہی اور یار کے کوچہ کا راستہ بھی ذہن سے جاتا رہا۔ اس کیفیت کا بیان اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہوش ٹھکانے نہ رہنے کی وجہ سے اپنا پتہ بھی نہیں کہ کہاں ہوں۔ پھر یار کی گلی کا راستہ بھی بھول گیا، کچھ ہوش ہوتا تو اپنے کو اس کی گلی میں تلاش کرتا، چونکہ میرا ٹھکانہ تو وہی تھا۔ مراد اپنے عشق کی شدت اور معشوق کے ساتھ گہرا تعلق ظاہر کرنا ہے۔

(۹) اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا
سمجھا ہوں دل پذیر متاعِ ہنر کو میں

معنی الفاظ :- قیاس - خیال - اہلِ دہر - دنیا والے - دل پذیر - دل پسند - متاع - پونجی - ہنر - فن -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ چونکہ میں خود فن کی قدر کرتا ہوں اس لئے خیال کرتا ہوں کہ دنیا کے دوسرے لوگ بھی میری طرح ہنر کے قدر دان ہوں گے۔

(۱۰) غالب خدا کرے کہ سوار سمندِ ناز
دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں

معنی الفاظ :- سمند - زرد رنگ کا گھوڑا - سمندِ ناز - شوخ اور چالاک گھوڑا -
عالی گہر - عالی نسب

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے مہربان علی بہادر جو اعلیٰ نسب ہیں کی، نسبت اپنی تمنا کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اعلیٰ نسب علی بہادر کو بنا ٹھنا اس شوخ گھوڑے

پہ سوار دیکھوں۔

غزل نمبر ۹۸

(۱) ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں

غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دُور نہیں

معنی الفاظ:- بہ بدی - برائی پر - منظور - گوارہ - غیر - رقیب - بات بگڑنا - کام خراب ہو جانا - ساکھ میں فرق آجانا - دُور - بعید۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ میرے محبوب کو برائی کے ساتھ بھی میرا ذکر سننا گوارہ نہیں ہے اور چونکہ رقیب ایسا کرتا ہے اس لئے کچھ بعید نہیں کہ معشوق کے نزدیک اس کی ساکھ باقی نہ رہے۔ غالب اس میں بھی خوش ہیں۔ بقول کسے۔

ع۔ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

(۲) وعدۂ سیر گلستاں ہے خوشا طالع شوق مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہیں

معنی الفاظ:- وعدہ - اقرار - سیرِ گلستان - باغ کی سیر - خوشا - مبارک - طالع - ستارے - قسمت - شوق - عشق - مژدہ - خوشخبری - مقدر - محذوف کیا ہُوا جو عبارت میں لکھا نہ ہو مگر اس کے معنی لئے جائیں - اس کا مخالف مذکور یعنی جو واضح طور پر لکھا جائے۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ محبوب نے سیرِ گلستان کا جو وعدہ کیا ہے وہ عاشقوں کے لئے نیک فال ہے اور خوشی کا مقام ہے - کیونکہ اس وعدے میں عاشقوں کے قتل کی خوشخبری چھپی ہوئی ہے جو صاف طور پر نہیں بتائی ہے بلکہ کنایۃً اظہار کیا ہے۔

(۳) شاہدِ ہستیٔ مطلق کی کمر ہے عالم لوگ کہتے ہیں کہ "ہے" پر ہمیں منظور نہیں

معنی الفاظ:- شاہد - معشوق - ہستیٔ مطلق - وجود واحد - عالم - دنیا

تشریح:- غالب پھر اس افلاطونی نظریے یعنی "خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور چیز وجود نہیں رکھتی" کا ایک نئے طریقے سے اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم کی نسبت خداوند کریم

کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے کہ معشوق کے ساتھ اس کی کمر کی سب لوگ تو کہتے ہیں کہ ہے مگر عاشق کہتا ہے کہ نہیں ہے۔

(۴) قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہم کو تقلید تنک ظرفیٔ منصور نہیں

معنی الفاظ:۔ تقلید۔ پیروی۔ تنگ ظرف۔ اوچھا پن۔ کم حوصلگی۔ منصور۔ حلاج ایک مشہور صوفی جس نے نعرہ انا الحق بلند کیا اور ایسا کہنے پر سولی پر چڑھا دیا گیا۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب انا الحق کہتے بھی ہیں اور جان بھی بچا لیتے ہیں کہ درحقیقت اپنا قطرہ بھی ہستی مطلق کا ہی ایک جز ہے۔ یعنی اصل ایک ہی ہے۔ لیکن ہم اتنے کم حوصلہ نہیں جو منصور کی پیروی میں انا الحق پکار اٹھیں بلکہ ضبط سے کام لئے ہوئے ہیں۔

(۵) حسرت اے ذوقِ خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی
عشقِ پُر عربدہ کی گوں تن رنجور نہیں

معنی الفاظ:۔ حسرت۔ ارمان۔ ذوقِ خرابی۔ تباہی و بربادی کا شوق۔ طاقت۔ قوت عربدہ۔ لڑائی۔ جھگڑا۔ فتنہ۔ گوں۔ مطلب۔ غرض۔ رنگ۔ طرز۔ رنجور۔ بیمار۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اے بربادی کے شوق افسوس ہے کہ وہ طاقت نہیں رہی کیونکہ دکھیا اور بیمار جسم عشق جو فتنوں سے بھرپور ہے کام کا نہیں۔ غالب ایک اور جگہ اس کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

لکھ کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی!
میری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

(۶) ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہے تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

معنی الفاظ:۔ لطف۔ مہربانی۔ دریغ۔ تامل۔ جھجک۔ افسوس۔ تغافل۔ بے پرواہی رنگ۔ طرز۔ معذور۔ مجبور۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر تجھے مہربانی کرنے میں تامل ہے تو ظلم ہی کر۔ تو بے پرواہی کرنے میں تو کسی طرح بھی مجبور نہیں یہی کر۔ میرے لئے

تو دونوں یکساں حباب ہوا ہیں۔

(۷) میں جو کہتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تمہیں
کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ "ہم حور نہیں"

معنی الفاظ:۔ رعونت۔ شان۔ غرور۔ حور۔ وہ مخلوق جس کا بہشت میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور جو نیک بندوں کی رفیق ہونگی۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب کے حاصل ہونے کی توقع اس دنیا میں نہیں رکھتے لیکن وہ بالکل مایوس بھی نہیں۔ قیامت میں اس کو حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں مگر معشوق اس آخری امید کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ اس کیفیت کو غالب نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں جب ان سے کہتا ہوں کہ میں تمہیں قیامت میں لوں گا تو وہ نہایت شان کے ساتھ کہتا ہے کہ میں کوئی حور ہوں کہ تو قیامت میں لے لے گا۔

(۸) صاف دُردی کش پیمانۂ جم ہیں ہم لوگ
وائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں!

معنی الفاظ:۔ صاف۔ بالکل۔ پاک۔ خالص۔ دردی۔ تلچھٹ۔ دردی کش۔ تلچھٹ تک پی جانے والے۔ پیمانۂ جم۔ جمشید کا گلاس۔ وائے۔ افسوس۔ بادہ۔ شراب کہ۔ جو۔ افشردہ۔ نچوڑی ہوئی۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی بادہ آشامی اور انگوری شراب سے رغبت کا بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ تو انگوری شراب کا تلچھٹ تک پی جانے والے ہیں افسوس اس شراب پر جو انگور سے نہ کھینچی گئی ہو۔

(۹) ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

معنی الفاظ:۔ ظہوری:۔ فارسی کا مشہور شاعر۔ خفائی۔ خفا سے یعنی پوشیدہ۔ حجت۔ دلیل۔ برہان۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنا مقابلہ نورالدین ظہوری کے ساتھ کرتے ہیں اور اپنا تخلص بھی ظہوری کے مقابلہ میں خفائی اختیار کرتے ہیں۔ (ظہوری کے معنی جو ظاہر ہو اور خفائی کا مطلب

ہے پوشیدہ)، اور کہتے ہیں کہ میں ظہوری کے مقابلہ میں خفائی ہوں یعنی جہاں تک شاعری کا تعلق ہے میں اس کے برابر ہوں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ مشہور ہے اور میں نہیں ہوں ۔

غزل نمبر ۹۹

(۱) نالہ جز حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہیں
ہے تقاضائے جفا شکوہ بیداد نہیں

معنی الفاظ :- نالہ ۔ فریاد ۔ جز ۔ سوائے ۔ حسن ۔ خوبصورتی ۔ طلب ۔ مانگنا ۔ حسن طلب ۔ سلیقے سے مانگنا ۔ ستم ایجاد ۔ ظلم ایجاد کرنیوالا نئے نئے ڈھنگ سے ظلم کرنے والا ۔ تقاضہ ۔ خواہش ۔ مانگنا ۔ جفا ۔ زیادتی ۔ وفا کے مخالف ظلم ۔ شکوہ ۔ شکایت بیداد ۔ ظلم ۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے نئے نئے ظلم اختراع کرنے والے فریاد سے میری مراد ایک سلیقے کے ساتھ تیرے ظلم کا طلب کرنا ہے ۔ ظلم کا شکوہ نہیں ۔

(۲) عشق و مزدوری عشرت گہِ خسرو کیا خوب
ہم کو تسلیم نکو نامی فرہاد نہیں

معنی الفاظ :- مزدوری ۔ اجرت لے کے کام کرنا ۔ اجرت محنت ۔ مشقت ۔ عشرت گاہ عشرت کدہ ۔ آرام گاہ ۔ کیا خوب ۔ اظہار تعجب ۔ تسلیم ۔ منظور نکو نامی ۔ نیک نامی ۔ خسرو ۔ ایران کا مشہور بادشاہ ۔ شیریں کا خاوند ۔ فرہاد ۔ کوہکن شیریں سے محبت کرنے والا ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب باوجود محبوب سے محبت ہونے کے فرہاد کا رقیب کی آرامگاہ بنانے میں حصہ لینا پسند نہیں کرتے (فرہاد کا حوالہ دے کر کہتے ہیں)، کہ شیریں کے عشق میں خسرو کے عشرت کدے کی مزدوری کرنا تعجب کی بات ہے ۔ یعنی اس نے کیسے گوارہ کیا ۔ اگر لوگ فرہاد کے اس کام کو اچھا سمجھتے ہیں تو سمجھیں ہم کو ایسی نیک نامی پسند نہیں ۔ جذبۂ رقابت اجازت نہیں دیتا ۔

(۳) کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

معنی الفاظ:- خرابی - بربادی - وسعت - پہنائی - وشت - صحرا - عیش - آرام -
تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ میرا گھر بھی ویرانی میں ویسا ہی ہے جیسا کہ جنگل لیکن وہ صحرا کی طرح وسیع نہیں ہے اس لئے اس کھلی جگہ میں مجھے وہ آرام میسر ہے جو گھر میں نہیں اور اس وجہ سے گھر یاد نہیں آتا۔

(۴) اہلِ بینش کو ہے طوفانِ حوادث مکتب

لطمۂ موج کم از سیلیٔ اُستاد نہیں

معنی الفاظ:- اہل بینش - اہل بصیرت - طوفان - جھکڑ - طغیانی - حوادث - جمع حادثہ معنی مصیبت صدمہ - مکتب - مدرسہ - لطمہ - تھپیڑ - طمانچہ - سیلی - تھپڑ -
تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ دنیاوی صدموں کی بہتات اہلِ بصیرت کے لئے درس گاہ کا کام دیتی ہے - اور ہر مصیبت استاد کے تھپڑ سے کم نہیں طوفان اور موج مکتب اور استاد کی رعایت قابلِ توجہ ہے۔

(۵) وائے مظلومیٔ تسلیم و بدا حالِ وفا   جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں

معنی الفاظ - وائے: کلمہ افسوس - مظلومی مجبوری - تسلیم - بلا عذر - تابعداری - خود سپردگی - بدا - کلمۂ تاسف - برا ہو وائے کا ہم معنی - حال - صورت - وفا - محبت - نباہ -
تشریح:- غالب اپنی انتہائی بے بسی کو جو بوجہ وفاداری اور خود سپردگی ہے کا ذکر اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افسوس اس خود سپردگی پر اور برا ہو اس وفاداری کا کہ محبوب یہ جانتے ہوئے کہ ہم میں فریاد کی طاقت نہیں ہے - ظلم کر رہا ہے۔

(۶) رنگِ تمکینِ گل و لالہ پریشاں کیوں ہے؟   گرچہ راغاں سرِ رہ گزرِ باد نہیں!

معنی الفاظ - تمکین - غرور - وقار - چراغان - چراغ کی جمع - سر راہ - راستہ کا کنارہ - سر راہ گزر باد - جہاں سے ہوا گزرتی ہو -
تشریح:- ہوا کے تیز جھونکوں میں چراغ زیادہ دیر تک نہیں جلتے - غالب لالہ و گل کا رنگ اڑتا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کو ناپائیداری کی فکر کی وجہ سے خیال کرتے ہیں - چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر چراغاں سرِ راہ گزرِ باد نہیں یعنی اگر موت کے جھونکے سے بجھ جانے کا خوف نہیں ہے تو لالہ و گل

کا رنگ کیوں اڑ رہا ہے۔

(۷) سبدِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں مژدہ اے مرغ کہ گلزار میں صیاد نہیں!

معنی الفاظ:۔ سبد۔ ٹوکری۔ تلے۔ نیچے۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ گلزار۔ گلشن۔ باغ۔
مرغ۔ پرندہ۔ صیاد۔ شکاری۔ گلچیں۔ پھول چننے والا۔

تشریح:۔ غالب مرغ چمن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے پرندے تجھے خوشخبری ہو کہ باغ میں شکاری نہیں ہے جو تجھے مار ڈالے۔ یا پنجرے میں بند کرے گا۔ یہ تو گل چیں ہے جو باغ کے پرندوں کو پکڑ کر پھولوں کی ٹوکری کے نیچے بند کر دیتا ہے۔ یعنی اگرچہ تجھے پہلی سی آزادی نہ سہی لیکن گل کی معیت (ساتھ) نہ چھوٹی۔ غالب انگریزی حکومت قائم ہو جانے پر اپنے ہم وطنوں سے کہتے ہیں، کہ اس نئی حکومت میں پہلی سی مار دھاڑ نہیں ہے۔ صرف آزادی سلب کی ہے اور سب سہولتیں مہیا ہیں۔

(۸) نفی سے کرتی اثبات طراوش گویا! دی ہے جائے دہن اس کو دم ایجاد "نہیں"

معنی الفاظ:۔ نفی۔ نہیں۔ نیستی۔ اثبات۔ نفی کا مخالف۔ طراوش۔ ٹپکنا۔ دم۔ وقت۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کے دہنِ تنگ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ قدرت نے جب "نہیں" کی ایجاد کی تو اس کو مادی صورت میرے محبوب کے دہن کی جگہ کی صورت میں دی۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ نفی سے یعنی نیستی سے ہستی وجود میں آ سکتی ہے۔

(۹) کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشا ہے ولے اس قدر آباد نہیں

معنی الفاظ:۔ جلوہ گری۔ نمائش۔ آرائش۔

تشریح:۔ غالب بہشت کو باوجود حسن و خوبی محبوب کے کوچے سے بہتر نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ بہشت بھی ایسی ہی آراستہ و پیراستہ ہے جیسے تیرا کوچہ لیکن تیرا کوچہ وہاں سے زیادہ آباد ہے۔ کسی مکان کی اصلی رونق در و دیوار کی خوبصورتی سے نہیں بلکہ مکینوں سے ہوتی ہے اور اسی بنا پر عاشق کے نزدیک کوچہ یار بہشت سے زیادہ بارونق ہے اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بہشت میں جانے والے کم انسان ہیں اور دنیاوی عیش کے طالب زیادہ جن کا وہاں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

(۱۰) کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب تم کو بے مہریٔ یارانِ وطن یاد نہیں!

معنی الفاظ:- غربت- پردیس- مسافرت- بے مہری- بے مروتی۔
تشریح:- غالب اہل وطن کی بے مروتی سے تنگ آ کر پردیس میں چلے گئے اور وہاں بھی فضا سازگار نہیں پائی اس اندرونی کشمکش کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پردیس کی شکایت کس منہ سے کرتے ہو کیا تمہیں اہل وطن کی بے مروتی یاد نہیں یعنی اہل وطن جن سے محبت کی توقع تھی جب وہی آنکھ چرا گئے تو پردیسیوں کا کیا گلا۔

غزل نمبر ۱۰۰

(۱) دونوں جہاں دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا! یاں آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

معنی الفاظ:- تکرار- دھرانا- جھگڑا کرنا- لفظی نزاع۔
تشریح:- اس شعر میں غالب ہر حالت میں انسانی بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہیں اور یہی بے اطمینانی انسان کے آگے بڑھنے کی محرک ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو دین و دنیا دونوں کی نعمتیں پوری طرح بخشیں اور اپنے خیال میں سمجھے کہ وہ مطمئن ہو گئے ہیں۔ لیکن رسول اکرمؐ اس شرم سے کہ اور کیا مانگوں خاموش ہو گئے۔ ضمیر "یہ" کا مرجع خود غالب اس لئے درست معلوم نہیں ہوتے کہ انہیں دنیا ہی کی نعمتوں میں سے بہت کم ملا اور عاقبت کا علم تو خدا ہی کو ہے۔

(۲) تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے تیرا پتا نہ پائیں تو ناچار کیا کریں!

معنی الفاظ و تشریح:- اس شعر میں غالب راہِ خدا میں چلنے والوں کی اپنی منزل تک نارسائی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معرفت کی منزل میں ہر مقام پہ دو چار تھک تھک کر بیٹھ گئے، اور وہ بیچارے کرتے بھی کیا جب تیرا پتہ انہیں ملا ہی نہیں۔

(۳) کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم؟
ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں؟

معنی الفاظ:- ہوا خواہ- بھلا چاہنے والے- اہلِ بزم- اہلِ مجلس- جاں گداز- جان کو گھلا دینے والے- غم خوار- غم کھانے والے- ہمدرد۔
تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ کیا آپ کے خیال میں اہل مجلس شمع کے خیر خواہ نہیں ہیں- یعنی اس کا روشن رہنا نہیں چاہتے لیکن جب غم ہی جان کو گھلانے والا ہو تو ہمدرد کیا کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ عشق لاعلاج مرض ہے- ہمدرد اور خیر خواہ اس کا علاج نہیں کر سکتے۔

غزل نمبر ۱۰۱

(۱) ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر

عشق کا اس کو گماں ہم بے زبانوں پر نہیں

معنی الفاظ:۔ غیر: رقیب۔ شیریں بیانی: چرب زبانی۔ کارگر: کامیاب۔ گماں: خیال۔ بے زبان: خاموش۔ کم گو۔

تشریح:۔ غالب اپنے مقابلے میں رقیب کی معشوق سے تعلقات میں کامیابی کو اس کی چرب زبانی اور اپنی خاموشی پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رقیب کی چرب زبانی کام کر گئی۔ اس لئے محبوب کو ہم (بے زبانوں کی) جو اپنی کیفیت دل بیان نہیں کرتے محبت کا یقین نہیں۔

غزل نمبر ۱۰۲

(۱) قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشت قیس میں آنا

تعجب سے وہ بولا یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں"

معنی الفاظ:۔ قیامت ہے: کلمہ تعجب۔ انوکھی بات۔

تشریح:۔ لیلیٰ و قیس عرب کے مشہور عاشق و معشوق تھے۔ قیس وحشت عشق میں صحرا میں نکل جاتے ہیں۔ لیلیٰ بھی یہ سن کر وہاں پہنچ جاتی ہے۔ یہ سماں دیکھ کر قیس تعجب کرتا ہے۔ چونکہ اس کی اس کو توقع نہ تھی اور تعجب سے کہتا ہے کہ یوں بھی زمانے میں ہوتا ہے کہ محبوب چاہنے والے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

(۲) دل نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب

نہ کر سرگرم اس کافر کو اُلفت آزمانے میں

معنی الفاظ:۔ نازک: کمزور۔ ہلکا پھلکا۔ سرگرم: مصروف۔ مشغول۔ اُلفت۔ محبت۔ کافر: معشوق۔

تشریح:۔ غالب خود سے کہتا ہے۔ کہ اے غالب مجھے اس کے دل نازک پہ رحم آتا ہے۔ تو اسے

محبت کی آزمائش کرنے کے کام میں زیادہ مصروف نہ رکھ یعنی اپنی محبت اور وفاداری کو اس پر واضح کر دے۔

غزل نمبر ۱۰۳

(۱) دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا
بارے اپنی بے کسی کی پائی ہم نے داد یاں

معنی الفاظ:- دل لگا کر: محبت کر کے۔ لگ گیا: عادت ہو گئی۔ بارے: آخر کار
بے کسی: مجبوری داد: انصاف۔

تشریح:- غالب کا محبوب خود کسی پر عاشق ہو گیا اور اب تنہا بیٹھا رہتا ہے۔ غالب اسی کیفیت کو اس شعر میں بیان کرتے ہیں کہ میرا محبوب بھی کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے اور اب تنہا بیٹھا رہتا ہے آخر اللہ کے یہاں ہم نے اپنی بے کسی کا انصاف پا لیا ہے۔ یعنی جس طرح ہم اس کی محبت میں تنہا بیٹھ کر (بے قراری کے ساتھ) دن کاٹتے تھے۔ اب وہ بھی (چین سے نہیں بیٹھے گا) اسی طرح وقت گزارے گا۔ ممکن ہے اس طرح ہمارے درد کا احساس اُسے ہو جائے۔

(۲) ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہر گردوں ہے چراغ رہ گزار باد یاں

معنی الفاظ:- زوال آمادہ: مٹ جانے والے۔ فانی۔ اجزا: جمع جز کی۔ آفرینش: دنیا۔ عالم ہستی۔ مہر گردوں: آسمان کا سورج۔ چراغ رہگزر باد: ہوا کے راستے کے کنارے کا چراغ جو جلد بجھ جاتا ہے۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے حتّٰی کہ سورج بھی جو لازوال معلوم ہوتا ہے۔ اس چراغ کی مانند ہے جو ہوا کی رہگزر پر جل رہا ہو۔

غزل نمبر ۱۰۴

(۱) یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں۔

معنی الفاظ و تشریح :۔ غالب تنہا گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ محبوب کے پاس بلانے کے لئے خط بھیجا ہوا ہے۔ اس انتظار کی کیفیت کا نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے اور کہتے ہیں کہ ہجر میں ہم جو گھر میں بیٹھے ہوئے کبھی دیوار کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی در کی طرف دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دروازے سے نامہ بر آئے گا اور اگر معشوق آتا ہو تو صبا اس کی خوشبو لے کر دیوار پر سے آئے گی۔ جس طرح حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کو خوشبو قمیض لے جانے والے سے پہلے پہنچ گئی تھی۔

(۲) نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں۔

معنی الفاظ :۔ نظر لگنا: بری نظر کا اثر ہونا۔

تشریح :۔ غالب کے جگر پر محبوب کے ہاتھ کا گہرا زخم لگا ہے۔ لوگ دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ مگر غالب پسند نہیں کرتے۔ اس کیفیت کا اظہار غالب نے اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ لوگ میرے زخم جگر کو کیوں دیکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظر بد میرے محبوب کے دست و بازو کو لگ جائے جن سے یہ زخم آیا ہے اور پھر وہ ایسا گہرا زخم نہ لگا سکے۔

(۳) تیرے جواہر طرف کلاہ کو کیا دیکھیں ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں۔

معنی الفاظ :۔ جواہر: جمع ہے جوہر کی۔ قیمتی پتھر۔ طرف: پہلو۔ سرا۔ کلاہ: ٹوپی۔ اوج: عروج بلندی۔ طالع: قسمت۔ لعل: قیمتی پتھر۔ گوہر: موتی۔

تشریح :۔ غالب کے محبوب کی ٹوپی میں لعل و موتی ٹکے ہوئے ہیں اس کو دیکھ کر غالب کہتے ہیں کہ ہم تیری ٹوپی میں جڑے ہوئے جواہر کو کیا دیکھیں دیکھنے والی بات تو ان لعل و موتیوں کے نصیبے کی بلندی ہے جو ان کو تیری ٹوپی تک لایا۔

غزل نمبر ۱۰۵

(۱) نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں شب فراق سے روز جزا زیاد نہیں

معنی الفاظ :۔ اعتقاد: ایمان۔ یقین۔ شب: رات۔ فراق: جدائی۔ روز جزا: اعمال کا

بدلہ ملنے کا دن - قیامت - زیاد : زیادہ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں کہ مجھے قیامت پہ اعتماد نہیں ہے۔ لیکن جدائی کی رات سے قیامت کا دن زیادہ لمبا اور تکلیف دہ نہیں ہے۔

(۲) کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا برائی ہے

بلا سے آج اگر دن کو ابرو باد نہیں

معنی الفاظ :- شب مہ : چاندنی رات - بلا سے : کوئی مذائقہ نہیں - ابر و باد : ابر اور ٹھنڈی ہوا۔

تشریح :- شراب نوشی کے لئے دو وقت موزوں ہیں۔ دن میں ابر اور ٹھنڈی ہوا کا ہونا اور رات میں چاندنی۔ چاندنی رات میں غالب کا دل شراب پینے کو چاہتا ہے اور وہ شراب اس شعر کے الفاظ میں طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی مذائقہ نہیں جو اس وقت ابر و ٹھنڈی ہوا نہیں ہے چاندنی رات تو ہے۔

(۳) جو آؤں سامنے ان کے تو "مرحبا" نہ کہیں

جو جاؤں واں سے کہیں کو تو خیر باد نہیں

معنی الفاظ :- مرحبا : شاباش کلمہ خوشی - خیر باد - خیریت سے رہی - کلمہ دعائیہ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی بے التفاتی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ان کے سامنے آتا ہوں تو خوشی کا اظہار نہیں کرتا اور جب ان کے پاس سے کہیں جاتا ہوں۔ تو کوئی کلمہ خیر نہیں کہتے۔

(۴) کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں

کہ "آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں"

معنی الفاظ :- فتنہ و فساد : شرارت - جھگڑا۔

تشریح :- سلسلہ تخیل وہی چلا جا رہا ہے جو پچھلے شعر میں ہے مرزا کہتے ہیں کہ جب اس کی محفل میں میری یاد آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ آج کچھ گڑبڑ نہیں ہے۔ گویا غالب اور فتنہ و فساد ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۵) علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب

گدائے کوچۂ مے خانہ نامراد نہیں

معنی الفاظ:۔ نامراد: بدنصیب۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ شراب خانے سے عید کے علاوہ بھی شراب مل ہی جاتی ہے اور وہاں کا بھکاری مراد پا ہی لیتا ہے۔

(۶) جہاں میں ہو غم و شادی بہم ہمیں کیا کام

دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں

معنی الفاظ:۔ غم: رنج۔ شادی: خوشی۔ بہم: اکٹھے۔ شاد: خوش۔

تشریح:۔ پہلے مصرعے میں غالب اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" یعنی اس دنیا میں خوشی اور رنج تنگی و فراخی ساتھ ساتھ ہیں لیکن دوسرے مصرع میں اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں رنج کے ساتھ خوشی بھی ہوگی لیکن ہمیں جو دل خدا نے دیا ہے وہ خوش نہیں۔

(۷) تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب!

یہ کیا؟ کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ "یاد نہیں"

تشریح:۔ غالب کے محبوب نے اس سے کچھ وعدہ کیا ہے مگر اسے یقین ہے کہ وہ اسے پورا نہیں کرے گا اور پوچھنے پر کہہ دے گا میں بھول گیا۔ یہی بات اس شعر میں بیان کی ہے کہتے ہیں کہ اے غالب تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرتے ہو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کہو گے اور وہ جواب دیں گے کہ مجھے یاد نہیں۔

غزل نمبر ۱۰۶

(۱) تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں

ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ توسن: گھوڑا۔ صبا: ہوا۔ ہوا باندھنا: بندش کرنا۔ کہنا۔ رعب جمانا۔

ڈینگ مارنا۔

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیرے گھوڑے کو باد صبا کہہ کر ہم مضمون میں محض رعب ہی جماتے ہیں۔

(۲) آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں

معنی الفاظ :۔ ہوا باندھنا : مفت کا رعب جمانا۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ ہماری آہ میں اثر تو کچھ نہیں ہم تو محض جھوٹ موٹ کا رعب جماتے ہیں کہ ہماری آہ میں اثر ہے۔

(۳) تیری فرصت کے مقابل اے عمر

برق کو پابہ حنا باندھتے ہیں۔

معنی الفاظ :۔ فرصت : مہلت۔ مقابل : مقابلے میں۔ برق : بجلی۔ پابہ حنا : چلنے سے معذور پاؤں میں مہندی لگی ہوئی۔

تشریح :۔ غالب ناپائیداری عمر کو مبالغہ کے ساتھ اس شعر میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عمر تیری مہلت کے مقابلہ میں ہم بجلی کو جو ایک لمحے کے لئے چمکتی ہے۔ پاؤں میں مہندی لگی ہوئی یعنی جو بالکل بھی نہ چل سکتی ہو۔ کہتے ہیں یعنی عمر بجلی سے بھی کم دیر پا ہے۔

(۴) قید ہستی سے رہائی معلوم اشک کو بے سر و پا باندھتے ہیں

معنی الفاظ :۔ قید ہستی : زندگی کی قید۔ رہائی : آزادی۔ اشک : آنسو۔ بے سر و پا : بے معنی پریشان۔ غلط۔

تشریح :۔ زندگی کی مجبوریوں سے کب چھٹکارا ہوتا ہے ہمیں پتہ ہے۔ ایسی حالت میں آنسوؤں کا رونا بے معنی ہے رو کر تو طبیعت ہلکی ہوگی۔

(۵) نشہ رنگ سے ہے واشُد گل مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں۔

معنی الفاظ :۔ نشہ : سرور۔ مستی۔ واشدِ گل : پھول کا کھلنا۔

تشریح :۔ غالب گلاب کے پھول کو کھلتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس کے کھلنے کو رنگ کے سرور کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پھول کا کھلنا رنگ کے سرور کی وجہ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ شراب کے

نشے میں مست لوگوں کا اپنی اچکن کے بند کھول دینا اسی لئے پھول رنگ کے نشے میں بغیر کھلے نہیں رہ سکتا کیونکہ مست اپنی قبا کے بند نہیں باندھتے۔

(۶) غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ رسا: پہنچنے والا۔ اوپر جانے والا۔ نالہ: فریاد۔ واویلا۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ مضامین میں غلطیوں کے متعلق مت پوچھو بھلا دیکھو تو سہی لوگ فریاد کو پہنچنے والی (اثر کرنے والی) کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۷) اہل تدبیر کی واماندگیاں آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ اہل تدبیر: علاج کرنے والے۔ واماندگیاں: جمع واماندگی۔ عاجزی۔ بے چارگی۔
آبلہ: چھالے۔ حنا: مہندی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ علاج کرنے والوں کی بے بسی دیکھئے کہ ہمارے پاؤں کے آبلوں پر بھی مہندی لگانے کا عام نسخہ استعمال کرتے ہیں جو وحشت جنوں میں دشت نوردی کرنے والوں کے لئے کارگر نہیں ہو سکتا چونکہ ان کے پاؤں کو ایک لمحے کے لئے بھی قرار نہیں۔ ان کے آبلوں کا علاج تو صحرا کے خار ہی ہو سکتے ہیں۔ غالب نے یہ نسخہ خود ہی اپنے پاؤں کے چھالوں کے لئے تجویز کیا ہے۔
اسی خیال کو غالب ایک اور شعر میں پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

ع ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر

(۸) سادہ پرکار ہیں خوباں غالب ہم سے پیمان وفا باندھتے ہیں

معنی الفاظ:۔ سادہ: بھولے بھالے۔ پرکار: چالاک۔ ہوشیار۔ خوباں: حسین جمع۔
پیماں: عہد۔ وفا: دوستی۔

تشریح:۔ غالب خود سے کہتے ہیں کہ یہ بھولے بھالے حسین بڑے چالاک ہیں یہ ہم سے محبت کا عہد باندھتے ہیں مگر ان کی سادگی پر نہ جانا اور اعتبار نہ کرنا۔

غزل نمبر ۱۰۷

(۱) زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

معنی الفاظ:- سخت : نہایت - کم آزار : کم تکلیف دینے والا - بجان اسد : اسد کی جان کی قسم توقع : امید -

تشریح :- غالب اپنی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ زمانے سے ہمیں جو تکلیفیں پہنچی ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں ہم تو اس سے کہیں زیادہ توقع رکھتے ہیں - اس طرح مرزا اپنے آپ کو موجودہ مصیبتوں سے زیادہ مصیبتوں کے لئے تیار کرتے ہیں -

غزل نمبر ۱۰۸

(۱) دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

معنی الفاظ:- دائم : ہمیشہ - خاک : افسوس - تف -

تشریح :- غالب اپنے معشوق کے در پر ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہنا چاہتے ہیں مگر یہ امید بر نہیں آتی در یار کے پتھر کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تیرے دروازے پر پڑا ہوا نہیں ہوں - تف ہے - ایسی زندگی پر - میں پتھر کیوں نہ ہوا - جو ہمیشہ ہمیشہ پڑا ہوا ہوتا -

(۲) کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

معنی الفاظ :- گردش : چکّر - مدام : ہمیشہ -

تشریح :- غالب مصیبتوں کے ہجوم سے گھبرا جاتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ قسمت کے ہمیشہ کے چکّر سے دل کیوں نہ گھبرا وے - میں انسان ہوں اور دل رکھتا ہوں - بے جان پیالہ و ساغر نہیں ہوں کہ جتنے چاہے چکّر دیئے جائیں وہ احساس نہ کرے - اس شعر میں غالب یہ نفسیاتی حقیقت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کتنا ہی ضبط کرے لیکن دل حساس کے ساتھ کسی نہ کسی مرحلے پر تکلیف

کے احساس کا اظہار ہونا فطری ہے۔

(۳) یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے؟ لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرّر نہیں ہوں میں

معنی الفاظ :۔ لوح : تختی۔ جہان : دنیا۔ حرفِ مکرّر : ایک لفظ دوبارہ لکھا ہوا۔ غیر ضروری۔

تشریح :۔ سابقہ شعر کے جذبے کے تحت یہ شعر زبان پر آجاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اے خدا مجھ کو زمانہ کیوں مٹاتا ہے۔ اس جہاں کی تختی پر میں دوبارہ لکھا ہوا لفظ تو نہیں ہوں۔ جس کو بے کار سمجھ کر مٹا دیا جائے یعنی اسد اللہ خاں اس دنیا میں دوسرا تو نہیں ہے۔ اسے تونے کسی غرض کے لئے ہی پیدا کیا ہے محض مٹانے ہی کے لئے تو نہیں۔

(۴) حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں

معنی الفاظ :۔ حد : کنارہ۔ انتہا۔ شرعی سزا۔ عقوبت : عذاب۔ گناہ گار : قصوروار۔ کافر : منکرِ خدا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب ایک تیسرے طریق پر اپنی تکالیف کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے اختتام کی خواہش۔ خدا ہی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں میرے گناہوں ہی کی سزا ہیں تو اس کی ایک مدت مقرر ہونی چاہیئے میں مسلمان ہوں اگرچہ گنہگار۔ تیری (خدا کی ربوبیت) کا منکر نہیں جس کے لئے دائمی عذاب مقدر ہو۔

(۵) کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟ لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں

معنی الفاظ :۔ عزیز : پیارا۔ لعل و زمرد : لعل۔ سرخ رنگ کا قیمتی پتھر۔ زمرد : پنا۔ سبز پتھر۔ زر : سونا۔ گوہر : موتی۔

تشریح :۔ غالب دنیا کی بے قدری کا اظہار کرتے ہیں اور دنیا والوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ مجھے اس لئے عزیز نہیں سمجھتے ہو کہ میں نہ سونا ہوں نہ موتی ہوں اور نہ قیمتی پتھر میں تو انسان ہوں جو ان سے بہت بالاتر ہے۔

(۶) رکھتے ہو تم قدم میری آنکھوں سے کیوں دریغ

رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنی برتری چاند و سورج پر بیان کرتے ہیں اور محبوب کو مخاطب

کر کے کہتے ہیں کہ مانا تم مہر و ماہ کو روندتے ہو لیکن میری آنکھوں سے اپنے قدموں کو کیوں بچاتے ہو۔ میں چاند اور سورج سے کم رتبہ نہیں رکھتا۔ یہ سب چیزیں انسان کے لئے بنائی گئی ہیں۔ انسان ان سب سے بالاتر ہے۔

(۷) کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لئے
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟

معنی الفاظ:۔ قدم بوس: پاؤں چومنا۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں مجھ کو اپنے پاؤں چومنے سے کیوں روکتے ہو کیا میں آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں جو تمہارے قدم چومتا ہے۔ یہ اور اس سے پہلا شعر اگر محبوب کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کی اعلیٰ مرتبت کا اظہار ہے۔ اور اگر رسول اکرمؐ کی طرف منسوب کر دیا جائے تو معراج میں جو کیفیت گزری اس کی طرف اشارہ ہے غالب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ تو بے باک ہو جاتا ہے لیکن رسول اکرمؐ کا احترام کما حقہ کرتا ہے۔

(۸) غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے "نوکر نہیں ہوں میں"

معنی الفاظ:۔ وظیفہ: تنخواہ۔

تشریح:۔ غالباً یہ غزل بہادر شاہ کی ملازمت کے بعد اس کے دربار میں پڑھی گئی تھی اسی تعلق کا اظہار اس شعر میں کیا گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اے غالب اب تو تم بادشاہ کے ملازم ہو۔ وہ دن گئے کہ کہا کرتے تھے کہ میں نوکر نہیں ہوں۔

غزل نمبر ۱۰۹

(۱) سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ نمایاں: ظاہر۔ پنہاں: پوشیدہ۔ کیا سے مراد: کثرت۔ یعنی بہت سی جن کا شمار مشکل ہے۔

تشریح:۔ غالب رنگا رنگ کے پھول جو کھلتے ہیں ان کی اس خوبصورتی کو ان حسینوں کی مٹی سے غذا

ے کر نشو و نما پانے پر محمول کہتے ہیں جو مر کر زمین میں دفن ہو گئے اور لالہ و گل کو پھولوں کا نمائیندہ تصور کر کے یہ شعر کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ لالہ و گل کی صورت میں تمام حسین نہیں یہ تو ان میں سے کچھ ہیں جو ظاہر ہو گئے ورنہ خاک میں تو بہت سے حسین مل چکے ہیں جن کا نشان بھی نہیں۔

(۲) یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ رنگا رنگ: طرح طرح کی۔ بزم آرائیاں: محفلیں آراستہ کرنے کا طریقہ۔ نقش و نگار: تصاویر اور آرائشی مورتیں۔ طاق: دیوار میں خم دار بنی ہوئی جگہ جو عموماً تصاویر و آرائشی چیزوں کے کام آتی تھی۔ محراب۔ نسیاں: بھول۔ طاق نسیاں: بھولا بسرا۔

تشریح:۔ غالب گئے زمانے کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ہمیں بھی مجلس کو طرح طرح سے سجانا آتا تھا لیکن اب تو وہ سب باتیں بھولی بسری ہو گئیں۔ یعنی کبھی ہم بھی رنگ رلیاں مناتے تھے۔ مگر اب تو وہ خواب ہو گئیں۔

(۳) تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں

شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ بنات النعش: دُبِ اکبر۔ سات ستاروں کا وہ مجموعہ جو ایک کھٹولے کی صورت میں ہوتا ہے اور قطب ستارے کے گرد چکر لگاتا ہے۔ جسے سات سہیلیوں کا جھمکا بھی کہتے ہیں۔ بنات کے لفظی معنی بیٹیوں کے ہیں۔ یعنی بنت کی جمع۔ نعش: لاش۔ یہ نام اس ستاروں کے مجموعے کی صورت کے اعتبار سے لیا گیا ہے کیونکہ چار کھٹولے کی صورت میں ہیں اور تین ان کے پیچھے ایک دوسرے کے بعد۔ ستارے دن میں نظر نہیں آتے لیکن رات کے وقت بالخصوص اندھیری رات میں پوری طرح روشن ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ لفظ بنات کا فائدہ اٹھا کر غالب رات میں ان ستاروں کو دیکھ کر یہ شعر موزوں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دن تو یہ بنات النعش پردے میں تھیں نظر نہیں آتی تھیں۔ رات کو کیا ہوا کہ یہ عریاں ہو کر سامنے آگئیں۔ اس شعر میں یہ بات قابل غور ہے کہ دن کی روشنی میں سب چیز نمایاں اور ظاہر ہوتی ہے اور رات کے اندھیرے میں سب چیزیں ایک پردے میں چھپ جاتی ہیں۔ لیکن بنات النعش کے بارے میں یہ بالکل الٹ ہے کہ دن کو پردہ کر لیا اور رات کو

پر دہ اُلٹ دیا۔

(۴) قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں

معنی الفاظ: گو: اگرچہ۔ روزن: سوراخ۔ زنداں: قید خانہ۔

تشریح: حضرت یوسف مصر کے جیل خانے میں ہیں اور حضرت یعقوب ان کے فراق میں چشم براہ ہیں۔ مگر وہاں پہنچ نہیں سکے کہ یوسف سے ملیں۔ غالب حضرت یوسف کے جیل خانہ کی دیوار کے سوراخوں کو محض سوراخ نہیں بلکہ حضرت یعقوب کی آنکھیں تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی قید خانہ میں کوئی خبر گیری نہ کی لیکن ان کی آنکھوں نے روزن دیوار زنداں کی صورت اختیار کرلی۔ روزن دیوار زنداں ہو گئیں سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ یعنی دیکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھیں جس طرح دیوار کے سوراخ دیکھ نہیں سکتے۔

(۵) سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں

معنی الفاظ: رقیبوں: رقیب کی جمع۔ زناں: جمع زن کی محض عورتیں۔ مصر: شمالی افریقہ کا مشہور ملک جو کسی وقت تمدن کا گہوارہ تھا۔ زلیخا: عزیز مصر کی عورت جو حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی تھی۔ محو: مبہوت۔ مستغرق۔ گم ہونا۔ ماہِ کنعان: کنعان کا چاند مجازاً حضرت یوسف۔ کنعان: حضرت یوسف کا وطن (فلسطین)

تشریح: عام قاعدہ یہ ہے کہ عاشق اپنے رقیبوں سے ناراض رہتے ہیں لیکن ہر کلیہ کی استثنا ہے چنانچہ اس کلیہ کی بھی یہی صورت ہے۔ زلیخا مصر کی عورتوں سے جب کہ وہ بھی حضرت یوسف کے اچانک سامنے آجانے پر ویسی ہی بری طرح عاشق ہو گئیں۔ جس طرح زلیخا تھی اور اپنے ہوش کھو کر بجائے پھلوں کے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور بے ساختہ چلا اٹھیں۔ کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے زلیخا خوش ہو گئی کیونکہ ان کی اس محویت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت یوسف کے چاہنے میں زلیخا ایسی ہی بے بس تھیں۔ جیسی کہ شہر کی دوسری عورتیں۔ مفصل قصہ سورۃ یوسف میں درج ہے۔ یہی داستان عشق ہے جس نے قرآن کریم میں جگہ پائی۔

(۶) جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

معنی الفاظ: جو: نالہ ندی۔ شامِ فراق: ہجر کی رات۔ شمع: موم بتیاں۔ فروزاں: روشن۔

تشریح :- غالب ہجر کی رات میں خون کے آنسوؤں کی ندی بہانا چاہتے ہیں۔ غم خوار منع کرتے ہیں۔ مرزا ان سے کہتے ہیں کہ آج شب ہجر ہے مجھے ان دو آنکھوں سے خون کی ندی بہانے دو۔ میں سمجھوں گا کہ اس اندھیری رات کو روشن کرنے کے لئے یہ دو گریاں آنکھیں شمع بن گئی ہیں۔ آنسوؤں کے بہنے کو شمع کے پگھلنے سے تشبیہہ دی ہے۔

(۷) ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام　　قدرت حق سے یہی حوریں اگر واں ہوگئیں

معنی الفاظ :- پری زادوں : سے مراد حسین۔ پری ایک خوبصورت مخلوق ہے غالباً جن کی مؤنث خلد : بہشت۔ جنت۔ وہ باغ جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ انتقام : بدلہ۔ قدرت حق : خدا کے کرنے سے۔ حوریں : وہ حسین ساتھی جو بہشت میں اللہ تعالیٰ بہشتیوں کو دلبستگی کے لئے مہیا کرے گا۔

تشریح :- دنیا کے حسین حاصل کرنے میں غالب ناکام رہا۔ اب ان کے حصول کی امید کی ایک ہی کرن باقی رہ گئی ہے یعنی بہشت میں حوروں کی صورت میں ملنا۔ جو ان کے لئے اختیاری نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اس خیال کے تحت غالب کہتے ہیں کہ خدا کے کرنے سے یہ حسین بہشت کی حوریں بن گئے تو ہم ان سے وہاں اپنے ساتھ یہاں کئے گئے سلوک کا بدلہ لیں گے اور وصل کا پورا لطف اٹھائیں گے۔

(۸) نیند اسکی ہے دماغ اسکا ہے راتیں اسکی ہیں　　تیری زلفیں جسکے بازو پر پریشان ہوگئیں

معنی الفاظ :- شعر محتاج تشریح نہیں ہے۔

(۹) میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا　　بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

معنی الفاظ :- دبستان : مکتب۔ مدرسہ۔ نالہ : فریاد۔ غزل خواں : غزل گو۔

تشریح :- غالب نالہ کناں باغ میں گئے ہیں اور بلبلوں کو نغمہ سرا دیکھتے ہیں۔ بلبلوں کی اس نغمہ سرائی کو غالب اپنے نالے کے تتبع میں خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باغ میں میری فریاد سے بلبلوں نے غزل خوانی سیکھ لی۔ گویا وہ گلشن نہیں تھا۔ مکتب تھا۔ جہاں بلبلوں نے مجھ سے نغمہ سرائی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ غالب کے نالے بھی سوز دل کے تحت نکلے اور بلبلوں کے نغمے بھی گل کی محبت میں دونوں کا سوتا ایک ہی تھا۔ اس لئے نتیجہ بھی ہم رنگ ہی

ہونا چاہئے۔ غالب کے معشوق کو بھی ان کے نالے پر نغمہ کا گماں ہوتا ہے ؎

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست
واں تو میرے نالہ کو بھی اعتبار نغمہ ہے۔

(۱۰) وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یا رب دل کے پار؟
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگاں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ کوتاہی : کمی۔ مژگاں : پلکیں۔ کوتاہی قسمت : کم قسمتی۔

تشریح:۔ غالب کا معشوق غالب کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا بلکہ پلکیں نیچی کئے ہوئے ہے۔ لیکن غالب کو اس کی یہ ادا بھی پسند ہے اور اس کے دل پر اثر کرتی ہے مگر بھرپور نظر کا سا نہیں اس لئے کہتا ہے کہ اے اللہ پاک وہ نگاہیں جنہوں نے مری کم قسمتی سے پلکوں کی صورت اختیار کر لی۔ وہ دل کے پار کیوں ہوئی جاتی ہیں۔ بظاہر تو ایسا نہیں ہونا چاہئے یہاں مرزا تجاہل عارفانہ کرتے ہیں ورنہ جانتے ہیں کہ معشوق کی ہر ادا دل پذیر ہے۔

(۱۱) بس کہ روکا میں نے اور سینے میں اُبھریں پے بہ پے
میری آہیں بخیۂ چاکِ گریباں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ بس کہ : بہت۔ پے بہ پے : یکے بعد دیگرے۔ ایک کے بعد ایک۔ بخیہ : ایک خاص طرز کی سلائی جس میں دھاگے کا تسلسل قائم رہتا ہے اور ٹانکے الگ الگ نہیں ہوتے۔

تشریح:۔ غالب اپنی آہوں کے روکنے کا جو اثر ہوا وہ اس شعر میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی آہوں کو بہت روکا اور وہ مسلسل اُبھرتی رہیں یہاں تک کہ میرے گریبان کا جو چاک تھا اس کا بخیہ ہو گئیں گویا میں نے اپنے عشق کو ضبط کیا اور گریبان چاک کر کے اس کا اظہار نہ کیا۔ آہوں کے رک کر پے بہ پے اُبھرنے کی مثال بخیہ سے دینا کس قدر مناسبت رکھتی ہے۔ اس کا اندازہ وہ شخص بخوبی کر سکتا ہے جو بخیہ کی سلائی سے واقف ہو۔

(۱۲) واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں

معنی الفاظ:۔ واں : وہاں۔ صرف : خرچ

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں معشوق کے سامنے پہنچا بھی تو ان کی گالیوں کا کیا جواب دوں گا۔ دعاؤں کی صورت میں دے سکتا تھا لیکن وہ تو جتنی یاد تھیں درباں کو دے ڈالیں یعنی اس کے سامنے جا کر بجز خاموشی کوئی چارہ نہیں۔

(۱۳) جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آگیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگِ جاں ہو گئیں

معنی الفاظ:- جاں فزا: جان کو بڑھانے والا- روح افزا: بادہ: شراب- رگ جان: شاہ رگ

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ شراب روح افزا ہے جس کے ہاتھ میں جام آگیا- ہاتھ کی رگیں چمکنے لگیں- وہ رگیں شاہ رگ جس پر زندگی کا مدار ہے سے کم نہیں گویا شراب ہاتھ میں آجانے ہی پر روح میں بالیدگی پیدا کر دیتی ہے-

(۱۴۱) ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

معنی الفاظ:- رسوم: جمع رسم معنی رواج- دستور- موحد: توحید کا عقیدہ رکھنے والا-

کیش: طریقہ- مذہب- ترکِ رسوم: رواج سے پہلو تہی کرنا- ملت: امت- گروہ: مذہب (ملتیں جمع ملّت کی)، اجزا: جمع جز کی-

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ ہم تو موحد ہیں ایک خدا کے ماننے والے ہمارا دین تو یہ ہے- کہ وہ رسمیں جو انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیتی ہیں انہیں چھوڑ دیں اور جب یہ گروہ بندیاں مٹ جائیں گی تو ہمارا ایمان مکمل ہو جائے گا- قرآن حکیم نے بھی ان گروہ بندیوں کو کفر قرار دیا ہے کیش صرف ایک ہے اور وہ دین اسلام ہے- یہی خدا کو پسند ہے- سب پیغمبروں کا دین یہی ہے- اس کی بنیاد تین ستونوں پر ہے- توحید- یقین- عاقبت اور رسالت- اسلام نہ ایک سے زیادہ خدا بناتا ہے نہ رسولوں میں تفریق-

(۱۵۱) رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

معنی الفاظ:- خوگر: عادی-

تشریح:- غالب اس شعر میں ایک اور نفسیاتی حقیقت کا اظہار کرتے ہیں یعنی خوشی ہو یا غم جب عادت ہو جائے تو وہ اپنا تاثر کھو دیتا ہے- خوشی خوشی نہیں رہتی اور رنج رنج نہیں رہتا- چنانچہ غالب کہتے ہیں کہ انسان جب رنج کا عادی ہو جاتا ہے- تو رنج رنج نہیں رہتا مجھ پہ اتنی مشکلیں پڑیں کہ وہ مشکلیں نہ رہیں آسان ہوگئیں-

(۱۶۱) یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہوگئیں

تشریح:- غالب اس شعر میں اپنی کثرت گریہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اہل جہاں اگر غالب یونہی روتا رہا تو تم دیکھو گے کہ آس پاس کی یہ سب بستیاں ویران ہو جائینگی۔

غزل نمبر ۱۱۰

(۱) دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں

معنی الفاظ:- دیوانگی: جنون۔ عشق۔ دوش: کندھا۔ شانہ۔ زنار: جینیو۔ چند دھاگوں کا وہ مجموعہ جو ہندو بت پرست گلے میں پہنتے ہیں۔ (بت پرستی کی علامت) جیب: گریبان۔

تشریح:- اس شعر میں غالب جنون کی انتہائی صورت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق کا جوش اب اس قدر ہے کہ میرے جامے کا ایک تار بھی جسم پہ باقی نہیں ہے گویا زنار جو بت (معشوق) پرستی کی علامت تھی وہ بھی غائب ہو گئی۔

(۲) دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

معنی الفاظ:- نیاز: نذر۔ بھینٹ۔ حسرت: ارمان۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ ہم اپنے دل کو تو حسرت دیدار کی نذر کر چکے لیکن اب جو دیکھتے ہیں تو طاقت دیدار نہیں پاتے۔ باوجود دل دے دینے کے دیدار نصیب میں نہیں۔ یہاں دیدار سے مراد دیدار الہٰی ہے جو اس دنیا میں ان آنکھوں سے ناممکن ہے۔

(۳) ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

تشریح:- غالب خدا کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر تیرے ملنے کی نسبت یہ کہا جائے کہ تیرا ملنا مشکل ہے تو یہ آسان ہے کیونکہ ملنے کا یقین تو ہے گو مشکلیں اٹھانے کے بعد۔ لیکن مشکل تو یہ آ پڑی کہ تیرا ملنا دشوار بھی نہیں۔ کیونکہ تو بلا تکلیف اٹھائے مل سکتا ہے اور نہ ملے تو ہزار تکلیف اٹھانے سے بھی نہ ملے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے خدا کو تلاش نہیں کیا بلکہ خداوند کریم نے خود موسیٰ کو تلاش کر لیا اور ما نہیں بلا کسی ریاضت و مجاہدے کے خدا کی ہم کلامی کا موقع ملا۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

(۴) بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں طاقت بہ قدر لذت آزار بھی نہیں

معنی الفاظ:- بقدر: بر اندازہ - لذت: لطف - مزا - آزار: تکلیف -

تشریح:- اس شعر میں غالب آخیر عمر میں عشق کے ناقابل ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندگی کا مزا بغیر عشق کے نہیں ہے کیونکہ وہی ہے جو زندگی کی مصیبتوں کو قابلِ برداشت بنا دیتا ہے لیکن مجھ میں اب اتنی طاقت نہیں رہی کہ مصائب کو خوشی خوشی برداشت کر سکوں - ایک اور جگہ کہتے ہیں:-

لکھ کو ب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی

مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانیکی

(۵) شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

معنی الفاظ:- شوریدگی: جوشِ جنون - دیوانگی - وبال: بار - بوجھ - مصیبت - دوش: شانہ - کندھا -

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ دیوانگی کی وجہ سے سر شانوں پر بوجھ ہو گیا ہے - اے خدا صحرا میں کوئی دیوار بھی نہیں کہ سر پھوڑ کر اس شوریدگی کا علاج کروں یعنی جان دے دوں -

(۶) گنجائش عداوت اغیار اک طرف یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں

معنی الفاظ:- گنجائش: جگہ - عداوت: دشمنی - اغیار: جمع غیر کی رقیب - اک طرف: الگ - درکنار - ہوس: خواہش - یار: دوست -

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ اب کمزوری کی حالت میں رقیبوں کی دشمنی کی جگہ تو درکنار میرے دل میں تو اب دوست کی خواہش کی بھی جگہ نہیں -

(۷) ڈر نالہ ہائے زار سے میرے خدا کو مان آخر نوائے مرغِ گرفتار بھی نہیں

معنی الفاظ:- نالہ ہائے: جمع نالہ کی معنی فریاد - نالہ زار: نالہ جو گریہ کے ساتھ کھینچا جائے - نوا: صدا - آواز - مرغ: پرندہ - گرفتار: پکڑا ہوا -

تشریح:- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میری درد بھری فریادوں سے ڈر - کیا میرے نالے ایک پکڑے ہوئے پرندے کی آواز سے بھی کم اثر رکھتے ہیں؟ پرندوں کی آواز درحقیقت ایک نالہ ہے جس کو لوگ پسند کرتے ہیں اور اسی لئے پرندوں کو پکڑ کر پنجروں میں بند کر لیتے ہیں - غالب اس امر کو ملحوظ رکھ کر اپنے محبوب کی توجہ اپنی طرف دلواتے ہیں اور ایک طرح سے اُسے

ترغیب دیتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے پاس رکھے جو اس کی محبت میں گرفتار ہے۔

(۸) دل میں ہے یار کی صف مژگان سے روکشی — حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں

معنی الفاظ:۔ دل میں ہے: نیت ہے۔ یار: دوست۔ صف: قطار۔ مژگان: پلکیں
روکشی: مقابلہ۔ حالانکہ: حالت یہ ہے۔ باوجودیکہ۔ خلش: چبھن

تشریح:۔ اس شعر میں بھی غالب اپنی انتہائی نقاہت اور کمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بڑھاپے میں بھی نیت تو یہ ہے کہ محبوب کی پلکوں کی فوج کا مقابلہ کروں باوجودیکہ طاقت ایک کانٹے کی چبھن کی بھی نہیں ہے۔

(۹) اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تشریح:۔ غالب کا یہ شعر ضرب المثل کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ عام طور پر لڑائی تلوار یا کوئی اور ہتھیار لے کر کی جاتی ہے مگر محبوب عاشق کے ساتھ بغیر تلوار لڑتا ہے۔ اور غالب اس ادا پر جان دیتے ہیں۔ یہ شعر بالکل سادہ ہے، محتاج تشریح نہیں۔

(۱۰) دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا — دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

معنی الفاظ:۔ خلوت: تنہائی۔ اکیلاپن۔ جلوت: ظاہر ہونا۔ خلوت کے مخالف۔ سب کے سامنے

تشریح:۔ مقطع میں ایک اور شخص سے اپنی حالت کا بیان کراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اسد کو تنہائی میں بھی دیکھا اور دوسروں کے ساتھ بھی۔ اگر اس کو بالکل دیوانہ نہیں کہہ سکتے تو ہشیار بھی نہیں کہہ سکتے۔

غزل نمبر ۱۱۱

(۱) نہیں ہے زخم کوئی بخیے کے درخور مرے تن میں
ہوا ہے تارِ اشکِ یاس رشتہ چشمِ سوزن میں

معنی الفاظ:۔ بخیہ: ایک خاص قسم کی سلائی۔ درخور: لائق۔ قابل۔ تن: جسم۔ تار: سلسلہ دھاگہ۔ اشکِ یاس: مایوسی کے آنسو۔ رشتہ: دھاگا۔ چشمِ سوزن: سوئی کا ناکہ۔

تشریح:۔ غالب انتہائی مایوسی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بخیہ کے قابل کوئی زخم میرے تن پر

نہیں ہے۔ چونکہ میرے زخموں کے سینے والی سوئی میں مایوسی کے آنسوؤں کا دھاگہ پرویا ہوا ہے یعنی میرے ہمدرد میرے زخموں کو سینے کی کوشش نہ کریں۔ اس کا علاج تو فطرت نے مایوسی کے آنسوؤں سے کر دیا ہے۔

(۲) ہوئی ہے مانع ذوقِ تماشا خانہ ویرانی　　کفِ سیلاب باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں

معنی الفاظ:۔ مانع: روکنے والی۔ ذوق: شوق۔ تماشا: نظارہ۔ خانہ ویرانی: گھر کی بربادی۔ کف: جھاگ۔ سیلاب: رو۔ طوفان۔ برنگِ پنبہ: روئی کے گالے کی طرح۔ پنبہ: روئی کا گالا۔

تشریح:۔ سیلاب آیا اور غالب کے گھر میں داخل ہو کر سب کچھ بہا لے گیا۔ دیواروں کے سوراخوں میں اس کے جھاگ اٹکے رہ گئے۔ غالب کہتے ہیں کہ سیلاب کا تماشہ تو دیدنی تھا۔ مگر میرے گھر کی دیواروں کے سوراخوں کو سیلاب کے جھاگوں نے اس طرح بند کر دیا جیسے کوئی روئی ٹھونس دیتا ہے اور میں وہ تماشہ نہ دیکھ سکا۔ غالب طوفان کا تماشا گھر بیٹھے دیوار کے سوراخوں میں سے جھانک کر کرنا چاہتے تھے۔ ذوقِ تماشا قابلِ داد ہے۔ اس کے ساتھ یہ شعر پڑھئے ؎

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم!

(۳) ودیعت خانۂ بیداد کاوش ہائے مژگاں ہوں
نگینِ نامِ شاہد ہے مرے ہر قطرۂ خوں تن میں

معنی الفاظ:۔ ودیعت: امانت۔ خانہ: گھر۔ بیداد۔ ظلم۔ کاوش: چبھن۔ کھرچن۔ نگین: مہر۔ شاہد: معشوق۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ میں پلکوں کی خلش کا (چبھنا) امانت گھر ہوں یعنی پلکوں کی کھودی ہوئی چیزیں میرے اندر امانت ہیں اور وہ اس طرح کہ میرے خون کے ہر قطرہ پر معشوق کے نام کی مہر ہے۔ مراد یہ ہے کہ معشوق کی پلکوں نے میرے ہر قطرۂ خون پر محبوب کا نام کھود دیا ہے۔

(۴) بیاں کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستاں کی
شبِ مہ ہو جو رکھ دیں پنبہ دیواروں کے روزن میں

معنی الفاظ: ظلمت گستری: انتہائی تاریکی۔ گھپ اندھیرا۔ شبستان: رات کے قیام کی جگہ

شب ماہ: چاندنی رات۔ روزن: سوراخ۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے میری خواب گاہ کی تاریکی کون بیان کر سکتا ہے۔ حد یہ ہے کہ دیوار کے روزن میں روئی رکھدو تو چاندنی رات معلوم ہو۔

(۵) نکوہش مانع بے ربطی شور جنوں آئی ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن میں

معنی الفاظ:۔ نکوہش: ڈانٹ ڈپٹ۔ تنبیہ۔ مانع۔ رکاوٹ۔ بے ربطی: جس میں ربط نہ ہو۔ بے جوڑ۔ شور جنوں: دیوانگی میں فریاد۔ شور۔ واویلا۔ فریاد۔ خندہ: ہنسی

احباب: جمع حبیب یعنی دوست۔

تشریح:۔ دیوانگی کا اظہار دو طرح ہوتا ہے۔ بے جوڑ اور انمل شور و غل مچانا اور کپڑے پھاڑنا۔ غالب کے عشق کا اظہار ان دونوں طریق میں سے کسی ایک سے کبھی نہ ہو سکا۔ شور مچانے سے محبوب کی تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ نے باز رکھا اور دوستوں کی ہنسی کے ڈر نے جیب و دامن کو پارہ پارہ کرنے سے روکا۔ گویا بخیہ کا کام کیا۔

(۶) ہوئے اس مہروش کے جلوہ تمثال کے آگے پرافشاں جوہر آئینہ میں مثل ذرہ روزن میں

معنی الفاظ:۔ مہروش: سورج جیسی صورت والا۔ چمکدار چہرہ رکھنے والا۔ جلوہ: نظارہ۔

تمثال: عکس۔ پرافشاں: اڑتے ہوئے۔ پھڑپھڑاتے ہوئے۔ جوہر آئینہ: آئینے کی چمک۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے چہرہ کی چمک دمک کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں میرے سورج کی طرح چمکنے والے چہرے والے معشوق کا عکس جب آئینے میں پڑتا ہے تو آئینے کی چمک اس طرح پھڑپھڑاتی ہے جس طرح دیوار کے سوراخ میں سے روشنی میں اڑتے ہوئے ذرے نظر آتے ہیں۔

(۷) نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبت مخالف ہے

جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں

معنی الفاظ:۔ گلخن: بھٹہ۔ انگیٹھی۔ تنور۔ خس: تنکا۔

تشریح :- غالب اپنے ناسازگار ماحول کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ نیک ہوں یا بد ہوں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ میرا ماحول سازگار نہیں اگر میں گل (نیک) ہوں تو انگیٹھی میں ہوں (بدوں میں)، اور اگر میں تنکا ہوں (بد ہوں)، تو گلشن میں ہوں۔ (نیکوں میں ہوں)

(۸) ہزاروں دل دیئے جوشِ جنونِ عشق نے مجھ کو
سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خوں تن میں

معنی الفاظ :- سویدا : غم کی وجہ سے دل پر پڑ جانے والا سیاہ داغ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ عشق کی وجہ سے جو جوشِ جنون کی کیفیت پیدا ہوئی اس نے مجھے ہزاروں دل دے دیئے اور وہ اس طرح کہ میرے خون کا ہر قطرہ غم میں سیاہ ہو کر سویدا کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ گویا ہر قطرۂ خون اک دل بن گیا ہے۔

(۹) اسد زندانیٔ تاثیرِ الفت ہائے خوباں ہوں
خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوق گردن میں!

معنی الفاظ :- زندانی : قیدی۔ گرفتار۔ تاثیر : نتیجہ۔ الفت : محبت۔ خوباں : حسین لوگ۔ خم : موڑ۔ ٹیڑھاپن۔ جھکاؤ۔ دستِ نوازش : دستِ کرم۔ طوق : حلقہ۔ طوق گردن : حلقہ غلامی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میں حسینوں کی محبت کی تاثیر کا گرفتار ہوں اور ان کے دستِ کرم کا جھکاؤ یعنی میری گردن میں باہیں ڈالنا غلامی کا طوق بن گیا ہے۔

غزل نمبر ۱۱۲

(۱) مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں
سوائے خونِ جگر سو جگر میں خاک نہیں

معنی الفاظ :- مزے : لطف۔ عیش۔ جہان : دنیا۔ خاک نہیں : کچھ نہیں۔

تشریح :- عشق میں مایوس ہو کر غالب کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی عیش و عشرت ہماری نظر میں ہیچ ہے۔ کچھ جاذبیت نہیں رکھتی اور جگر مکمل طور پر تحلیل ہو کر خون ہو گیا ہے اور اس میں کچھ

باقی نہیں رہا۔

(۲) مگر غبار ہوئے پر ہوا اُڑا لے جائے　　وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں

معنی الفاظ:۔ مگر: شاید۔ غبار: گرد و غبار۔ باریک مٹی۔ تاب و تواں: طاقت۔ بال و پر: پرندوں کے بازو۔ پر۔

تشریح:۔ غالب اس شعر میں اپنی انتہائی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے کو معشوق تک پہنچنے سے معذور پاتے ہیں کہتے ہیں کہ شاید مرنے کے بعد خاک ہو کر ہوا اُڑا کر کوچہ یار تک لے جائے۔ ورنہ میرے ہاتھ پاؤں میں تو دم باقی نہیں رہا۔ چونکہ پہلے مصرعہ میں ہوا کی وجہ سے اڑانا استعمال ہوا ہے اس لئے دوسرے مصرعے میں بال و پر ہاتھ پاؤں کی جگہ لائے ہیں۔

(۳) یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے؟　　کہ غیر جلوہ گل رہ گزر میں خاک نہیں

معنی الفاظ: بہشت شمائل: بہشت جیسی دل کش۔ شمائل: صورت۔ شکل۔ عادت و صفات۔ غیر: علاوہ۔

تشریح:۔ غالب ہر طرف غالباً باغ میں پھول ہی پھول دیکھتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ کوئی گل اندام آنے والا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کسی بہشتی صورت رکھنے والے کی آمد ہے (خبر ہے) جو روش پر پھولوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔

(۴) بھلا اُسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا　　اثر مرے نفس بے اثر میں خاک نہیں

معنی الفاظ و تشریح:۔ غالب اپنی آہوں کی بے اثری دیکھ کر کہتے ہیں کہ اگر محبوب کو میرے حال پر رحم نہیں آیا اور اس نے میرے حال پر التفات نہیں کیا تو کم از کم مجھے تو اپنے اوپر رحم آنا چاہیئے تھا۔ کہ ایسی بے اثر آہیں نہ کھینچتا اور غیر ضروری طور پر اپنے آپ کو ہلکان نہ کرتا۔

(۵) خیالِ جلوۂ گل سے خراب ہیں میکش　　شراب خانہ کے دیوار و در میں خاک نہیں

معنی الفاظ: خراب: مدہوش۔ مست۔ میکش: شراب پینے والے۔

تشریح:۔ شراب خانے میں پڑے ہوئے شرابیوں کی نسبت غالب کہتے ہیں کہ یہ تو پھولوں کے نظارے یعنی موسم بہار کے خیال میں مست پڑے ہیں ورنہ شراب خانے کے در و دیوار میں کیا رکھا ہے۔ یعنی موسم بہار کا خیال ہی نشہ آور ہے۔

(۶) ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

معنی الفاظ:۔ غارت گری: تباہ کاری۔ لوٹ کھسوٹ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ عشق کی لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے میرے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ بجز حسرت تعمیر اور میں اس لئے احباب سے شرمندہ ہیں۔

(۷) ہمائے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے اشعار کی نسبت لوگوں کی ناقدری کا گلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اسد ہم پر اب ظاہر ہوگیا ہے کہ لوگ ہمارے اشعار کو دل لگی کا سامان سمجھتے ہیں اور جو قدر کرنی چاہیئے وہ نہیں کرتے اس لئے عرض ہنر سے کچھ فائدہ نہیں۔

غزل نمبر ۱۱۳

(۱) دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟

معنی الفاظ و تشریح:۔ غالب اس حقیقت کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں کہ خوشی اور رنج کا احساس ایک زندہ دل ہی کر سکتا ہے۔ اینٹ اور پتھر میں احساس کی توقع لایعنی ہے اور جب اہل دل درد کی وجہ سے رونے لگے تو یہ فطری فعل ہے کوئی اسے منع کر کے کیوں ستائے۔

(۲) دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں؟

معنی الفاظ:۔ دیر: غیر مسلموں کی عبادت گاہ۔ حرم: مسلمانوں کی عبادت کی جگہ۔ کہ معظمہ میں کعبہ کے ارد گرد۔ در: دروازہ۔ آستان: دہلیز۔ راہ گذر: شارع عام۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں ایسی جگہ نہیں بیٹھا ہوں جس پر کوئی خاص شخص کسی قسم کا حق رکھتا ہو یعنی دیر حرم۔ در یا آستان نہیں ہے بلکہ شارع عام ہے۔ پھر غیر مجھے یہاں سے

کیوں اٹھاتا ہے۔ اس کا کوئی حق خصوصی اس راستہ پر نہیں ہے۔

(۳) جب وہ جمالِ دل فروز صورتِ مہرِ نیم روز

آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

معنی الفاظ:۔ جمال: حسن۔ دلفروز: دل کو روشن کرنیوالا۔ صورت: مانند۔ مثل۔ مہر: سورج۔

نیم روز: آدھا دن۔ دوپہر۔ نظارہ سوز: چکاچوند کر دینے والا۔ چندھیانے والا۔ دیکھنے کے

ناقابل کر دینے والا۔

تشریح:۔ غالب اپنے سورج جیسے چمکتے ہوئے چہرے والے محبوب کو پردے سے باہر آنے کی ایک نئے انداز میں ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب وہ دل موہ لینے والا حسین نصف النہار پر ہونیوالے سورج کی طرح دیکھنے والے کی آنکھوں کو چندھیا دیتا ہے۔ اس پر نظر نہیں جم سکتی تو پھر وہ پردے میں کیوں منہ چھپاتا ہے جب سامنے آنے پر اسے نظر بھر کر دیکھنا ممکن ہی نہیں تو پردہ کیوں ہو۔

(۴) دشنۂ غمزہ جاں ستاں ناوکِ ناز بے پناہ	تیرا ہی عکسِ رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں؟

معنی الفاظ:۔ دشنہ: چھری۔ غمزہ: ناز و ادا۔ جاں ستاں: جان لیوا۔ ناوک: تیر۔

رخ: منہ۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے معشوق کے ناز و ادا کی تعریف انتہا کو پہنچا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے غمزے کی چھری جان لیوا ہے اور تیرے ناز کے تیر کی کوئی روک نہیں۔ ایسی حالت میں آئینے میں تیرا عکس بھی سامنے آتا ہوا ڈرتا ہے۔

(۵) قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اس حقیقت کا بیان کرتے ہیں کہ زندگی اور غم جدا نہیں ہو سکتے۔ غم اور زندگی پہلو بہ پہلو چلتے ہیں غم سے چھٹکارے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ موت ہے۔ اس سے پہلے غم سے نجات ملنی مشکل ہے۔

(۶) حسن اور اس پہ حسنِ ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم

اپنے پہ اعتماد ہے اور کو آزمائے کیوں؟

معنی الفاظ:۔ حسن: خوبصورتی۔ حسنِ ظن: نیک گمان۔ بوالہوس: بندہ نفس۔ اعتماد: بھروسہ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ میرا محبوب حسین ہوتے ہوئے خیال بھی نیک رکھتا ہے اس نے اپنے اعلیٰ کردار پر بھروسہ کیا اور بوالہوس کو اپنے پاس آنے دیا۔ اس نے اس کے آزمانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ نیک ہے یا بد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بندہ نفس کو کسی قسم کی گستاخی کی جرأت نہ ہوئی اور اس کی نفس پرستی چھپی رہی۔

(۷) واں وہ غرورِ عزّ و نازیاں یہ حجاب پاسِ وضع

راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں!

معنی الفاظ:۔ غرور: تکبر۔ عز: عزت۔ وقار۔ حجاب: پردہ۔ شرم۔ پاس: لحاظ۔ وضع: روش۔

تشریح :۔ معشوق کو اپنے اعلیٰ مرتبہ اور نازنین ہونے کا گھمنڈ ہے اور ہمیں اپنی روش کے قائم رکھنے کا خیال ہے۔ تکبر کی وجہ سے وہ ہمیں محفل میں نہیں بلاتا اور راہ میں بات کرنا ہم اپنی وضع کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۸) ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی

جس کو ہوں دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں!

معنی الفاظ:۔ خدا پرست نہیں: کافر۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ مان لیا ہمارا محبوب کافر ہے اور یہ بھی تسلیم کہ بے وفا بھی ہے جو آدمی محبوب کے مقابلے میں محض مذہب اور دل کو عزیز رکھتا ہو یعنی مذہب کی قید لگاتا ہو اور محبت کا بدلہ محبت میں چاہتا ہو وہ اس کی گلی میں کیوں جائے۔ وہاں تو وہ جائے جو دین اور دل دونوں اس کی بھینٹ چڑھانے کو تیار ہو۔

(۹) غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئیے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے کیوں؟

معنی الفاظ:۔ خستہ: خراب حال۔ بدحال۔ مفلس۔ نادار۔

تشریح :۔ غالب مر گئے لوگ گریہ وزاری اور ہائے ہائے کرتے ہیں غالب کہتے ہیں کہ غالب خراب حالی کے بغیر کون سے کام بند ہو گئے ہیں۔ جو تم آہ و بکا کرتے ہو۔ اپنے کام کرو۔ بیکار وقت نہ گنواؤ۔

غزل نمبر ۱۱۴

(۱) غنچۂ ناشگفتہ کو دُور سے مت دکھا کہ یوں — بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

معنی الفاظ:- غنچہ: کلی۔ ناشگفتہ: پھول جو کھلا ہوا نہ ہو۔ بوسہ: پیار۔

تشریح:- تنگ دہنی بھی حسن میں شمار ہوتی ہے اور جس محبوب میں یہ صفت ہو۔ اسے غنچہ دہنی بھی کہتے ہیں۔ غالب کے محبوب میں بھی یہ صفت موجود ہے۔ غالب اس سے بوسے کا سوال کرتے ہیں اور وہ دور خاموش کھڑا ان کی طرف دیکھتا ہے۔ غالب اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے دور سے کھڑا غنچۂ ناشگفتہ (یعنی لب منہ) دکھا کر یہ مت کہہ کہ یوں (لب بند کر خاموش) یعنی خاموش۔ میں بوسے کا تجھے پوچھتا ہوں۔ منہ کھول کر جواب دے کہ ہاں یا نہیں؟

(۲) پرسشِ طرزِ دلبری کیجئے کیا کہ بن کہے — اس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں

معنی الفاظ:- پرسش: پوچھنا۔ طرز: طریقہ۔ دلبری: دل لینا۔ دل لبھانا۔

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ دل لبھانے کا طریقہ کیا ہے۔ اس کا کسی سے کیا پوچھیں اس کے تو ہر اک اشارے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہی طرزِ دلبری ہے۔

(۳) رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لئے — آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ خدا کرے میرا محبوب رات کے وقت شراب پی کر آئے لیکن خدا ایسا نہ کرے کہ رقیب کو ساتھ لے کر آئے۔

(۴) غیر سے رات کیا بنی" یہ جو کہا تو دیکھئے — سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں

تشریح:- غالب کا محبوب ان کے پاس آیا۔ جو رات غائب تھا۔ غالب اس سے پوچھتے ہیں کہ رقیب سے رات کیا بنی۔ یہ کہنے پر وہ سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہا کہ یوں۔ یعنی جس طرح تیرے سامنے بیٹھا ہوں۔ اسی طرح اس کے سامنے بیٹھا۔

(۵) بزم میں اس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھئے — اس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں

تشریح:- غالب محبوب کی مجلس میں موجود ہیں لیکن محبوب خاموش ہے اور غالب بھی چپ ہیں۔ اس کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے سامنے مجلس میں خاموش کیوں نہ بیٹھیں۔ جب کہ اس

کو خاموشی سے یہ مدعا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اسی کی طرح خاموش بیٹھیں۔

(۶) میں نے کہا کہ "بزمِ ناز چاہئے غیر سے تہی" سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

معنی الفاظ:۔ بزمِ ناز: محبوب کی مجلس۔ غیر: رقیب۔ تہی: خالی۔ ستم ظریف: ہنسی ہنسی میں ستانے والا جس کے مذاق میں تکلیف کا عنصر بھی شامل ہو۔

تشریح:۔ غالب مجلس محبوب میں بیٹھے ہیں اور دوسرے لوگ بھی وہاں بیٹھے ہیں۔ غالب خلوت چاہتے ہیں اور محبوب سے کہتے ہیں کہ بزم ناز غیروں سے خالی ہونی چاہئے۔ محبوب نے ہنس کر شرارۃً انہی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تشریف لے جائیے۔ غالب اس کیفیت کا بیان اس شعر میں کرتے ہیں۔

(۷) مجھ سے کہا جو یار نے "جاتے ہیں ہوش کس طرح"

دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں۔

معنی الفاظ:۔ بے خودی: آپے میں نہ ہونا۔ مست۔ از خود رفتہ۔

تشریح:۔ غالب محبوب کے پاس بیٹھے ہیں اور گفتگو ہو رہی ہے۔ محبوب غالب سے پوچھتا ہے کہ ہوش کیسے جاتے ہیں؟ غالب بدمستی کی وجہ سے جواب نہ دے پائے تھے۔ کہ ہوا نے چل کر بتا دیا کہ جس طرح میں چل رہی ہوں اسی طرح ہوش جاتے ہیں۔

(۸) کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی

آئینہ دار بن گئی حیرتِ نقشِ پا کہ یوں

معنی الفاظ:۔ کو: کوچہ۔ وضع: طریق۔ ڈھنگ۔ آئینہ دار: آئینہ دکھانے والی۔ حیرت: حیرانی۔ نقشِ پا: پاؤں کے نشان۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھے محبوب کے کوچے میں رہنے کا طریقہ نہیں آتا تھا۔ لیکن حیرت زدہ پاؤں کے نشانوں نے مجھے آئینہ دکھایا اور بتایا کہ اس طرح یعنی خاموش جم کر جیسا کہ نقش پا ہوتے ہیں رہنا چاہئے۔

(۹) گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال

موجِ محیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

معنی الفاظ:۔ وصل: ملاقات۔ شوق: عشق۔ زوال: کمی۔ گھٹنا۔ تنزل۔ اتار۔

موج : لہر۔ محیط : گھری ہوئی۔ آب : پانی۔ دست وپا : ہاتھ پاؤں۔
دست وپا مارنا : تڑپنا۔

تشریح :۔ غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اگر تیرے دل میں یہ خیال ہو کہ ملاقات میں محبت میں کمی واقع ہو گئی تو ذرا لہر کو دیکھ کہ باوجود پانی کے ساتھ ہونے کے تڑپ رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وصل سے شوق میں کمی پیدا نہیں ہوتی بلکہ محبت لازوال ہے۔

(۱۰) جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کہ ہو رشک فارسی گفتۂ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

معنی الفاظ :۔ ریختہ : اردو۔ ملی جلی زبانوں کا مجموعہ۔ گفتہ : کہا ہوا۔ کلام

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اس غزل کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اردو کلام کس طرح فارسی کلام کے لئے قابل رشک ہو سکتا ہے۔ تو اسے غالب کی یہ غزل پڑھ کر سنائیے کہ یوں ہوتا ہے۔

غزل نمبر ۱۱۵

(۱) حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

معنی الفاظ :۔ حسد : وہ جذبہ جو کسی دوسرے کو خوشحال دیکھ کر رنج محسوس کرے۔ افسردہ : غمگین۔ گرم : مشغول۔ تماشہ نظارہ۔ چشم تنگ : تنگ آنکھ۔ کثرت : بہتات۔ زیادتی۔ نظارہ : تماشہ۔ وا ہونا : کھلنا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب حسد کے مرض کا علاج تجویز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حسد سے تمہارا دل غمگین ہو تو اپنے ارد گرد والوں کو دیکھو ممکن ہے اور ان کو دیکھنے کے بعد تمہیں اپنے سے بھی بعض زیادہ بدحال نظر آئیں اور تم ان کے مقابلے میں بہتر حالات میں ہو۔ اس طرح تم اپنے سے بہتر حالات میں لوگوں کو دیکھ کر ممکن ہے رنج کرنا چھوڑ دو۔ خداوند کریم نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔
(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

(۲) بہ قدر حسرت دل چاہئے ذوق معاصی بھی
بھروں یک گوشہ دامن گر آب ہفت دریا ہو

معنی الفاظ:- بہ قدر: بہ انداز - حسرت: ارمان - ذوق: شوق - معاصی: جمع عصیان کی معنی گناہ - پاپ - بھروں: تر کروں - گوشہ: کونہ - دامن: پلو - آنچل - ہفت: سات - دریا: سمندر -

تشریح:- اس شعر میں غالب حسب عادت اپنے گناہ کرنے کے شوق کی انتہا کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گناہ کرنے کا شوق ان ارمانوں کے انداز سے ہونا چاہیے جن کے کرنے کی حسرت دل میں رہ گئی اور وہ اتنے ہیں کہ اگر سات دریا کا پانی بھی ہو تو میرے دامن کا ایک کونہ تر ہو۔ اس سے قبل بھی اس خیال کا اظہار ایک اور شعر میں کیا ہے۔

؎ دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک !
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا !

موجودہ شعر میں مبالغہ کی انتہا کر دی ہے۔

(۳) اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجائے   کفِ ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

معنی الفاظ:- سرو قد: سرو کی طرح دراز قامت - گرم: مشغول - خرام: چلنا - ناز: ادا کف: مٹھی - خاک: مٹی - گلشن: باغ - شکل: طرح - صورت - قمری: مشہور پرندہ جس کو سرو کا عاشق تصور کرتے ہیں۔ نالہ فرسا: فریاد کناں - آہ کھینچتا ہوا۔

تشریح:- اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی قامت کی دلکشی کی تعریف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر میرا سرو قد محبوب ناز کے ساتھ ٹہلتا ہوا باغ میں آجائے تو باغ کی مٹی کی ہر ایک مٹھی قمری کی صورت اختیار کر کے آہیں بھرنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ سرو کے لئے تو صرف ایک قمری آہ بھرتی ہے لیکن میرے محبوب کے لئے باغ کی مٹی کی ہر مٹھی قمری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ قمری کا رنگ خاکی ہوتا ہے۔ قمری کو کف خاک تو ایک اور جگہ بھی کہا۔

؎ قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ !
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے ؟

غزل نمبر ۱۱۶

(۱) کعبے میں جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہیں بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ کنشت کو؟

معنی الفاظ:- کعبہ: خانہ خدا۔ جہاں بت کا نام نہیں۔ طعنہ: طنز۔ کنشت: آتشکدہ۔ یہودیوں کی عبادت گاہ۔

تشریح:- اس شعر میں غالباً غالب اسلام سے پہلے مغلوں کے مذہبی عقائد (بت پرستی) کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں کعبہ میں جا رہا ہوں (یعنی مسلمان ہوں) تو مجھ پر طنز نہ کرو۔ میں اپنے ان بھائیوں کے حقوق جن کا اب بھی پہلا سا عقیدہ ہے بھولا نہیں ہوں۔ اس شعر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عجمی لوگ مسلمان ہونے کے بعد بھی اپنی روایات اپنے ساتھ لائے اور اسلام کے صاف چشمے کو آلودہ کر دیا۔

(۲) طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ

دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

معنی الفاظ:- طاعت: بندگی عبادت۔ مے: شراب۔ انگبیں: شہد۔ لاگ: تعلق۔

تشریح:- اس میں غالب فلسفہ عبادت برائے عبادت کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عبادت جو کسی لالچ کی وجہ سے ہو حقیقی معنی میں عبادت نہیں عام طور پر عبادت دوزخ کے عذاب سے بچنے اور جنت کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اسی لئے عبادت کو جبر و اکراہ سے تحریص و ترغیب سے پاک کرنے کے لئے غالب نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ کہ عبادت میں شراب اور شہد جو بہشت میں فراوانی کے ساتھ ملے گا۔ کا تعلق نہ رہے بہشت کو دوزخ میں ڈال دو تاکہ عبادت صرف اللہ کے لئے رہ جائے۔ دوزخ میں جانے کے لئے کوئی عبادت نہیں کرے گا۔

(۳) ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے ٹیڑھا لگا ہے قط قلمِ سرنوشت کو

معنی الفاظ:- منحرف: انکاری۔ راہ و رسم: طریقہ۔ عمل۔ ثواب: نیکی۔ قط: قلم کی نوک کو کاٹنا۔ کاٹنا۔ سرنوشت: قسمت کا لکھا ہوا۔ تقدیر۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ میں نیک کام کرنے سے انکاری کیوں نہ ہوں کیونکہ جس قلم سے میری

قسمت لکھی گئی ہے۔ اس پہ قط ٹیڑھا لگا ہوا ہے پھر سیدھی راہ کیسے چل سکتا ہوں۔ اس شعر میں غالب اپنی پرار گناہ زندگی کا سند تلاش کر لیتے ہیں۔

(۴) آئی اگر بلا تو جگر سے ٹلی نہیں ایرا ہی دے کے ہم نے بچایا ہے کشت کو

معنی الفاظ:۔ بلا: مصیبت۔ ٹلی نہیں۔ ایک طرف نہ ہوئی۔ دور نہ ہوئی۔ ایرا: شطرنج کی اصطلاح میں ایرا اس چال کو کہتے ہیں۔ جبکہ بادشاہ کو جو کسی مہرے کی زد میں ہو دوسرا مہرا بیچ میں ڈال کے بچایا جائے۔ کشت: شاہ شطرنج کا ایسے خانہ میں ہونا کہ اگر اس خانہ میں اس کے سوا کوئی اور مہرہ ہوتا تو مارا جاتا ہے۔ اس شعر میں غالب نے جگر کو بادشاہ شطرنج سے تشبیہہ دی ہے چونکہ مصیبتوں اور غموں کی ڈھال یہی بنتا ہے اور جسم کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس شعر میں بھی غالب نے اپنی مصیبتوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصیبت سے قطعی نجات کبھی نہیں ملتی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مصیبت بھی جب آئی تو اس نے جگر کو ہی نشانہ بنایا اور اس کا بچاؤ کسی نسبتاً غیر اہم عضو کی قربانی دے کر کیا ہے۔ جیسا کہ شطرنج میں بادشاہ کو کشت سے ایرا دے کر بچاتے ہیں۔

(۵) غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

معنی الفاظ:۔ سعی: کوشش۔ لہنا: فائدہ۔ بھاگ۔ خرمن: کھلیان۔ جو کھیتی کاٹنے کے بعد لگایا جاتا ہے۔ ملخ: ٹڈی۔ کشت: کھیتی۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ مجھے اپنی جدوجہد سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میری کیفیت تو یہ ہے اگر کھیت میں کھڑی فصل کو ٹڈی نہ کھائے تو کھلیان میں آنے کے بعد اس میں آگ لگ جاتی ہے اور میرے گھر دانہ تک نہیں پہنچتا۔

غزل نمبر ۱۱۷

(۱) وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو کیجئے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ وارستہ: آزاد۔ بے نیاز۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ تم ہمارے ساتھ محبت ہی کرو۔

ہم تو تمہارے ساتھ تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔ عداوت ہی سے تعلق قائم رکھو۔

(۲) چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا — ہے دل پہ بار نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ اختلاط: محبت - دوستی - بار: بوجھ - نقش: تصویر - نشان -

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنی انتہائی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھ میں اب کمزوری نے کسی قسم کے تعلق کی صورت نہیں چھوڑی - اب تو دل پر محبت کا نقش بھی بوجھ لگتا ہے۔

(۳) ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ — ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ تذکرہ: ذکر - سبیل: راستہ - طریقہ -

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے رشک کا ایک نئے طرز میں اظہار کرتے ہیں معشوق رقیب کا ذکر ان کے سامنے شکایتاً کرتا ہے - مگر غالب پسند نہیں کرتے اور معشوق سے کہتے ہیں کہ مجھے تجھ سے یہ شکایت ہے کہ تو نے رقیب کا ذکر مجھ سے کیوں کیا اگرچہ وہ بطور شکایت ہی تھا۔

(۴) پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا

یوں ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ چارہ: علاج - غم الفت: عشق -

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے نظریئے کے مطابق عشق کو درد لادوا سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر درد کی دوا پیدا ہوئی ہے - اگر اس میں صداقت ہوئی تو غم الفت کا بھی علاج ہوتا جو نہیں ہے - یعنی یہ مقولہ صحیح نہیں ہے۔

(۵) ڈالا نہ بے کسی نے کسی سے معاملہ — اپنے سے کھینچتا ہوں خجالت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ بے کسی: اکیلاپن - بے یار و مددگار - خجالت: شرمندگی -

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرا بے کسی کی وجہ سے کسی سے واسطہ نہیں پڑا کہ میرے اکیلے پن نے کسی سے واسطہ نہیں رکھا، یہاں تک کہ شرمندگی بھی اٹھاتا ہوں - تو اپنے ہی سے بے کسی کی انتہا ہے - اس پر بھی غالب خوش ہیں - کیونکہ ان کے جذبہ منت ناپذیری کی تسکین ہوتی ہے۔

(۶) ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ بجائے خود: اپنی جگہ۔ اک: ایک۔ محشر خیال: مختلف قسم کے خیالات ابھرنے کا بیان۔
تشریح:۔ غالب اس شعر میں ایک اور حقیقت کا بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ جس طرح آدمی کے اردگرد دنیا میں مادی اشیاء ہیں اس طرح اس کے ذہن میں بھی ایک دنیا آباد ہے اور وہ بظاہر تنہا ہوتے ہوئے اپنی ذہنی دنیا میں مشغول رہتا ہے۔ اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہ آدمی اپنی ذات میں خیالات کی ایک دنیا رکھتا ہے۔ اور اگرچہ وہ بظاہر تنہا ہوتا ہے مگر ذہنی دنیا میں مشغول ہو کر انجمن کا لطف اٹھاتا ہے۔

(۷) ہنگامہ زبونیٔ ہمت ہے انفعال　　حاصل نہ کیجئے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ ہنگامہ: شور و غل۔ گڑبڑ۔ زبونیٔ ہمت: کم ہمتی۔ زبونی: عاجزی، بے چارگی۔ ہمت: حوصلہ۔ انفعال: شرمندگی۔ ندامت۔
تشریح:۔ غالب اس شعر میں پھر احسان سے بچنے کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی کا احسان اٹھانے کی ندامت حوصلے کی پستی کا سبب بن جاتی ہے۔ یعنی انسان میں خود اعتمادی نہیں رہتی۔ اس لئے عبرت بھی جو دوسروں سے حاصل کی جاتی ہے وہ بھی اپنے ہی سے حاصل کیجئے۔ ایران کا مشہور شاعر عرفی کہتا ہے۔

اقبال کرم سے گزد ارباب ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لا و نعم را

(۸) وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں　　اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ وارستگی: آزادی۔ بہانہ: عذر۔ بیگانگی: بے تعلقی۔ وحشت: آدمیوں سے نفرت۔
تشریح:۔ اس شعر میں بھی منت پذیری سے بچنے کی ایک اور صورت بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آزاد ہونا لوگوں سے بھی بے تعلقی کا کوئی معقول عذر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دوسروں سے نفرت کا شائبہ گزرتا ہے جو ایک قسم کا تعلق ہی ہے۔ اگر تم نفرت بھی کرتے ہو تو اپنی ذات سے کرو۔

(۹) مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی　　عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ:۔ مٹتا ہے: محو ہوتا ہے۔ فوت: مرنا۔ ضائع ہونا۔ فرصت: مہلت۔ ہستی: زندگی۔ غم: رنج۔ عمر عزیز: عمر جس سے انسان محبت کرتا ہے۔ صرف: خرچ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب ایک اور انسانی نفسیاتی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں کہ زندگی میں انسان کو جو مہلت ملتی ہے اس کے بیکار ختم ہونے کا غم مٹتا نہیں خواہ اس کی تمام زندگی عبادت ہی میں گزری ہو۔ انسان اپنے کئے ہوئے کام سے کبھی مطمئن نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی نیک کام ہو۔ اس خیال کو ایک اور جگہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں ؎

بے حرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمرِ خضر
حضرت ابھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے!

(۱۰) اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد

اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

معنی الفاظ :- فتنہ خو : جھگڑالو۔ سر پہ قیامت : مصیبتوں کا انبار۔

تشریح :- اے اسد ہم اب اس جھگڑالو معشوق کے ڈر سے نہیں اٹھتے خواہ ہمارے سر پر قیامت ہی کیوں نہ گزر جائے۔

غزل نمبر ۱۱۸

(۱) قفس میں ہوں گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو

مرا ہونا برا کیا ہے، نوا سنجانِ گلشن کو؟

معنی الفاظ :- شیون : ماتم۔ سوگ۔ نوحہ۔ نوا : راگ۔ نغمہ۔ چہچہا۔

تشریح :- غالباً یہ شعر غالب نے ان ایام میں کہا جبکہ وہ قید میں تھے۔ ایسی حالت میں ان کی زبان سے جو اشعار نکل سکتے تھے وہ نوحہ ہو سکتے تھے، نغمہ و راگ نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگرچہ گلشن میں راگ الاپنے والے ساتھی میرے اس نوحے کو اچھا نہیں سمجھتے تو اس میں برائی کیا ہے۔ میں تو قفس میں قید ہوں ان کی مجلس کو تو مکدر نہیں کرتا۔

(۲) نہیں گر ہمدمی آساں نہ ہو یہ رشک کیا کم ہے؟

نہ دی ہوتی خدایا آرزوئے دوست دشمن کو!

معنی الفاظ :- ہمدمی : ہم مجلس۔ ہم صحبت ہونا۔ آرزو : تمنا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ رقیب کو میرے محبوب کی مجلس میں شرکت آسان نہیں تو نہ ہو میرے لئے یہ رشک کیا کم ہے کہ میرے محبوب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اسے خدا محبوب کی آرزو بھی رقیب کو نہ دی ہوتی۔ وہی جذبۂ رشک کارفرما ہے۔

(۳) نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر

کیا سینے میں جس نے خوں چکاں مژگان سوزن کو

معنی الفاظ :- جراحت : زخم۔ خونچکاں : خون ٹپکتا ہوا۔ مژگان : پلک۔ سوزن : سوئی
سوئی کو مژگان سے تشبیہ دی ہے۔

تشریح :- غالب کے سینے میں زخم ہے جس کے سلتے ہوئے سوئی چبھنے سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں غالب کا محبوب اس وقت موجود ہے مگر اس کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا نہیں ٹپکتا۔ غالب اس کا گلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سینے میں جس زخم سے سلتے ہوئے سوئی کی نوک سے خون کے قطرے ٹپکے۔ افسوس تیری آنکھ سے ایک آنسو کا قطرہ نہ ٹپکا۔

(۴) خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں

کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو

معنی الفاظ :- کشاکش : کشمکش کھینچا تانی۔ جاناں : محبوب۔

تشریح :- جوشِ جنون میں غالب کے ہاتھ قابو میں نہیں رہتے وہ دامنِ محبوب پکڑ کر کھینچنا چاہتے ہیں اور جب وہ ہاتھ نہیں آتا تو اپنا گریبان چاک کرنے لگتے ہیں اس دوگنا کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا میرے ان دو ہاتھوں کو شرمائے کہ وہ کبھی جاناں کے دامن کو کھینچتے ہیں اور کبھی میرے گریبان کو۔ یعنی چین سے نہیں رہتے۔ اقبال نے بھی یہی خیال ایک جگہ ظاہر کیا ہے۔

کب چین سے بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا

یا دامنِ یزداں چاک یا میرا گریباں چاک

(۵) ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں!

نہیں دیکھا شناور جوئے خوں میں تیرے توسن کو

معنی الفاظ :- قتل گاہ : قتل کئے جانے کی جگہ۔ شناور : تیرتا ہوا۔ جُو : ندی۔ توسن : گھوڑا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ابھی ہم قتل گاہ کے دیکھنے کو اس لیئے آسان سمجھتے ہیں کہ تیرے گھوڑے کو خون کی ندی میں تیرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ قتل گاہ میں جب تک خون کی ندی بہتی ہوئی نہیں دیکھتے اسوقت تک اس کے دیکھنے کو آسان سمجھتے ہیں۔

(۶) ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا!

کیا بے تاب کاں میں جنبش جوہر نے آہن کو!

معنی الفاظ :- چرچا : شہرت۔ بیتاب : بے قرار۔ کان : جس جگہ سے دھاتیں برآمد ہوں۔ جنبش : حرکت۔ جوہر : فولاد۔ اصل لوہا۔

تشریح :- غالب کہتا ہے کہ جب میرے پاؤں کی زنجیر بننے کی شہرت ہوئی تو اصل فولاد کے ذروں کی حرکت نے لوہے کو کان میں بے تاب کر دیا تاکہ وہ میرے پاؤں کی زنجیر بننے میں کام آئے۔

(۷) خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے

سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرمن کو

تشریح :- اس شعر میں بھی غالب وہی خیال ایک دوسرے طریق پر بیان کرتے ہیں جو مقطع غزل نمبر ۱۱۶ میں کیا ہے۔ کہتے ہیں سے

غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے　　　خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے کھیت پر سو بار بھی ابر آوے جو عام طور پر کھیتی کے بڑھانے کے لئے ہوتا ہے تب بھی میرے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں۔ کیونکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی سے میرے خرمن کو بجلی گرانے کے لئے ڈھونڈ رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری قسمت میں نقصان ہی لکھا ہے فائدہ کہیں نہیں۔

(۸) وفاداری بہ شرط استواری اصل ایماں ہے

مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو!

معنی الفاظ :- وفاداری : محبت کو نبھانا۔ جو بغیر صداقت کے نہیں ہو سکتی۔ استواری : قیام مضبوطی استقلال۔ اصل : جڑ۔ حقیقت۔

تشریح: - غالب اس شعر میں حقیقت ایمان بیان کرتے ہیں اور مذاہب کے اختلاف کو فروعی اختلاف سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایمان کی جڑ معبود کے ساتھ سچی محبت اور اس پر استقامت ہے جس میں یہ صفت ہوں وہ اگر بت پرست بھی ہو تو کعبے میں دفن ہونے کا حق رکھتا ہے۔

(۹) شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھ کو!
جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو!!!

معنی الفاظ: - شہادت: خدا کی راہ میں مرنا۔ خُو: عادت۔

تشریح: - غالب کہتا ہے کہ قضا و قدر نے میری طبیعت میں یہ بات ڈال دی تھی کہ جب تلوار کو دیکھتا تو گردن جھکا دیتا تھا۔ اور قتل ہونے پر یہ بات کھلی کہ گردن کا تلوار کو دیکھ کر جھکنا اس بات کی علامت تھی کہ میری قسمت میں گردن کا تلوار سے کٹنا لکھا تھا۔

(۱۰) نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا   رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو!

معنی الفاظ و تشریح: - معلوم ہوتا ہے کہ غالب دن میں کسی وقت لٹ گئے اور کچھ بھی پاس نہ رہا اور وہ اس کو غنیمت سمجھتے ہیں چونکہ چوری کے لئے کچھ باقی نہیں رہا اس لئے رات کو آرام سے نیند آئے گی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر دن کو نہ لٹتا تو رات کو کیسے بے خبر سو سکتا تھا۔ میں تو چور کی جان کو دعا دیتا ہوں کہ اس نے رات کو چوری کے کھٹکے سے مجھے بچا لیا اور میٹھی نیند سونے کا موقع دیا۔ غالب ہمیشہ مصیبت کے روشن پہلو پر نظر رکھتا ہے اور ہر حال میں خوش۔

(۱۱) سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جویا ہوں جواہر کے   جگر کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو

معنی الفاظ: سخن: کلام، شعر۔ جویا: متلاشی۔ جواہر: قیمتی پتھر اور موتی۔ معدن: کان۔

تشریح: - غالب کہتے ہیں کہ ہم جواہر اور موتیوں کی تلاش تو جب کریں جب ہم ان سے کہیں قیمتی اشعار نہ کہہ سکیں اور ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ سونے کے لئے جا کر کان کی کھدائی کریں۔ ہمارے پاس تو جگر ہے جس میں سے کاوش کر کے سونے سے بھی قیمتی کلام نکال سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے اشعار جو جگر کاوی سے کہے جاتے ہیں قیمت اور چمک دمک میں جواہرات سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

(۱۲) مرے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو!

معنی الفاظ:- سلیمان جاہ: دینی و دنیاوی وجاہت سے بہرہ ور۔ نسبت: مقابلہ، مشابہت
فریدوں و جم و کیخسرو و داراب و بہمن: ایران کے مشہور بادشاہ۔

تشریح:- اس شعر میں غالب آخری تاجدار خاندانِ مغلیہ بہادر شاہ ظفر جس نے بعد میں پیری و مریدی بھی شروع کر دی تھی کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا بادشاہ جو حضرت سلیمان کی طرح دینی و دنیاوی وجاہتیں رکھتا ہے اس سے فریدوں۔ جم۔ کیخسرو۔ داراب اور بہمن کو کیا نسبت۔ کیونکہ وہ تو صرف دنیاوی شان و شوکت رکھتے تھے۔

غزل نمبر ۱۱۹

(۱) دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پانو!
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو!!

معنی الفاظ:- سیم: چاندی۔ تن: جسم، بدن۔ ضد: خلاف۔ ہٹ۔ سینہ زوری۔ لگن: تھالی، طشت

تشریح: معنی صاف ہیں محتاج تشریح نہیں۔

(۲) دی سادگی سے جان پڑوں کوہ کن کے پانوں!
ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانوں

معنی الفاظ:- سادگی: بھولا پن۔ پاؤں پڑنا: اپنی عاجزی اور دوسرے کی برتری کا اظہار کرنا۔ پیرزن: بوڑھی عورت۔ ہیہات: کلمہ افسوس۔ ہائے ہائے۔ کوہکن۔ فرہاد ایران کا مشہور عاشق جس کو شیریں ملکہ ایران سے محبت تھی۔

تشریح:- شیریں اور فرہاد کے قصے میں فرہاد کی موت کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ جب اس نے پہاڑ سے دودھ کی نہر شیریں کے محل تک پہنچانے کے لئے مکمل کر دی تو خسرو شاہ ایران نے اس سے جان بچانے کے لئے ایک بوڑھی عورت کو یہ سکھا کر بھیجا کہ فرہاد سے کہہ دے کہ شیریں مر گئی۔ بڑھیا نے ایسا ہی کیا اور فرہاد اس خبر کو سچ سمجھ کر تیشہ سر میں مار کر مر گیا۔ اسی قصے کی طرف اشارہ ہے غالب کہتے ہیں کہ کوہکن نے جھوٹی خبر کو اپنے بھولے پن کی وجہ سے سچ سمجھا اور جان دیدی میں اس کی عظمت کا معترف ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس بڑھیا کے پاؤں ٹوٹ جاتے جس نے شیریں کی موت کا پیغام فرہاد تک جا کر پہنچایا۔

(۳) بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ہے یہ ہو کر اسیر دابتے ہیں راہزن کے پانو

معنی الفاظ :۔ اسیر : قیدی - راہزن : ڈاکو۔

تشریح :۔ غالب دنیاوی آلام سے بچنے کے لئے گھر سے نکل بھاگے اور ڈاکوؤں نے پکڑ لیا اور اپنے سردار کے پاؤں دبانے کی خدمت سپرد کر دی - اس کیفیت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔

(۴) مرہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دُور دُور تن سے سوا فگار ہیں اس خستہ تن کے پانو

معنی الفاظ :۔ جستجو : تلاش - سوا : زیادہ - فگار : زخمی - خستہ تن : تھکا ہُوا جسم

خستہ : زخمی - گھائل۔

تشریح :۔ غالب جسم کے زخموں کے علاج کے لئے مرہم کی تلاش میں نکلے جو باوجود دُور دُور پھرنے کے کہیں نہیں ملا - اور تن کے زخموں سے زیادہ پاؤں زخمی ہو گئے - اس کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

(۵) اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ

ہلتے ہیں خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

معنی الفاظ :۔ اللہ رے : کلمہ استعجاب - واہ وا - ذوق : شوق - دشتِ نوردی : صحرا گردی - مرگ : موت۔

تشریح :۔ غالب مرنے کے بعد بھی اپنی صحرا گردی کے شوق کی خود داد دیتے ہیں چونکہ کفنانے کے بعد بھی ان کے پاؤں ہل رہے تھے - باقی مطلب صاف ہے یعنی مرنے کے بعد بھی آثارِ عشق باقی رہے۔

(۶) ہے جوشِ گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف اڑتے ہوئے الجھتے ہیں مرغِ چمن کے پانو

معنی الفاظ :۔ جوشِ گل : پھولوں کی بہتات۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب بہار کے موسم میں پھولوں کا اس کثرت سے کھلنا بیان کرتے ہیں کہ باغ میں رہنے والے پرندوں کے اڑتے ہوئے پاؤں پھولوں میں الجھ جاتے ہیں۔

(۷) شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں دکھتے ہیں آج اس بتِ نازک بدن کے پانو

معنی الفاظ و تشریح :۔ غالب کو اطلاع ملی کہ آج اس کے نازک بدن محبوب کے پاؤں دکھتے ہیں تو انہیں توقع نہیں کہ معشوق کسی کے گھر گیا ہو - لیکن خواب میں جانا ممکن ہے - اس تھکن کو وہ اس سفر سے منسوب کرتے ہیں جو خواب میں کیا ہوگا - مقصود نزاکت کی انتہا کا اظہار ہے۔

(۸) غالب اپنے کلام میں کیونکر مزا نہ ہو؟ پیتا ہوں دھو کے خسرو شیریں سخن کے پانو

معنی الفاظ:- مزا: لطف۔ خسرو: بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) شیریں سخن: میٹھے میٹھے شعر کہنے والے۔

تشریح:- غالب اپنی شیریں کلامی کو بہادر شاہ کے پاؤں دھو کر اس کا پانی پینے کی برکت سے بتاتے ہیں اور اس طرح اپنے اور بہادر شاہ کے کلام کی تعریف ایک ساتھ کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۱۲۰

(۱) واں اس کو ہول دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو

معنی الفاظ:- ہول: ڈر۔ گھبراہٹ۔ ہول دل: دل کی دھڑکن۔ اختلاج قلب۔

شرمسار: شرمندہ۔ نادم۔

تشریح:- غالب کے معشوق کا دل گھبرانے لگا اور غالب یہ خیال کر کے کہ مبادا میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو۔ شرمندہ ہیں۔

(۲) اپنے کو دیکھتا نہیں ذوق ستم کو دیکھ آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہ ہو!

معنی الفاظ:- نخچیر: شکار۔ ذوق ستم: ظلم کرنے کا شوق۔ ستانے میں مزا لینا۔ تاکہ: جب تک کہ۔

تشریح:- آئینہ دیدہ نخچیر کو شکاری صاحبان بہتر سمجھ سکتے ہیں یہ بات تو اور لوگوں کے مشاہدے میں بھی آتی ہوگی کہ جب کسی دوسرے سے آنکھ ملا کر قریب سے دیکھا جائے یا دوائی ڈالتے وقت غور کیا جائے تو اپنی صورت دوسرے کی آنکھ میں دکھائی دیتی ہے۔ شکار بھی جاندار ہوتا ہے، اور آنکھ بھی رکھتا ہے جس کی ساخت انسان ہی کی آنکھ جیسی ہوتی ہے لیکن اس میں اپنی صورت دیکھنے کا موقع اس وقت ہوتا ہے۔ جب شکار کو ذبح کیا جائے۔ اور وہ آنکھیں کھول کر رحم کی ملتجی نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھتا ہے۔ اس منظر کو خیال میں رکھتے ہوئے غالب اپنے محبوب کے ذوق ستم کی شدت کو اس شعر میں بیان کرتے ہیں کہ میرے محبوب کے ذوقِ ستم کو دیکھو کہ وہ ذبح کرتے وقت بھی آنکھ نہیں ملاتا تاکہ کہیں اس کو اپنی صورت اس حالت میں نظر نہ آجائے اور اس کے ساتھ جذبۂ رحم ابھر آئے اور ذبح کرنے سے ہاتھ روک لے۔ گویا معشوق کسی وقت بھی رحم کے لئے تیار نہیں۔

غزل نمبر ۱۲۱

(۱) واں پہنچ کر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو

صدرہ آہنگ زمیں بوس قدم ہے ہم کو

معنی الفاظ:۔ غش: بے ہوشی۔ پئے: پیچھے۔ بعد۔ ہم: غم۔ صدرہ: سو طرح سے۔ آہنگ: ارادہ۔ مقصد۔ زمیں بوس قدم: زمین جس جگہ قدم کا نشان ہو۔

تشریح:۔ غالب کو کوچہ یار میں رنج کی وجہ سے غش آجاتا ہے اور زمین پر گر پڑتا ہے وہ اس کو اپنے معشوق کے نشانِ قدم کو بوسہ دینے کی شدت کی طرف محمول کرتا ہے۔

(۲) دل کو میں اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے

کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو!

معنی الفاظ:۔ ہم: غم۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں دل کو اور دل مجھے محبوب کی مصیبت میں مشغول رکھتا ہے۔ دیکھئے ہم دونوں کو غم میں گرفتار ہونے کا کتنا شوق ہے۔

(۳) ضعف سے نقش پئے مور ہے طوقِ گردن

تیرے کوچے سے کہاں طاقت رم ہے ہم کو!

معنی الفاظ:۔ ضعف: کمزوری۔ نقش: نشان۔ پئے: پاؤں۔ مور: چیونٹی۔

طوق: حلقہ (چیونٹی کا پاؤں حلقہ کی صورت ہوتا ہے سیدھا نہیں ہوتا) رم: بھاگ جانا۔

تشریح:۔ کمزوری کی وجہ سے غالب اپنے محبوب کے کوچہ میں گر پڑے اور اٹھنے کی طاقت نہیں پاتے۔ کہتے ہیں کہ تیرے کوچے میں گرنے کے بعد چیونٹی کے پاؤں کا حلقہ میری گردن میں پڑا ہوا ہے بھلا مجھ میں تیرے کوچے سے بھاگنے کی طاقت کہاں ہے۔ ضعف کی انتہا ہے۔ کہ چیونٹی کے پاؤں کا حلقہ دوڑ کر چلنے سے مانع ہے کوچہ یار میں پڑے رہنے کا اچھا بہانہ تراشا۔

(۴) جان کر کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

معنی الفاظ:۔ تغافل: بے پرواہی۔ غلط انداز: اچٹتی ہوئی نظر۔ غیر ارادی۔ سم: زہر

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تجاہل عارفانہ کیجیے، جو کوئی امید بھی ہو، اچٹتی ہوئی نظر ڈالنا جس پر امید کا گمان نہیں گزرتا ہمارے لئے زہر قاتل ہے۔

(۵) رشک ہم طرحی و دردِ اثرِ بانگ حزیں ۔ نالۂ مرغِ سحر تیغ دو دم ہے ہم کو!

معنی الفاظ :- ہم طرحی : ایک طرح میں۔ بانگ حزیں : غمگین آواز۔ نالہ مرغ سحر : صبح کے چہچہانے والے پرندوں کی فریاد۔ تیغ دو دم : دو دھاری تلوار۔

تشریح :- غالب مرغ سحر کے نالے میں دو باتیں پاتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ غالب کے نالے کی طرح میں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ پُر سوز اور درد سے بھرا ہوا ہے اور اثر رکھتا ہے۔ غالب نالۂ مرغ پر ان دو خصوصیات کی وجہ سے رشک کرتے ہیں اور اس کا اپنے اوپر وہی اثر بیان کرتے ہیں جو دو دھاری تلوار کا ہوتا ہے۔ نالے کی دو صفات اور تلوار دو دھاری کی رعایت قابلِ توجہ ہے۔

(۶) سر اڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا ۔ ہنس کے بولے کہ "ترے سر کی قسم ہے ہم کو"

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میں نے محبوب سے اس وعدے کا جو اس نے میرے سر کو اڑانے کا کیا تھا۔ دوبارہ اعادہ چاہا تو اس نے کہا کہ تیرے سر کی قسم ہے ہم کو۔ ہم پورا کریں گے۔ اس سے یہ مراد ہوئی کہ پورا نہیں ہوگا چونکہ قسم کسی عزیز شئے کی کھائی جاتی ہے، اور جب سر پیارا ہے تو اس کا اڑنا معلوم ؟-

(۷) دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ ؟ ولیکن ناچار

پاس بے رونقیٔ دیدہ اہم ہے ہم کو

معنی الفاظ :- پاس : خاطر۔ رعایت۔ لحاظ۔ بے رونقی : تازگی نہ ہونا طراوت نہ ہونا چمک دمک نہ ہونا۔ اہم : ضروری۔

تشریح :- غالب اس شعر میں فراق یار میں رونے دھونے کو بے نتیجہ سمجھتے ہیں مگر پھر بھی روتے ہیں۔ وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آنکھوں کی رونق کو ہم اہمیت دیتے ہیں اس لئے مجبوراً روتے ہیں۔ عشاق آنکھ کی رونق خون کے آنسوؤں ہی سے خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل ۔ جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے ؟

(۸) تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

معنی الفاظ و تشریح :- غالب اس شعر میں اپنی اور معشوق کی دو متضاد کیفیتوں کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو ایسے نازک ہو کہ خاموشی کو بھی شور و غل کہتے ہو اور میں وہ عاجز ہوں جو تغافل کو بھی ستم سمجھتا ہوں۔

قطعہ

(۱) لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

معنی الفاظ :- باعث : سبب - ہوس : خواہش - شوق - سیر : سیاحت
تماشہ : تفریح -

تشریح :- اگلے شعر کے ساتھ۔

(۲) مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

معنی الفاظ :- مقطع : آخری مقام - سلسلہ شوق : خواہش کا سلسلہ - عزم : ارادہ -
نجف : حضرت علیؓ کے مدفن کی جگہ - طوف : طواف - چکر حرم : کعبے اور گرد کی جگہ -

تشریح :- غالب لکھنؤ کا سفر کرتے ہیں اور تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے کہتے ہیں کہ لکھنؤ آنے کا سبب ظاہر نہیں ہوتا - اگر سیر و تفریح کا شوق کہوں تو وہ مجھے کم ہے جن شہروں کے دیکھنے کی خواہش ہے اس میں یہ آخری شہر نہیں ہے جو میں یہاں قیام کر کے بیٹھ جاؤں -
کیونکہ میرا ارادہ نجف اشرف کے سفر اور کعبے کا طواف بھی ہے - تیسرے شعر میں ایک لطیف پیرائے میں لکھنؤ آنے کی غرض بھی بتا دیتے ہیں - شعر ہے -

(۳) لئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالبؔ
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

معنی الفاظ :- توقع : امید - جادۂ رہ : بٹیا - پگڈنڈی - کشش : کھینچ - جذب - حرفوں کی کشش - (مثلاً "ک - گ" - ش) - کرم : بخشش -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ لکھنؤ آنے کی وجہ ایک توقع ہے اور وہ کرم (بخشش) کے "ک"

کے مرکز کی کشش کا راستہ ہے۔ یعنی ہم دربار لکھنؤ کی بخشش کی توقع پر لکھنؤ آئے ہیں۔

غزل نمبر ۱۲۲

(۱) تم جانو تم کو غیر سے جو رسم وراہ ہو   مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

معنی الفاظ:۔ رسم وراہ: تعلق۔ واسطہ۔ گناہ: قصور۔ غلطی۔ پوچھتے رہنا: تعلق رکھنا۔

تشریح:۔ شعر آسان ہے۔ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ زندگی کے اس عرصہ پر غالب کا رشک غائب ہو چکا۔

(۲) بچتے نہیں مواخذہ روز حشر سے   قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

معنی الفاظ:۔ مواخذہ: پوچھ گچھ۔ جواب طلبی، باز پرس۔ روز حشر: قیامت کا دن۔

تشریح:۔ رقیب نے معشوق کی موجودگی میں غالب کو قتل کر دیا ہے۔ شعر صاف ہے وضاحت کی ضرورت نہیں۔

(۳) کیا وہ بھی بے گنہ کُش وحق ناشناس ہیں؛
مانا کہ تم بشر نہیں خورشید و ماہ ہو

معنی الفاظ:۔ بے گناہ کُش: بے قصور مارنے والا۔ حق نہ شناس: حق کو نہ پہچاننے والا۔ بشر: انسان۔

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب میں یہ دونوں باتیں پاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ ہم نے مان لیا کہ تم بشر نہیں خورشید اور ماہ ہو کیا وہ بھی تمہاری طرح بے قصور مارنے والے اور حق کو نہ پہنچاننے والے ہیں۔ معشوق کے حسن کو سورج اور چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۴) ابھرا ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار
مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو

تشریح:۔ غالب اپنے محبوب کے نقاب میں ایک تار ابھرا ہوا دیکھتے ہیں اور اس گمان سے کہ وہ کسی رقیب کی نگاہ نہ ہو رشک میں مرے جاتے ہیں۔

(۵) جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید

مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

تشریح :- غالب اپنا اصلی مقام میکدے کو سمجھتے ہیں اور اس کے چھوٹ جانے کے بعد مسجد و مدرسہ اور خانقاہ سب کو برابر سمجھتے ہیں۔

(۶) سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

معنی الفاظ :- جلوہ گاہ : دیدار کی جگہ۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ بہشت کی جو تعریف کی گئی ہے وہ بالکل درست ہے لیکن خدا کرے تو بھی وہاں موجود ہو اور تیرا دیدار نصیب ہو۔ ورنہ ہمارے لئے بہشت میں کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ اسی خیال کو ایک اور طریق پر ایک اور شعر میں ظاہر کرتے ہیں۔

تسکیں کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے
حورانِ خلد میں تری صورت اگر ملے

(۷) غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ضرر نہیں
دنیا ہو یا رب! اور مرا بادشاہ ہو

معنی الفاظ :- ضرر : نقصان۔

تشریح :- غالب دنیا میں اپنے وجود سے زیادہ بہادر شاہ ظفر کے وجود کی ضرورت خیال کرتے ہیں اور اس کا اظہار اس شعر میں کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۱۲۳

(۱) گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیوں کر ہو؟ کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟

تشریح :- غالب کے اپنے محبوب سے تعلقات اس حد تک تو پہنچ گئے کہ وہ اس سے مل سکیں۔ اور اپنی بات کہہ سکیں لیکن انہیں یقین نہیں ہے کہ ملنے پر بھی جو بات اس سے کہی جائے وہ مان بھی لے۔ اس کے بعد کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ اس کی نسبت پوچھتے ہیں۔

کہ کیونکر ہو یہی بات اس شعر میں کہی ہے۔

(۲) ہمارے ذہن میں، اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں، ہو تو کیوں کر ہو؟

معنی الفاظ:- وصال: ملنا۔ ملاقات۔

تشریح:- غالب اس شعر میں وصال کی ایک نئی تعریف کرتے ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں وہ ذہنی وصال کے قائل ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں اس سوچ و بچار ہی کا نام وصال ہے کہ اگر معشوق سے ملاقات نہ ہو تو پھر کہاں ٹھکانہ کریں۔ اور ہو تو اس کے حصول کا کیا طریقہ ہے۔

(۳) ادب ہے اور یہی کش مکش تو کیا کیجے؟ حیا ہے اور یہی گو مگو تو کیوں کر ہو

معنی الفاظ:- ادب: لحاظ۔ حفظ مراتب۔ کشمکش: کھینچا تانی۔ حیا: شرم۔
گو مگو: تردد۔ تذبذب۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے لحاظ کی وجہ سے ذہنی کشمکش ہو تو کیا کریں اور محبوب کی طرف سے حیا کی وجہ سے وعدہ کرنے میں تذبذب ہو۔ تو پھر کیونکر ہو۔ وصل میں ہجر کی کیفیت کا ایک نئے طرز سے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ شعر بھی سامنے رکھیئے۔

ہے وطن ہجر عالم تسکین و ضبط میں!
معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیئے

(۴) تمہیں کہو کہ گزارہ صنم پرستوں کا! بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیوں کر ہو

معنی الفاظ:- گزارہ: گزر اوقات۔ رسائی۔ صنم پرست: شاہد پرست۔ عاشق مزاج
صنم: بُت۔ خوُ: عادت۔

تشریح:- غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تمہیں کہو کہ معشوقوں کی عادت اگر ایسی ہو جیسی کہ تمہاری ہے۔ تو عاشقوں کی رسائی ان تک کیسے ہو۔

(۵) الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیوں کر ہو؟

معنی الفاظ:- الجھتے ہو: جھگڑتے ہو۔

تشریح:- جذبۂ رقابت انسان کی فطرت میں داخل ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ عاشق ہو یا معشوق۔ غالب کا معشوق حسن میں یکتا ہے۔ لیکن جب کبھی کبھار وہ آئینہ دیکھتا ہے تو وہ اپنا عکس دیکھ کر جذبۂ رقابت ہی کے تحت جھگڑنے لگتا ہے۔ اس بات کا اظہار غالب اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم آئینہ دیکھتے ہو اور الجھ پڑتے ہو اگر تمہارے جیسے شہر میں جیتے جاگتے ایک دو اور رہوں تو کیسے بنے۔ آئینہ میں تو تمہارا عکس ہی تھا۔

(۶) جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیوں کر ہو

معنی الفاظ:- نصیب: قسمت۔ حصّہ۔ روزِ سیاہ: کالا دن۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ جس شخص کی قسمت میں ایسا اندھیرا دن ہو جیسا میری قسمت میں ہے وہ اگر رات کو دن نہ کہے تو پھر کیا کہے۔ سیاہی رات کی خصوصیت ہے اگر وہ دن میں پائی جائے تو اس دن کو رات کہنا بجا نہیں کہا جا سکتا۔

(۷) ہمیں پھر ان سے امید اور انہیں ہماری قدر

ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ، تو کیوں کر ہو؟

معنی الفاظ:- امید: توقع۔ قدر: حق شناس۔ قیمت۔ عزت۔ بات پوچھنا۔ عزت کرنا۔ مدارات کرنا۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے معشوق سے بہت کچھ توقع ہے اور وہ بھی ہماری قدر کرتا ہے اگر وہ ہماری عزت نہ کرے تو بھلا کیسے گزر ہو۔

(۸) غلط نہ تھا ہمیں خط پہ گمان تسلّی کا نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

معنی الفاظ:- تسلی: اطمینان۔ تشفی۔ تسکین۔ دیدہ: آنکھ۔ دیدار جو: نظارہ کا متلاشی۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ مجھے اپنے محبوب کے خط پہ تسلی دلاسے دینے کا جو گمان تھا۔ وہ غلط تھا۔ اس لئے ہماری دلداری کی، لیکن آنکھیں جو اس کے دیدار کی متمنی ہیں نہ مانیں تو کیا کیا جائے۔ یعنی دل تو اس کا دیدار کر کے ہی مطمئن ہوگا۔

(۹) بتاؤ اس مژہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار

یہ نیش ہو رگِ جاں میں فرو تو کیوں کر ہو؟

معنی الفاظ:- مژہ: پلک۔ نیش: ڈنگ۔ رگ جان: شاہ رگ۔ فرو شدن: اندر اترنا۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ معشوق کی پلکوں کو دیکھ کر مجھے کیسے چین آئے کیونکہ یہ تو اس طرح میری شاہ رگ میں اتر جاتی ہے جیسے کوئی ڈنگ۔ ایسی صورت میں تڑپنے کے سوائے اور کوئی کیا کر سکتا ہے۔

(۱۰) مجھے جنون نہیں غالب ولے بہ قول حضور

"فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو"؟

معنی الفاظ:- حضور: مراد بہادر شاہ ظفؔر۔

تشریح:- غالباً یہ غزل بہادر شاہ ظفؔر کے یہ "فراق یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو" مصرع طرح دینے پر کہی ہوگی۔ اور یہ مصرع بھی ان کے کسی غزل کے شعر ہی کا ہے۔

غزل نمبر ۱۲۴

(۱) کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو؟

نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟

معنی الفاظ:- دل دینا: عاشق ہونا۔ نوا سنج: گانے والا۔ فغان: فریاد۔

تشریح:- زبان کا اصل کام گویائی ہے اور زبان سے وہی کہا جاتا ہے جو خیال دل میں موجود ہو۔ غالب نے اس کیفیت کو سامنے رکھ کر یہ شعر کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی پر عاشق ہو کر یعنی دل دیکر پھر فریاد کیوں کی جائے جب دل ہی سینہ میں نہیں جو ہم دے چکے ہیں تو زبان پھر کس خیال کا اظہار کرے۔

(۲) وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں

سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

معنی الفاظ:- خُو: عادت۔ وضع: روش۔ سبک سر بن کے: گر کے۔ سرگراں: ناراض۔ خفا۔

تشریح:- غالب کا معشوق خفا ہو گیا اور غالباً وہ اکثر بلا وجہ خفا ہو جاتا ہے۔ غالب ایسی ہی صورت کے متعلق اس شعر میں کہتے ہیں کہ وہ اپنی عادت نہ چھوڑیں گے۔ تو ہم اپنی روش کیوں بدلیں۔

اور گر کر کیا پوچھیں۔ کہ ہم سے کیوں ناراض ہو۔ اس شعر میں خو اور وضع سبک سر اور سر گراں کے الفاظ جس طریق پر استعمال کئے ہیں وہ انتہائی فن کاری کی مثال ہے۔

(۳) کیا غم خوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو

نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا راز داں کیوں ہو؟

معنی الفاظ:۔ غم خوار: ہمدرد غم کھانیوالا۔ رسوا: بدنام۔ لگے آگ: غارت ہو۔

تاب: برداشت۔ رازداں: ہمراز۔ دل کی بات جاننے والا۔

تشریح:۔ غالب کے ایک ہمدرد نے ان کے عشق کا راز فاش کر دیا۔ چونکہ غالب غم عشق میں گھلے جا رہے تھے۔ وہ یہ نہ دیکھ سکا۔ غالب کو یہ ہمدردی اچھی معلوم نہیں ہوئی اس بات کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ میری محبت کی وجہ سے میرے ہمدرد نے میرے عشق کا راز کھول کر مجھے بدنام کر دیا۔ خدا ایسی محبت کو غارت کرے۔ جو شخص میری طرح غم کو ضبط نہ کر سکے وہ میرا ہمراز کیوں بنے۔

(۴) وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا

تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو؟

معنی الفاظ: سنگدل: سخت دل۔ سنگِ آستان: دہلیز کا پتھر۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کی بے وفائی سے تنگ آ گئے ہیں اور اعلانِ جنگ کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کیسی وفا کہاں کا عشق۔ جب سر پھوڑنا ہی قسمت میں لکھا ہے تو اے ظالم تیری دہلیز کے پتھر پر کیوں پھوڑوں۔ کیا کوئی اور جگہ نہیں رہی۔

(۵) قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟

معنی الفاظ:۔ قفس: پنجرہ۔ روداد: کیفیت حقیقت۔ ہمدم: دوست۔

تشریح:۔ غالب غالباً قید میں ہیں اور کوئی دوست ملنے گیا ہے۔ غالب اس سے شہر کی حالت پوچھتے ہیں۔ وہ کچھ بیان کرتے ہوئے جھجکتا ہے۔ شاید کوئی ایسی بات ہے جو غالب کے لئے تکلیف دہ ہو۔ اسی حالت کا بیان اس شعر میں کرتے ہیں اور

کہتے ہیں۔ اے دوست قفس میں مجھ سے چمن کی کیفیت بیان کرنے میں تامل نہ کر یہ ضروری نہیں کہ کل جس آشیاں پر بجلی گری ہے وہ میرا ہی گھر ہو۔

(۶) یہ کہہ سکتے ہو؟ "ہم دل میں نہیں ہیں" پر یہ بتلاؤ

کہ جب دل میں تمہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو؟

معنی الفاظ و تشریح :۔ غالب کے دل میں معشوق کا خیال ہر وقت رہتا ہے مگر معشوق نظر سے غائب ہے وہ اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ تو تم نہیں کہہ سکتے کہ تم میرے دل میں نہیں ہو جب یہ کیفیت ہے کہ دل میں تمہارے سوا اور کوئی نہیں تو پھر آنکھوں سے چھپے رہنے کی کیا وجہ ہے۔ اس شعر میں مخاطب معشوق حقیقی اور مجازی دونوں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ معشوق حقیقی زیادہ موزوں ہے۔

(۷) غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے

نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو؟

معنی الفاظ :۔ جذب : کشش۔ کھینچنا۔ جرم : خطا۔ قصور۔ اپنے کو کھینچنا : اپنے کو دور رکھنا۔ کشاکش : کھینچا تانی۔

تشریح :۔ غالب کا معشوق اس سے دور دور رہنا چاہتا ہے۔ غالب اس کو پکڑ کر پاس لانا چاہتے ہیں معشوق غالب کی محبت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ غالب اس الزام کو غلط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں میرے جذب دل کی شکایت غلط ہے۔ تم خود سوچو کہ قصور کس کا ہے۔ اگر تم دور رہنے کی کوشش نہ کرو تو پھر کھینچا تانی کیوں ہو۔

(۸) یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

معنی الفاظ :۔ فتنہ : فساد۔ آزمائش۔ آفت۔ خانہ ویرانی : گھر کی بربادی۔

دوست : محبوب۔ آشنا۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی گھر کی بربادی کے لئے یہ آفت کہ تم اس کے دوست ہو کیا کم ہے۔ آسمان کو اس کا دشمن بننے کی ضرورت نہیں۔ یعنی تمہاری دوستی سے وہی نتیجہ برآمد ہوگا

ہے۔ جو آسمان کی عداوت سے۔

(۹) یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟

عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو؟

معنی الفاظ:۔ عدو: دشمن۔ کسی کا ہو رہنا: مطیع ہو جانا۔ کسی کی ہر بات مان لینا۔

تشریح:۔ غالب کا معشوق رقیب کی بات ماننے لگا ہے اور یہ غالب کے لئے نہایت تکلیف دہ بات ہے۔ وہ اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ جب تم رقیب کے ہو لئے تو وفاداری میں میرا امتحان کیوں لیتے ہو یہ میری آزمائش نہیں بلکہ مجھے ستانا ہے۔

(۱۰) کہا تم نے کہ "کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی"؟

بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ "ہاں کیوں ہو"

تشریح:۔ غالب کا معشوق غالب کے رقیب سے ملتا ہے اور غالب اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں رسوائی ہے۔ معشوق جواب دیتا ہے کہ اس میں رسوائی کی کیا بات ہے۔ اس پر غالب طنزاً کہتے ہیں بجا کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو۔

(۱۱) نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب

ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

معنی الفاظ:۔ بے مہر: ظالم۔

تشریح:۔ غالب خود کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو محبوب سے طنز کے ذریعے کام نکالنا چاہتا ہے۔ یعنی اسے بے وفا کا طعنہ دے کر چاہتا ہے کہ وہ تجھ پر مہربان ہو جائے مگر وہ ایسا کیوں کرے۔

غزل نمبر ۱۲۵

(۱) رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو!

(۲) بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو!

(۳) پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو بیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

معنی الفاظ: ہم سخن: بات کرنے والا۔ ہم زبان: بات سمجھنے والا۔
ہمسایہ: پڑوسی۔ پاسباں: دربان۔
بیماردار: خبر گیری کرنے والا۔ نوحہ خواں: ماتم کرنے والا۔

تشریح :- غالب دنیا اور دنیا والوں سے تنگ آگئے ہیں اور اپنے لئے ایک نئی جگہ تجویز کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل مندرجہ بالا اشعار میں درج ہے:-

(۱) ا۔ کہتے ہیں کہ اب ایسی جگہ چل کر رہو جہاں کوئی نہ ہو نہ کوئی بات کرنے والا ہو اور اگر بات کی جائے تو اس کا سمجھنے والا کوئی نہ ہو۔

(۲) گھر ایسا بناؤ جس کا نہ در ہو نہ دیوار۔ اور نہ پڑوسی ہو نہ دربان۔

(۳) اگر بیمار پڑ جائیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو۔ اور مر جائیں تو ماتم کرنے والا نہ ہو۔ یہ تعریف صحرا ہی کی ہو سکتی ہے اور اسی طرح غالب اپنے لئے شہر کو چھوڑ کر صحرا میں ٹھکانہ تجویز کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۱۲۶

(۱) از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

معنی الفاظ:- مہر: آفتاب۔ ذرہ۔ مٹی کا ریزہ۔ طوطی: مشہور پرندہ۔ شش جہت: چھ اطراف۔ (دائیں بائیں۔ آگے پیچھے۔ نیچے اوپر) مقابل: سامنے۔

تشریح:- غالب کہتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز آفتاب سے لیکر ذرے تک دل کی کیفیت رکھتی ہے اور دل مثال آئینے کے ہے اور انسان جو طوطی کی مثال ہے اپنی ہر طرف میں مقابل میں آئینہ دیکھ کر طوطی کی طرح حیران و پریشان ہے ہمہ اوست کا مسئلہ ایک خاص ڈھنگ سے بیان کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے اور انسان جب ہر چیز میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو گویا وہ خدا کی صورت دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز بہ نظر غور دیکھنے سے معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے۔

غزل نمبر ۱۴۷

(۱) ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غم کدہ
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ

معنی الفاظ:- سبزہ زار: سبزہ اگنے کی جگہ۔ غمکدہ: وہ گھر جس میں غم و رنج کے سوا کچھ نہ ہو۔ بہار: وہ موسم جس میں سبزہ اُگتا ہو اور شگوفے کھلتے ہوں۔ خزاں: پت جھڑ کا موسم جب پیڑ پتے صحرا کے ننگے ہو جاتے ہیں۔ بہار کا الٹ۔

تشریح:- غالب کا گھر وہ گھر ہے جس میں خوشی کا نام نہیں اور اسے اپنے در و دیوار کی بھی کچھ خبر نہیں ہے۔ جس پر برسات کے موسم میں سبزہ اُگ آیا ہے۔ جو علامت ہے گھر کی ویرانی کی اس کیفیت کو غالب بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے ماتم کدے کے در و دیوار پہ سبزہ اُگ آیا ہے جو گھر کے لئے غیر آبادی کی علامت ہے جس جگہ کی بہار کی یہ کیفیت ہو اس کی خزاں کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیا بتاؤں۔

(۲) ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھایئے
دشواری رہ و ستم ہمرہاں نہ پوچھ

معنی الفاظ:- ناچار: مجبوراً۔ بے کسی: بے یار و مددگار ہونا۔ حسرت اٹھانا: غم اٹھانا۔ برداشت کرنا۔ دشواری: سختی۔ راہ: راستہ۔ ستم: ظلم۔ ہمرہان: ہمسفر۔

تشریح:- غالب زندگی گزارنے کو دشوار سمجھتے ہیں اور ساتھیوں کی بے مروّتی سے تنگ آ گئے کہتے ہیں کہ راستے کی سختی اور ساتھیوں کی بے مروّتی کی بات مت پوچھ۔ ایسی حالت میں مجبوراً بے یار و مددگار کا غم اٹھانا ہی بہتر ہے۔ یعنی اپنی منزل انتہائی طے کرنی چاہیئے کہ صرف راستہ کی سختی بھی اٹھانی پڑے گی۔ سفر کے ساتھیوں کی بے مروّتی کا تو دکھ نہ ہوگا۔

غزل نمبر ۱۲۸

۱۔ صد جلوہ رو برو ہے جو مژگاں اٹھایئے

طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھایئے

معنی الفاظ۔ صد۔ ۱۰۰، اظہار کثرت کے لئے۔ روبرو۔ سامنے۔ مژگاں۔ پلکیں دید۔ جلوہ۔ نظارہ۔

تشریح :۔ اگر بوجوہ خاص کوئی فطرت سے دور ہی نہ جا پڑا ہو تو ہر باشعور انسان خود اپنی ذات اور اپنے اردگرد کائنات کی دوسری مخلوق کے عدم سے وجود میں آنے اور ایک خاص مدت کے بعد خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، معدوم ہو جاتے، نیز یہ سب کچھ ایک نظم و ضبط کے تحت ہوتا دیکھ کر محسوس کرتا ہے کہ اس کارخانہ عالم کے پیدا کرنے اور چلانے والی کوئی علیم، قدیر اور بصیر بالاتر ذات ہے (جس کو عربی میں اللہ کا نام دیا گیا ہے) اس احساس کے ساتھ ہی اس ہستی کو دیکھنے کی تمنا پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ہزار جتن کے باوجود کامیابی آج تک نہیں ہوئی۔ چنانچہ کسی دانشمند نے کہا ہے۔ اللہ کو کسی نے آنکھ سے نہیں دیکھا عقل سے پہچانا ہے۔

اور اس طرح انسانوں کو بجائے ظاہر بین آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کرنے کے اللہ کو عقل سے (دیکھنے) پہچاننے کی دعوت دی ہے۔ غالب نے اسی مقولہ کو اپنے مخصوص انداز میں شعری صورت دے دی اور کہتا ہے کہ اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو ایک نہیں سینکڑوں جلوے بصورت صفات اس ذات بے ہمتا کے، اس کے پیدا کردہ تمھارے اردگرد کی چیزوں میں نظر آ سکتے ہیں۔ کہ سوال اس کی ذات کے دیکھنے کا سو وہ اگر جلوہ فرمائی کی مہربانی کرے بھی تب بھی ہماری آنکھ اس کے دیدار کی تاب کی طاقت نہیں رکھتی۔

۲۔ ہے سنگ پر برات معاش جنون عشق

یعنی ہنوز منت طفلاں اٹھایئے

معنی الفاظ: سنگ - پتھر - برات - چیک - تنخواہ یا روزی ملنے کا پرچہ - جنون عشق - دیوانگی، جو عشق کی وجہ سے ہو - ہنوز - ابھی - منت - احسان - طفلاں - جمع طفل، بچے - معاش - روزی - تنخواہ -

تشریح: بچے عموماً دیوانوں کی تواضع پتھروں سے کرتے ہیں اور اس سے دیوانگی بڑھتی اور نشوونما پاتی ہے - غالب عشق کے دیوانوں کی روزی کا پروانہ ان پتھروں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاشق کی قسمت میں عشق کی نشوونما کے لئے لڑکوں کا احسان پتھر مارنے کی صورت میں اٹھانا مقدر ہوا ہے -

۳ - دیوار بار منت مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احسان اٹھایئے

معنی الفاظ: بار - بوجھ - خم - خمیدہ، ٹیڑھی، جھکی ہوئی - خانماں - گھربار - خراب - ویران، برباد -

تشریح: جس گھر کی دیواریں جھکی ہوئی ہوں، اس کی ویرانی میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے - غالب دیواروں کے اس جھکاؤ کو جنھیں مزدور نے تعمیر کر کے احسان کیا ہے اس کے احسان کے بوجھ کی وجہ سے خیال کرتے ہیں اور اس طرح احسان کو خانہ خرابی کا سبب ٹھہرا کر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی کا احسان نہ اٹھایئے ورنہ خودی کی عمارت منہدم ہو جائے گی - ایک اور جگہ کہا ہے -

ے ہنگامہ زبونی ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

۴ - یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجئے یا پردہ تبسم پنہاں اٹھایئے

معنی الفاظ: زخم - گھاؤ - رشک - غیرت - رسوا - ذلیل - پردہ - اوٹ - تبسم مسکراہٹ - پنہاں - پوشیدہ - آڑ میں -

تشریح: زخم رشک دل یا جگر ہی پر ہوتا ہے - جو ظاہر نہیں ہوتا - غالب اپنے معشوق کو سامنے آکر مسکرانے کو کہتے ہیں تاکہ وہ اس ادا سے پورا لطف اٹھا سکیں

اس کی آڑ میں مسکرانے کو اپنے زخم رشک سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں کہ تمہارے تبسم پنہاں سے میرے زخم رشک کا راز فاش ہو جاتا ہے اس لئے پردہ تبسم پنہاں رہنے دیجئے۔ اور سامنے آکر مسکرائیے تاکہ راز عشق چھپا رہے۔ ایک اور شعر میں غالب نے کم و بیش یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

؎ دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

غزل نمبر ۱۲۹

۱۔ مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے
بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہیئے

معنی الفاظ: مسجد۔ سجدہ کرنے کی جگہ، مسلمانوں کی عبادت گاہ۔ زیر سایہ سایہ پڑنے کی جگہ۔ زیر۔ نیچے۔ خرابات۔ شراب خانہ، قمار خانہ۔ بھوں۔ ابرو۔ قبلہ حاجات۔ مرادیں بر لانے والا، کلمہ تعظیمی۔

تشریح: شاعر معشوق کی مستی بھری آنکھوں کو جام شراب سے مشابہت دیتے ہیں۔ چونکہ دونوں کا اثر عقلی توازن کو متزلزل کر دیتا ہے۔ بھوں یا ابرو مسجد کی محراب سے ملتی جلتی ہے۔ قدرت نے آنکھ بھوں کے نیچے بنائی ہے جو نہایت ہی موزوں معلوم ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غالب مسجد کے پاس شراب خانہ کا جواز پیش کر دیتے ہیں۔ شوخی کی انتہا ہے۔ اس شعر میں لفظ "بھوں" کچھ اچھا صوتی تاثر پیدا نہیں کرتا مگر اس کا کوئی دوسرا مترادف، جو شعر کے وزن کو قائم رکھ سکے۔ غالباً ملا نہیں ہوگا۔

۲۔ عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے

معنی الفاظ: ستم۔ ظلم۔ مکافات۔ بدی کا بدلہ۔ سزا۔

تشریح: معشوق عموماً ستم پیشہ ہوتے ہیں۔ غالب کا معشوق بھی اس معاملہ میں کسی سے کم نہ تھا۔ بشر ہونے کی وجہ سے وہ بھی کسی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس طرح اپنے معشوق کے ستم کا شکار ہو گیا۔ غالب اس بات کو قدرت کی طرف سے اپنے اوپر ظلم کرنے کی سزا خیال کرتے ہیں۔

۳۔ دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی

ہاں کچھ نہ کچھ تلافیٔ مافات چاہیئے

معنی الفاظ: داد۔ انصاف۔ حسرت پرست۔ ارمانوں بھرا۔ تلافی مافات۔ ضائع شدہ امر کا معاوضہ۔

تشریح: علم نجوم پر عقیدہ رکھنے والے اچھی یا بُری قسمت کو سیاروں کی گردش پر محمول کرتے ہیں۔ اور چونکہ جملہ سیارے اجرام فلکی ہیں اس لئے یکجائی طور پر فلک یعنے آسمان ہی کو قسمت کا بنانے اور بگاڑنے والا قرار دیا ہے۔ غالب کو اپنے ارمان نہ نکلنے کا ہمیشہ گلہ رہا۔ اس شعر میں بھی فلک کو مخاطب کر کے اپنی فوت شدہ تمناؤں کے نقصان کی تلافی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب تمنائیں نہ سہی کچھ تو پوری ہو جانی چاہئیں۔

۴۔ سیکھتے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

معنی الفاظ: مہ رخ۔ چاند سا روشن چہرہ رکھنے والا۔ معشوق۔ مصوری تصویر کشی۔ فوٹوگرافی۔ تقریب۔ باعث، ذریعہ۔ بہر۔ واسطے۔

تشریح: خود بینی انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور حسینوں میں یہ کمزوری زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ غالب اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اس لئے مصوری سیکھ لی تاکہ معشوق تک رسائی کا ذریعہ بن جائے۔

۵۔ مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟

اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے

معنی الفاظ: مے۔ شراب۔ نشاط۔ خوشی۔ روسیاہ۔ گنہگار، خطا کار۔ اک گونہ۔
کس قدر تھوڑی سی۔ بے خودی۔ مستی، از خود رفتگی۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی شراب نوشی کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ خطا کار کی قسمت میں عیش کہاں لکھا ہے۔ جو شراب نشاط کی غرض سے پیوں۔ مجھے تو تفکرات دنیا نے گھیر رکھا ہے۔ اس غم کو دور رکھنے کے لئے تھوڑی سی بے خودی دن رات چاہتا ہوں جو شراب کا شغل کرتا ہوں۔ آخری عمر میں غالب شراب کے اس اثر کے بھی قائل نہیں رہے تھے جسمانی کمزوری و ذہنی انتشار اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

۶۔ ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

معنی الفاظ: لالہ۔ پوست کا پھول۔ گل۔ گلاب کا پھول۔ نسریں۔ سیوتی سفید رنگ کا پھول۔ اثبات۔ ثبوت دینا۔ بہار۔ پھول کھلنے کا خوش گوار موسم۔

تشریح: غالب اس شعر میں یہ حقیقت بیان کرتے ہیں یہ پھول خواہ کسی قسم کا ہو، دل کش ہے۔ بشرطیکہ اپنے موسم میں ہو اور تر و تازہ۔ اصل چیز تازگی ہے جو موسم بہار میں ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان جوانی میں دلکشی و جاذبیت رکھتا ہے۔ خواہ کسی نسل کا ہو اور کسی رنگ کا۔ المختصر حسن جوانی کا دوسرا نام ہے۔

۷۔ سر پائے خم پہ چاہیے ہنگام بے خودی
رو سوئے قبلہ وقت مناجات چاہیے

معنی الفاظ: پائے خم۔ شراب کے مٹکے کا پیندا۔ (پا۔ پاؤں) خم۔ شراب کا مٹکا) ہنگام بے خودی۔ وقت بے خودی۔ سو۔ طرف۔ قبلہ۔ کعبہ
مناجات۔ بارگاہ ایزدی میں دعا اس کو حاضر ناظر خیال کر کے۔

۸ - یعنی بہ حسب گردشِ پیمانۂ صفات

عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیئے

معنی الفاظ: حسب - کسی شے کا اندازہ - شمار - گردش - چکر - پیمانہ - گلاس جس پر نشان ناپنے کے لئے لگے ہوں - صفات - جمع صفت کی، خاصیت، خوبی عمدگی - عارف - خداشناس - ذات - وجود، اصلیت -

(قطعہ بند)

تشریح: یہ دونوں اشعار ایک دوسرے سے خاص تعلق رکھتے ہیں - دوسرا شعر پہلے شعر کے مصرع ثانی کی وضاحت کرتا ہے - اس شعر میں غالب فلسفہ ذکرِ الٰہی بیان کرتے ہیں - جو عرفان الٰہی کا ذریعہ ہے اور صوفیائے کرام کا عین مقصود ہے - معرفت الٰہی حاصل ہو جانے پر عارف الٰہی کی کیفیت اس بے خود اور سرمست کی سی ہو جاتی ہے - جس نے اتنی شراب پی لی ہو کہ تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہا - حتیٰ کہ زبان بھی خاموش ہو گئی ہو -

پہلے شعر کے مصرع اول میں غالب کہتے ہیں کہ شراب پیو تو مٹکے کے پاس بیٹھ کر پیو تاکہ کمی بیشی کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور اتنی پیو کہ بدمست ہو کر سر مٹکے کے پیندے سے لگ جائے - اور اسی طرح جب خدا کی طرف رجوع کر کے دعا کرو (ذکر الٰہی کرو) تو قبلہ یعنے خانۂ خدا کی طرف منہ کر کے کرو - اور اسمائے الٰہی جو صفات الٰہی کے حامل ہیں اور شراب کا سا کیف رکھتے ہیں - کے ورد سے ویسی ہی وجدانی کیفیت حاصل کرو جو ایک شرابی کو جام شراب کا دور چلنے پر سرور میں ملتی ہے - ایک ان دیکھی ذات کی مکمل تصویر اس کی صفات ہی کو ذہن نشین کر کے کھینچی جا سکتی ہے - پھر وہی کیفیت جو مواحد اعظم حضرت ابراہیمؑ پر خانہ کعبہ کی بارگاہ الٰہی سے مقبولیت کی خبر ملنے پر طاری ہوئی تھی - اور طواف کعبہ کی صورت میں ظاہر ہوئی - طاری ہو جانا لازمی ہے خانہ کعبہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آنے پر قلب سلیم میں حضرت ابراہیم کی طواف کعبہ کے وقت کی تصویر کھنچ جاتی ہے - ان اشعار میں توحید کامل کی تلقین بھی کی ہے یعنی

خدائی ذات سے براہ راست تعلق رکھو۔ کسی کا وسیلہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہر چیز اسی کے سر چشمہ سے لو تاکہ پوری تسکین ملے اور تشنہ کامی کی شکایت باقی نہ رہے۔

۹۔ نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیئے

معنی الفاظ: نشو و نما۔ پھولنا پھلنا۔ اصل۔ جڑ۔ فروع۔ جمع فرع، شاخیں، ٹہنیاں خاموشی سے یہاں مراد۔ سوچ و بچار جو خاموشی میں ہی ہو سکتی ہے۔ جو بات چاہیئے۔ کہنے کے قابل بات۔

تشریح:۔ اس شعر میں مرزا غالب نے ایک ایسی حقیقت بیان کی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو انسان بہت سے مصائب سے محفوظ رہ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ جس طرح ایک درخت کی ٹہنیاں اس کی جڑ اور تنے سے نکلتی ہیں اور پھولتی پھلتی ہیں اسی طرح کہنے کے قابل بات بھی خاموشی یعنی سوچ و بچار سے ہی پیدا ہو کر اپنے مفید نتائج دکھا سکتی ہے۔

غزل نمبر ۱۳۰

۱۔ بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہے با اندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

معنی الفاظ:۔ بساط۔ فرش، پونجی۔ عجز۔ ناتوانی۔ بے بسی۔ مفلسی۔ باندازِ ڈھنگ۔ وضع۔ چکیدن۔ ٹپکنا۔ سرنگوں۔ سر کے بل۔ الٹا۔ سر جھکائے ہوئے۔

تشریح۔ اس شعر میں غالب اپنی انتہائی بے کسی کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ ہمارے پاس مفلسی کی پونجی صرف ایک دل تھا اور اس میں بھی غم عشق نے ایک قطرہ خون باقی چھوڑا تھا۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ سر کے بل ٹپکنے کے لئے تیار ٹکا

رہا ہے۔ گویا یہ بھی چند لمحوں کا مہمان ہے۔ عاشق کے ڈوبتے ہوئے دل کی تصویر اس سے بہتر کھینچنا بہت مشکل ہے۔

۲۔ رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک انداز جنوں وہ بھی!

معنی الفاظ۔ شوخ۔ طرار۔ بے باک۔ میرے خیال میں یہ لفظ ان جملہ حرکات پر حاوی ہے جو معشوق کو معشوق بناتی ہیں۔ آزردہ۔ رنجیدہ، خاموش۔ چندے کچھ روز۔ تکلف۔ بناوٹ۔ نمائش۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے معشوق سے کچھ دن بناوٹی ناراضگی کا اظہار کیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ بھی ایک عاشقانہ انداز تھا۔

۳۔ خیال مرگ کب تسکین دل آزردہ کو بخشے
مرے دام تمنا میں ہے اک صید زبوں وہ بھی

معنی الفاظ: مرگ۔ موت۔ تسکین۔ سکون۔ دل آزردہ۔ غمزدہ دل۔ دام۔ جال۔ صید۔ شکار۔ زبوں۔ حقیر۔ بے چارہ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرے غمزدہ دل کو موت کے تصور سے کوئی سکون نہیں ملتا۔ جہاں اور بہت سی تمنائیں ہیں ان میں ایک حقیر سی تمنا یہ بھی ہے (یعنی مرنے کی آرزو)۔

۴۔ نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعث افزائش درد دروں وہ بھی

معنی الفاظ: کاش۔ کلمہ تمنا۔ آرزو۔ نالہ۔ فریاد۔ ہمدم۔ رفیق۔ دوست۔ باعث۔ سبب۔ افزائش۔ زیادتی۔ درد دروں۔ اندرونی تکلیف۔ درد عشق، جو ظاہر نہیں ہوتا۔

تشریح: غالب فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں تھا کہ فریاد کرنے سے درد دل میں اضافہ ہوتا ہے۔ ورنہ میں ایسا نہ کرتا غالب اپنی اس حرکت پر پشیماں ہیں۔ چونکہ وہ

خیال کرتے تھے کہ نالہ کشی درد دل کا باعث ہو گا۔

۵۔ نہ اتنا بُرشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ

میرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی

معنی الفاظ: برش۔ کاٹ، تیزی۔ جفا، ستم، ظلم۔ ناز۔ فخر۔ بیتابی۔ تڑپ

موج۔ لہر۔

تشریح: غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ آپ اپنے ستم کے اثر پہ فخر نہ کریں۔ یہ بھی میری بے چینیوں کے اسباب میں سے ایک ہے۔ تنہا نہیں جس پر ناز کیا جائے۔ خون آلودہ تیغ اور موجِ خون کی مناسبت قابلِ غور ہے غالب دل کو دریائے بیتابی کہتے ہیں اور خون میں بھری ہوئی تلوار کو اس دریا کی اک لہر۔

۶۔ مے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجیے

لئے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

معنی الفاظ: مے عشرت۔ عیش۔ خوشی۔ خواہش۔ طلب۔ مانگ۔ ساقی شراب پلانے والا۔ گردوں۔ آسمان۔ جام۔ شراب پینے کا پیالہ۔ واژگوں۔ برگشتہ۔ الٹا۔ یہاں اس سے مراد خالی ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ فلک سے عیش و آرام کی تمنا کرنا عبث ہے اس کے پاس دو چار جام ہیں بھی سو الٹے رکھے ہوئے ہیں۔ یعنی خالی ہیں۔ محرومی کے آثار ظاہر ہیں آسمان دیکھنے میں الٹا ہوا پیالہ معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ میرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں

خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی ا

معنی الفاظ: شوق۔ آرزو، تمنا۔ وصل۔ ملاقات۔ شکوہ۔ شکایت۔ ہجراں۔ جدائی۔ فراق۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرے دل میں دو آرزوئیں ہیں ایک تو معشوق سے ملاقات کی اور دوسری اس سے شکوہ فراق کرنے کی۔ خداوند کریم وہ دن دکھائے

کہ میری یہ دونوں تمنائیں پوری ہو جائیں۔ یعنی وصل یار نصیب ہو جائے اور گلہ و شکوہ کے لئے وقت بھی کافی ملے۔

غزل نمبر ۱۳۱

۱۔ ہے بزم بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

معنی الفاظ: بزم۔ مجلس۔ بتاں۔ جمع بت، معشوق۔ سخن۔ بات۔ آزردہ۔ ناراض ناخوش۔ لب۔ ہونٹ۔ تنگ آنا۔ عاجز آنا۔ بیزار ہونا۔ خوشامد طلب۔ چاپلوس

تشریح: حسینوں کو اپنی مجلس میں عشاق کا اظہار جذبات ناگوار گزرتا ہے۔ اسی خیال کے تحت غالب بھی خاموش ہیں۔ مگر جذبات کی شدت گویائی کا تقاضہ کرتی ہے۔ لیکن ہونٹ ہیں کہ کھلتے نہیں۔ غالب ہونٹوں کی اسی حرکت کو معشوق کی خوشامد پہ محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایسے خوشامد طلبوں سے بیزار ہیں۔ ہمیں یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوتی کہ مجلس یار میں دل کی دل میں ہی لئے بیٹھے رہیں۔

۲۔ ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا
یک بار لگا دو خم مے میرے لبوں سے

معنی الفاظ: دور۔ گردش۔ قدح۔ شراب کا پیالہ۔ وجہ۔ سبب۔ پریشانی دکھ۔ انتشار۔ صہبا۔ شراب انگوری۔ یک بار۔ ایک ہی دفعہ۔ خم۔ شراب کا مٹکا۔

تشریح: غالب اپنے شوق مے نوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شراب کا مٹکا ہی میرے ہونٹوں سے لگا دو پیالے میں ڈال کر بار بار دینے سے شراب کو بلا وجہ تکلیف دیتے ہو، ایک دو پیالوں سے میرا کیا نہیں ہو سکتا۔

۳۔ رندانِ درِ مے کدہ، گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

معنی الفاظ: رند۔ آزاد۔ شرابی۔ در۔ دروازہ۔ مے کدہ۔ شراب خانہ۔ گستاخ شریر۔ بے ادب۔ زاہد۔ متقی۔ پرہیزگار۔ زنہار۔ خبردار۔ کبھی بھی۔ ہرگز طرف ہونا۔ طرف شدن۔ مقابل آنا۔ منہ لگنا۔

تشریح: غالب زاہد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ شرابی لوگ گستاخ ہوتے ہیں ان بے ادبوں سے کبھی بھی منہ نہ لگنا۔ ورنہ بلا وجہ بے عزتی ہوگی۔ ذوق بھی اسی قسم کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔

؎ رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۴۔ بے داد وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

معنی الفاظ: بے داد۔ ظلم۔ وفا۔ دوستی کا نبھانا۔ جان۔ روح۔ ربط۔ لگاؤ تعلق۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ معشوق کی زیادتی دیکھو حالانکہ میری جان لبوں پر تھی۔ مگر آزمائش وفا جاری رہی۔ حتیٰ کہ میری روح نے لبوں سے بھی تعلق چھوڑ دیا ایک اور جگہ پر اسی قسم کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔

؎ میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

غزل نمبر ۱۳۲

۱۔ تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

تشریح: غالب مجلس یار میں موجود نہیں ہیں۔ سب اہل مجلس ان کی غیر حاضری کا اظہار کرتے ہیں۔ محبوب خاموشی سے سن لیتا ہے۔ مگر خود کچھ نہیں کہتا۔ غالب معشوق کے

اس رویّہ کو کم التفاتی خیال کرتے ہیں اور الخاموشی نیم رضا کو اس مصلحت پر مبنی خیال کرتے ہیں کہ ان کو غالب ؔ شکایت کا موقعہ نہ ملے۔

۲۔ غالب تیرا احوال سنا دیں گے ہم ان کو
وہ سن کے بلا لیں یہ اجارا نہیں کرتے

معنی الفاظ : احوال۔ حال ۔ اجارا ۔ دعوے۔ ٹھیکہ ۔

تشریح : تخیل کا وہی سلسلہ ہے جو پہلے شعر میں ہے ۔ معنی صاف ہیں ۔ محتاج تشریح نہیں ۔

غزل نمبر ۱۳۳

۱۔ گھر میں تھا کیا کہ تیرا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

معنی الفاظ : حسرت : آرزو ۔ تمنّا ۔

تشریح : غالب تمام عمر کرایہ کے مکان میں رہے ۔ اور اپنا ذاتی گھر بنانے کی حسرت دل کی دل ہی میں رہی ۔ غم عشق میں خانگی سامان کی فکر کرنے کا خیال کسے تھا جو کچھ ہوتا لاپرواہی میں وہ ضائع جاتا ۔ اسی حالت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔

غزل نمبر ۱۳۴

۱۔ غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

تشریح ۔ علم نجوم پر اعتقاد رکھنے والے دنیا کی ہر مصیبت کو فلک کج رفتار کی گردش پر محمول کر دیتے ہیں اور جفا پیشہ معشوق بھی اس صفت میں فلک سے ملتا جلتا ہے ۔ غالب غم روزگار میں مبتلا ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ بوجھ کبھی ہلکا بھی ہوا اور اتنی مہلت ملی بھی کہ ذرا سر اٹھا سکوں تو آسمان پر نظر پڑتے ہی تیری جفاؤں کا خیال آ کر تیری یاد

تازہ ہو جاتی ہے۔ اور غم عشق میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ غالب کا عقیدہ ہے کہ دل اور غم لازم و ملزوم ہیں اگر غم عشق نہیں ہے تو غم روزگار۔ اور غم روزگار نہیں تو غم عشق ہوگا ایک اور جگہ اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

~ غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

۲۔ کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یا رب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

معنی الفاظ: مکتوب۔ خط۔

تشریح: کاغذ جل جانے پر اس کی تحریر عیاں ہو جاتی ہے۔ اور جلے ہوئے کاغذ کی سیاہی کے مقابل میں سفید رنگ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے غالب کہتے ہیں کہ میرا معشوق، یہی نہیں کہ میرا خط بغیر پڑھے پھاڑ دیتا ہے۔ بلکہ اس نے خط کے جلانے کی بھی قسم کھائی ہے ایسی حالت میں مضمون خط اس پر واضح ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں رہا۔

۳۔ لپٹنا پرنیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت، دل میں سوز غم چھپانے کی

معنی الفاظ۔ پرنیاں۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو بہت جلد آگ پکڑتا ہے۔ موجودہ زمانہ کا نائیلون۔ حکمت۔ تدبیر۔ ترکیب۔ سوز۔ جلن۔ غم عشق۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ پرنیاں میں آگ لپیٹ کر رکھنا آسان ہے لیکن غم عشق کو دل میں چھپا کر رکھنا اس سے کہیں مشکل ہے۔ یعنی عشق کا راز میں رہنا مشکل ہے۔

۴۔ انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیر گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی

معنی الفاظ: شوخی۔ ہوشیاری۔ چالاکی۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ معشوق گھر سے تو سیر گل کا بہانہ کر کے نکلا ہے۔ مگر

دراصل حقیقت وہ اپنے ناز و ادا کے زخموں کو دیکھنا چاہتا تھا۔
گلاب کے پھولوں کو رنگ کی رعایت سے دل کے زخموں سے تشبیہہ دی ہے
ایک اور جگہ کہا ہے۔

ع غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل
خون کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا

۵۔ ہماری سادگی تھی التفات ناز پہ مرنا
تیرا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

معنی الفاظ: سادگی۔ بھولا پن۔ التفات۔ مہربانی کرنا۔ توجہ کرنا۔ ناز۔ ادا یہاں معشوق کے لئے کہا ہے۔ جو سراپا ناز ہے۔ یعنی نازنین۔ تمہید۔ پیش خیمہ۔ ابتدا۔

تشریح: غالب کا معشوق اس کے پاس آیا مگر کھڑا کھڑا، مرزا اس کے آنے کو توجہ خاص سمجھ کر بہت خوش ہوئے لیکن فوراً واپسی پر ملول ہوئے۔ انہی جذبات کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۶۔ لگد کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

معنی الفاظ: لگد کوب۔ پاؤں سے روندنا۔ پامال کرنا۔ حوادث۔ جمع حادثہ مصیبت۔ تحمل۔ برداشت۔ ضامن۔ ذمہ دار۔

تشریح: غالب عمر کے آخری حصہ میں جسمانی اور ذہنی انتشار سے مضمحل ہو گئے تھے اس حالت کا مقابلہ جوانی کے ایام سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص جوانی کے عالم میں معشوق کے ناز اٹھانے کی ہمت رکھتا تھا آج اس حالت کو پہنچ گیا کہ غم روزگار جو غم عشق سے کمتر ہے کی برداشت نہیں کر سکتا۔

۷۔ کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زماں غالب
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

معنی الفاظ : خوبی - تعریف - گن - جوہر - اوضاع - جمع وضع کی - روش - طرز
انبا - جمع ابن کی - بیٹا - زمان - زمانہ - ابنائے زمان - ابن الوقت -
تشریح : غالب کو اپنے ملنے والوں میں یاران شاطر تو بہت ملے - مگر یار غار کم -
اسی تلخی تجربہ کا اظہار اس شعر میں کیا ہے - غالب کہتے ہیں ابن الوقت لوگوں کے کیا کیا
گن گاؤں - مختصر یہ کہ جس سے ہم نے بار ہا نیکی کی تھی - اس نے ہمارے ساتھ برائی کی -

غزل نمبر ۱۳۵

۱ - حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوش گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

معنی الفاظ : حاصل - نتیجہ - پھل - ہاتھ دھو بیٹھنا - نا امید ہو جانا - مایوس ہونا -
آرزو خرامی - جذبہ آرزو - آسامی - کسان - لین دین رکھنے والا - ڈوبی
ہوئی - جس سے رقم وصول ہونے کی کوئی توقع نہ ہو - جوش گریہ - رونے
کی زیادتی -

تشریح : غالب اس شعر میں انتہائی مایوسی کا اظہار کرتے ہیں - فراق یار میں آنسوؤں
کے دریا بہا دیتے ہیں مگر معشوق پر کوئی اثر نہیں ہوا - دل جو تمناؤں کا گہوارہ ہے ،
اسے ڈوبی ہوئی اسامی بتاتے ہوئے خود کو آرزوؤں کے بار آور ہونے کی امید نہ
رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں -

۲ - اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے
میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغ نا تمامی

معنی الفاظ : شمع - موم بتی - داغ - دھبہ، جلنے کا نشان - ناتمام - نامکمل -
پوری طرح نہ جلا ہوا -

تشریح : موم بتی کا کام خود پگھلنا جلنا اور اپنے ماحول یا انجمن کے لئے روشنی مہیا کرنا
ہے - اس کا ادھ جلا ہونا علامت ہے اس بات کی کہ یا تو انجمن قبل از وقت منتشر ہو گئی

یا اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جو بجھا دیا گیا۔ دونوں صورتوں میں اس ادھ جلے موم بتی کے ٹکڑے کی بے قصوری ظاہر ہے۔

ورنہ اس کا مقصد وجود تو اسی وقت پورا ہوتا جبکہ موم کا آخری ذرہ پگھل کر اور دھاگے کا آخری تار جل کر روشنی میں تبدیل ہو جائے۔ غالب کے خیال میں انسان کی معیاری زندگی بھی شمع کی طرح ہونی چاہیئے۔ وہ اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے اور معاشرہ کے دلوں میں گدازی اور دماغ میں روشنی پہنچانے کا سامان کرے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ اس کا اپنا دل گداختہ ہو اور جاں پر سوز غالب میں یہ دونوں خوبیاں موجود تھیں اور پنشن کے قضیہ میں ناکامیابی کے بعد تو اس کی شاعری کا موضوع حقائق زندگی و نکات حکمت کا بیان ہی رہ گیا تھا۔

اس کی انتہائی خواہش تھی کہ آخری دم تک یہ کام انجام دیتا رہے مگر بد قسمتی مقدر ہو چکی تھی۔ اسے فیضی کی طرح اکبر اعظم جیسا مربی نہیں ملا جو مخالفوں کو روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا بلکہ خاندان تیموریہ کا آخری ٹمٹماتا چراغ ابوظفر بہادر شاہ۔ نہ ہی عرفی جیسا بلند خیال اور فارسی زبان کا ماہر مد مقابل شاعر جو اس کے اشہب فکر کے لیے مہمیز کا کام دیتا بلکہ اس کی بجائے شیخ محمد ابراہیم ذوق جیسا الفاظ سے کھیلنے اور کاغذی گلدستہ بنانے والا شاعر علما اور امرا جو اس کے خیالات اور کلام کی قدر کرتے باقی نہیں رہے اور عوام کی حالت خود اس کے الفاظ میں یہ تھی ؎

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین!

اپنے کو اس کس مپرسی کے عالم میں پا کر غالب یہ شعر کہنے پر مجبور ہو گیا اس پس منظر میں غالب کا مفہوم صاف ہو جاتا ہے۔

غزل نمبر ۱۲۶

۱۔ کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے جس میں کہ یک بیضۂ مور آسمان ہے

معنی الفاظ: کیا۔ کس قدر۔ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔ ستم زدگان۔ ستم رسیدہ۔ مظلوم۔ بیضہ۔ انڈا۔ مور۔ چیونٹی۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی قوم کی جس پر ۱۸۵۷ء کے بعد عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا، مصیبتوں کی زیادتی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مصیبت زدوں کی دنیا اتنی تنگ ہو گئی ہے کہ چیونٹی کے انڈے کا خول اس کے لئے آسمان کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے

پرتو سے آفتاب کے ذرّے میں جان ہے

معنی الفاظ: کائنات۔ دنیا کی اشیا۔ حرکت۔ جنبش۔ تڑپ (علامت زندگی)۔ ذوق۔ عشق۔ پرتو۔ عکس۔ پرچھائیں۔ آفتاب۔ سورج۔

تشریح: ضمیر (تیرے) کا مرجع وجود مطلق یعنی باری تعالیٰ ہے۔ غالب کہتا ہے کہ اے وجود مطلق دنیا کی جتنی چیزیں نظر آ رہی ہیں ان میں زندگی کے جو آثار پائے جاتے ہیں۔ وہ محض اس لئے ہیں کہ تو جو سراپا حرکت (انرجی) ہے۔ ان کی رگوں میں رچا ہوا ہے ورنہ بذاتہٖ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ریت کا ایک ذرہ اس وقت تک نظر میں جگہ نہیں پاتا جب تک کہ سورج کی کرن اسے روشنی نہیں دیتی۔ مسئلہ وحدت الوجود کی جھلک نمایاں ہے۔

۳۔ حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ

غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے

معنی الفاظ: حالانکہ۔ حال آں کہ۔ حقیقت یہ ہے۔ سیلی۔ تھپڑ۔ طمانچہ۔ خارا۔ پتھر۔ لالہ رنگ۔ سرخ رنگ۔ غافل۔ حقیقت ناشناس۔ ناواقف۔ شیشہ۔ شراب کا گلاس۔ بوتل۔

تشریح: اس شعر میں غالب اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ ظاہر بین لوگ میری اندرونی کیفیت سے واقف نہیں وہ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ شیشہ، شراب، عیش و عشرت کا نشان ہے دیکھنے والے جب غالب کے سامنے شراب کی بوتل رکھی دیکھتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ

وہ عیش کر رہا ہے حالانکہ اس کا دل خون ہو رہا ہے وہ شراب کو پتھر لگنے سے شیشہ کا خون ہونے سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے شیشہ میں شراب نہ سمجھو یہ تو شیشے میں پتھر لگنے سے جو زخم پیدا ہوا اس کا رستا ہوا خون ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گلاس پر پتھر لگنے سے اس کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور خون نہیں بہتا۔ مگر بادہ گل رنگ سے بھری ہوئی بوتل دیکھ کر اور اپنے اندرونی کرب کا احساس کر کے جو خیال پیدا ہو سکتا تھا۔ اس کو اس سے بہتر شعری صورت دینا مشکل ہے۔

۴۔ کی اس نے گرم سینۂ اہل ہوس میں جا

آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

معنی الفاظ: جا گرم کرنا۔ بیٹھنا، قیام کرنا۔ اہل ہوس۔ نفس پرست۔

تشریح: غالب کے معشوق نے اس کے رقیب سے تعلقات استوار کر لیے۔ حالانکہ وہ نفس پرست ہے اس کا دل سوز عشق سے خالی۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے اس انتخاب کی وجہ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ رقیب کا دل محبت کی گرمی نہ ہونے کی وجہ سے سرد ہے۔ اس لئے محبوب نے اپنا ٹھکانا وہاں بنا لیا ہے چونکہ گرم جگہ کی بجائے ٹھنڈی جگہ میں زیادہ آرام ملتا ہے۔

۵۔ کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا

بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

معنی الفاظ: کیا خوب۔ کلمہ طنز و تعریف۔ سبحان اللہ۔ کیا کہنا۔ غیر۔ رقیب منہ میں زبان رکھنا۔ طاقت گویائی رکھنا۔ بات کر سکنا۔

تشریح: غالب کا معشوق ان کے پاس آیا۔ قرائن سے اندازہ ہوا کہ غیر کو بوسہ دے کر آیا ہے پوچھنے پر اس نے انکار کر دیا۔ غالب کو یقین نہیں آیا مگر بات کو بڑھانا نہیں چاہا۔ اسی خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا کہا غیر کو بوسہ نہیں دیا بس خاموش رہیئے ورنہ ہم بھی حقیقت کا اظہار کر سکتے ہیں۔

۶۔ بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوار یار میں فرماں روائے کشور ہندوستان ہے

معنی الفاظ : فرمان روا۔ حکمران۔ بادشاہ۔ کشور۔ سلطنت۔

تشریح ۔ غالب معشوق کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے کو کامرانی کی انتہا خیال کرتے ہیں۔ اس خیال کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے محبوب کی دیوار کے سایہ میں بلامزاحمت غیرے بیٹھا ہوا ہو اسے وہی جاہ و جلال اور عیش میسر ہے جو بادشاہ ہندوستان کو حاصل ہو سکتا ہے۔

۷۔ ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا

کس سے کہوں کہ "داغ جگر کا نشان ہے"

معنی الفاظ : ہستی۔ وجود۔ موجودگی۔ اعتبار (ثبوت) یقین۔ بھروسہ۔ اعتماد۔

تشریح : جگر اعضائے رئیسہ میں سے ایک ہے۔ اور زندگی کی علامت۔ غم برداشت کرنا اس کا کام خیال کیا جاتا ہے مگر غالب کا جگر غم سہتے سہتے ختم ہو گیا اور اس نے داغ کی صورت اختیار کر لی۔ اس کیفیت کو غالب نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ غم نے میرے جگر کا وجود تک مٹا دیا ہے۔ اور اب صرف داغ باقی ہے۔ ایسے میں کسی کو کیا بتاؤں کہ میں زندہ ہوں اور یہ جگر کا نشان ہے۔ کوئی بھی میری اس بات کا یقین نہیں کرے گا۔

۸۔ ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر

غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

معنی الفاظ : بارے۔ الغرض۔ نامہربان۔ کم توجہ۔ کم التفات۔

تشریح : غالب کا معشوق نامہربان ہے اس کی طرف جتنی توجہ کرنی چاہیئے نہیں کرتا۔ مگر غالب اس کی کم التفاتی کو معشوق کو اپنی (غالب) وفاداری پر اعتماد کی طرف محمول کرتا ہے۔ اور اس میں خوشی کا سامان پا لیتا ہے۔

معشوق کو یقین ہے کہ اس کی کم رخی سے غالب کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئے گی۔ جبکہ غیر وفا کا پاس نہ کرتے ہوئے کم توجہ ہونے پر راہ فرار اختیار کرے گا۔

غزل نمبر ۱۳۷

۱۔ درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے

کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

معنی الفاظ: درد۔ دکھ۔ تکلیف۔ بے قراری۔ بے چینی۔ ہائے ہائے افسوس۔ غفلت شعاری۔ لاپرواہی۔

تشریح: غالب مغل بچہ ہوتے ہوئے عاشق مزاج تو بچپن سے ہی تھے۔ مگر شباب آنے پر معشوق فریبی بھی آگئی۔ غزل زیر غور ایک ایسی ہی فریب خوردہ جوان مرگ محبوبہ کا مرثیہ ہے۔ ابتدائے محبت میں وہ غالب کی طرف سے لاپرواہی برتتی تھی۔ مگر جب اس کے دل میں بھی غالب کی محبت رچ گئی تو جس وقت غالب کو کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ اور یہ احساس غالب کی تکلیف میں اضافہ کر دیتا تھا۔ اسی کیفیت) کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتا ہے کہ اے ظالم تیری وہ پہلی سی لاپرواہی کہاں گئی۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ تو میری تکلیف کا احساس کر کے بے چین رہتا ہے۔

۲۔ تیرے دل میں گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ

تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

معنی الفاظ: آشوب۔ طوفان۔ ہل چل۔ غم۔ رنج۔ حوصلہ۔ ہمت طاقت۔ برداشت۔ غمگساری۔ ہمدردی۔

تشریح: وہی تسلسل خیال جاری ہے۔ غالب محبوبہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ اگر تیرے دل میں میرے غموں کے طوفان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ تو میری ہمدردی کاہے کو اختیار کی تھی۔

۳۔ کیوں میری غم خوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال

دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

معنی الفاظ: غم خوارگی۔ غمگساری۔ دوستداری۔ دوستی۔ خیر خواہی۔

تشریح : پھر اس خیال کا اظہار دوسرے طریق پر کیا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ تجھے میری غم گساری کا خیال کیوں آیا تھا۔ افسوس ہے تیرا مجھ سے محبت کرنا، اپنے ساتھ دشمنی کرنا تھا۔

۴۔ عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا؟

عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے

معنی الفاظ ۔ پیمان ۔ عہد وفا ۔ محبت کا نباہ ۔

تشریح : غالب کے محبوب نے عہد کیا تھا۔ کہ عمر بھر اُس کے ساتھ دوستی نباہے گا۔ مگر غالب اس پر بھی مطمئن نہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ تو نے عمر بھر کا عہد باندھا تھا۔ مگر عمر بھی تو ناپائیدار ہے۔ اس لئے اس پر کیا بھروسہ کیا جائے۔ افسوس ہے۔ عہد کی ناپائیداری کے اظہار کا انوکھا طریقہ ہے۔

۵۔ زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی

یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

معنی الفاظ : زہر لگنا ۔ برا لگنا ۔ ناگوار گزرنا ۔ آب و ہوا ۔ موسم ۔ آب و ہوائے زندگی ۔ زندگی گزارنا ۔ ناسازگاری ۔ ناموافقت ۔ مخالفت ۔

تشریح : غالب کا معشوق مر گیا۔ اس کے بعد غالب زندگی میں کوئی لذت محسوس نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ زندگی کو تیرے ساتھ موافقت نہیں تھی اس لئے اب مجھے زندگی بھی نہیں بھاتی ۔ افسوس ہے ۔

۶۔ گل فشانی ہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا؟

خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

معنی الفاظ : گل فشانی ۔ پھول بکھیرنا ۔ ناز ۔ ادا ۔ نخرہ ۔ چونچلہ ۔ جلوہ ۔ دیدار ۔ خاک ۔ زمین ۔ لالہ کاری ۔ بیل بوٹے ۔

تشریح : اب غالب دیدار یار سے محروم ہیں اس کا ذکر اس شعر میں کیا ہے ۔ کہ نظر فریب دیدار اب نصیب کیوں نہیں ہوتا ۔ پھر لالہ زار میں کھلے ہوئے پھولوں

کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ افسوس ہے تیرے جلووں نے یہ صورت اختیار کر لی ہے چونکہ غالب کا معشوق داغ الفت لے کر گیا تھا۔ اس لئے لالہ ہی کی صورت میں ظاہر ہو سکتا تھا۔ انتخاب لفظ قابل داد ہے ایسے ہی تخیل کے تحت ایک اور شعر کہا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

۷۔ شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پہ پردہ داری ہائے ہائے

معنی الفاظ: شرم ۔ ندامت ۔ غیرت ۔ رسوائی ۔ بدنامی ۔ نقاب ۔ پردہ جو منہ پہ ڈالا جائے ۔ گھونگھٹ ۔ ختم ہے ۔ انتہا ہے ۔ تمام ہے ۔

تشریح: غالب اپنے محبوب کے زیر خاک دفن ہونے کو راز عشق فاش ہو جانے پہ بدنامی کی ندامت سے بچنے کے جذبہ پر محمول کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں تو نے اپنے چہرہ پر خاک کا نقاب اس لئے ڈالا ہے کہ مبادا راز عشق کھل جانے پہ رسوائی ہو جائے ۔ تو نے محبت کی پردہ داری کی انتہا کر دی ہے افسوس ہے ۔

۸۔ خاک میں ناموس پیمان محبت مل گئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے!

معنی الفاظ: ناموس ۔ عزت ۔ عفت ۔ عصمت ۔ راہ و رسم ۔ میل جول ۔ طور طریقہ ۔ یاری ۔ دوستی ۔

تشریح ۔ غالب اپنے محبوب کو ناموس پیمان محبت کہتا ہے ۔ اس بات کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔ کہ وہ ناموس پیمان محبت خاک میں مل گئی ۔ افسوس ہے اس کے بعد دوستی کا طور طریقہ ہی ختم ہو گیا ۔

۹۔ ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا، زخم کاری ہائے ہائے

معنی الفاظ: تیغ آزما ـــــ تیغ زن ۔ معشوق ـــــ زخم کاری

مہلک زخم۔

تشریح: اس شعر میں ایک اور ادائے معشوق ملحوظ رکھ کر اس کے مرنے پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اب تو میرے تیغ زن محبوب کا وہ ہاتھ ہے، جس سے وہ مجھے قتل کرتا، بیکار ہو گیا ہے۔ افسوس ہے میری یہ تمنا کہ اس کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ میرے دل پر بھرپور وار کئے بغیر ہی مر گیا۔

۱۰۔ کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تار برشگال؛

ہے نظر خو کردہ اختر شماری ہائے ہائے!

معنی الفاظ: شب۔ رات۔ تار۔ تاریک، اندھیری۔ برشگال۔ موسم برسات۔ خو کردہ۔ عادی۔ اختر شماری ہائے ہائے۔ تارے گننا۔ انتظار میں جاگنا۔ بے چینی سے رات جاگ کر گزارنا۔

تشریح۔ معشوق کی زندگی میں غالب اس کی آمد کے انتظار میں رات تارے گن گن کر گزار دیتے تھے۔ اور اس کے عادی ہو گئے تھے۔ لیکن موسم برسات میں جو ہندوستان میں معشوق سے ملنے کا موزوں ترین موقع ہے۔ بوجہ آسمان پر بادلوں کے ہونے کے تارے بھی نظر نہیں آتے۔ اس لئے یہ وقت گزارنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی محبوب کی آمد سے بوجہ مرگ قطعی، مایوسی احساس جدائی کو تلخ تر کر دیتی ہے۔

۱۱۔ گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال

ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے!

معنی الفاظ: گوش۔ کان۔ مہجور۔ جدا، ناآشنا، محروم۔ نامراد۔ بے نصیب۔ جمال۔ حسن۔ تس پر۔ باوجودیکہ۔

تشریح۔ غالب کے معشوق نے نقاب خاک میں منہ چھپا لیا اور بات بھی نہیں کر سکتا۔ غالب کے کان اس کے پیغام کا مژدہ سننے کو ترستے ہیں اور آنکھیں دیدار کو۔ یہ بات غالب کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ افسوس غم زدہ اور دل ایک، بڑی زیادتی ہے۔ ایک اور شعر میں ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔

۵۔ میری قسمت میں غم گر اتنا تھا!
دل بھی یا رب کئی دیئے ہوتے

۱۲۔ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی الفت کا رنگ
رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے

معنی الفاظ: عشق۔ حد درجہ کی محبت جو مرض دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ اور حسین صورت کو دیکھنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ جذبات عقل پر غالب ہوتے ہیں ——
الفت۔ محبت اس میں عقل کی کارفرمائی زیادہ ہوتی ہے۔ اور صورت سے زیادہ سیرت وجہ تعلق ہوتی ہے۔ ذوق۔ شوق۔ لذت۔ خواری۔ ذلت۔ رسوائی۔

تشریح۔ اس شعر میں غالب نے عشق اور الفت کا لطیف فرق نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میرے محبوب کا انتقال ہوا۔ میرے دل میں ذوق رسوائی موجود تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشق کا نشہ باقی تھا اور اس نے الفت کی صورت اختیار نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا شروع کر دیا اور ضبط نہ کر سکا۔ جس سے رازِ عشق فاش ہو گیا۔ اگر محبت میں عقل کو دخل ہو جاتا تو صبر کرتا اور رازِ محبت چھپا رہتا۔ عشق محبوب کے ساتھ زیادہ عرصہ رہنے کے بعد الفت کا رنگ پکڑتا ہے۔ جبکہ صورت کی بجائے سیرت وجہ تعلق بن جاتی ہے جس کا موقعہ غالب کو نہیں ملا۔

غزل نمبر ۱۳۸

۱۔ سرگشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے
تسکین کو نوید کہ مرنے کی آس ہے

معنی الفاظ: سرگشتگی۔ حیرانی۔ پریشانی۔ فکر۔ عالم ہستی۔ جہان زندگی۔ عالم وجود
یاس۔ ناامیدی۔

تشریح۔ غالب تفکرات میں گھرے ہوئے ہیں اور زندگی سے بیزار۔ اس کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ پریشانیوں کی وجہ سے جہان زندگی کی ہر چیز سے

مایوسی ہو گئی ہے اب تو تسلی مر کر ہی ہو تو ہو تسکین کو ایک شخصیت قرار دے کر اسے مرنے کی امید ہونے کی خوش خبری دیتے ہیں۔

۲۔ لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر

اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

معنی الفاظ۔ آوارہ۔ بے ٹھکانہ۔ خبر لینا۔ خبر گیری کرنا۔ حفاظت کرنا۔ نگرانی کرنا

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی کم توجہی کی شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو معشوق کو دل دے چکا ہوں اور وہ میرے پاس نہیں ہے مگر معشوق ہے کہ دلداری نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ میرا دل ابھی میرے پاس ہے۔ جیسا کہ خسرو ایک جگہ کہتے ہیں۔

دلم بردی و دلداری نہ کردی

غم دادی و غم خواری نہ کردی

۳۔ کیجیے بیاں سرور تپ غم کہاں تلک

ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

معنی الفاظ: سُرور۔ فرحت۔ انبساط۔ ہلکا ہلکا نشہ۔ تپ۔ حرارت۔ سوز۔ غم رنج۔ صدمہ۔ عشق۔

تشریح: غالب غم عشق میں لذت محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شب ہجر کی سوزش میں جو مزا ہے۔ کیا بیان کروں۔ میرا تو رواں رواں شکر گزار ہے (غم دینے والے کا)۔

۴۔ ہے وہ غرور حسن سے بیگانہ وفا

ہر چند اس کے پاس دل حق شناس ہے

معنی الفاظ: غرور۔ نخوت۔ تکبر۔ گھمنڈ۔ بیگانہ۔ بے تعلق۔ اجنبی۔ وفا۔ دوستی نبھانا۔ حق شناس۔ فرض شناس۔

تشریح: غالب اپنے محبوب کی بے التفاتی کو حسن کے گھمنڈ کی طرف منسوب کرتے

ہیں۔ اگرچہ وہ جانتا ہے کہ غالب اس کا عاشق صادق ہے اور اس کے التفات کا مستحق، اس خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۵۔ پی جس قدر ملے شب مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

معنی الفاظ۔ شب ماہتاب۔ چاندنی رات۔ بلغمی مزاج۔ سرد مزاج۔ راس آنا۔ موافق آنا۔

تشریح: چاندنی رات ٹھنڈی ہوتی ہے اور خوش گوار اور شراب گرم مزاج ہے۔ جسم میں حرارت پیدا کرتی ہے۔ دونوں مل کر معتدل کیفیت پیدا کر دیتی ہیں اور کیف بڑھ جاتا ہے۔ ایک اور جگہ ایسا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔

ع غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر شب ماہتاب میں

۶۔ ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

معنی الفاظ: مکیں۔ مکان میں رہنے والا۔ شرف۔ بزرگی۔ عزت۔ فخر۔ اداس ویران۔ غمگین کرنا۔

تشریح: غالب اس شعر میں جنگل کے ویران ہونے کی ایک انوکھی توجیح کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس طرح مکان کی رونق اس کے رہنے والے سے ہوتی ہے اور اس کی غیر موجودگی میں گھر خالی خالی معلوم ہوتا ہے۔ وہی کیفیت مجنوں کے مرجانے کے بعد جنگل کی ہو گئی۔ چونکہ اس کا مکین وہی تھا جو نہیں رہا۔

غزل نمبر ۱۳۹

۱۔ گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

معنی الفاظ : اخفا ۔ چھپانا ۔ راز ۔ بھید ۔ محال ۔ مشکل ۔

تشریح ۔ غالب کے کلام پر اس کے ہمعصر یہ اعتراض کرتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ اس شعر میں غالب ایسا ہونے کا جو فائدہ ہے ۔ وہ بیان کرتے ہیں اور نئے طریق پر عام لوگ اپنے دل کا بھید چپ سادھ کر چھپاتے ہیں ۔ مگر غالب اپنے اشعار میں دل کی بات کہہ بھی جاتے ہیں ۔ اور کوئی سمجھتا بھی نہیں اس لئے راز بدستور راز ہی رہا ۔ جس پر غالب خوش ہیں ۔

۲ ۔ کس کو سناؤں حسرت اظہار کا گلہ ؟

دل فرد جمع و خرچ زباں ہائے لال ہے

معنی الفاظ : حسرت ۔ تمنا ۔ ارمان ۔ اظہار ۔ ظاہر کرنا ۔ بیان کرنا ۔ گلہ ۔ شکوہ ۔

فرد ۔ فہرست ۔ چٹھا ۔ زباں ہائے ۔ جمع زبان کی ۔ لال ۔ گنگ ۔ خاموش ۔

تشریح : غالب کا دل تمناؤں سے بھرا ہوا ہے اور سننے والا کوئی نہیں ۔ اس خیال کو اس شعر میں ادا کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ میرا دل تو بوجہ اظہار نہ کرنے کے تمناؤں (آمدنی و خرچ) کے حساب کی کتاب ہو گیا ہے ۔ جس میں جو آرزوئیں پوری ہوئیں اور جو باقی ہیں سب کا اندراج ہے ۔

۳ ۔ کس پردے میں ہے آئینہ پرداز اے خدا

رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے ؟

معنی الفاظ : آئینہ پرداز ۔ محو آئینہ داری ۔ ہیکل گر ۔ رحمت ۔ کرم بخشش ۔ مہربانی ۔

عذر خواہ ۔ معذرت خواہ ۔ لب بے سوال ۔ خاموش ۔

تشریح : غالب حسن ازلی (خدا) کے آنکھوں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے اس کا پس پردہ محو آئینہ داری ہونا خیال کرتے ہیں ۔ چونکہ ابھی اس کا میک اپ یعنی کار تخلیق مکمل نہیں ہوا غالب تمنائے دیدار تو رکھتے ہیں لیکن اظہار کی جرات نہیں کرتے ۔ بزبان حال مہربانی یعنی دیدار کے خواہشمند ہیں ایک اور جگہ کہا ہے ۔

تماشا کہ اے محو آئینہ داری   تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

۴۔ ہے ہے خدانخواستہ وہ اور دشمنی

اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

معنی الفاظ: ہے۔ کلمہ تنبیہ۔ تکرار سے شدت پیدا کرنا مقصود ہے۔ خدانخواستہ خدا نہ کرے۔ دعائیہ کلمہ ہے۔ شوق۔ آرزو۔ خواہش۔ یہاں مراد محبت و عشق ہے۔ منفعل۔ نادم۔ خجل۔ شرمندہ۔

تشریح: وفور محبت میں محبوب کی بعض حرکات پہ غالب کو اس پر دشمنی کا گمان ہونے لگتا ہے۔ لیکن دماغ صحیح حالات پہ آجانے کے بعد بدگمانی کی اصلاح کر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے باعث ندامت عشق، خدا نہ کرے، میرا محبوب میرا دشمن نہیں۔ تجھے یہ کیا خیال گزرا۔

۵۔ مشکیں لباس کعبۂ علی کے قدم سے جان

ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

معنی الفاظ: مشکیں۔ مشک۔ رنگ۔ سیاہ و مشک کی خصوصیت رکھنے والا۔ جس کی شہرت مشک کی طرح دور دور پہنچتی ہے اور قدر کی جاتی ہے۔ لباس۔ جامہ۔ یہاں مراد غلاف کعبہ جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ کعبہ۔ مسلمانوں کا قبلہ۔ علی۔ حضرت علی بن ابوطالب رسول اکرمؐ کے چوتھے خلیفہ چچازاد بھائی اور داماد، حضرت فاطمہؓ کے شوہر، جو کعبہ میں پیدا ہوئے۔ قدم۔ پاؤں۔ رفتار۔ مجازاً۔ واسطہ۔ دخل۔ دم۔ موجودگی۔ جان۔ آگاہ ہو۔ ناف۔ انسانی جسم کا مرکز۔ جو نال کٹنے کے بعد شکم پر نشان کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے، درمیان، بیچوں بیچ۔ غزال۔ ہرن بالخصوص مشک نافہ والا ہرن۔ مشک کا مواد رسولی کی شکل میں نافہ کے ارد گرد جمع ہو جاتا ہے۔

تشریح: حضرت علیؓ سے جو عقیدت غالب کو تھی۔ محتاج تحریر نہیں۔ غالب اپنے مخاطب سے کہتے ہیں کہ میری یہ بات دلنشین کر لے کہ کعبہ کی جو شہرت اور عظمت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ علیؓ اس کے اندر پیدا ہوئے تھے چونکہ کعبہ زمین کا مرکز ہے اس لئے اسے

نافہ غزال پر فوقیت حاصل ہے۔ چونکہ زمین پر عام حیوانی زندگی کے وجود کا انحصار ہے جس میں غزال بھی شامل ہے۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابو تراب بھی ہے۔ جس کے معنی مٹی کا باپ ہیں۔ مشک نافہ اور لباس سیاہ میں ملبوس کعبہ کی مماثلت ظاہر ہے۔

۶۔ وحشت پہ میری عرصہ آفاق تنگ تھا

دریا زمین کا عرق انفعال ہے

معنی الفاظ: وحشت۔ آدمیوں سے نفرت۔ دیوانگی۔ جنون۔ عرصہ۔ میدان۔ آفاق۔ دنیا۔ عرق۔ پسینہ۔ انفعال۔ شرمندگی۔ ندامت۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے جوش جنون کی شدت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ روئے زمین میری جولانی جنون کے لئے ناکافی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی تنگی کو محسوس کیا اور نادم ہوئی۔ دریا اس احساس ندامت کا پسینہ ہے۔

۷۔ ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ

عالم تمام حلقہ دام خیال ہے

معنی الفاظ: ہستی۔ وجود۔ فریب۔ دھوکا۔ عالم۔ کائنات۔ حلقہ۔ دائرہ۔ خانہ۔ دام۔ جال۔

تشریح: اس شعر میں غالب فلسفہ افلاطون کو بیان کرتے ہیں۔ جس کے نزدیک وجود باری تعالےٰ سے علیحدہ سب چیزیں خیال کی پیداوار ہیں۔ درحقیقت کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔

غزل نمبر ۱۴۰

۱۔ تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو

حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

معنی الفاظ: شکوہ۔ شکایت۔ گلہ۔ کھود کھود کے۔ طرح طرح سے پوچھنا۔ تاکید کے ساتھ پوچھنا۔ حذر۔ پرہیز۔ احتیاط۔ بچاؤ۔ آگ دبی ہے۔ آگ چھپی ہے۔ پوشیدہ ہے۔

تشریح: اس شعر کا پورا لطف وہی اٹھا سکتے ہیں جو حقہ کے رسیا ہیں یا ان کے پاس بیٹھنے والے۔ تمباکو اپنا پورا مزہ اس وقت دیتا ہے جب اس کو دھیمی دھیمی آنچ لگتی ہے اور اس کے لئے اپلوں کی آگ نہایت موزوں ہے۔ اس کے لئے ایک بڑے اپلے کو تھوڑی سی آگ کی چنگاری کے ساتھ راکھ میں دبا دیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ اپلا آگ پکڑتا جاتا ہے۔ دھواں تک بھی باہر نہیں نکلتا۔ وقت ضرورت لکڑی یا چمٹے سے راکھ کو ہٹا کر آگ لے لی جاتی ہے۔ اور جب تھوڑی آگ ہو اور راکھ جس کے نیچے دبی ہوئی ہے، زیادہ ہو تو کریدنا پڑتا ہے۔

غالب اپنے معشوق کی بعض باتوں سے ناخوش ہیں اور اس کی شکایت نہیں کرتے بلکہ دل میں ہی رکھے ہوئے ہے۔ اس کا محبوب غالب کے اس طرز عمل سے یہ بات محسوس کرتا ہے کہ غالب کو اس سے کچھ شکایت ہے اور شکوہ کی وجہ بالاصرار پوچھتا ہے۔ جس کا جواب غالب اس شعر میں دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے تم سے کیا شکایت ہے۔ کھود کھود کر نہ پوچھو، وہ اس آگ کی طرح ہے۔ جس کو راکھ میں دبا دیا ہو جو آگ میرے دل میں چھپی ہے۔ اس کو چھپی رہنے دو ورنہ تمھیں رنج ہونے کا احتمال ہے جس طرح آگ کریدنے سے ہاتھ جل جانے کا۔

۲۔ دلا، یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے، کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے، نہ آہ نیم شبی ہے

معنی الفاظ: الم۔ رنج۔ دکھ۔ مغتنم۔ غنیمت۔ گریہ۔ رونا۔ سحری۔ صبح کا وقت آہ۔ کلمہ افسوس۔ سانس۔ دم۔ نیم شبی۔ آدھی رات کے وقت کا۔

تشریح: آہ نیم شبی اور گریۂ سحری لوازمات ہجر میں سے ہیں اور پختگی عشق کی علامت، ابتدائے عشق میں دل میں ایک کسک یا جلن سی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے محبت ہے اور غالب کا دل اس احساس پر کچھ پریشان سا ہے۔ غالب اس کو تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دل غنیمت کر یہ تھوڑا سا درد دکھ ہی محسوس ہوتا ہے ورنہ عشق میں تو آدھی رات گئے آہیں بھرنا پڑتی ہیں۔ اور صبح دم رونا بھی۔ کسی اور شاعر نے بھی ایسا ہی

خیال ظاہر کیا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

غزل نمبر ۱۴۱

۱۔ ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا

ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

معنی الفاظ: غلط بردار۔ وہ اوزار جو کاغذ پر سے غلط الفاظ کھرچنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

تشریح: غالب کے معشوق نے اسے خط لکھا جس میں ایک جگہ لفظ "وفا" لکھا گیا تھا۔ جو کسی وجہ سے مٹ گیا تھا۔ غالباً ابھی سیاہی سوکھی نہ تھی۔ اور بند کرنے میں بے احتیاطی برتی۔ غالب کو موقعہ مل گیا اور معشوق کی بے وفائی کا طنزیہ طریق پر اظہار کر کے کہتے ہیں کہ خط میں "وفا" کا لفظ غلطی سے لکھا گیا تھا سو مٹ گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کاغذ جس پر خط لکھا تھا غلط بردار کی خصوصیت رکھتا ہے کہ جو بات سہواً لکھی گئی۔ اسے مٹا دیا جائے یا پڑھنے کے قابل ہی نہ چھوڑا جائے۔

۲۔ جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں

ہم نہیں جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے

معنی الفاظ: جی جلنا۔ غصہ آنا۔ ذوق فنا۔ آرزوئے موت۔ خواہش مرگ۔ ناتمامی۔ پیدا نہ ہونا۔ نفس۔ سانس۔ آتش بار۔ آگ برسانے والا۔ سخت گرم۔

تشریح۔ غالب مرنے کی آرزو کرتے ہیں اور باوجودیکہ معشوق کی محبت میں آہ گرم بھرتے ہیں۔ جل نہیں جاتے۔ اس بات پر انہیں غصہ آتا ہے۔ جی جلنا اور خود نہ جلنا قابل غور ہے۔

۳۔ آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا　　ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے

معنی الفاظ: درماندگی۔تکلیف۔مصیبت۔ نالہ۔ فریاد۔ناچار۔مجبور۔
تشریح: آگ بجھانے کے لئے جب اس پر پانی ڈالا جاتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس بات کو کم و بیش ہر شخص جانتا ہے مگر اس مشاہدہ سے غالب نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اس کا حصہ تھا۔ آگ کی زندگی اس کے شعلہ کے بلند ہونے میں ہے اور بجھنے میں اس کی آواز موت کی جانکنی کی سی کیفیت اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہر شخص تکلیف میں فریاد کرنے پہ اسی طرح مجبور ہے جس طرح بجھتے وقت آگ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ
جس کے جلوے سے زمین تا آسماں سرشار ہے

معنی الفاظ: بدمستی۔ نشہ میں۔ بے خودی۔ عذر خواہ۔ عذر کرنے والا یا معذرت چاہنے والا۔ جلوہ۔ تجلی نور۔ سرشار۔ نشہ میں چور۔ بدمست۔
تشریح: غالب اس شعر میں ہمہ اوست کے نظریہ کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ ایک ذرہ میں بھی اس سراپا نور کی شان نمایاں ہے جس کے نور سے زمین آسمان کی ہر چیز سرشار نظر آتی ہے۔ دوسرے طریق پر ایک اور جگہ یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرہ میں جان ہے

۵۔ مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

معنی والفاظ و تشریح۔ غالب اپنے محبوب کو "میری جان" کہا کرتا تھا لیکن کچھ ہی دن بعد زمانہ کے ہاتھوں اتنا تنگ آگیا تھا کہ زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔ محبوب نے گرمجوشی میں کمی محسوس کی اور غالب کا وہی فقرہ "میری جان" یاد دلا کر گلہ کیا یہ سرد مہری کیوں۔ غالب معذرت خواہ ہے اور کہتا ہے کہ آج کل تو میں اپنی زندگی (جان) سے بھی بیزار ہوں خدا کے لئے تو مجھے میرا اپنے متعلق وہ جملہ (میری جان) یاد نہ دلا۔ یہ جملہ اس

وقت زیب دیتا تھا۔ جب مجھے جان پیاری تھی۔ نا کہ آج کل جب کہ مجھے زندگی سے نفرت ہو گئی ہے۔

۶۔ آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا
تجھ پہ کھل جائے کہ اس کو حسرت دیدار ہے

معنی الفاظ : سرنامہ۔ عنوان۔

تشریح : غالب نے اپنے محبوب کو جو خط لکھا تھا اس کے عنوان پہ آنکھ کی شکل بنا دی تھی۔ اس شعر میں ایسا کرنے کی وجہ معشوق کو بتلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے عنوان خط پر جو آنکھ کی شکل بنائی ہے وہ اس لئے تھی کہ تم پہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مجھے تمہارے دیکھنے کی تمنا ہے۔

غزل نمبر ۱۴۲

۱۔ پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ مرے
کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

معنی الفاظ : پینس۔ ڈولی کی قسم کی ایک سواری جس میں امرا اور ان کی بیگمات سوار ہوا کرتی تھیں۔ اسے پالکی بھی کہتے ہیں۔

تشریح : کہار، ہندوستان کے اچھوتوں میں سے ایک قوم یا ذات جو ڈولی اٹھاتی تھی یا کندھے پہ اٹھا کر اور بار برداری کا کام کرتی تھی۔ کہار پینس اٹھا کر بہت تیزی سے لپک کر چلتے تھے۔ تا کہ منزل جلدی طے ہو جائے۔ اور بار اتوے آنا فانا ہی پاس سے گزر جاتے تھے۔ اور جب چلتے چلتے کندھا بوجھ سے دکھنے لگتا تھا تو ذرا رک کر یا ست قدم کر کے بدل لیتے تھے۔ جس میں چند سیکنڈ ہی صرف ہوتے تھے۔ غالب اس کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرا معشوق جب پینس میں سوار میری گلی سے گزرتا بھی ہے تو اگر کہار کندھا بدلنے کی ضرورت محسوس کریں تو انھیں کندھا بھی بدلنے نہیں دیتا۔ مراد یہ ہے کہ میرے گھر آنا تو کجا وہ میری گلی میں آنا وقفہ بھی گوارا نہیں کرتا جو کہار

کو ایک کندھے سے دوسرے کندھا بدلنے کے لئے درکار ہے۔

غزل نمبر ۱۴۳

۱۔ میری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہے

جسے کہتے ہیں نالہ وہ اس عالم کا عنقا ہے

معنی الفاظ: فضا۔کشادہ جگہ۔وسیع میدان۔حیرت آباد تمنا۔ بستی جہاں حیران کن تمنائیں رہتی ہوں۔عالم۔دنیا۔عنقا۔ایک خیالی پرندہ۔بے نظیر۔نایاب چیز۔

تشریح۔غالب کہتے ہیں کہ میری ذات میں اتنی تمنائیں اکٹھی ہو گئی ہیں کہ میں حیران ہوں کہ ان کا کیا بنے گا۔آنکھیں کھلی ہیں اور لب بند۔ہر آبادی کا پتہ اس کی فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں سے چل جاتا ہے مگر نالہ جو میری تمناؤں کا پتہ دے سکتا تھا۔وہ عنقا کی طرح نایاب ہے مطلب یہ ہے کہ میری تمناؤں کا علم میری خاموشی جو حیرانی کی وجہ سے ہے، کے باعث کسی کو نہیں ہو سکتا۔

۲۔ خزاں کیا؛ فصل گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو

وہی ہم ہیں۔قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

تشریح: غالب اپنے آپ کو اس پرندے سے تشبیہہ دیتے ہیں جو پنجرے میں بند ہو اور باغ سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو۔ممکن ہے یہ شعر اس زمانہ کا ہو جب غالب قید بھگت رہے تھے۔کہتے ہیں خزاں اور بہار کی تو وہ فکر کرے جو آزاد ہو۔قفس میں بند پرندہ کو تو اول آزاد ہونے کی فکر پڑی ہے (بال و پر اڑنے کا ذریعہ) یہ مطلب ہے کہ قیدی پر باہر کی دنیا کے رنج و راحت کا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔اسے تو قید ہونے کا غم ہی کافی ہے۔

۳۔ وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم

اثر فریاد دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

معنی الفاظ: دلبراں۔دلبر کی جمع۔محبوب۔اتفاقی۔اتفاقیہ۔غیر متوقع طور پر ہونا۔

ہمدم۔ دوست۔ حزیں۔ غمگین۔

تشریح: غالب اپنے دوست کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے دوست معشوقوں سے وفا کا اظہار یقینی بات نہیں؛ اگر کوئی خیال کرے کہ غمگین دلوں کی فریاد سے ہوتا ہے تو غلط ہے یہ تو کبھی کبھی اتفاقیہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ نہ لائے شوخیٔ اندیشہ تاب رنج نومیدی

کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

معنی الفاظ: کف۔ ہتھیلی۔ انسان افسوس کا اظہار دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں مل کر کرتا ہے۔

تشریح: قدیم زمانہ میں دستور تھا کہ عہد کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے۔ جس میں ہتھیلیاں ملتی تھیں۔ غالب کہتے ہیں کہ زندہ دل انسان مایوسی برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک تمنا نہ پوری ہونے پر اس کا بیقرار دل دوسری تمنا کو جنم دے دیتا ہے اس کا کف افسوس کرنا گویا دوسری تمناؤں کے پیدا کرنے کا عہد کرنا ہے۔

غزل نمبر ۱۴۴

۱۔ رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہے

نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہے

معنی الفاظ: بود۔ ہستی۔ چراغ کشتہ۔ بجھا ہوا چراغ۔ نبض۔ کلائی کی رگ جو زندگی کی حالت میں دھڑکتی ہے اور اطبا دل کی حرکت کا اندازہ اس سے کرتے ہیں۔ دود۔ دھواں۔ جب انسان کی جان لبوں پر ہوتی ہے اور واپسی کی توقع نہیں رہتی تو نبض کی حرکت ایسی ہو جاتی ہے جیسے دھواں اوپر چڑھتے وقت حرکت کرتا ہے۔ ہلکا لہراتا ہوا۔ اس کو دودی نبض کہتے ہیں۔ موم بتی کو بجھانے پر اگر غور کیا جائے تو دو باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک تو بتی کے سرے پر چمک چنگاری نما اور دوسرے چند سیکنڈ تک ہلکا سا دھواں اٹھتا ہوا۔ اس کے بعد موم بتی کا

آخری نشان ختم ہو جاتا ہے۔
تشریح :- اس منظر کو سامنے رکھ کر غالب اپنے آپ کو چراغ کشتہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ اے محبوب مجھ پر رحم کر میں جاں بلب گئے گھڑی کا ہوں میری نبض تو دو دی چل رہی ہے۔ آجا۔

۲۔ دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں
ورنہ یاں بے رونقی سُودِ چراغ کشتہ ہے

معنی الفاظ : دل لگی۔ ہنسی مذاق۔ عشق محبت۔ بے چین۔ بیقرار۔ آرزو۔ چاہ
بے رونقی۔ اداسی۔ سُود۔ سیاہ۔ نفع۔

تشریح : اس شعر میں غالب اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ زندگی میں چہل پہل عشق ہی کے دم سے ہے یعنی عشق ہیں زندگی کے چراغ کی لو ہے ورنہ ویسی ہی اداسی ہے جیسی بجھے ہوئے چراغ پر ہوتی ہے دوسرے الفاظ میں بغیر عشق زندگی بجھے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔

غزل نمبر ۱۴۵

۱۔ چشم خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلہ آواز ہے

معنی الفاظ : نوا۔ آواز۔ صدا۔ کوک۔ نوا پرداز۔ بولنے میں مشغول۔
شعلہ۔ آگ کی لو۔ آواز کو تیز ہونے کی وجہ سے شعلہ سے تشبیہہ دی ہے۔
مومن کہتا ہے ؏
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

تشریح : غالب کہتا ہے کہ معشوقوں کی آنکھ خاموش میں بھی بولتی ہے۔ یعنے اس کے دل میں جو بات ہوتی ہے اس کا اظہار کر دیتی ہے اور آنکھوں میں لگا ہوا سرمہ گویا اس کی تیز آواز کے شعلہ کا دھواں ہے۔

۲۔ پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہے

نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہے

معنی الفاظ: پیکر۔ جسم۔ ساز۔ باجہ۔ ستار۔ گویا۔ مانند۔ مثل۔ طالع۔ قسمت۔ نصیب۔ ناساز۔ ناموافق۔ گردش۔ گھومنا۔ چکر۔ سیارہ۔ ستارہ جو گردش کرتا ہے۔

تشریح:۔ غالب کہتا ہے کہ عاشق کا جسم بدنصیبی کے سیارہ کی مانند ہے اور اس کے نالے میں وہ آواز ہے جو سیارہ کی گردش میں آنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ دست گاہ دیدہ خونبار مجنوں دیکھنا

یک بیاباں جلوہ گل فرش پا انداز ہے

معنی الفاظ: دست گاہ۔ پہنچ۔ قدرت۔ خونبار۔ خون برسانے والی

تشریح: اس شعر میں غالب نے مجنوں کے عشق لیلیٰ میں خون کے آنسو بہانے کی فراوانی کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ مجنوں کی آنکھ سے آنسو بہنے کی کثرت کا نتیجہ دیکھو کہ پورے بیاباں پر ایسی گل کاری ہوگئی ہے جیسی پا انداز فرش پر ہوتی ہے۔

غزل نمبر ۱۴۲

۱۔ عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی

میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

معنی الفاظ: وحشت۔ دیوانگی۔ سودا۔ جو عشق کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔

تشریح: غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میری وحشت تم سے عشق کی وجہ سے ہے تو اگر اسے محض دیوانگی خیال کرتا ہے تو کیا کروں گا۔ لوگ تو میری وحشت کو تیرے عشق کی وجہ سے خیال کرتے ہیں اور یہ تیری شہرت کا سبب ہو گئی ورنہ تجھے کون جانتا تھا۔

۲۔ قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

معنی الفاظ: قطع کرنا۔ کاٹنا۔ چھوڑنا۔ تعلق۔ لگاؤ۔ رشتہ۔ واسطہ۔ عداوت۔ دشمنی۔

تشریح: غالب اپنے معشوق سے کہتا ہے کہ تو میرے ساتھ کچھ نہ کچھ واسطہ ضرور رکھ۔ اگر محبت کا نہیں تو عداوت کا ہی سہی۔ ایک اور جگہ کہتا ہے۔

؎ وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کیجیے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

۳۔ میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟ اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

معنی الفاظ۔ رسوائی۔ بدنامی۔ خلوت۔ تنہائی۔

تشریح: غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں عاشق صادق ہوں۔ بوالہوس نہیں۔ جس میں ملنے سے بدنامی کا ڈر ہو۔ خواہ وہ جلوت ہو یا خلوت۔ اگر مجلس میں باریابی کا موقع نہیں دیتا تو خلوت ہی میں بلا جہاں کوئی نہیں دیکھے گا۔

۴۔ ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

معنی الفاظ و تشریح: غالب کا معشوق اس کے رقیب کا اپنے سے محبت کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ اس پر غالب کہتا ہے کہ جب تجھے یقین ہے کہ میرا رقیب تجھ سے محبت کرتا ہے۔ تو پھر کیا ہم تجھ سے محبت کریں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے دشمن نہیں ہیں۔ جو مفت میں جان گنوائیں۔ غالب معشوق کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو دوسرے شعرا دیتے ہیں وہ برابری کا دعوے کرتا ہے ایک اور جگہ کہتا ہے۔

؎ وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا،
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

۵۔ اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

تشریح۔ غالب اصولاً نظریہ خود کفایت کے قائل تھے اور کوئی چیز دوسروں سے لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ساری عمر یہ ناخوشگواری برداشت کرنا پڑی۔ ایک باشعور انسان فطرتاً اپنے پیدا کرنے والی ذات کی نسبت

واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے مگر وہ نظر نہیں آتا۔ اس ذات بے ہمتا کی صاف تصویر نظروں کے سامنے آنے میں اگر کوئی چیز مدد دے سکتی ہے وہ انسان کی اپنی ذات سے واقفیت ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔ اور بہترین صلاحیتوں کی مالک مگر اس کی صحیح حدود اختیاری کا تعین کرنا مشکل ہے اور اکثر غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے غالب کہتا ہے۔ کہ خدا شناسی کے لئے خود شناسی کی ضرورت ہے اور اگر یہ پوری طرح حاصل ہونا ممکن نہیں تو اپنی ذات کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ بلکہ نظر انداز کر دو یہی غنیمت ہے کہ خود کو مخلوق سمجھ کر خالق کا تصور کر لو اور کیف و کم کے جھگڑے میں نہ پڑو۔

۶۔ عمر ہر چند کہ ہے برق خرام دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

معنی الفاظ: برق خرام۔ بجلی کی طرح۔ تیز رو۔ جلد ختم ہو جانیوالی۔ فرصت۔ مہلت وقفہ۔ دل خون کرنا عشق بازی کرنا۔

تشریح۔ غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ انسان کی زندگی بجلی کی سی رفتار سے جلد ختم ہو جانے والی ہے لیکن اگر اس میں عشق بازی کا موقع مل جائے تو غنیمت ہے۔

۷۔ ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ ہمیں عشق میں کامیابی نہیں ہوئی۔ جو بظاہر مصیبت ہے۔ مگر ہم وفاداری نہیں چھوڑ سکتے۔ بدستور معشوق سے محبت کرتے رہیں گے اور نبھائیں گے۔

۸۔ کچھ تو دے اے فلک نا انصاف

آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

تشریح: غالب عشق میں ناکامیاب ہیں اور ساتھ ہی آہ و فریاد کی بھی اجازت نہیں۔ چونکہ معشوق کو ناگوار گزرتا ہے۔ ایسی حالت انقباض میں غالب فلک کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اگر تو مجھے عشق میں کامیابی نہیں دیتا۔ تو کم از کم آہ و فریاد کی اجازت دے۔ اگلے وقتوں کے لوگ اپنی تمام مصیبتوں کو فلک کج رفتار سے منسوب کرتے تھے۔

۹۔ ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

معنی الفاظ: تسلیم۔ ماننا۔ قبول کرنا۔ سلام کرنا۔ خو۔ عادت۔ بے نیازی بے پروائی۔ تغافل۔

تشریح: غالب اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیری عادت تو بے پروائی کی ہو گئی۔ اب ہم بھی تیری ہر بات قبول کرنے کی عادت اختیار کر لیں گے۔ گلے شکوے کی الجھن میں کون پڑے۔

۱۰۔ یار سے چھیڑ چلی جائے اسد گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

تشریح: خیال کم و بیش وہی ہے جو اس غزل کے شعر نمبر ۲ کا۔ فرق یہ ہے کہ موجودہ شعر میں غالب خود سے مخاطب ہیں اور نمبر ۲ شعر میں معشوق سے۔ چونکہ معشوق عداوت کر سکتا تھا اس لئے شعر نمبر ۲ میں لفظ عداوت استعمال کیا اور خود ان کے بس میں حسرت ہی تھی۔ اس لئے شعر زیر غور میں یہ لفظ لائے۔

غزل نمبر ۱۴۷

۱۔ ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہے خندہ دنداں نما مجھے

معنی الفاظ: آرمیدن۔ ستانا۔ محنت کرنے کے بعد دم لینا تاکہ پھر کام کرنے کے لئے تیار اور تازہ دم ہو جائے۔ آرمیدگی۔ بیکاری۔ ستانے کی حالت۔
نکوہش ملامت۔ سرزنش۔ بجا۔ مناسب۔ خنداں دنداں نما۔ ایسی ہنسی، جس میں دانتوں کی سفیدی نمایاں ہو جائے۔ یہاں ایسی ہنسی مراد ہے جو کسی کی حماقت پر آئے اور تحقیر مطلوب ہو۔

تشریح: غالباً یہ شعر اس زمانہ میں کہا گیا جبکہ غالب اپنے گزارے کے سلسلہ میں جد و جہد کے بعد بظاہر ناکام ہو کر وطن واپس آ گئے تھے۔ مخالف طعنہ زن تھے۔ بس گزارا

میں اضافہ کر آئے۔ اور دوست کہتے تھے کہ نتیجہ کا میں انتظار کرتا تھا اور جد وجہد جاری رکھتے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر غالب کہتے ہیں کہ اس ستانے کے زمانے میں مجھے جو بھی بُرا بھلا کہا جائے درست ہے میری حالت تو ہے کہ وطن کی صبح بھی خندہ دنداں نما معلوم ہوتی ہے۔ یعنے طعنہ زن۔ صبح کی سفیدی اور دانتوں کی سپیدی کا تناسب قابل غور ہے۔

۲۔ ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو جلوہ برق فنا مجھے

معنی الفاظ: مغنی۔ گویا۔ آتش۔ آگ۔ نفس۔ دم۔ سانس۔ آتش نفس پرسوز آواز۔ صدا۔ آواز۔ جلوہ۔ نظارہ۔ برق فنا۔ پھونک ڈالنے والی بجلی۔

تشریح: غالب کا دل ایسے گویا کا گانا سننے کو چاہتا ہے۔ جس کا دل درد سے بھرا اور آواز میں جان لینے والا سوز ہے (ہو) تاکہ جان نکل جائے اور مصائب کا خاتمہ ہو جائے۔

۳۔ مستانہ طے کروں ہوں رہ وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

معنی الفاظ: مستانہ۔ مست کی مانند۔ متوالے کی طرح۔ طے کروں۔ لپیٹوں۔ ختم کروں۔ رہ۔ راستہ۔ وادی۔ دو پہاڑوں کے درمیان کھلی زمین۔ بیابان۔ خیال۔ تخیل۔ تا۔ جہاں تک۔ بازگشت۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میں تصور کے میدان میں ایسا مست ہو کہ دوڑتا ہوں، کہ مجھے واپسی کا کوئی خیال بھی نہ ہو۔ یعنی میں تخیل کی دنیا میں بہت دور نکل جاتا ہوں۔ گویا حقائق زندگی سے میرا کوئی واسطہ ہی نہیں رہا۔ اس شعر میں اپنے تخیل کی بلند پروازی کا اظہار کرتے ہیں۔

۴۔ کرتا ہے بس کہ باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

معنی الفاظ۔ بس کہ۔ بہت زیادہ۔ بے حجابی۔ بے پردگی۔ بلا تکلف عمل۔ نگہت۔ خوشبو حیا۔ شرم۔ لاج۔ غیرت۔

تشریح۔ غالب کا معشوق بے تکلف باغ میں گشت کرتا ہے اور اس کے (غالب کے) خیال میں پھول اس کو (معشوق کو) ایسی حالت میں دیکھتے ہیں۔ ان کا (پھولوں) کھلنا غالب کے نزدیک معشوق سے بغل گیر ہونے کی خواہش کے تحت ہے۔ جیسا کہ اس نے ایک اور جگہ کہا ہے۔

گلشن کو تیری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے
ہر غنچہ کا وا ہونا آغوش کشائی ہے

پھول کی خوشبو اسی وقت پھیلتی ہے جب کلی چٹک کر پھول کی صورت اختیار کرے اور یہ علامت ہے آغوش کشائی کی۔ غالب میں جذبہ رشک بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ اپنے محبوب کو صرف اپنے ہی لئے چاہتا ہے۔ اور فطرت کی کسی چیز سے اس کا تعلق پسند نہیں کرتا۔ انہیں خیالات و جذبات کے تحت وہ اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے محبوب تو باغ میں بہت بے حجابیاں کرنے لگا ہے۔ مجھے پھولوں کی خوشبو سے شرم آنے لگی ہے۔ گویا پھولوں کی خوشبو غماز ہے، اس بات کی کہ تو باغ میں سیر کرتا ہے چونکہ تو اگر ایسا نہ کرتا تو نہ پھول آغوش کشائی کے لئے کھلتے اور نہ خوشبو پھیلتی۔

۵۔ کھلتا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

معنی الفاظ: معاملہ۔ کیفیت۔ عمل۔ انتخاب۔ چناؤ۔ پسند کرنا۔ رُسوا۔ بدنام۔ فاش۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اپنا دیوان مرتب کرنے میں میں نے انہی اشعار کو منتخب کیا جو میری ذہنی کیفیت اور جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے میرے افکار اور احساسات کا علم لوگوں کو ہو گیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ایسا نہ کرتا اور میرے دل کی باتیں میرے دل ہی میں رہتیں۔

غزل نمبر ۱۴۸

۱۔ زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

معنی و تشریح: شعر کے معنی صاف ہیں۔ شاعر خداوند کریم سے اپنی زندگی بد مزہ گزارنے کی شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے جس طرح ہماری زندگی بسر ہو رہی ہے۔ اس سے تو یہی خیال گزرتا ہے کہ ہمارا کوئی خدا ہی نہیں ہے اگر ہوتا تو کوئی مشکل تو آسان ہوتی۔ ہمارا حال تو لاوارثوں کا سا ہے۔

غزل نمبر ۱۴۹

۱۔ اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے

معنی الفاظ: اس بزم۔ محفل محبوب۔ اشارہ۔ رمز کسی عضو کی حرکت سے بات سمجھانا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ بزم یار میں حیا کو کام میں لانا میرے بس کی بات نہیں۔ اگرچہ شریک مجلس اشارتاً مجھ پر یہ بات ظاہر کرتے رہے کہ میرا وہاں ہونا انھیں پسند نہیں اگر میں مجلس سے اٹھ جاتا تو ایسی حالت میں محبوب سے توقع نہیں تھی کہ وہ مجھے روک لیتا اور ان کی اس اشارہ بازی پر انھیں ملامت کرتا۔ ایسی حالت میں میری محبت متقاضی تھی کہ میں بیٹھا رہوں اور اغیار کے اشاروں کی پروا نہ کروں۔

۲۔ دل ہی تو ہے سیاست درباں سے ڈر گیا
میں اور جاؤں در سے تیرے بن صدا کئے

معنی الفاظ: سیاست۔ رعب۔ دھمکی۔

تشریح: غالب محبوب سے ملنے چلے۔ دروازے پر درباں کو بیٹھا دیکھا اس کی بارعب

صورت دیکھ کر بغیر آواز دیئے خاموشی سے نکلے چلے گئے۔ بعد میں جب معشوق سے ملنے کا اتفاق ہوا تو واقعہ کا ذکر اس طرح کیا کہ میں تیری گلی سے بغیر آواز دیئے ہرگز نہ گزرتا مگر کیا کروں تیرے دربان سے ڈر گیا کہ مبادا بدسلوکی سے پیش آئے۔

۳۔ رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

معنی الفاظ: خرقہ۔ گدڑی۔ درویشوں کا لباس۔ سجادہ۔ جائے نماز۔ مصلےٰ
آب و ہوا۔ موسم برسات۔

تشریح: غالب نے رندی ترک کر دی۔ درویشی اختیار کر لی۔ اور نماز گزار ہو گئے مگر برسات کا موسم آیا کہ پرانا زمانہ بھی یاد آ گیا اور شراب نوشی کا ارادہ کر لیا۔ شراب خریدنے کے لیئے بجز گدڑی اور جائے نماز کے اور کچھ نہ تھا۔ رندی اور زہد میں کش مکش شروع ہو گئی آخر رندی غالب آ گئی۔ گدڑی اور جائے نماز رہن رکھنے کی فکر میں نکلے کہ کوئی یہ رہن رکھ کر دام دے دے تو شراب پی لیں موسم گزر جانے پر صورت بنی تو پھر تقویٰ اختیار کر لیں گے اسی کیفیت ذہنی کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۴۔ بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے

معنی الفاظ: بے صرفہ۔ بے نتیجہ۔ بیکار۔ خضر کی درازی عمر مثالی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ جب سے پیدا ہوئے۔ اب تک زندہ ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔

تشریح: غالب اس شعر میں انسانی زندگی کی ایک حقیقت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انسان خواہ نیک کام کرے یا بُرا، طبعاً اس پر مطمئن نہیں ہوتا اور یہی خیال کرتا ہے کہ جو کچھ اسے کرنا چاہیئے تھا وہ نہیں کیا گیا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر خضر کی طرح زیادہ سے زیادہ بھی مہلت کام کرنے کی ملے تب بھی مرتے وقت زبان پر یہی کلمہ آئے گا۔ جو کرنا چاہیئے تھا نہیں کیا۔ یہی خیال ایک اور جگہ ظاہر کیا ہے ہے

عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو ۔۔۔ تمنا ہے فرصت ہستی کا غم کوئی

۵۔ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے ؛

معنی الفاظ : مقدور ۔ قدرت ۔ طاقت لئیم ۔ کنجوس ۔ بخیل ۔ کمینہ ۔ گنج ہائے گراں مایہ ۔ خزانہ بیش قیمت ۔ خاک ۔ زمین ۔

تشریح : زمین میں دفن خزانہ دو صورتوں میں ہو سکتا ہے ۔ ایک تو قیمتی دھاتوں اور قیمتی پتھروں کی صورت میں دوسرا حسینان دھر جو خاک میں دفن کر دیے گئے اور گنج ہائے گرانمایہ سے مراد پہلی صورت سے ہے ۔ تو شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر مجھے یہ قدرت حاصل ہو کہ زمین کی جواب طلبی کر سکوں تو اس سے پوچھوں کہ او کمینی جو بیش قیمت خزانے قدرت نے تجھ میں پوشیدہ رکھے ہیں وہ کہاں ہیں میرے حصہ میں تو کچھ نہیں آیا ۔ اور اگر دوسرے معنے لئے جائیں یعنی مدفون حسین لوگ تو پھر مرزا یہ سوال کریں گے کہ کچھ حسینوں کو تو تو نے لالہ وگل کی صورت میں نمایاں کر دیا باقی کہاں چھپا رکھے ہیں ۔ جیسا کہ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

۶۔ کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو ؛
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

معنی الفاظ : تہمت ۔ جھوٹا الزام ۔ تراشنا ۔ چھیلنا ۔ تہمت تراشنا ۔ جھوٹا الزام گھڑنا ۔ سر پہ آرے چلانا ۔ باعث تکلیف ہونا ۔

تشریح : غالب اپنے مخالفین کے رویہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ کون سا دن ہے جب میرے دشمن میرے خلاف جھوٹا الزام نہیں گھڑتے ۔ اور میرے لئے باعث تکلیف نہیں ہوتے ۔

۷۔ صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کئے

تشریح :

تشریح : غالب محبوب کا بغیر خوشامد بوسے دینا شان محبوبی کے خلاف خیال کرتے ہیں اور جب بغیر منت سماجت بوسہ دینے لگا تو وہ اسے رقیب کی بری صحبت کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ بری اس لئے کہ شان محبوبی بھی جاتی رہی۔

۸۔ ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں

بھولے سے اس نے سیکڑوں وعدے وفا کئے

تشریح : غالب کہتا ہے کہ میرا محبوب طبعاً برا نہیں جب تک اسے ضد ہی نہ ہو گئی ہو۔ اس نے سیکڑوں وعدے پورے کئے۔

۹۔ غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا؟

مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

تشریح : غالب کے معشوق نے چپ سادھ لی ایسی صورت میں غالب اس سے شکوہ و شکایات کرنا بے سود خیال کرتے ہیں۔ محبوب سے شکوہ کا مزا اسی وقت آتا ہے جب اس کی طرف سے معذرت پیدا ہو یا جواب و سوال کا سلسلہ شروع ہو جائے۔

غزل نمبر ۱۵۰

۱۔ رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے   اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

معنی الفاظ : رفتار۔ چال۔ قطع۔ طے کرنا۔ راہ اضطراب۔ بے قراری کا سفر جلدی ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح : غالب اس شعر میں عمر کی مدت جلد ختم ہو جانے کی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر اس عجلت سے گزر جاتی ہے جیسے کوئی گھبرایا ہوا مسافر جلدی جلدی منزل طے کر رہا ہو۔ گویا اس عرصہ کو شمار کرنے کے لئے یہ سورج نہیں جو روز مشرق سے نکلتا اور مغرب میں چھپ جاتا ہے۔ اور اس سے مہینہ و سالوں کا شمار کرتے ہیں۔ بلکہ بجلی سورج ہے جو چمکتی ہوئی "آناً فاناً" غائب ہو جاتی ہے۔

۲۔ مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے   بال تدرو جلوہ موج شراب ہے

معنی الفاظ: مینا۔ نئے سے۔ شراب کی صراحی یا بوتل۔ سرو۔ مشہور آرائشی پودا جو باغ کی زینت ہے اور بوتل کی شباہت رکھتا ہے۔ نشاط۔ شادمانی۔ فرحت۔ بہار۔ موسم، جس میں شگوفے نکلتے اور پھول کھلتے ہیں۔ پودے ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ بال۔ پرندوں کے پر۔ تدرو۔ چکور۔ جو سرو سے محبت کرتا ہے۔ جلوہ نظارہ۔ موج شراب۔ شراب کی لہر۔

تشریح: اس شعر میں غالب موسم بہار کی نشاط آور کیفیت کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہار کی وجہ سے سرو شراب کی بوتل بنا ہوا ہے اور چکور جو اس کے گرد گھومتا ہوتا ہے اس کے پر شراب کی لہر سے ملتے جلتے ہیں جس کو دیکھنے پر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جیسی شراب کی صراحی سامنے رکھے ہوئے اور شراب کا جام گردش میں ہونے پر ہوتی ہے۔ ایک اور جگہ اسی سے ملتی جلتی بہار کی کیفیت بیان کی ہے۔

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

(پھر اس انداز سے بہار آئی)

۳۔ زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا

نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے

معنی الفاظ: پاشنہ۔ پاؤں کی ایڑی جس پر چلنے میں زور پڑتا ہے۔ ثبات۔ قرار، قیام۔ گوں۔ ضرورت۔ غرض۔ قابل۔ لائق۔

تشریح: غالب مصیبتوں سے تنگ آ گئے ہیں اور مزید صبر کی تاب نہیں رکھتے۔ اور اپنی حالت کا مقابلہ اس مسافر سے کرتے ہیں جس کی ایڑی زخمی ہو گئی ہو کہ نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور نہ دوڑ کر چل سکتا ہے۔ کسی اور نے کہا ہے ؂

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

۴۔ جا داد بادہ نوشی رنداں ہے شش جہت

غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

معنی الفاظ: جاداد۔ جائداد۔ کھیت۔ شش جہت۔ چھ اطراف یعنے تمام

عالم - گیتی - جہان - خراب - ویران - نکمی

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ یہ کائنات بنی ہی رندوں کے عیش کرنے کے لئے ہے جاہل زنا واقعت (واعظ) خیال کرتا ہے کہ یہ دنیا نکمی ہے انسان کو چاہیئے کہ دنیا کی ہر چیز سے پورا فائدہ اٹھائے۔ بابر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

۴- نظارہ کیا حریف ہو اس برق حسن کا

جوشش بہار جلوے کو جس کے نقاب ہے

معنی الفاظ : نظارہ - دیکھنا - حریف - مدمقابل - برق حسن - وہ حسن جو بجلی کی طرح چکا چوند پیدا کر دے۔ نور ازلی - جوش - ولولہ - زیادتی۔

تشریح : اس شعر میں غالب نور ازلی کے دیدار کی تاب نہ لا سکنے کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نظر سوز حسن کے دیکھنے کی تاب کس میں ہو سکتی ہے جس کے نظر فریب نقاب بہار کا نظارہ حیران کن ہے اس سے ملتے جلتے خیال کا اظہار ایک اور جگہ کیا ہے۔

ہر جلوہ وہ پردہ ہے جو مژگاں اٹھائیے

طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

۵- میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں

مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

معنی الفاظ : نامراد - جس کی تمنا پوری نہ ہوئی ہو - کامیاب کا مخالف۔

تشریح : غالب کو معشوق کا دیدار تو ہو گیا مگر قرب حاصل نہیں ہوا۔ اس کے دل کو محض نظارہ میں تسکین نہیں ہوتی اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۶- گزرا اسد مسرت پیغام یار سے

قاصد پہ مجھ کو رشک سوال و جواب ہے

تشریح : غالب کے پاس قاصد اس کے محبوب کا پیغام لے کر آیا۔ قدرتی طور پہ

خوش ہونا چاہیئے۔ مگر غالب کو یہ رشک مارے ڈالتا ہے کہ قاصد کو معشوق سے سوال وجواب کا موقع کیوں ملا۔

غزل نمبر ۱۵۱

۱۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

تشریح: غالب رشک زدہ ہیں اور طرح طرح سے اپنے اس جذبہ کا اظہار کرتے ہیں یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی سادہ ہیں اپنی ذات سے رشک کرنے لگے ہیں۔

۲۔ ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

معنی الفاظ: ہاتھ دھونا۔ مایوس ہونا۔ گرمی۔ سوز۔ تپش۔ جوش۔ اندیشہ۔ فکر۔ ڈر۔ خیال۔ آبگینہ۔ شیشہ۔ کانچ۔ تندی۔ تیزی۔ گرمی۔ جوش۔ صہبا۔ شراب۔

تشریح: غالب اپنے دل کو شیشہ شراب سے تشبیہہ دیتے ہیں اور اندیشہ یعنے فکر کو شراب سے اور کہتے ہیں کہ اے غالب اگر تمہارے سوز فکر کی یہی حالت رہی تو دل سے مایوس ہو جاؤ۔ یہ شیشہ شراب فکر کی گرمی کی تاب نہ لا سکے گا۔ اور پگھل جائے گا۔

۳۔ غیر کو یارب وہ کیوں کر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی حد سے گزری ہوئی حیا کا بیان کرتے ہیں اور رقیب کی دست درازی پر اسے نہ روکنے کو بھی حیا پر ہی محمول کرتے ہیں۔ اعتدال سے باہر ہر بات بری ہے۔

۴۔ شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے

دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

معنی الفاظ: شوق۔ عشق۔ لت۔ بُری عادت۔ علت۔ دم۔ سانس۔
تشریح: غالب عجیب کش مکش میں مبتلا ہے۔ عشق تو تقاضا کرتا ہے کہ فریاد کئے جاؤ۔ کبھی تو محبوب کا دل پسیجے گا اور دل کی یہ کیفیت ہے کہ سانس لینے میں گھبرا جاتا ہے۔

۵۔ دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ، واہ!
نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

معنی الفاظ: چشم بد دور۔ بد نظر نہ لگے۔ بزم طرب۔ محفل نشاط۔ واہ۔ کلمہ انبساط۔ تحسین۔ نغمہ۔ راگ۔ سریلی آواز۔
تشریح: غالب کا معشوق بزم نشاط جمائے بیٹھے ہے اور غالب اس میں باریابی سے محروم ہے۔ جس کی وجہ سے فریاد کرتا ہے۔ محبوب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس طرح رنگ رلیاں مناتا رہتا ہے۔ غالب اس حالت کا طنزیہ طریق پر ذکر اس شعر میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نظر بد سے بچائے میرے نالے بھی یار کی بزم نشاط میں پہنچتے ہیں تو سریلے راگ بن جاتے ہیں اور بجائے مکدر کرنے کے مجلس کی خوشی میں اضافہ کر دیتے ہیں ایک اور جگہ کہا ہے ؎

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست
واں تو میرے نالے کو بھی اعتبار نغمہ ہے

۶۔ گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

معنی الفاظ: طرز۔ ڈھنگ۔ تغافل۔ بے پروائی۔ جان بوجھ کر انجان بننا۔ عدم دلچسپی۔ کھویا جانا۔ بے سدھ ہو جانا۔ اپنے آپ میں نہ رہنا۔
تشریح: غالب اپنے معشوق سے اپنے عشق کو چھپانا چاہتے ہیں اور طرز تغافل یا عدم دلچسپی اختیار کرتے ہیں جو پردہ داری عشق کر سکتا ہے۔ مگر جب معشوق

سامنے آتا ہے تو ایسے بے خود ہو جاتے ہیں کہ وہ ان کے دل کی کیفیت سے واقف ہو جاتا ہے اور پردہ کر لیتا ہے۔ غالب کا یہ حربہ معشوق کو بے حجاب دیکھنے میں مدد نہیں کرتا۔ ایک دوسرے شعر میں غالب یہی ترکیب معشوق کو سکھاتے ہیں۔

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی　　منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

۷۔ اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجور یاں

مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

معنی الفاظ: بزم آرائی۔ محفل سجانا۔ رنجور۔ غمگین۔ نقش بیٹھنا۔ نشان بننا۔ اثر ہونا۔ دل بیٹھنا۔ دل ڈوبنا۔

تشریح۔ غالب یار کی محفلوں سے دور ہے اور اس کا ذکر سن کر وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں کیا ہے اور نقش بیٹھنا اور دل بیٹھنے کے محاورات کا استعمال نہایت خوبی سے کیا ہے۔

۸۔ ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا

رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

معنی الفاظ: پری رُخ۔ پری جیسے چہرے والا معشوق۔

تشریح: غالب کا معشوق کسی پہ عاشق ہوتا ہے اور اس کا رنگ غم عشق میں اڑنے لگا۔ زردی آنے لگی مگر غالب کی نظر میں وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور نازک ہو گیا۔ پہلے معشوق کے رنگ میں سرخی جھلکتی تھی اور عاشق ہونے کے بعد سرخی اڑنے لگی اور صباحت زیادہ ہو گئی۔

۹۔ نقش کو اس کے مصور پہ بھی کیا کیا ناز ہیں

کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

تشریح: غالب نے اس شعر میں لفظ کھینچنا کے دو معنی سے فائدہ اٹھایا ہے معمولی کے علاوہ اس کے معنی تننے کے بھی ہیں جو معشوق کے ساتھ ہو تو ناز کی ایک صورت ہو جاتی ہے غالب اس تناؤ کو مصور پہ ناز سے مراد لیتا ہے۔

۱۰۔ سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد

پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

معنی الفاظ و تشریح: آتش بجان۔ دل جلا۔ جس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہو۔ جب کوئی چیز جلتی ہے تو اس کا دھواں اس سے دور ہوا میں اڑ جاتا ہے اس فطری عمل کو غالب اپنی حالت سے مطابقت دیتے ہیں اور کہتا ہیں کہ جس طرح جلتی ہوئی چیز سے دھواں دور ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح مجھ دل جلے سے میرا سایہ بھی دور بھاگتا ہے۔ کسی انسان کا میرے پاس لگنا تو کجا۔ مطلب یہ کہ مصیبت میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کسی کا شعر ہے ؎

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے

کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انسان سے

غزل نمبر ۱۵۲

۱۔ گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے

تب امان ہجر میں دی برد لیالی نے مجھے

معنی الفاظ: گرم۔ مصروف۔ فریاد۔ نالہ۔ شکل نہالی۔ بوٹا سے قد والا معشوق۔ نہال۔ نورستہ۔ خوبصورت پودا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ بوٹا۔ نہالی۔ توشک۔ امان۔ پناہ۔ چین۔ برد۔ ٹھنڈ۔ سردی۔ لیالی۔ رات کی۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ ہجر یار میں اس کی (معشوق) بوٹا سے قد والی حسین صورت کے تصور نے مجھے نالہ و فریاد میں مشغول رکھا۔ تب کہیں سردی کی لمبی رات کٹی ورنہ مصیبت ہو جاتی۔

۲۔ نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم

لے لیا مجھ سے میری ہمت عالی نے مجھے

معنی الفاظ: نسیہ۔ ادھار۔ نقد۔ جو رقم ہاتھوں ہاتھ لی دی جائے۔ دو عالم۔

دونوں جہان - دنیا و عقبےٰ - حقیقت - اصلیت - لے لیا - خرید لیا - ہمت عالی - بلند حوصلگی -

تشریح : غالب کہتا ہے کہ مجھے اس دنیا کی نعمتوں کی جو حواس خمسہ سے محسوس کی جا سکتی ہیں اور عقبےٰ کی لذتوں کی جن کا وعدہ کیا گیا ہے اصلیت معلوم ہے یعنی دونوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتا اور نہ ہی ان کی میری نگاہ میں کوئی وقعت ہے اگر اللہ میاں یہ خیال کرتے ہوں کہ ہیں ان میں سے کسی ایک پر یا دونوں پر مطمئن ہوں تو صحیح نہیں ہیں میں تو اپنی ہمت عالی کی وجہ سے چپ ہوں کہ کیا مانگوں - ایک اور جگہ کہا ہے سے

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں !

دنیا کے متعلق غالب کا نظریہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے -

سے ہاں کھائیو مت فریب ہستی　　　ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

اور لذائذ عقبہ کی نسبت اس شعر سے سے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کو خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

۳ - کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم
کہ دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

تشریح : غالب نظریہ وحدت الوجود سے دلچسپی رکھتا ہے اور مختلف طریقوں پر اپنے اشعار میں اس کا بیان کرتا ہے - اس شعر میں کہا ہے کہ ذات واحد کا مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونا ہی وہم کی پوجا کا باعث ہوا ہے - حالانکہ اس کی ذات کے علاوہ کوئی چیز بجز وہم کچھ نہیں ہے - اور انہی خیالی بتوں نے مجھے کافر بنا دیا - یعنے خدا کی ذات کے علاوہ اس کی پیدا کردہ چیزوں کے وجود کا یقین کرنے لگا - ایک اور جگہ کہا ہے سے

جز نام نہیں صورت عالم مجھے منظور　　　جز وہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے

۴۔ ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

معنی الفاظ: ہوس ۔ خواہش ۔ تصور ۔ خیال ۔ کھٹکا ۔ اندیشہ ۔ ڈر ۔ بے پروبال ۔ بے سروسامانی ۔

تشریح: غالب اپنے کو بلبل خیال کرتے ہیں اور اپنی تمناؤں کو گل کہتے ہیں کہ جس طرح ایک بے پروبال بلبل گل تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور اس غم سے چھٹکارا پا گئی اسی طرح میری بے سروسامانی نے مجھے اپنی تمناؤں کے بر لانے کی کوشش سے بے نیاز کر دیا ایک اور جگہ اس قسم کی بے فکری حاصل ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے

ے نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

غزل نمبر ۱۵۲

۱۔ کارگاہ ہستی میں لالہ داغ سامان ہے

برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

معنی الفاظ: کارگاہ ۔ کارخانہ ہستی ۔ وجود ۔ لالہ ۔ پوست کا پھول مشہور ہے اس کی پتیاں مختلف خوش رنگوں کی ہوتی ہیں مگر بیچ میں سیاہ داغ سا ہوتا ہے علامت موسم بہار و خوشی ۔ سامان ۔ ضروری چیز ۔ برق ۔ بجلی ۔ خرمن ۔ کھلیان ۔ راحت ۔ آرام چین ۔ سکھ ۔ خون گرم ۔ گرم خون ۔ زندگی کی علامت ۔ دہقان کسان ۔ داغ ۔ علامت ۔ رنج وغم ۔

۲۔ غنچہ تا شگفتن ہا برگ عافیت معلوم

باوجود دل جمعی خواب گل پریشان ہے

معنی الفاظ: غنچہ ۔ کلی ۔ بن کھلا پھول ۔ شگفتن ۔ کھلنا ۔ برگ ۔ پتا ۔ عافیت ۔ آرام چین ۔ دل جمعی ۔ اطمینان ۔ سکون ۔ خواب ۔ سپنا ۔ پریشان ۔ بے

ربط۔ پراگندہ۔

۲۔ ہم سے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے!
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بہ دنداں ہے

معنی الفاظ: رنج۔ دکھ۔ درد۔ بے تابی۔ بیقراری۔ داغ۔ نشان۔ داغ پشت۔ پشت پر دھبا۔ دست عجز۔ معذور ہاتھ۔ جو ہاتھ کام کرنے کے قابل نہ ہو۔ خس بہ دنداں۔ منہ میں تنکا لئے ہوئے۔ اظہار عاجزی کا طریقہ تھا جب کوئی منہ میں تنکا لے کر سامنے آتا تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنا قصور تسلیم کرتا ہے اور رحم کا ملتجی ہے۔

تشریح: مندرجہ بالا تینوں شعر ایک ہی سلسلہ تخیل کی مختلف کڑیاں ہیں اس لئے تشریح بھی مسلسل مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس غزل میں غالب انسانی زندگی کے تین زمانوں یعنی بچپن ـــ جوانی اور بڑھاپے میں اس کی نفسیاتی کیفیات کا بیان کرتا ہے۔

پہلا شعر جوانی کے زمانہ کی حالت بیان کرتا ہے مگر مطلع کے لئے یہی موزوں تھا اس لئے اس کو اولیت دی گئی ہے۔ اس میں غالب کہتے ہیں کہ اس کارخانہ دنیا میں جس طرح لالہ کا پھول باوجود خوش رنگ پتیوں کے درمیان میں سیاہ داغ بھی رکھتا ہے اور اس کے بغیر کبھی نہیں ہوتا اس طرح انسانی زندگی میں بھی خوشی کے ساتھ غم اور رنج کے ساتھ راحت لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں توام ہیں (جڑواں بچوں کی طرح)، یہ حقیقت بیان کر کے دوسرے مصرعہ میں غالب وہی سبب بیان کرتے ہیں جو ذہنی سکون کو درہم برہم کر دیتا ہے اور بناؤ بگاڑ کا چکر چلا دیتا ہے۔ کہتے ہیں دہقان (کسان) کا گرم خون یا خواہش عمل اور موجودہ حاصل سے بے اطمینانی اس کے کٹے دھڑے کو غارت کرنے والی بجلی کا کام کرتی ہے۔ وہ اپنی زندگی بنانے بگاڑنے میں صرف کرتا ہے آج جو کام بناتا ہے کل خود ہی اسے بگاڑ دیتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا نیا کھڑا کر دیتا ہے۔ غرض اس طرح جب تک قوت عملی اور اس کے ساتھ خواہش عمل باقی رہے گی دعا کرتا رہے گا۔ کبھی بھی سکون سے نہیں بیٹھے گا اس خیال کو ایک اور

جگہ بیان کیا ہے ؎

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولےٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

دوسرا شعر بچپن کی حالت بیان کرتا ہے۔ انسان کے بچہ کو پھول کی کلی سے تشبیہہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح ایک کلی کا پھول کی صورت اختیار کرنا یقینی نہیں ہے۔ کسے معلوم کہ اس پر کھل کر پھول بننے تک کیا گزرے اسی طرح انسان کے بچہ کی نسبت بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اسے جوان ہونا نصیب بھی ہو گا یا نہیں۔ مگر چونکہ انسان کا بچہ کچھ نہ کچھ شعور رکھتا ہے۔ اس لئے اگرچہ بچپن کا زمانہ بے فکری کے لئے مشہور ہے اور غنچہ کی طرح ایک طرح کی دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔ تاہم جب بڑوں کو مرتا دیکھتا ہے تو اس کا وہ خواب غفلت درہم برہم ہو جاتا ہے اور اسے اپنی موت نظر آنے لگتی ہے بالکل اسی طرح جیسے ڈراؤنا خواب نظر آنے پر انسان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ پھر سو جاتا ہے۔ یعنی بچہ کو بھی غفلت کی پہلی سی دل جمعی حاصل ہو جاتی ہے۔

تیسرے شعر میں غالب بڑھاپے کے زمانہ کا سماں کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ بڑھاپے میں انسان جوانی کی بے قراری، بے تابی (خواہش عمل) کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ چونکہ قوت عمل باقی نہیں رہتی اور نہ کاروبار عشق کے قابل رہتا ہے اب تو حالت یہ ہوتی ہے کہ بے بسی میں ہاتھ کی پشت کو کاٹتا ہے جس کے نشان میں ہاتھ کی رگیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسا شعلہ دانتوں میں تنکا لیے ہوئے ہو۔ جس شعلہ کے دانتوں میں تنکا ہو اس میں حرارت کہاں۔ یعنے بڑھاپے میں خون گرم نہیں رہتا اور انسان عملاً بے کار ہو جاتا ہے۔ عاجز و بے کس۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

لکہ کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی میری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

غزل نمبر ۱۵۴

۱۔ اگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب

ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

تشریح: غالب وحشت عشق کے سبب صحرا نوردی کر رہے ہیں۔ موسم برسات کا ہے گھر میں کوئی نہیں۔ بے توجہی کی وجہ سے در و دیوار پہ گھاس اگ آئی ہے۔ اس شعر میں غالب عشق کی انتہا بیان کرتے ہیں جبکہ انھیں گھر در کی کچھ ہوش نہیں رہی۔ سبزہ بہار میں اگتا ہے اور وجہ آرائش ارض بن جاتا ہے۔ مگر تفریح گاہیں اس کے لئے مناسب جگہ ہیں نہ کہ گھر۔ جب گھر میں اگے تو علامت ویرانی گھر ہے۔

غزل نمبر ۱۵۵

۱۔ سادگی پہ اس کی مر جانے کی حسرت دل میں ہے

بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے،

معنی الفاظ: سادگی۔ بھولا پن۔ بناوٹ سے خالی۔ بس۔ قابو۔ کف۔ ہتھیلی۔ جھاگ۔ پنجہ ہاتھ۔

تشریح: غالب اپنے محبوب کے بھولے پن پہ جان دینے کے لئے تیار ہیں مگر خنجر محبوب کی مٹھی میں ہے اور وہ وار نہیں کرتا اس لئے مرنے پہ قابو نہیں پاتے اور یہ حسرت دل ہی میں لئے زندہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے مرزا کا عشق ابھی خام تھا۔ بقول خود ان کے۔

ع سرگشتہ خمار رسوم قیود تھا

۲۔ دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

تشریح: دل لگتی بات ہر ایک کو پسند آتی ہے اور اس میں لذت محسوس کرتا ہے۔ غالب متکلم کی اس خوبی کا ذکر اس شعر میں کرتے ہیں۔ درحقیقت ایک اچھے شعر کا معیار کیا ہونا چاہیئے۔ بیان کیا ہے اور ایک طرح سے اپنے اشعار کی تعریف کی ہے۔

۳۔ گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

تشریح: غالب مجلس یار میں موجود نہیں مگر وہاں ان کا ذکر برائی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ غالب اس کو غنیمت خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ میں بزم یار میں باریابی نہ پاسکا لیکن میرا ذکر باوجودیکہ برائی کے ساتھ ہے۔ مجھ سے بہتر خیال کیا گیا جو محفل میں آیا جیسا کہ ایک اور جگہ کہا ہے:-

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

۴- بس ہجوم نا امیدی خاک میں مل جائے گی

یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

معنی الفاظ: ہجوم- اژدھام- بھیڑ- کثرت- ناامیدی- مایوسی- سعی- کوشش بے حاصل- بے نتیجہ-

تشریح: غالب اس شعر میں اپنی آرزوؤں کے بر آنے سے مایوسی کا ذکر کرتے ہوئے انسانی نفسیات کی ایک اہم کیفیت بیان کر جاتے ہیں اگر غور کیا جائے تو انسان مجموعہ ہے آرزوؤں اور تمناؤں کا اور زندگی نام ہے ان تمناؤں کے حصول میں جدوجہد کرنے کا۔ جس میں وہ ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو بے اطمینانی محسوس کرتا ہے جو نئی تمناؤں کو جنم دے دیتی ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ جدوجہد اس صورت میں جاری رہتی ہے۔ جب آرزو پوری ہونے کی امید ہو۔ اگر بالکل مایوسی ہو جائے تو جدوجہد بھی ترک ہو جاتی ہے اور زندگی بدمزہ۔ دوسرے الفاظ میں زندگی کی لذت جد برائے حصول تمنا میں ہے نہ کہ حصول تمنا میں۔ غالب یہی فلسفہ اس شعر میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مجھ پر مایوسیوں کا ہجوم رہا۔ کہ ایک بھی امید پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ تو وہ لذت جو تمنا کے حاصل کرنے میں کوشش سے ملتی ہے۔ میں اس سے محروم ہو جاؤں گا۔ اور زندگی کا لطف جاتا رہے گا۔ یہی کیفیت ایک اور شعر میں بیان کی ہے۔

کوئی امید بر نہیں آتی

کوئی صورت نظر نہیں آتی

۵- رنج رہ کیوں کھینچئے ؛ واماندگی سے عشق ہے

اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے

معنی الفاظ : واماندگی- پیچھے رہ جانا - عاجزی معذوری منزل - اترنے کی جگہ- گھر- مقام -

تشریح : اس شعر میں غالب بڑھاپے میں اپنے چلنے پھرنے سے معذوری کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہوں کہ ہم کیوں چلیں پھریں- ہمیں تو عاجزی سے یعنے معذوری سے محبت ہو گئی ہے- ہمارا تو جو قدم اٹھ نہیں سکتا وہ اپنی قیام گاہ پر ہی ہے اسے آگے چلنے کی ضرورت کیا آگے تو وہ چلے جس کا مقام آگے ہو-

۶- جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی

فتنۂ شور قیامت کس کی آب وگل میں ہے

معنی الفاظ : جلوہ زار- نمائش گاہ- آتش- آگ- دوزخ -جہنم- فتنہ- آزمائش عذاب- شور- غل- قیامت -یوم آخرت -جب انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے- اور حساب کتاب لیا جائے گا- آب وگل - پانی ومٹی- جسم انسانی جو پانی ومٹی سے بنا ہے- خمیر-

تشریح : غالب نے اپنے معشوق سے اپنے دل میں اس کے عشق کی آگ کی شدت کا اظہار کیا جس پر معشوق نے کہا کہ آپ کا (غالب) کا دل جہنم زار بنا ہوا ہے اس میں آگ ہی آگ بھری ہوئی ہے- غالب اس کا جواب اس شعر میں دیتا ہے- اور کہتے ہیں کہ مان لیا میرے دل میں دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے- مگر یہ قیامت کا ہنگامہ کس کے فتنہ زار پیکر میں ہے یعنے جب تو ناز و ادا سے قیامت برپا کر دے تو میرا دل جہنم بھی نہ ہو- قیامت کے ساتھ جہنم ضروری ہے- دوزخ- قیامت اور فتنہ کا تعلق قابل توجہ ہے-

۷- ہے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ و تاب

رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

معنی الفاظ: شوریدہ - پریشان - دیوانہ - طلسم - بھان متی کا تماشا - پیچ و تاب غصہ - بے قراری -

تشریح: غالب ایسے طریق پہ اپنے معشوق کو مہربانی کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس سے اغلب ہے وہ انکار نہ کرے - اس میں انسانی نفسیات کے ایک اہم پہلو کو سامنے لائے ہیں یعنی کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا جو اس کے نفع و فائدہ کی ہو - چنانچہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں تجھ سے ملاقات کی تمنا ہے اور وہ پوری نہ ہونے کی وجہ سے میرا دل غم و غصہ کا بھان متی کا پٹارہ بنا ہوا ہے - نتیجہ یہ ہوا کہ تیری تمنا جو میرے دل میں ہے ایک مشکل میں مبتلا ہے اگر تجھے مجھ پر رحم کرنے میں تامل ہے تو اپنی تمنا پر تو رحم کر اور میرے پاس آجا تاکہ دل کو سکون آئے اور تیری تمنا کش مکش سے نجات پائے -

غزل نمبر ۱۵۶

۱- دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

تشریح: جسم انسانی کے اعضائے رئیسہ میں سے دل اور جگر کار و بار عشق میں اہم کردار ادا کرتے ہیں - دل میں عشق پیدا ہوتا ہے، پلتا ہے اور پروان چڑھتا ہے اور جگر ان صبر آزما مشکلوں کو جو راہ عشق میں پیش آتی ہیں - برداشت کرنے کی ہمت دیتا ہے - دل کی عشرت زخم تمنا کھانے میں ہے اور لذت ریش جگر غرق نمک داں ہونے میں معشوق کی خصوصیات میں سے ایک ظلم بھی ہے - وہ شاذ نادر ہی عاشق کی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس طرح دل و جگر پر کاری زخم لگانے کی کوشش کرتا رہتا ہے - عشوہ ناز و ادا - تیغ ابرو - تیز نگاہ وغیرہ اس کے ہتھیار ہیں سینہ میں دل و جگر آگے پیچھے واقع نہیں ہوئے بلکہ دل بائیں جانب اور جگر کچھ ہٹا ہوا دائیں جانب ذرا نیچے - دونوں بیک وقت شکار اس صورت میں ہوسکتے ہیں جب کہ تیز نگاہ ترچھا

چلایا جائے۔ ورنہ ایک بچ جائے گا۔ غالب نے اپنی نگاہ کی خود صراحت کر دی ہے

بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی

وہ اک نگاہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے

شاعروں کی اصطلاح میں اسے دزدیدہ نگاہ کہتے ہیں اور کنکھیوں سے دیکھنا بھی۔ غالب کا معشوق مشاق تیر انداز ہے اور ایک پتھر سے دو پرندے شکار کرنے کا عادی۔ غالب نے معشوق کی اس فنی مہارت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔ اے معشوق تیری ترچھی نظر دل سے جگر تک اتر گئی اور اس طرح دونوں کے زخمی ہونے کی تمنا بیک وقت پوری ہو گئی۔

۲۔ شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ

تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

معنی الفاظ: شق ہو گیا۔ کھل گیا۔ پھٹ گیا۔ خوشا۔ کیا ہی اچھا ہوا۔ کلمہ انبساط۔ فراغ۔ فراغت۔ چھٹی۔ پردہ داری۔ پوشیدہ رکھنا۔ چھپانا۔

تشریح: غالب کا جگر زخمی ہے مگر سینہ میں چھپا ہوا تھا۔ غالب اس کا اظہار چاہتے تھے مگر کر نہیں سکتے تھے۔ اور انقباض محسوس کرتے تھے اب سینہ کاوی سے سینہ کھل گیا اور زخم جگر نظر آنے لگا۔ غالب خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۳۔ وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں؟

اٹھیئے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

معنی الفاظ: بادہ شبانہ۔ رات کے وقت میں پی ہوئی شراب۔ سرمستی۔ بے خودی۔ خواب۔ نیند۔ سحر۔ فجر۔ صبح کا وقت

تشریح: غالب جب رات کے وقت شراب پیتے تھے تو صبح کے وقت ٹھنڈی ہوا بے خودی میں اضافہ کر دیتی تھی۔ اور نیند کا پورا لطف اٹھاتے تھے اور دیر تک سوتے رہتے تھے۔ اب شراب پینے کو نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ خواب سحری کا مزا

بھی جاتا رہا۔ غالب خود کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اب صبح دیر تک سونے کا لطف جاتا رہا چونکہ بادہ شبانہ کی سرمستی نہیں ہے اس لئے کاہے کو پڑے ہو بس اٹھ بیٹھے۔

۴۔ اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں

بارے بس اسے ہوا ہوس بال و پر گئی

معنی الفاظ: کو۔ کوچہ۔ گلی۔ بارے۔ آخر کار۔ الغرض۔ ہوس۔ خواہش۔

تشریح: غالب نے جیتے جی یار کی گلی میں رسائی نہیں پائی اور تمنا تھی کہ اگر پر لگ جائیں تو اڑ کر پہنچ جاؤں۔ مر جانے پر غالب کی مٹی کو ہوا نے اڑا کر محبوب کی گلی میں پہنچا دیا اور تمام عمر کی تمنا پوری ہونے پر اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ اس کیفیت کا بیان اس شعر میں ہوا کو مخاطب کر کے کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جو خواہش کوئے یار میں اڑ کر جانے کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی۔ الغرض مرنے کے بعد ہوا نے میری مٹی کو اڑا کر اس کی گلی میں پہنچا کر پوری کر دی۔ اب بال و پر کی تمنا جاتی رہی۔

۵۔ دیکھو تو دل فریبی انداز نقش پا

موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

معنی الفاظ: دلفریبی۔ دل لبھانے والی۔ خوب صورتی۔ انداز۔ ڈھنگ۔ وضع۔ نقش پا۔ پاؤں کا نشان۔ موج۔ لہر۔ خرام۔ چال۔ موج خرام۔ اٹھلاتی ہوئی چال۔ گل کترنا۔ بیل بوٹے بنانا۔

تشریح: غالب کا معشوق اٹھلاتا ہوا گزرا ہے۔ اس شعر میں غالب اس کے پاؤں کے نشان دیکھ کر رفتار کی خوبی بیان کرتا ہے کہ چلنے میں میرے محبوب کے پاؤں کے نشان ایسے ہیں جیسے کوئی بیل بوٹے بناتا ہو۔ یعنے یہ اس کی اٹھلاتی ہوئی چال کا کرشمہ ہے۔

۶۔ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی

اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

معنی الفاظ: بوالہوس۔ بندہ نفس۔ حسن پرستی۔ عشق بازی۔ جس میں حسن سے محبت حسن سمجھ کر کی جائے۔ شہوت رانی کے لئے نہیں۔ شعار کی۔ اختیار

کی۔ پیشہ بنا لیا۔ آبرو۔ عزت۔ شیوہ۔ دستور۔ چلن۔ اہل نظر۔ نظر باز۔ پرکھنے والے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اب ہر بندہ نفس نے حسینوں سے محبت ظاہر کرنے کا پیشہ بنا لیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اب معشوق سچے عاشقوں اور مطلب پرستوں میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ سب کو ایک سا عاشق صادق خیال کرتے ہیں۔

۷۔ نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پہ بکھر گئی

تشریح: غالب اپنے معشوق کے حسن نظارہ سوز کا ذکر اس سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو تو نے نقاب الٹ دیا اور دیدار کرایا۔ مگر نتیجہ وہی رہا جو پہلے تھا۔ تجھ پہ نظر ڈال کر میں اتنا بے خود ہوا کہ جی بھر کے نہ دیکھ سکا۔ میری نظر نے مست ہو کر تیرے نقاب کا کام کیا۔

۸۔ فردا و دی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

معنی الفاظ: فردا۔ آنے والی کل۔ قیامت۔ دی۔ گزری ہوئی کل۔ تفرقہ۔ فرق۔
تشریح: غالب کا معشوق گزشتہ کل چلا گیا اور اس کے جانے کا احساس ایسا گزرا جیسا قیامت کا دن ایک گنہگار پہ ہو گا۔ اس شعر میں غالب نے لفظ فردا کے معنی سے ایک اچھوتا کام لیا اور فردا و دی کا فرق ایک فنکارانہ طریق سے مٹا دیا۔ کہتے ہیں کہ لوگ فردا و دی میں تمیز کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک تو فردا و دی گزشتہ کل میں جمع ہو گئی تھیں۔ چونکہ تمہارے چلے جانے پہ ہم پہ وہی گزری جو کل قیامت کے روز انسانوں پر گزرے گی۔

۹۔ مارا زمانے نے اسد اللہ خاں تمہیں
وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی؟

تشریح: غالب خود کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اسد اللہ خاں زمانہ کی مصیبتوں نے

تمہیں ختم کر دیا۔ وہ جوانی کا جوش و خروش کہاں گیا۔ جو ان کا مقابلہ کرتا۔ ایک اور جگہ کہا ہے۔

ے تکہ کو ب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی!
میری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

غزل نمبر ۱۵۷

۱۔ تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ملے
حوران خلد میں تیری صورت مگر ملے

معنی الفاظ: تسکین۔ آرام چین۔ ذوق نظر۔ جو آنکھوں کو بھائے۔ معشوق۔ حُور۔ گورے رنگ کی سیاہ آنکھوں اور سیاہ بالوں والی حسینہ۔ حسینان بہشت۔ خلد۔ بہشت۔ مگر۔ شاید۔ کہیں۔

تشریح: غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر ہمیں تو مل جائے جسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں تو پھر دنیا کی کسی چیز کے نہ ملنے کی شکایت نہ کریں۔ اس دنیا میں تو تُو ہمیں ملتا دکھائی نہیں دیتا۔ شاید حوران خلد میں تجھ جیسی صورت کی حسینہ مل جائے۔ اور قلب تسکین پائے۔ بہشت میں جا کر حور دینے اور تسکین قلب کا وعدہ اللہ نے کیا ہے ایک اور شعر میں غالب نے معشوقوں کو قیامت کے روز ملنے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ مگر معشوق وہاں بھی اپنا ملنا مشکل بنا دیتا ہے۔

ے میں جو کہتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تمہیں
کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں

۲۔ اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

تشریح: رشک غالب کا مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑتا۔ معشوق کو وصیت کرتے ہیں کہ اگر میں مر جاؤں تو اپنی گلی میں مجھے دفن نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تیرے گھر

کا پتہ پوچھیں اور میری قبر کے نشان سے تیرے گھر پہنچ جائیں۔

۲ - ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم

ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے

تشریح: غالب کا معشوق اسے شراب پلاتے وقت خست برتتا ہے اس پر غالب کہتے ہیں کہ یہ مت خیال کرو کہ مجھے شراب کم ملتی ہے اس لئے تھوڑی دی جاتے۔ تم یہ سوچو کہ پلانے والا کون ہے۔ یعنے اپنی ساقی گری کی شرم کرو۔ خوب پلاؤ مبادا لوگ تمھیں بخیل کہیں ورنہ ہم کو رات کے وقت جتنی مل جاتی ہے تھوڑی بہت ہر شب پی ہی لیتے ہیں ایک اور جگہ کہا ہے۔

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں

یہ سوئے ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

۴ - تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم

میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

معنی الفاظ: ندیم - مصاحب - پاس بیٹھنے والا - نامہ بر - قاصد -

تشریح: غالب کے معشوق کے پاس اٹھنے بیٹھنے والا اس کو کہیں مل گیا۔ اس کے ملنے سے پہلے غالب اپنے محبوب کے نام خط دیکر قاصد بھیج چکا تھا مگر اس کے جواب آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ غالب کو شک گزرا۔ کہ نامہ بر بھی محبوب کو دل دے بیٹھا اور وہیں رہ گیا اب غالب محبوب کے مصاحب سے کہتے ہیں آپ اگر محبوب کے پاس آتے جاتے ہیں۔ آپ سے تو اس کا گلہ نہیں کرتا مگر قاصد جو میرا پیغام لے کر گیا تھا وہ اگر محبوب کے گھر آپ کو مل جائے تو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ حضرت تمھیں خط دے کر بھیجا تھا۔ یا عشق کرنے کے لئے۔

۵ - تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا

فرصت کشاکش غم پنہاں سے گر ملے

معنی الفاظ - کشاکش - کش مکش - کھینچا تانی -

تشریح: غالب مخاطب سے کہتے ہیں کہ ہمیں تو دنیا کے غم نے جس کا اظہار مناسب نہیں مجبور کر رکھا ہے ذرا اس سے چھٹکارا ملے تو پھر تمہیں دکھائیں کہ مجنوں نے کیسے عشق کیا تھا یعنی مجنوں کے عشق کا تو آپ نے قصہ ہی سنا ہے ہم تمھیں وہ تماشا آنکھوں سے دکھائیں تو سہی۔ بقول سعدی ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق — کہ یاران فراموش کردند عشق

غالب مجنوں کو معیاری عاشق خیال کرتے ہیں۔

۶۔ لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

معنی الفاظ: لازم۔ ضروری۔ خضر۔ ایک روایتی خدا رسیدہ بزرگ، جن کی نسبت مشہور ہے کہ بھولے بھٹکوں مسافروں کو راستہ بتلاتے ہیں اور زندگی دوام پائی۔ پیروی۔ تقلید کرنا۔

تشریح: غالب کسی کی پیروی شخصیت سے مرعوب ہو کر کرنا نہیں چاہتے تھے معقولیت کی پیروی میں کرنی قابل نہیں تھا اپنی اس خصوصیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں اور تو اگر خضر بھی جن کی راہ شناسی اور بزرگی مسلمہ ہے۔ راہ چلتے مل جائیں تو ضروری نہیں کہ ہم ان کی پیروی کریں وہ بھی ہمارے طرح زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں اور ایک ہم سفر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

الفاظ لازم اور ہم سفر قابل غور ہیں۔

۷۔ اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تم کو کہیں جو غالب آشفتہ سر ملے

معنی الفاظ: ساکن۔ ٹھہرا ہوا۔ رہنے والا۔ ساکنان۔ ساکن کی جمع۔ دلدار۔ معشوق آشفتہ۔ پریشان۔ بدحواس۔ آشفتہ سر۔ دیوانہ۔

تشریح: اس شعر میں غالب کنایتاً یہ بتاتے ہیں کہ جوش جنون میں بدحواس ہو کر غالب کوچۂ یار میں گشت لگا رہے ہیں کہتے ہیں کہ اے کوچۂ یار میں رہنے والو ذرا خیال

دکھنا۔ اگر نہیں کہیں غالب دیوانہ مل جائے۔ لفظ کہیں کوچہ یار کی طرف اشارہ کرتا ہے

غزل نمبر ۱۵۸

۱۔ کوئی دن گر زندگانی اور ہے   اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

معنی الفاظ۔ اور یکلمہ عطف ہے زیادہ۔ نیا۔ جدید۔ دل میں ٹھاننا۔ پکا ارادہ کرنا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگر کچھ دن اور جینے کے مل گئے تو ہم حصول مقصد کا طریقہ بدل دیں گے۔ یعنی نیا طرز اختیار کریں گے۔ اس بات کا ہم نے پکا ارادہ کر لیا ہے۔

۲۔ آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں   سوز غم ہائے نہانی اور ہے

معنی الفاظ: سوز۔ جلن۔ تپش۔ نہانی۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جو غم دل میں چھپا رہے (غم عشق) اس کی جلن دوزخ کی آگ سے بھی کہیں زیادہ اور نئی قسم کی ہے۔

۳۔ بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں   پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے

معنی الفاظ: بارہا۔ کئی دفعہ۔ رنجش۔ ناراضگی۔ خفگی۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرا معشوق رنجیدہ تو پہلے بھی مجھ سے کئی دفعہ ہوا ہے۔ مگر اس دفعہ تو نئی قسم کی ناراضگی ہے جو پہلے دیکھنے میں نہیں آئی۔

۴۔ دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر   کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

معنی الفاظ: منہ دیکھنا۔ منہ تکنا۔ جواب کے انتظار میں صورت دیکھنا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ یار کا خط لانے والا خط دینے کے بعد خاموش کھڑا مری صورت دیکھ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ پیغام زبانی بھی دیا ہے منتظر ہے کہ میں خط پڑھ لوں تو کہے۔ قاصد کا عمل غالب کو ذہنی کشمکش میں ڈال دیتا ہے معلوم نہیں کہ جو کچھ زبانی کہنے والا ہے امید افزا ہے کہ مایوس کن۔

۵۔ قاطع اعمار ہیں اکثر نجوم   وہ بلائے آسمانی اور ہے

معنی الفاظ : قاطع ۔ کاٹنے والا ۔ اعمار ۔ جمع عمر کی ۔ نجوم ۔ جمع نجم ، ستارے ۔
بلا ۔ مصیبت ۔

تشریح : علم نجوم کی رو سے بعض ستاروں کے اثر سے انسان کی عمر ختم ہو جاتی ہے غالب کہتے ہیں کہ ویسے تو بہت سے ستاروں کے اثر سے زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر میرا محبوب ہلاک کرنے کے لئے ایک نئی قسم کا قہر آسمانی ہے یعنے اللہ کی طرف سے جان لینے والا ۔

۵ ۔ ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام — اک مرگ ناگہانی اور ہے

معنی الفاظ : مرگ ۔ موت ۔ ناگہانی ۔ اچانک ۔ جس کی پہلے سے اطلاع نہ ہو ۔

تشریح : اس دنیا میں انسان کے لئے موت آخری مصیبت ہے ۔ غالب کہتے ہیں اور تو جتنی مصیبتیں ہو سکتی تھیں وہ مجھ پر گزر چکیں اب صرف موت رہ گئی ہے ۔ دیکھئے کب آ ئے ۔

غزل نمبر ۱۵۹

۱ ۔ کوئی امید بر نہیں آتی — کوئی صورت نظر نہیں آتی

معنی الفاظ : امید بر آنا ۔ امید پوری ہونا ۔ صورت ۔ شکل ۔

تشریح : اس شعر میں غالب انتہائی مایوسی کا اظہار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ نہ تو کوئی امید پوری ہوتی ہے اور نہ پوری ہونے کی کوئی تدبیر ہی سوجھتی ہے ۔

۲ ۔ موت کا ایک دن معین ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

تشریح : قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور یہ بھی فرمان الٰہی ہے کہ ہم نے رات سکون کے لئے بنائی ۔ انہی مضامین قرآن کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالب اللہ میاں سے خطاب کر کے کہتے ہیں کہ خیر موت کا تو ایک دن مقرر ہے وہ تو اپنے وقت پر آئے گی مگر نیند جو غموں سے عارضی نجات دے سکتی ہے اور رات تو نے بنائی ہی اس غرض سے ہے کہ ہم سکون حاصل کریں اور

سوئیں۔ نیند تمام رات کیوں نہیں آتی۔ ایک لمحہ کے لئے آجائے۔ غرض یہ کہ مجھے نہ دن چین ہے نہ رات۔ تفکرات سے گھرا ہوا ہوں۔ موت جو ان سے مستقل چھٹکارا دلا سکتی ہے وہ تو کجا نیند جو عارضی طور پر سکون دے سکتی ہے وہ بھی نصیب میں نہیں ہے نیند اور موت کا تقابل قابل غور ہے۔

۳۔ آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی　　　اب کسی بات پر نہیں آتی

معنی الفاظ: آگے۔ اگلے زمانہ میں۔ وقت جو گزر گیا۔ یہاں مراد ایام جوانی سے ہے حال۔ حالت۔ کیفیت۔ حال دل۔ محبت کی کیفیت۔

تشریح: انسان عموماً دوسروں کی لغزشوں اور حماقتوں پر ہنستا ہے اور وہی حرکتیں خود کرے تو ہنسنا تو کجا دوسروں کو ہنستا دیکھ کر رو دیتا ہے۔ یا کھسیانہ ہو کر غصہ کرتا ہے۔ محبت میں انسان عقل کی بات کم کرتا ہے۔ بیشتر مضحکہ خیز حرکتیں ہوتی ہیں لیکن خود محسوس نہیں کرتا۔ غالب کہتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں جب عشق بازی کرتے تھے تو ہماری خوش دلی کا یہ عالم تھا کہ محبت کے سلسلہ میں جو احمقانہ حرکتیں کرتے تھے۔ اس پر اور تو اور خود بھی ہنس دیتے تھے۔ اور اب بڑھاپے میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ خواہ دوسروں سے کتنی ہی ہنسانے والی بات　سرزد ہوتے دیکھیں ہنسی نہیں آتی۔ پژمردگی دل کی انتہا ہے۔

۴۔ جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد　　　پر طبیعت ادھر نہیں آتی

معنی الفاظ: ثواب: درست۔ ٹھیک۔ نیک کام کا بدلہ۔ جزا۔ طاعت۔ عبادت۔ زہد۔ پرہیزگاری۔

تشریح: اس شعر میں غالب کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں کہ میں عبادت اور پرہیزگاری کے انعام کا قائل نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میری طبیعت ہی اس طرف (طاعت۔ زہد) نہیں آتی۔ یعنی جو لالچ یا ڈراوا اس سلسلہ میں دیا جاتا ہے وہ مجھے زہد اختیار کرنے کے لئے کافی نہیں۔ نسیۂ آخرت سے نقد دنیا بہتر ہے۔ مرزا تو نقد نہ تیرہ ادھار کے قائل تھے۔

۵۔ ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں　　　ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

تشریح: غالب کے معشوق نے کوئی بات ایسی کہی جو ان کو پسند نہیں آئی۔ مگر جواب

نہیں دیا خاموش ہو گئے۔ کہتے ہیں میری خاموشی سے یہ مت خیال کر، کہ مجھے اس کا معقول جواب دینا نہیں آتا میں تو مصلحتاً چپ ہوں ورنہ جواب مسکت دے سکتا ہوں۔

۶۔ کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں　　　　میری آواز گر نہیں آتی

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میں فریاد اس لئے کرتا ہوں کہ جب میرا معشوق میری آواز چیخنے کی نہیں سنتا تو پوچھتا ہے کہ آج غالب کی آواز نہیں آئی۔ کیا وجہ ہے میری یہ فریاد اس کی پرسش کا سبب تو ہے۔ دوسرے الفاظ میں میری معشوق کے دل میں جگہ تو ہے

۷۔ داغ دل گر نظر نہیں آتا　　　　بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی

معنی الفاظ: چارہ گر۔ معالج۔ ہمدرد۔

تشریح: غالب اپنے کسی ہمدرد کی نسبت کہتے ہیں کہ میرا دل جلتا ہے اور داغدار ہے۔ محبت کی آگ بھڑک رہی ہے مگر اسے یقین نہیں آتا اور عشق سے باز رہنے کی نصیحت جاری رکھتا ہے۔ غالب اس سے کہتا ہے کہ اگر تجھے سینہ کے اندر دل کا داغ نظر نہیں آتا۔ تو کیا تجھے میری گرم آہوں میں دل کے جلنے کی بو بھی نہیں آتی۔

۸۔ ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی　　　　کچھ ہماری خبر نہیں آتی

تشریح: سنتا ہوں کہ عشق حقیقی کی منازل میں ایک مقام وہ بھی ہے جہاں پہنچ کر انسان محو حیرت ہو جاتا ہے اور کوئی سدھ بدھ نہیں رہتی۔ غالب جہاں تک معرفت الٰہی کا تعلق ہے اپنے آپ کو اس مقام پر خیال کرتا ہے۔ اور شریعت و طریقت کی گتھی سلجھانے سے معذوری ظاہر کرتا ہے وہ ہمہ اوست اور ہمہ از وست کی الجھن میں پھنسا ہوا ہے۔ اس مقام پر انسانیت سے تعلق نہیں رہتا۔ معرفت الٰہی اس حد تک مفید ہے جب تک انسان بنی نوع کی خدمت کر سکے اور دوسروں کے لئے نمونہ عمل بن سکے۔ رسول اکرمؐ اس سے بلند مقام پر پہنچ کر بھی انسانیت سے تعلق قائم رکھ سکے۔ قرآن ہی اس کا حل بتا سکتا ہے۔

۹۔ مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی　　　　موت آتی ہے پر نہیں آتی

معنی الفاظ: مرنا۔ پسند کرنا۔ جان کھپانا۔ جان دینا۔

تشریح : غالب کہتا ہے کہ میں مرنے کی انتہائی آرزو کرتا ہوں مگر باوجودیکہ موت کا آنا یقینی ہے لیکن میری خواہش کے مطابق نہیں آتی ۔

۱۰۔ کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب   شرم تم کو مگر نہیں آتی !

تشریح : غالب اپنی شراب نوشی کی وجہ سے حج کے لئے نہ جا سکنے کا عذر پیش کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں غالب تم کس منہ سے کعبہ جاؤ گے تم تو رند بادہ خوار ہو ، ذرا شرم کرو ۔

غزل نمبر ۱۶۰

۱۔ دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے ؛   آخر اس درد کی دوا کیا ہے

معنی الفاظ : ناداں ۔ بے وقوف ۔ احمق ۔

تشریح : غالب عشق میں مبتلا ہو گئے ۔ چونکہ یہ سب کرشمہ سازی دل کی ہے اور یہ مرض لاعلاج لگ گیا ۔ اس لئے دل کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اسے بے وقوف دل تونے کیا حماقت کی ۔ جو یہ مرض لا دوا خرید لیا تونے عشق کرنے سے پہلے یہ بھی سوچا تھا کہ اس کا علاج کیا ہے ۔

۲۔ ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار   یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

معنی الفاظ : مشتاق ۔ چاہنے والا ۔ آرزومند ۔ بے زار ۔ نفرت کرنا ۔ اُکتانا ماجرا ۔ قصہ ۔ جنجال ۔

تشریح : غالب کی سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ محبت کا بدل نفرت کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ میاں نے کہا ہے کہ احسان کا بدلہ بجز احسان کیا ہو سکتا ہے ۔ اس لئے اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یا الٰہی میں تو معشوق سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے نفرت ، یہ تیرے ارشاد کے خلاف بات کیوں ہے ۔

۳۔ میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں   کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

تشریح : غالب بزم یار میں بیٹھے ہیں وہ غالب کے علاوہ سب سے دریافت حال

کرتے ہیں۔ غالب اس پر جھلا جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میرے منہ میں بھی زبان ہے یعنی میں بھی بول سکتا ہوں۔ کیا اچھا ہو جو مجھ سے بھی پوچھو کہ کیا حال ہے اور کیا چاہتے ہو۔

۴۔ جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

تشریح: غالب کے ذہن میں صوفیائے کرام کا یہ نظریہ ہے۔ "لا موجود الا اللہ" اور (اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں) وہ اس کی صحت کے متعلق شک میں ہے چونکہ اپنی ذات کے علاوہ اپنے ارد گرد کی لاکھوں چیزیں دیکھتا ہے جن کی ہستی حواس خمسہ کے ذریعہ محسوس کرتا ہے۔ اس معمہ کا حل اللہ میاں سے ہی دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تیرے سوا کسی چیز کی ہستی ہے ہی نہیں پھر اے خدا کائنات کی یہ ہماہمی ہے کیا اس کے تین اشعار میں اس ہنگامہ آرائی میں سے چند کو جن سے غالب کو دلچسپی ہے اور وہ ان کی موجودگی کو پوری طرح محسوس کرتا ہے اور جن کے انکار کی گنجائش نہیں دیکھتا۔ منتخب کر کے سوال کرتا ہے کہ یہ کیا ہیں۔

۵۔ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟

معنی الفاظ: پری چہرہ۔ حسین معشوق۔ غمزہ عشوہ ادا۔ معشوق کی دل لبھانے والی حرکات۔

۶۔ شکن زلف عنبریں کیوں ہے نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

معنی الفاظ: شکن۔ بل۔ پیچ وخم۔ زلف کاکل۔ بالوں کی لٹ۔ عنبریں۔ عنبر جیسی خوشبو والی۔ نگہ۔ نظر۔ چشم سرمہ۔ کاجل لگی ہوئی آنکھ۔

۷۔ سبزہ وگل کہاں سے آئے ہیں ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

اوپر کے تین اشعار شعر نمبر ۴ کے ساتھ پڑھیے۔

۸۔ ہم کو ان سے وفا کی ہے امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

تشریح: اس شعر میں غالب پھر جیسا کہ پہلے شعر میں کہا۔ اپنی نادانی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو معشوق جانتا ہی نہیں کہ وفا کسے کہتے ہیں ہم اس سے وفا کی

امید رکھتے ہیں۔ ہماری حماقت ملاحظہ ہو۔

۹۔ ہاں بھلا کر ترا بھلا ہو گا — اور درویش کی صدا کیا ہے

تشریح: غالب صدائے درویشانہ بھی بامعنی لگاتے ہیں اور محبوب کو وفا کی ترغیب دیتے ہیں۔ چونکہ عاشق کے لئے معشوق کا سب سے بھلا کام عاشقی کی دلداری کرنا ہے۔

۱۰۔ جان تم پر نثار کرتا ہوں — میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی جان نثاری کا بیان کر کے محبوب سے وفا کی استدعا کنایتاً کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں تم پر جان قربان کرنا چاہتا ہوں اور میری کوئی خواہش نہیں ہے۔

۱۱۔ میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب — مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

معنی الفاظ، کچھ نہیں۔ کسی کام کا نہیں۔

تشریح: غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ مان لیا کہ غالب بالکل ناکارہ ہے۔ لیکن اگر بن داموں غلام مل جائے تو کیا بُرا ہے۔

غزل نمبر ۱۶۱

۱۔ کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے

اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

معنی الفاظ: غالیہ مو۔ خوشبودار بالوں والا معشوق۔

تشریح: غالب اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم سب اس خواہش کا تو اظہار کرتے ہو کہ وہ معشوق آجائے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی گھبرا کر یہ بھی کہے کہ وہ آگیا۔ غالب معشوق کی آمد کی خوش خبری سننا چاہتا ہے۔ محض آنے کے لئے دعاؤں سے مطمئن نہیں ہوتا۔

۲۔ ہو کشمکش نزع میں ہاں جذبِ محبت

کچھ کہہ نہ سکوں پر وہ مرے پوچھنے کو آئے

معنی الفاظ : نزع - جانکنی - جذب - کشش

تشریح : جیتے جی غالب کا معشوق اس سے نہیں ملا حتیٰ کہ مرض الموت میں گرفتار ہے۔ مگر نہیں آیا۔ غالب مرتے وقت معشوق کا دیدار کرنا چاہتا ہے خواہ کوئی بات نہ کر سکے وہ اپنے جذبہ محبت کی آخری آزمائش بھی کرنا چاہتا ہے اور اسے (جذبہ) کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے جذبہ محبت ایسا اثر دکھا کہ وہ جان کنی کے وقت تو میرے پوچھنے کو آجائے۔ خواہ میں اس سے بات بھی نہ کر سکوں۔

۳ - ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم

آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں گو آئے

معنی الفاظ : صاعقہ - بجلی جس کی چمک ایک لمحہ کے لئے ہوتی ہے۔ شعلہ - آگ کی لو - سیماب - پارہ - جس کو قرار نہیں ہوتا اور گرمی پہنچنے پر اُڑ جاتا ہے۔

تشریح : غالب کا معشوق رواں دواں غصے کا اظہار کرتا ہوا آیا اور چلا گیا۔ اسی حالت کا نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا آنا بھی کوئی آنا ہے جس میں قیام نہ ہو یہ تو بے چینی میں اضافہ کر دیتا ہے سکون کا باعث نہیں ہوتا۔

۴ - ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین

ہاں منہ سے مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے

معنی الفاظ : نکیرین - وہ فرشتے جو قبر میں حساب اعمال کی جانچ کریں گے۔

تشریح : غالب نکیرین سے جان چھڑانے کی ایک انوکھی تجویز سوچتے ہیں کہ شراب بھی نہ چھوٹے اور حساب کتاب بھی نہ ہو۔ ان کے خیال میں مرتے دم تک شراب نہ چھوڑنی چاہیئے جب منہ سے شراب کی بُو آئے گی تو ممکن ہے نکیرین نفرت کر کے چلے جائیں اور حساب کتاب اعمال نہ جانچیں۔

۵ - جلاد سے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے

ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس بھیس میں جو آئے

تشریح : اس شعر میں صوفیائے کرام کے نظریہ ہمہ اوست کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں لفظ 'اسے' سے مراد خدا سے ہے۔ کہتے ہیں کہ جلاد قتل کرنے کی دھمکی دے یا واعظ نصیحت یا ملامت کے وار کرے۔ ہم نہ پہلے سے ڈرتے ہیں نہ ہی دوسرے کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ تو ان دونوں میں اللہ ہی کا ہاتھ کام کرتا دیکھتے ہیں یہ دونوں روپ اس کے ہیں۔ کسی نے کہا ہے ؎

بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　من انداز قدت را می شناسم

۶ - ہاں اہل طلب کون سنے طعنۂ نا یافت

دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

معنی الفاظ : طعنہ۔ آوازہ۔ طنز۔ نا یافت۔ نہیں پایا۔

تشریح : غالب طالبان خدا کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اس طنز سے بچنے کے لئے کہ لوگ کہیں اسے خدا ملا نہیں گیا تھا اللہ سے ملنے۔ جب ہم نے دیکھا کہ اللہ نہیں ملتا تو خود کھو گئے یعنے اپنے آپے میں نہیں رہے۔ نہ ہوش میں لوگ دیکھیں گے نہ اللہ میاں کی بات پوچھیں گے۔ جب مثبت میں جواب نہ دے سکوں گا۔ طعنہ دیں گے کہ بس اللہ میاں سے مل آئے۔ اس کے ساتھ غزل نمبر ۵۹ اکا آٹھواں شعر پڑھیے ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی　　　کچھ ہماری خبر نہیں آتی

۷ - اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں

اس در پہ نہیں بار تو کعبے ہی کو ہو آئے

معنی الفاظ : شیوہ۔ عادت۔ طریقہ۔

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ ہمیں بیکار بیٹھنا نہیں آتا اگر دریار پہ اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو اللہ میاں کے گھر یعنی خانہ خدا (خانہ کعبہ) میں ہو آئے وہاں تو کوئی روکنے والا نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عشق مجازی میں ناکامیابی ہی عشق الہی کی صورت اختیار کر لیتی ہے ورنہ اللہ میاں سے محبت کرنا دشوار ہے۔

۸ - کی ہم نفسوں نے اثر گریہ میں تقریر

اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھ کو ڈبو آئے

معنی الفاظ۔ ہم نفس۔ دوست۔ آشنا۔ اثر۔ نتیجہ۔ گریہ۔ رونا۔ دھونا۔ آہ وزاری۔ ڈبونا۔ اعتبار کم کر دینا۔ برباد کر دینا۔

تشریح: غالب کے دوست اس کی سفارش کے لئے اس کے محبوب کے پاس گئے اور تیرہ سس از آہ مظلوماں کے موضوع پر تقریر کر ڈالی۔ محبوب نے جواب دیا کہ اگر اس کی آہ وزاری خلوص پر مبنی ہوتی تو مجھ پر کچھ تو اثر ہوتا۔ چونکہ نہیں ہوا اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو یہ نظریہ ہی غلط ہے اور اگر نظریہ درست ہے تو غالب کی گریہ وزاری خلوص پر مبنی نہیں۔ اس پر دوستوں کو کوئی جواب بن نہیں پڑا۔ اور اس کی تائید کرنے لگے۔ واپس آکر سارا واقعہ غالب کو سنایا اس پر غالب نے یہ شعر کہا کہ دوست میری سفارش کرنے گئے تھے۔ اور میرے عشق کا اعتبار بھی کھو دیا۔ خود سرخرو ہو کر آ گئے اور مجھے ڈبو دیا۔

۹۔ اس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب

ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے

معنی الفاظ: انجمن ناز: معشوق کی محفل۔ کیا بات ہے۔ کیا تعریف کی جائے۔

تشریح: غالب کے محبوب نے محفل آراستہ کی اور لوگوں کو بلایا مگر غالب کو نہیں۔ غالب کے ایک بے تکلف دوست بھی شریک محفل ہوئے مگر غالب کو وہاں نہیں پایا۔ واپسی پر جب غالب سے ملے تو مرزا نے محفل کی کیفیت پوچھی یہ شعر اس سوال کا جواب ہے، کہ محفل کی کیفیت تو بیان سے باہر ہے مگر تم نہایت ہی بدقسمت تھے جو باریابی نہ پا سکے۔ جس کا افسوس ہے۔

غزل نمبر ۱۶۲

۱۔ پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے

سینہ جویائے زخم کاری ہے

معنی الفاظ: بے قراری۔ بے چینی۔ جویا۔ تلاشی۔ ڈھونڈنے والا۔ زخم کاری۔ مہلک زخم۔

تشریح: موسم بہار کی آمد ہے اور غالب کے دریائے محبت میں طغیانی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اس غزل کے تمام اشعار اس جوش جنون کی مختلف کیفیات کا بیان ہے۔ مطلع میں ابتدائی کیفیت پائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ پھر دل بے چین سا رہنے لگا۔ اور سکون کے لئے معشوق کی ناز و ادا کا زخم کاری چاہتا ہے۔

۲۔ پھر جگر کھودنے لگا ناخن آمد فصل لالہ کاری ہے

معنی الفاظ: لالہ کاری۔ لالہ کی فصل بونا۔

تشریح: کاروبار عشق میں جگر بھی دل کا ساتھی ہے اسے بھی زخم کھانے میں مزا آتا ہے کہتے ہیں کہ جنون کی حالت میں میرے ناخن جگر کاوی کرنے لگے۔ اور اس کے نتیجے میں میرا سینہ لالہ زار بن جائے گا۔ ناخن کا یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے لالہ کا بیج بونے کے لئے زمین کھودنا اور تیار کرنا۔

۳۔ قبلۂ مقصد نگاہ نیاز پھر وہی پردہ عماری ہے

معنی الفاظ۔ قبلہ۔ سامنے یا مقابل کی چیز۔ کعبہ۔ مقصد۔ مدعا۔ نگاہ نیاز۔ حاجت طلبی کی نظر۔ پردہ۔ غلاف۔ عماری۔ ہاتھی کا ہودا یا اونٹ کا کجاوہ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں۔ پھر میری طالب دیدار نگاہ اس پردہ عماری پر جمی ہوئی ہے۔ جس میں سوار میرا معشوق جا رہا ہے۔ خانہ کعبہ کے پردہ اور پردہ عماری کا تقابل قابل غور ہے۔

۴۔ چشم دلّال جنس رسوائی دل خریدار ذوق خواری ہے

معنی الفاظ: دلّال۔ سودا کرانے والا۔ جنس۔ مال۔ رسوائی۔ بدنامی۔ ذوق خواری۔ ذلت کی مانگ۔

تشریح: کاروبار عشق میں رسوائی بھی جنس کی حیثیت رکھتی ہے اور عاشق اس کا خواہاں ہوتا ہے۔ محبت آنکھوں کی راہ سے دل میں داخل ہوتی ہے۔ غالب کہتا ہے۔

کہ آنکھوں ہی نے دل کو جو خواری کا خریدار تھا۔ رسوائی کی جنس دلانے میں دلال کا کام کیا ہے۔

۵۔ وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشکباری ہے

معنی الفاظ: صد رنگ۔ سو طرح کی۔ نالہ فرسائی۔ آہ و فریاد۔ صد گونہ۔ سو قسم کی۔ اشک باری۔ آنسو بہانا۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ پھر وہی پہلی سی طرح طرح کی آہ و فغاں اور گریہ زاری شروع ہو گئی۔

۶۔ دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشرستان بے قراری ہے

معنی الفاظ: ہوا۔ خواہش۔ خرام ناز۔ اٹھلا کر چلنا۔ محشرستان۔ قیامت کا میدان۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ معشوق کو گرم خرام دیکھنے کی آرزو نے دل میں وہی بے چینی اور ہیجان پیدا کر دیا ہے جو قیامت کے دن ہونا بیان کیا جاتا ہے ایک اور جگہ اس خیال کو بیان کیا ہے ع

فتنۂ شور قیامت کس کی آب و گل میں ہے

۷۔ جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے
روز بازار جان سپاری ہے

تشریح: غالب کہتا ہے کہ معشوق پھر ناز و ادا سے دیدار کرانے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عشاق جوق در جوق دیدار کے لئے آنے لگے اور پروانہ وار جان دینے لگے۔

۸۔ پھر اُسی بیوفا پہ مرتے ہیں ،
پھر وہی زندگی ہماری ہے۔

تشریح: معشوق کی بے وفائی افسانوی صورت اختیار کر گئی مگر عاشق ہے کہ باوجود معشوق کی بے وفائی کا علم ہونے کے پھر اُسی پر جان دیتا ہے یہی کیفیت غالب نے اس شعر میں بیان کی ہے۔ کہتا ہے کہ بے وفائی معلوم ہوتے ہوئے بھی ہماری محبت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی پہلی سی کیفیت اب بھی ہے۔

۹۔ پھر کھلا ہے در عدالت ناز
گرم بازار فوجداری ہے

معنی الفاظ: عدالت۔ وہ جگہ جہاں انصاف ہوتا ہو۔ کچہری گرم بازاری۔ چہل

پہل - گہما گہمی - فوجداری - لڑائی - جھگڑا ۔

تشریح: غالب نے یہاں عدالت کا لفظ طنزاً استعمال کیا ہے۔ ساتویں شعر کا تخیل اس میں بھی کارفرما ہے۔ ذرا سا تغیر کر کے بیان کرتا ہے کہ ناز و ادا نے پھر ایک جان لینے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اور عشاق ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے لڑتے جھگڑتے ہیں۔

۱۰ - ہو رہا ہے جہان میں اندھیر   زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

معنی الفاظ: اندھیر - سیاہی پھیلنا - ظلمت - بے انصافی - سرشتہ داری - حکومت عمل - عمل و دخل ۔

تشریح: زلف کے سیاہ رنگ کی مناسبت سے اندھیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ معشوق کے سیاہ گیسو بکھر کر پھر عشاق کے لئے جان لیوا بن گئے ہیں اور ایک اندھیر مچا رکھا ہے۔ یعنے سیاہ زلف کا راج ہے۔ اندھیر ہی ہو گا۔

۱۱ - پھر دیا پارۂ جگر نے سوال   ایک فریاد و آہ زاری ہے

معنی الفاظ: پارہ - ٹکڑا - سوال - شکایتی درخواست - دعوےٰ - استغاثہ ۔

تشریح: تخیل وہی ہے۔ کہتا ہے کہ ناز کے زخم خوردہ جگر کے ٹکڑے نے استغاثہ پیش کر دیا اور آہ و زاری جاری ہے۔

۱۲ - پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب   اشک باری کا حکم جاری ہے

معنی الفاظ: گواہ - شاہد ۔

تشریح: غالب آنسوؤں کو عشق کا گواہ خیال کرتے ہیں چونکہ یہی عشق کی موجودگی ثابت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم پھر گریہ و زاری میں مشغول ہیں اور اپنے عشق کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

۱۳ - دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا   آج پھر اس کی روبکاری ہے

معنی الفاظ: مژگاں - پلکیں - روبکاری - پیشی

تشریح: پلکوں نے دل کو زخمی کیا جس کی فریاد عدالت ناز میں کی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا

کہ دل طلب کیا گیا۔ اور پھر دل کو انصاف ملنے کی بجائے تیر مژگاں کھانے پڑے ایسی روبکاری کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا۔

۱۴۔ بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

معنی الفاظ: بے خودی۔ اپنے آپ میں نہ ہونا۔ کھویا کھویا سا ہونا۔

تشریح: غالب کھوئے سے رہتے ہیں عشق کا اظہار کرنا نہیں چاہتے۔ اس حالت کو ملحوظ رکھ کر کہتے ہیں کہ غالب تم جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو یہ بلا وجہ تو نہیں ہے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو چھپانا چاہتے ہو یعنے کیوں نہیں کھل کر کہتے کہ عاشق ہو گئے ہو۔

غزل نمبر ۱۶۳

۱۔ جنون تہمت کش تسکین نہ ہو گر شادمانی کی

نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

معنی الفاظ: تہمت۔ جھوٹا الزام۔ تہمت کش۔ الزام اٹھانے والا۔ تسکین۔ تسلی۔ اطمینان۔ شادمانی۔ مسرت۔ خوشی۔ نمک پاش۔ نمک چھڑکنے والا۔ زخم پر نمک چھڑکنے سے درد ہوتا ہے۔ اس لیئے تکلیف میں اضافہ کرنے والا۔ خراش چھلن۔ رگڑ۔ زخم کی ہلکی سی لکیر۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ دنیا کے مزے حقیقی مسرت نہیں رکھتے چونکہ دنیا میں راحت کم اور رنج زیادہ ہے اس لئے جو تھوڑی بہت راحت ملتی ہے۔ مصیبت کے وقت اس کی یاد دل کے زخموں پر وہی اثر کرتی ہے جو زخم پر نمک چھڑکنا۔ اگر کوئی چیز دنیا کو رہنے کے قابل بنا سکتی ہے تو وہ عشق ہے چونکہ عاشق اپنے محبوب کو حاصل کرنے میں ہر مصیبت کو راحت تصور کر کے شاداں و فرحاں نظر آتا ہے اگرچہ مصیبت اپنی اصلیت کو نہیں بدل دیتی وہ رہتی مصیبت ہی ہے اس کے علاوہ دنیا میں شادمانی ہے کہاں دیوانے عموماً خستہ حال ہوتے ہیں۔ لیکن بیشتر کو مسکراتے دیکھا ہے اس لئے یہ مقولہ

مشہور ہو گیا کہ دیوانہ خندد بہ دو دو خندد بہ دیوانہ اور یہ اپنی خستہ حالی کا عدم احساس ہی ہے جو اس کے لبوں پہ مسکراہٹ کا باعث ہے ورنہ حالت جو ہے عیاں ہے۔

۲۔ یہ کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی؟

ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

معنی الفاظ: کشاکش۔ کھینچا تانی۔ کش مکش۔ جہد للبقا۔ ہستی۔ وجود۔ زندگی۔ سعی۔ کوشش۔ آزادی۔ رہائی۔ چھٹکارا۔ موج۔ لہر۔ آب۔ پانی۔ فرصت مہلت۔ روانی۔ بہاؤ۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ دنیا کی کش مکش سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنا عبث ہے یہ تو اسی طرح جاری رہے گی۔ جب تک کہ زندگی کی کشتی موت کے کنارہ نہ جا لگے۔ تم دیکھتے نہیں جب تالاب یا دریا میں پتھر پھینکا جاتا ہے تو جونہی لہر اٹھتی ہے اور آگے بڑھتی ہے۔ دوسری لہروں کا سلسلہ زنجیر کی طرح قائم ہو جاتا ہے اور جب تک کنارہ سے ٹکرا کر اپنی ہستی نہ کھو دے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ایک اور جگہ اسی خیال کا اظہار کیا ہے ؎

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

۳۔ پس از مردن بھی دیوانہ زیارت گاہ طفلاں ہے

شرار سنگ نے تربت پہ میری گل فشانی کی

معنی الفاظ: پس۔ بعد۔ مردن۔ مرنا۔ زیارت گاہ۔ درگاہ۔ مقدس مقام، جس پہ حاضری دی جائے اور پھول چڑھائے جائیں۔ طفلاں۔ جمع ہے طفل، لڑکے۔ شرار۔ چنگاری۔ آگ کا پتنگا۔ سنگ۔ پتھر۔ تربت۔ قبر۔ گلفشانی پھول چھڑکنا۔ دیوانہ۔ عاشق۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ زندگی میں لڑکے دیوانے (غالب) پہ پتھر پھینکتے ہی تھے مگر مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اب وہ میری قبر پہ پتھر پھینکتے ہیں جن سے چنگاریاں

اس طرح نکلتی ہیں جیسے کوئی گل فشانی کر رہا ہو۔ گویا میری قبر ان کے لئے ایک آستانہ بن گئی۔

غزل نمبر ۱۶۴

۱۔ نکوہش ہے سزا فریادیٔ بیداد دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

معنی الفاظ: نکوہش۔ دھمکی۔ ملامت۔ سرزنش۔ بیداد۔ ظلم۔ ناانصافی۔ دلبر۔ دل لبھانے والا معشوق۔ مبادا۔ ایسا نہ ہو۔ خندہ دنداں نما۔ غصہ ظاہر کرنے والی ہنسی۔ ملامت لئے ہوئے۔ محشر۔ قیامت۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ دنیا میں معشوق کے ظلم کی شکایت کرنے والی کی سزا ملامت اور دھمکی ہے اور اس وجہ سے وہ چپ رہتا ہے۔ کوئی شکایت نہیں کرتا۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز کی صبح جو مظلوموں کے فریاد کرنے کا آخری موقع ہے۔ غصہ ظاہر کرنے والی ہنسی کی صورت نہ اختیار کرلے اور مجھے یہ موقع بھی فریاد کا نہ ملے۔ ہنسی کے وقت دانتوں کی سفیدی اور صبح کے نمودار ہونے کی سفیدی کی مماثلت قابل غور ہے۔

۲۔ رگ لیلےٰ کو خاک دشت مجنوں ریشگی بخشے
اگر بودے بجائے دانہ دہقاں نوک نشتر کی

معنی الفاظ: ریش۔ زخم۔ ریشگی بخشے۔ زخمی کردے۔

تشریح: روایت ہے کہ ایک دفعہ لیلےٰ نے فصد کھلوائی تو رگ مجنوں سے خون بہنے لگا۔ گویا یک جان دو قالب ہو گئے تھے۔ اس شعر میں غالب دشت مجنوں کے ذرات کا اثر رگ لیلیٰ پر ہونے کا احتمال ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کاشت کار دشت مجنوں میں بجائے اناج کے دانہ کے نوک نشتر گاڑ دیئے تو اس کا شاید یہ اثر ہوگا کہ ریت کے ذروں میں کاٹ کی خاصیت پیدا ہو جائے اور اس سے رگ لیلےٰ میں فصد کھل جائے باوجود تلاش کے دکاوش مجھے غالب کے اس شعر میں کوئی خوبی نہیں مل

سکی۔ دوسرا مصرعہ تو خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ پرِ پروانہ شاید بادبانِ کشتیِ مے تھا!

ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی

معنی الفاظ: بادبان۔ وہ کپڑا جس کے ذریعہ ہوا کا رخ کشتی کے چلانے میں مدد دینے کے لئے حسب خواہش بدلا جا سکتا تھا۔ بھاپ کے استعمال کرنے سے پہلے کشتیاں و جہاز ہوا پر قابو کر کے چلائے جاتے تھے اس سے کشتی کی رفتار تیز و سست جیسی مطلوب ہو کی جا سکتی تھی۔ مجلس کی گرمی۔ مجلس کی گھما گھمی۔ چہل پہل دور، چکر۔ ساغر۔ شراب کا پیالہ۔ کشتی مے۔ کشتی کی صورت کا شراب کا برتن یا صراحی۔ باذوق بادہ نوش شراب نوشی کے برتن مختلف شکلوں کے بنوایا کرتے تھے جن میں سے ایک کشتی کی صورت کا بھی تھا۔

تشریح: معلوم ہوتا ہے جس مجلس مے نوشی کا ذکر غالب کر رہا ہے اس میں صراحی کشتی کی شکل کی تھی اور رات کا وقت تھا شمع روشن تھی پروانے چکر کاٹ رہے تھے کسی پروانے کا پر کشتی مے میں گر گیا اور سیدھا کھڑا ہو کر تیرنے لگا۔ اس حالت میں اس کی صورت بالکل کشتی کے بادباں سے ملتی جلتی ہو گی۔ شراب پینے والے کافی تھے۔ تیزی سے دورِ جام چلنے لگا۔ اس شعر میں غالب نے یہی نقشہ کھینچا ہے۔ کہتے ہیں شاید پرِ پروانہ ہی نے بادبان کشتی کا کام دیا جو مجلس میں دورِ جام اس تیزی سے چلنے لگا۔

۴۔ کروں بیدادِ ذوقِ پرفشانی عرض کیا قدرت

کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

معنی الفاظ: بیداد۔ ظلم۔ زیادتی۔ ذوق۔ خواہش۔ شوق۔ پرفشانی۔ پر افشانی اڑنا۔ اڑنے کے لئے پر تولنا۔ عرض۔ بیان۔ قدرت۔ طاقت۔ طاقت اڑ گئی۔ طاقت جاتی رہی۔ شہپر۔ پرندوں کے بازو کے سروں کے بڑے پر جن پر پرواز کا انحصار ہوتا ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اڑنے کی خواہش نے مجھ پر جو ظلم کیا میں اسکا کیا بیان کروں۔

کیوں کہ میرے شہپر کی طاقت اڑنے سے پہلے ہی جاتی رہی تھی۔ اس خیال کو ایک اور طرح دوسری جگہ بیان کیا ہے۔

ع پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

غالب دنیا میں بہت بلندیوں پر پہنچنے کی آرزو رکھتے تھے۔ مگر افسوس ہے وسائل نے ساتھ نہ دیا اور دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اگر کسی ہاتھ نے سہارا بھی دیا تو وہی مفلوج ہو گیا۔ بے بسی کی حالت میں خواہشات کی موجودگی انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔

۵۔ کہاں تک روؤں اس کے خیمہ کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یا رب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی!

تشریح: معشوق خیمہ میں قیام پذیر ہے اور غالب کو باریابی حاصل نہیں۔ خیمہ کے پیچھے بیٹھے رو رہے ہیں اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آخر تنگ آ کر کہتے ہیں اے اللہ میری قسمت میں پتھر کی دیوار بھی نہیں لکھی تھی جو سر پھوڑ کر جان ہی دے دیتا۔ کب تک خیمہ کے پیچھے بیٹھا روتا رہا۔

غزل نمبر ۱۶۵

۱۔ بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

معنی الفاظ: بے اعتدالی۔ مناسب حدود میں نہ رہنا۔ توازن صحیح نہ ہونا۔ سبک۔ ہلکے۔ بے وقعت۔ ذلیل۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ مناسب حدود میں نہ رہنے کے باعث میری وقعت لوگوں کی نظر میں کم ہو گئی اور جتنی بے اعتدالی میں زیادتی ہوتی گئی اتنی ہی عزت گھٹتی گئی اس طرح اپنی مثال دے کر دوسروں کو اعتدال پسندی کی تلقین کی ہے۔

۲۔ پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے

اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

تشریح: اس شعر میں غالب ابتدائے زندگی ہی سے اپنا مصائب دنیا میں مبتلا ہو جانے کا بیان کرتے ہیں اور ایک پرندہ کا بچہ جو فضا کی بلندیوں پر پرواز کے لئے بنا ہو، کی مثال دے کہ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک پرندہ کا بچہ اپنے گھونسلہ کے پاس پوشیدہ جال میں پہلی ہی پرواز میں الجھ کر رہ جاتا ہے اس طرح میں بھی شعور آتے ہی فکر دنیا میں پھنس کر رہ گیا۔ کچھ دن بھی تو بے فکری نصیب نہیں ہوئی۔ غالب کے والد اور چچا، ابھی یہ بالغ نہیں ہوئے تھے فوت ہو گئے شادی بھی تیرہ سال کی عمر میں ہو گئی میاں بیوی کی طبیعتوں کے اختلاف نے اگر کچھ مسرت ہو بھی سکتی تھی اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ پنشن کا قضیہ اوائل عمر میں شروع ہو گیا یہ شعر انہی حالات کا آئینہ دار ہے۔

۳۔ ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے

یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہوئے

معنی الفاظ: ہستی۔ وجود۔ فنا۔ موت۔ دلیل۔ حجت۔ ثبوت۔ قسم ہونا۔ مطلق انکار ہونا۔ بالکل ترک ہونا۔ صرف کہنے کے لئے ہونا۔ ورنہ حقیقت میں کچھ نہ ہونے کے برابر ہونا۔

تشریح: اس شعر میں غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرا عدم وجود برابر ہے۔ ہماری ہستی ہی میں ہماری فنا نظر آتی ہے ہم یہاں تک مٹ گئے کہ صرف قسم کھانے کے لئے زندہ رہ گئے۔

۴۔ سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر؟

وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

معنی الفاظ۔ سختی کشاں۔ مصیبت اٹھانے والا۔ وہ۔ کا اشارہ سختی کشاں کی طرف ہے۔ سراپا۔ سرتاپا۔ مجسمہ۔ الم۔ رنج۔ دکھ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ عشق میں مصیبت اٹھانے والوں کا کیا پوچھتے ہو، وہ تو آہستہ آہستہ رنج و غم کا مجسمہ ہو کر رہ گئے۔

۵۔ تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر میں
تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے

معنی الفاظ: تلافی۔ نقصان کا بدلہ۔ یا عوض۔ دھر۔ دنیا۔ ستم ظلم۔ زیادتی۔

تشریح: غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہم پہ تو نے ہی ظلم نہیں کیا۔ جو وفا کرکے اس کا بدل دے سکے ہم پہ تو اس دنیا میں اور بھی زیادتیاں ہوئی ہیں ان کی تلافی تیری وفا سے نہیں ہو سکتی۔

۶۔ لکھتے رہے جنوں کی حکایات خوں چکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

معنی الفاظ: جنون۔ عشق۔ حکایات۔ جمع حکایت کی۔ کہانی۔ قصہ۔ خونچکاں خون ٹپکانے والی۔ جس سے خون ٹپکتا ہو۔ درد انگیز۔ ہاتھ قلم ہونا۔ ہاتھ کٹنا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ ہم عشق کی درد انگیز داستان لکھنے سے باز نہیں آئے اگرچہ ہمارے ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے عشق کی درد انگیز کہانی اپنی انگلیوں سے قلم کا کام لے کر لکھنا جاری رکھی۔ اگرچہ ہماری انگلیوں سے خون ٹپکا کیا۔ اس خیال کو ایک اور جگہ زیادہ واضح کر دیا ہے۔

ع۔ درد دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں
انگلیاں فگار اپنی خامہ خوں چکاں اپنا

۷۔ اللہ ری تیری تندیٔ خو جس کے بیم سے
اجزائے نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوئے

معنی الفاظ: تندیٔ خو۔ گرم مزاجی۔ غصہ کی عادت۔ اللہ رے۔ واہ واہ۔ بیم۔ خوف۔ اجزا۔ جمع ہے جزو کی۔ ٹکڑا۔ رزق۔ غذا۔ خوراک۔ ہم۔ رنج۔ جو آنے والی مصیبت کی وجہ سے ہو۔

تشریح: اس شعر میں اپنے محبوب کے غصہ کی شدت بیان کرتا ہے۔ اسے مخاطب کر کے کہتا ہے۔ واہ واہ آپ کے غصہ کے کیا کہنے۔ اس کے ڈر سے تو میرے نالہ کے

ٹکڑے میرے رنج کی غذا بن گئے۔ یعنی میں تیرے غصہ کے خوف سے خاموش رہا۔
نالہ و فریاد بھی نہ کر سکا۔

۸ - اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق

جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے

معنی الفاظ: اہل ہوس۔ بندہ نفس۔ فتح۔ کامرانی۔ جیت۔ ترک کرنا۔ چھوڑ دینا۔
نبرد۔ جنگ، لڑائی۔ پاؤں اٹھ جانا۔ بھاگ کھڑے ہونا۔ علم۔ جھنڈا۔ پرچم۔
تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جو عشق صادق نہیں رکھتے۔ بلکہ بندہ نفس ہیں ان کی حیثیت
تو عشق کی لڑائی میں میدان سے فراری میں ہے۔ ان کے قدم اٹھ جانا گویا فتح کا جھنڈا
بلند ہو جانا ہے عشق کی مصیبتوں کو تو وہی برداشت کرے گا جس کی محبت صادق ہو۔
ایک اور جگہ بندہ نفس اور عاشق صادق کا مقابلہ عشق کے میدان میں کیا ہے۔

؎ دھمکی میں مر گیا جو نہ صاحب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا

۹ - نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے

جو واں نہ کھچ سکے سو وہ یاں آ کے دم ہوئے

معنی الفاظ: نالے۔ جمع نالہ کی۔ فریادیں۔ عدم۔ عالم نیستی۔ وہ دور جو وجود
میں آنے سے پہلے گزرا ہو۔ دم۔ سانس۔
تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی نالہ و فریاد کرنا ہماری قسمت
میں لکھ دیا تھا کچھ نالے تو وہاں کھینچے باقی جو رہ گئے تھے انھوں نے یہاں ہمارے سانس
کی صورت اختیار کر لی۔ بس یہی فرق ہو گیا ورنہ چین نہ عدم میں نصیب ہوا نہ دنیا میں
آ کر جو رونا پہلے تھا وہ اب بھی ہے۔

۱۰ - چھوڑی اسدؔ نہ ہم نے گدائی میں دل لگی

سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

معنی الفاظ: گدائی۔ فقیری۔ بھیک مانگنا۔ دل لگی۔ عشق بازی۔ سائل۔ منگتا

اہل کرم بخشش کرنے والا۔
تشریح: غالب کہتے ہیں کہ (پیٹ بھرے) تو سب عشق کرتے ہیں اور ہم نے بھی کیا مگر ہم نے مفلسی میں بھی عشق بازی نہ چھوڑی جب مانگنے کی نوبت آئی تو سخی لوگوں سے محبت کرنا شروع کر دی۔

غزل نمبر ۱۶۶

۱۔ جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی

معنی الفاظ: نقد۔ ادھار کی ضد۔ اشرفی۔ سکہ۔ شعلہ۔ آگ کی لو۔ دم گرم۔ پاسبانی۔ چوکیداری۔ حفاظت۔ فسردگی۔ منجمد ہونا۔ سردی کے باعث جم جانا۔ نہاں۔ پوشیدہ۔ چھپی ہوئی۔ کمین۔ گھات۔ بے زبانی۔ خاموشی۔
تشریح: اس شعر میں غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ غم عشق سے جو داغ دل پر لگتے ہیں۔ ان کو نالہ و فریاد ہی زندہ رکھ سکتے ہیں۔ ورنہ خاموشی کا نتیجہ تو دل افسردگی ہوگا۔ چونکہ داغ صورت اور رنگ میں اشرفی سے ملتا جلتا ہے اس لئے نقد کا لفظ استعمال کیا ہے اور اسی طرح مناسب کیفیت سے نالہ اور فریاد کو شعلہ کہا ہے۔

۲۔ مجھے اس سے کیا توقع؛ بہ زمانہ جوانی
کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی میری کہانی

معنی الفاظ: توقع۔ امید۔ کودکی۔ بچپن۔
تشریح: بچپن میں بچے کہانیاں سننے کے شوقین ہوتے ہیں اور جوانی میں جب بہت سے کام کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ یہ شوق جاتا رہتا ہے غالب اپنے محبوب پر اس کے بچپن سے عاشق ہیں مگر وہ ان کی داستان محبت پہ کان نہیں دھرتا تھا معشوق کے جوان ہونے پہ یہ توقع کہ وہ ان کی کہانی دل لگا کر سنے گا۔ بالکل جاتی رہی۔ اس بات کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہ جس نے بچپن میں جبکہ کہانیاں سننے کا وقت تھا میری کہانی نہیں سنی۔ اب جوانی میں کیا سنے گا۔

جبکہ کہانیاں سننے کی عمر گذر گئی۔

۲۔ یونہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا

کہ میرے عدو کو یا رب ملے میری زندگانی

معنی الفاظ: یونہی۔ بلا وجہ۔ خوب۔ اچھا۔

تشریح۔ اس شعر میں غالب اپنی زندگی کے انتہائی بدمزہ ہونے کا بیان کرتے ہیں: کہتے ہیں کہ کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا اچھا نہیں ورنہ میں تو یہ دعا کرتا کہ اللہ میاں میرے دشمن کو میری زندگی عطا کر دے۔ دشمن کے لئے انسان بری سے بری چیز کی دعا کرتا ہے مگر غالب کی زندگی اتنی بری ہے کہ وہ اسے دشمن کے لئے بھی پسند نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میری زندگی اللہ دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔

غزل نمبر ۱۶۷

۱۔ ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے

اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

معنی الفاظ: ظلمت۔ اندھیرا۔ تاریکی۔ ظلمت کدہ۔ اندھیرا گھر۔ شب غم۔ مصیبت کی رات۔ یعنی ایسا غم جس میں خوشی کی کرن بھی نظر نہ آئی ہو۔ جوش۔ تندی۔ زیادتی۔ دلیل۔ حجت۔ ثبوت۔ سحر۔ صبح۔ خموش۔ بجھا ہوا۔

تشریح: معشوق کے فراق میں غالب اپنے گھر کا نقشہ اس شعر میں کھینچتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے گھر میں رنج و غم انتہا کو پہنچ گیا ہے حتیٰ کہ موم بتی جس میں صبح کی سی سپیدی ہے وہ بھی جل نہیں رہی بلکہ بجھی ہوئی ہے یعنی معشوق کے آنے کی کوئی امید نہیں، جو موم بتی کو روشن رکھا جاتا۔

۲۔ نے مژدہ وصال نہ نظارہ جمال

مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

معنی الفاظ: نے۔ نہ۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ وصال۔ ملاقات۔ نظارہ۔ دیدار۔

جمال ۔ حسن ۔ آشتی ۔ سکھ ۔ چین ۔ میل ملاپ ۔ دوستی ۔

تشریح : اس شعر میں غالب ہجر میں اپنی ذہنی کیفیت کا بیان کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں نہ محبوب کی طرف سے ملاقات کا خوش کن پیغام آتا ہے اور نہ دیدار ہی نصیب ہوتا ہے ۔ عرصہ ہو گیا کہ آنکھیں دیدار سے محروم ہیں ۔ اور کان پیغام یار سے ۔ کافی عرصہ سے کان اور آنکھوں میں صلح ہے ۔ رقابت نہیں ۔ کہ صرف دیدار ہوا یا پیغام آیا ۔

۳ ۔ مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب
اے شوق یاں اجازت تسلیم و ہوش ہے

معنی الفاظ : خود آرا ۔ بناؤ سنگھار کرنے والا ۔ بے حجاب ۔ بے پردہ ۔ شوق عشق ۔ اجازت ۔ چھٹی ۔ رخصت ۔ تسلیم ۔ سونپ دینا ۔ سپرد کر دینا ۔ ہوش سمجھ ۔ عقل ۔

تشریح : اس شعر میں غالب معشوق کے بن سنور کر شراب کے نشہ میں بدمست بے پردہ اپنے سامنے آ جانے پر جو کیفیت ان پر گزری بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں عقل سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی رخصت ہے یعنے آپے میں رہنا مشکل ہے بے باک ہو جائے جب معشوق کی طرف سے شوخی کی انتہا ہو جائے تو عاشق کے لئے دیوانہ ہو جانا بھی لازمی ہے ۔ ورنہ وصل بھی ہجر ہو کر رہ جاتا ہے ایک اور جگہ کہا ہے

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں !
معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیئے

۴ ۔ گوہر کو عقد گردن خوباں میں دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

معنی الفاظ : عقد ۔ ہار ۔ لڑی ۔ گلے کا زیور ۔ خوباں ۔ جمع خوب ۔ حسیناں ۔ اوج ۔ بلندی ۔ سینہ کا ابھار ۔ گوہر فروش ۔ موتی بیچنے والا ۔ جوہری ۔

تشریح : معشوق کی گردن میں موتیوں کی لڑی دیکھ کر غالب کہتا ہے کہ دیکھو جوہری کا نصیبہ بلندی پر پہنچا ۔ کہ اس سے لیا ہوا موتی کا ہار محبوب کے سینہ پر لٹک رہا ہے ۔

۵ ۔ دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست

بزم خیال مے کدۂ بے خروش ہے

معنی الفاظ ۔ دیدار ۔ جلوہ ۔ بادہ ۔ شراب ۔ حوصلہ ۔ ہمت ۔ بزم خیال ۔ تصور میں سجائی ہوئی مجلس ۔ مے کدہ ۔ شراب خانہ ۔ بے خروش ۔ جہاں ہنگامہ نہ ہو ۔ جو شراب خانہ کی خصوصیت ہے تاریک پہلو ۔

تشریح : غالب تصور میں دیدار یار کرتے ہیں اس کیفیت کو اس شعر میں بیان کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ ہمت نے ساقی کا کام کیا جو دیدار کی شراب پلا کہ نگہ کو مخمور کر دیا اور ہماری تخیل کی مجلس کو آراستہ کر دیا ۔ ورنہ معشوق کا ہماری مجلس میں آنا کہاں ۔ بعد کے آنے والے اشعار میں غالب میدان عشق میں نئے آنے والوں کو عشق سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ اور دنیا کی عیش و عشرت کی بے ثباتی کا نقشہ نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کھینچا ہے ۔

قطعہ

۱ ۔ اے تازہ واردان بساط ہوائے دل

زنہار اگر تمہیں ہوس نائے و نوش ہے

معنی الفاظ : تازہ ۔ نئے ۔ واردان ۔ جمع وارد ۔ آنے والے ۔ بساط ۔ فرش میدان ۔ ہوا ۔ آرزو ۔ خواہش ۔ نائے و نوش ۔ نغمہ سننے اور شراب پینے ۔ مطلب عیش و عشرت ۔

تشریح ۔ اے میدان عشق میں نئے آنے والو اگر تم دنیا میں عیش و عشرت کی تمنا رکھتے ہو تو چھوڑو اور پرہیز کرو ۔

۲ ۔ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

معنی الفاظ : دیدہ عبرت نگاہ ۔ وہ آنکھ جو کسی کو بری حالت میں دیکھ کر

نصیحت پکڑے۔ گوش۔ کان۔ نصیحت۔ نیوش۔ نصیحت سن کر اس پر عمل کرنیوالا۔

تشریح: مخاطب وہی ہیں۔ غالب کہتا ہے کہ دیکھ کر نصیحت پکڑ سکتے ہو تو مجھے دیکھو، جو وہ سب کچھ کرچکا ہے جو تم کرنا چاہتے ہو اور اب اس کی ہوس کا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور اگر نصیحت سننے والے کان رکھتے ہو، تو میری بات مانو اور یہ خیال ترک کر دو۔

۳۔ ساقی بہ جلوہ دشمن ایمان و آگہی

مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

معنی الفاظ: ساقی۔ شراب پلانے والا۔ معشوق۔ ایمان۔ وہ یقین جو دل سے پیدا ہو۔ وجدان۔ جس کے لئے عقل کے دلائل ضروری نہیں۔ آگہی۔ واقفیت علم۔ مطرب۔ سازندہ۔ رہزن۔ رستہ چلتوں کو لوٹنے والا۔ تمکین۔ مرتبہ۔ قدر۔ ہوش۔ عقل۔ سمجھ۔

تشریح: تخیل کا وہی سلسلہ جاری ہے۔ غالب کہتا ہے کہ ساقی تو جلوہ دکھا کر دین و عقل کا خاتمہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان دو چیزوں کا (جو انسان کو کامیاب زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہیں) دشمن ثابت ہوتا ہے اور اس طرح سازندہ باجا بجا کر انسان کو ایسی حرکتیں کرنے پر ابھارتا ہے جس سے اس کی قدر و منزلت اور سوجھ بوجھ زائل ہو جاتی ہے۔ گویا لٹیرا ہے جو اس راہ میں چلنے والوں کی عزت و وقار پر ڈاکہ ڈالتا ہے اس کے بعد کے جو اشعار ہیں ان میں محفل نشاط کا نقشہ کھینچا ہے اور چھٹے اور ساتویں شعر میں اس کا انجام اور مقطع میں اپنے ان اشعار کے الہامی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۴۔ یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط

دامان باغبان و کف گل فروش ہے

معنی الفاظ: گوشہ۔ کونہ۔ دامان۔ دامن۔ باغبان۔ مالی۔ کف۔ ہتھیلی۔ مٹھی گلفروش۔ پھول بیچنے والا۔

تشریح: غالب کہتا ہے رات کے وقت تو، جب محفل آراستہ تھی یہ کیفیت تھی کہ فرش کا ہر کونہ مالی کی پھولوں سے بھری ہوئی جھولی یا پھول بیچنے والے کی مٹھی کی طرح

گل کاری سے مزین نظر آتا تھا۔ یعنی فرش بھی پھولدار تھا اور پھول بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔

۵۔ لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ
یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے

تشریح: غالب کہتا ہے کہ معشوق کی اٹھلاتی ہوئی چال اور چنگ کی آواز آنکھوں اور کانوں دونوں کے لیے لذائذ بہشت کا سامان مہیا کرتی تھی یعنی معشوق کی ناز و ادا کے ساتھ چلنا دیکھ کر آنکھیں لطف اندوز ہوتی تھیں اور کان نغمہ ساز سن کر بے حد مسرور ہوتے تھے۔

۶۔ یا صبح دم جو دیکھئے آکر تو بزم میں
نے وہ سرور و شور نہ جوش و خروش ہے

تشریح: اور اس محفل کو جو رات کے وقت آنکھوں اور کانوں کے لیے بہشت کے سے ساز و سامان مہیا کر رہے تھے جب صبح کے وقت آکر دیکھا تو نہ وہ لطف و مزا پاؤ گے اور نہ ہنگامہ آرائی۔

۷۔ داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

تشریح: اس شعر میں اجڑی ہوئی مجلس میں جو چیز ملے گی۔ وہ تباہی ہے۔ کہتے ہیں کہ صبح کے وقت جو چیز تمہیں ملے گی وہ ایک بجھی ہوئی شمع ہے جو رات کے وقت مجلس کے ختم ہو جانے کے رنج میں بجھ چکی ہے۔ غالباً یہ خاموش شمع خود غالب ہی ہیں۔ جو سامان عبرت مہیا کر رہے ہیں اور ایک جگہ کہا ہے۔

ے اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے
میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغ ناتمامی

۸۔ آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

معنی الفاظ۔ صریر۔ قلم سے لکھتے وقت جو آواز پیدا ہو۔ خامہ۔ قلم۔ نوا۔ آواز۔ سروش۔ فرشتہ۔

تشریح: غالب اس غزل اور بالخصوص قطعہ کے مضامین کو الہامی بتاتے ہیں کہتے ہیں غالب یہ مضامین میرے خیال میں غیب سے آتے ہیں یعنے خدا کی طرف سے گویا ہمارے قلم کی لکھتے وقت کی آواز فرشتہ کی آواز ہوئی جس نے یہ مضامین پیدا کئے۔

غزل نمبر ۱۶۸

۱۔ نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

معنی الفاظ: تسلّی۔ اطمینان۔ تسکین۔

تشریح: غالب اپنے محبوب کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ اگر مرے مرنے سے تجھے تسکین نہیں ہوتی اور ابھی دوسرے طریق پہ امتحان باقی ہے تو مضائقہ نہیں وہ بھی تو دیکھ۔ ایک اور جگہ کہا ہے۔

ع میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں
پر وہ ظالم مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

۲۔ خار، خار الم حسرت دیدار تو ہے
شوق گل چیں گلستان تسلّی نہ سہی

معنی الفاظ: خار۔ کانٹا۔ پھانسی۔ خار خار (مکرر) بے چینی۔ بیکلی۔ پریشانی۔ الم۔ رنج۔ غم۔ حسرت۔ ارمان۔ شوق۔ تمنا۔ آرزو۔ گلچیں۔ پھول چُننے والا۔ بہرہ ور۔ گلستان۔ باغ۔

تشریح: مشہور مقولہ ہے "ہر جا کہ گل است خار است" یعنے گلاب کے پھول کے ساتھ کانٹا بھی ضرور ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں رنج و خوشی ساتھ ساتھ چلتے ہیں لیکن غالب اپنے آپ کو اس کلیہ سے مستثنیٰ پاتے ہیں۔ اور اپنے لئے کانٹوں ہی

کو غنیمت خیال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں حسرت دیدار کی وجہ سے جو پریشانی ہے۔ وہی کافی ہے اگر ہماری تمنا کے دامن میں تسکین کے باغ کے پھول نہیں پڑے تو نہ سہی۔ اس غزل کا پانچواں شعر بھی اسی خیال کی ترجمانی کرتا ہے۔

۳۔ مے پرستاں خم مے منہ سے لگائے ہی بنے

ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

معنی الفاظ: مے پرست۔ شرابی۔ خم۔ شراب کا مٹکا۔

تشریح: عام طور پر ہر شراب نوش کی محفلوں میں ساقی ہی شراب پلاتا ہے۔ لیکن اگر کسی وقت ساقی نہ ہو تو شراب پینے کے عادی ساقی کے محتاج نہیں ہوتے وہ مٹکے ہی سے منہ لگا کر پی جاتے ہیں اس شعر میں غالب اپنے مے پرستی کے اعلیٰ مقام کا اظہار کرتے ہیں جہاں تکلفات بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں انھیں شراب مل جائے یہی کافی ہے دیدار ساقی نہ سہی۔

۴۔ نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا

گر نہیں شمع سیہ خانہ لیلےٰ نہ سہی

معنی الفاظ: نفس۔ وجود۔ ذات قیس۔ مجنوں۔ عرب کا مشہور عاشق جس کو غالب امام عاشقاں خیال کرتے ہیں۔ چشم۔ آنکھ۔ چشم و چراغ۔ عزیز۔ پیارا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ مجنوں لیلےٰ کے تاریک گھر کا اجالا نہیں ہے مگر صحرا میں تو اس کی قدر و منزلت ہے یعنے وہ بالکل بے قدر نہیں ہے بلکہ لیلےٰ کے گھر کو سیاہ خانہ کہہ کر مجنوں کی وقعت اور بڑھا دی۔ چونکہ مجنوں کے وہاں نہ ہونے کی وجہ سے وہ گھر اندھیرا ہے۔

۵۔ ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق

نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

معنی الفاظ: ہنگامہ۔ اژدہام۔ بھیڑ۔ انبوہ۔ نوحہ۔ رونا۔ نغمہ۔ راگ۔ ترانہ شادی۔ خوشی۔

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ گھر کی رونق تو گھر میں لوگوں کے اکٹھے ہونے سے ہے یہ ضروری نہیں کہ راگ رنگ کی محفل ہو صف ماتم بچھ جانے سے بھی ہو سکتی ہے اس کے ساتھ ہی دوسرے سابقہ شعر پر بھی غور کر لیا جائے ۔

۶ ۔ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

معنی الفاظ : ستائش ۔ تعریف ۔ صلہ ۔ بدلہ ۔ معاوضہ ۔ پرواہ ۔ خواہش ۔ خیال ۔ ضرورت ۔

تشریح : بہ ظاہر ایک شاعر دو جذبات کے تحت شعر کہتا ہے ۔ ایک تو یہ کہ اپنے اشعار کی تعریف دوسرے لوگوں سے کرائے یا امرا سے معاوضہ کی توقع رکھتا ہو اور ان دونوں صورتوں میں الفاظ بامعنی ہونے چاہئیں ۔ کیوں کہ جب تک شعر میں معنوی خوبی نہ ہوگی ۔ داد کوئی نہ دیگا ۔ اور اگر ممدوح اپنی تعریف میں اشعار کا مفہوم نہ سمجھے گا تو صلہ کس بات کا دے گا ۔ غالب کے ہمعصر جو اس کے اشعار سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے ان کو مہمل کہتے تھے ۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا ۔ انہی کو غالب اس شعر میں جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے اپنے اشعار کا معاوضہ چاہتا ہوں ۔ اور نہ داد کا طالب ہوں اگر آپ میرے اشعار میں کوئی معنی نہیں پاتے تو نہ پائیں ۔

۷ ۔ عشرت صحبت خوباں ہی غنیمت سمجھو

نہ ہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

معنی الفاظ : عشرت ۔ عیش ۔ خوشی ۔ صحبت ۔ ملاقات ۔ دوستی ۔ مل بیٹھنا ۔ خوباں ۔ حسین لوگ ۔ غنیمت ۔ کافی ہونا ۔ عمر طبیعی ۔ پوری عمر جو علم طب کی رو سے قرار دی گئی ہے (۱۲۰ سال)

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ حسینوں کے ساتھ مل بیٹھنے کے چند لمحے کافی ہیں اگر ۱۲۰ سال تک نہ جئے تو کیا ہوا ۔ ایک اور جگہ اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے ؎

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام　　　دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

غالب کے نزدیک زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اگر دل کا خون کرنے کا وقت مل جائے کسی کا شعر ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

غزل نمبر ۱۶۹

۱۔ عجب نشاط سے جلّاد کے چلے ہیں ہم آگے
کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے

معنی الفاظ: عجب۔ انوکھا۔ تعجب انگیز۔ نشاط۔ خوشی۔

تشریح: ذرا تصور کیجئے معشوق تلوار لئے پیچھے ہے اور غالب آگے سورج پشت پر ہے۔ ایسی حالت میں جسم کا سایہ آگے پڑ رہا ہے۔ چونکہ سایہ الٹا پڑتا ہے یعنے سر آگے ہوتا ہے اور پاؤں پیچھے، اسی کیفیت کو اس شعر میں بیان کیا اور سایہ سر کے پاؤں سے آگے پڑنے کو جذبہ شوق قتل پر محمول کیا ہے۔ چونکہ سر ہی تو قلم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم تو انوکھے طریق پر خوشی کے ساتھ جلاد کے آگے آگے چل رہے ہیں کہ ہمارا سر سایہ میں پاؤں سے دو قدم آگے ہے۔

۲۔ قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادہ الفت
فقط "خراب" لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

معنی الفاظ: قضا۔ حکم کرنا۔ حکم۔ خدا کا حکم۔ مشیت ایزدی۔ خراب۔ برباد۔ بدمست۔ بادہ الفت۔ محبت کی شراب عشق۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ مشیت ایزدی تو مجھے متوالا مے عشق بنانا چاہتی تھی اور قسمت میں خراب بادہ الفت لکھنے کا حکم دے دیا تھا۔ مگر اس جملہ کا لفظ اول "خراب" ہی لکھا تھا کہ قلم رک گیا۔ اس لئے میری قسمت میں صرف خانہ ویرانی اور بربادی ہی رہ گئی۔

۳۔ غم زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذت الم آگے

معنی الفاظ: غم زمانہ۔ غم روزگار۔ جھاڑی۔ اتار دی۔ جیسے گرد جھاڑ دی جاتی ہے مستی۔ نشہ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ دنیا کے غم نے سب عشق کی مستی دماغ سے نکال دی ورنہ اس سے پہلے عشق میں جو رنج ہمیں پہنچتا تھا۔ مزا دیتا تھا۔ غم عشق اور غم روزگار میں یہی فرق ہے۔ کہ غم عشق لذت اندوز ہوتا ہے اور غم روزگار اندوہ آفریں سعدی نے صحیح کہا ہے ؂

چناں قحط سالی شد اندر دمشق　　　　که یاران فراموش کردند عشق،

۴۔ خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا
کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

معنی الفاظ: داد۔ انصاف۔ آفرین۔ تحسین۔ جنون شوق۔ جنون عشق۔

تشریح۔ غالب جوش عشق میں اپنا خط پہنچانے والے سے پہلے معشوق کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں اور لوگوں سے اس پر آفرین اور تحسین کی توقع رکھتے ہیں مدعا عشق کی انتہا کا اظہار ہے۔

۵۔ یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے
تمہارے آئیو اے طرہ ہائے خم بہ خم آگے

معنی الفاظ: طرہ۔ کاکل۔ زلف۔ خم بہ خم۔ پیچ در پیچ۔ آگے آنا۔ سامنے آنا۔ بھوگنا۔ بھگتنا۔

تشریح: جس طرح معشوق کے تیر ہائے مژگان اور تیغ ہائے ابرو عاشق کے دل کو زخمی کرتے ہیں اس طرح معشوق کی زلفیں عاشق کو پا بہ جولاں کرتی ہیں اور بکھرنے پر اس کے ذہنی انتشار اور پریشانیوں کا باعث ہوتی ہیں اسی احساس کا اظہار غالب نے اس شعر میں کیا ہے۔ معشوق کی زلفوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے پیچ در پیچ زلفو،

تمہاری وجہ سے جو پریشانیاں ہم نے عمر بھر اٹھائی ہیں۔ خدا کرے وہ تمہارے سامنے آئیں یعنی تم بھی پریشان ہو چونکہ پریشان زلفیں بھی عاشق کی آتش عشق کو تیز کرتی ہیں اس لئے یہ بھی بد دعا نہیں کہی جاسکتی۔ بلکہ ایزادی حسن یار کی دعا ہے۔

۶۔ دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجۂ خون ہے

ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے

معنی الفاظ: پر افشاں۔ بیتاب۔ پھڑ پھڑاتا ہوا۔ موجہ۔ موج۔ لہر۔ زعم۔ گمان۔ دم۔ سانس۔ نفس۔ خون۔

تشریح: اس شعر کو سمجھنے کے لیئے میر کا یہ شعر سامنے رکھنا چاہیئے ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

غالب کہتے ہیں کہ ہمارے دل و جگر میں اب صرف خون کی ایک رمق باقی ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ دونوں سرتاپا خون ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال کہ ہمارے دل و جگر دونوں صحیح سالم ہیں۔ غلط نکلا وہاں تو صرف خون کی ایک موج باقی ہے جس کی وجہ سے دل حرکت کرتا ہے۔

۷۔ قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالبؔ

ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

معنی الفاظ: قسم۔ سوگند۔ حلف۔ کسی بات کی صداقت کا یقین دلا کر اقرار یا انکار کرنا۔

تشریح: عام طور پر جو چیز عزیز ہوتی ہے۔ اس کی قسم کھاتے ہیں۔ غالب کہتا ہے۔ کہ جو پہلے میری جان کی قسم کھاتے تھے۔ اب مرے جنازے یعنے میری میت پہ آنے کی قسم کھاتے ہیں۔ یعنے جن کو پہلے میرا جینا عزیز تھا اب وہ میرے مرنے کے آرزومند ہیں یہ جذباتی تبدیلی معشوق میں بھی سمجھی جاسکتی ہے اور عام ملنے والوں میں بھی۔

غزل نمبر ۱۰۷

۱۔ شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے

یہ بھی مت کہہ "جو کہیئے تو گلا ہوتا ہے"

معنی الفاظ: شکوہ۔ گلہ۔ شکایت۔ بے مہر۔ بے وفا۔ بعض اصحاب اس جملہ " جو کہیئے تو گلہ ہوتا ہے " سے بات شروع کرتے ہیں یہ ان کا تکیہ کلام ہو جاتا ہے۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ میرا بے وفا محبوب شکوہ کے نام سے خفا (چڑتا) ہوتا ہے اس سے کوئی بات کرتے وقت اس جملہ سے بھی کہ جو کہیئے تو گلہ ہوتا ہے۔ بات شروع نہیں کرنی چاہیئے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بات کہی جاتی ہے وہ دراصل شکایت نہیں ہے (غالباً غالب اس جملہ سے بات شروع کرتے ہوں گے)

۲۔ پُر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

الفاظ روزمرہ استعمال میں آتے ہیں وضاحت طلب نہیں۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میں شکوہ و شکایت سے اس طرح بھرا ہوا ہوں، جیسے گراموفون کا ریکارڈ، ذرا چھیڑ دیجئے (سوئی چلا دیجئے) پھر دیکھئے کیا کیا شکائتیں بیان ہوتی ہیں۔

۳۔ گو سمجھتا نہیں پر حسن تلافی دیکھو

شکوۂ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے

معنی الفاظ: حسن تلافی۔ بدل دینے کا اچھا طریقہ۔ جور۔ ظلم۔ جفا۔ ستم۔ سرگرم۔ گرم جوش۔ چالاک۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ اگرچہ میرا محبوب ابھی جور و جفا کے معنی نہیں سمجھتا مگر ذرا یہ تو دیکھو کہ کتنے اچھے طریقے سے اپنی زیادتیوں کی تلافی کرتا ہے جب میں اس سے اس کی زیادتیوں کی شکایت کرتا ہوں تو وہ باز آنے کی بجائے اور ظلم میں اضافہ کر دیتا

ہے جو میرے لئے باعث راحت ہو جاتا ہے اگر اسے پتہ چل جاتا کہ مجھے ظلم میں مزا آتا ہے تو کبھی ایسا نہ کرتا۔

۴۔ عشق کی راہ میں ہے چرخ مکوکب کی وہ چال
سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

معنی الفاظ: چرخ۔ آسمان۔ گردش کرنے والی چیز۔ مکوکب۔ ستارہ جڑا ہوا ستاروں والا۔ چال۔ رفتار۔ سست رو۔ کم رفتار۔ آبلہ پا۔ جس کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوں۔

تشریح: پہلے تو یہ عام خیال تھا مگر اب بھی بعض اصحاب یہی سمجھتے ہیں کہ دنیا میں لوگوں پر جو مصیبتیں آتی ہیں ان کا تعلق آسمان میں گردش کرنے والے سیاروں کی رفتار پر منحصر ہوتا ہے اس خیال کے تحت غالب کہتا ہے کہ جہاں تک میری مصیبتوں کا تعلق ہے ، یہ ستارے جڑا ہوا آسمان اتنا سست رفتار ہے جیسے وہ مسافر جس کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوں جس طرح اس مسافر کی منزل جلدی ختم نہیں ہوتی اسی طرح میری مصیبتوں کا بھی خاتمہ نظر نہیں آتا۔

۵۔ کیوں نہ ٹھہریں ہدف ناوک بیداد کہ ہم
آپ اٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے

معنی الفاظ: ہدف۔ نشانہ گر۔ ناوک۔ تیر۔ بیداد۔ ظلم۔ خطا ہونا۔ چوک جانا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ ہم ظلم کا نشانہ کیوں نہ بنیں جب ہماری یہ حالت ہے کہ جو تیر چوک جاتا ہے تو ہم اسے خود ہی اٹھا کر دے دیتے ہیں اس طرح تیر اندازی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور ہماری مصیبت ختم نہیں ہوتی۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

۶۔ خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہیں اور بُرا ہوتا ہے

تشریح: غالب کہتا ہے کہ اچھا ہوتا کہ اگر ہم شروع ہی سے اپنے بدخواہ ہوتے۔ کیونکہ ہمارے ساتھ تو یہ کیفیت ہے کہ بھلا چاہتے ہیں تو برا ہوتا ہے یعنی خواہش کا

الٹ، اگر پہلے سے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ دعا کا اثر الٹا ہوگا تو بد دعا کرتے تاکہ بھلائی ملتی۔ کسی اور کا شعر ہے۔

مانگا کریں گے ہم بھی دعا ہجر یار کی،
کہتے ہیں دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

۷۔ نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی انتہائی نقاہت کا اظہار کرتے ہیں کہتے ہیں، کہ ایک وقت وہ بھی تھا کہ میری فریاد عرش سے بھی اوپر چلی جاتی تھی جو انتہائی بلندی ہے اور اب کیفیت یہ ہے کہ ہونٹوں تک بھی مشکل سے آتی ہے۔ اس شعر کے بعد کے اشعار ابوظفر بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کی شان میں قطع بند لکھے گئے ہیں۔

۸۔ خامہ مرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن
شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے

معنی الفاظ: خامہ۔ قلم۔ باربد۔ خسرو پرویز شاہ ایران کے درباری گویے کا نام جو فن موسیقی میں پوری مہارت رکھتا تھا۔ **شاہ**۔ بادشاہ۔ یہاں مراد بہادر شاہ ظفر۔ مدح۔ تعریف۔ نغمہ۔ راگ۔ نغمہ سرا۔ گانے میں مشغول۔ سخن۔ شعر۔ کلام۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ میرا قلم جو شاعری کی بزم میں وہی درجہ رکھتا ہے جو باربد بزم پرویز میں اب بادشاہ کی تعریف میں اس طرح راگ الاپتا ہے۔

۹۔ اے شہنشاہ کواکب سپہ و مہر علم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

معنی الفاظ: کواکب۔ جمع کوکب۔ ستارہ۔ مہر۔ سورج۔ علم۔ جھنڈا۔ اکرام۔ بخشش کرنا۔ حق۔ سچ۔ عوض۔ بدلہ۔

معنے صاف ہیں۔

۱۰۔ سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجئے

تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

معنی الفاظ: اقلیم - ولایت - ملک - سات اقلیم - تمام دنیا - جس کو گزشتہ زمانہ میں سات اقلیموں میں تقسیم کیا ہوا تھا - حاصل - آمدنی - زمین کی پیداوار - نعل بہا - گھوڑوں کی نعل بندی کا خراج - اجرت - فراہم - اکٹھا۔

معنے صاف ہیں۔

۱۱- ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال

آستانہ پہ ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

معنی الفاظ: بدر - چاند (چودھویں رات کا) ہلال - نیا چاند پہلی رات کا - آستانہ دہلیز کی چوکھٹ - ناصیہ سا - ماتھا رگڑنے والا - ناصیہ - پیشانی -

معنی صاف ہیں۔

۱۲- میں جو گستاخ ہوں آئین غزل خوانی میں

یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

معنی الفاظ: گستاخ - شوخ - آئین - طور - قانون - غزل خوانی - غزل پڑھنا - کرم - عنایت - بخشش - ذوق فزا - حوصلہ بڑھانے والی۔

معنی صاف ہیں محتاج تشریح نہیں۔

۱۳- رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

معنی الفاظ: تلخ نوائی - پر درد راگ - سوز سے بھرا ہوا گانا۔

محتاج تشریح نہیں۔

غزل نمبر ۱۷۱

۱- ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے"

تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

معنی الفاظ: انداز ۔ ڈھنگ ۔ طریقہ ۔ قیاس ۔ پیمانہ ۔

تشریح: غالب کے معشوق کو یہ جملہ کہ تو کیا ہے کہنے کی عادت ہوگئی ۔ غالب کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا اسی احساس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ تم جو ہر بات میں یہ کہتے ہو کہ تو کیا ہے خود تمہیں بتاؤ کہ بات کرنے کا یہ کیا ڈھنگ ہے یعنے یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے ۔

۲ ۔ نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

معنی الفاظ: کرشمہ ۔ ناز ۔ غمزہ ۔ ادا ۔ انداز ۔ برق ۔ بجلی ۔ شوخ ۔ چالاک ۔ چنچل ۔ چلبلا ۔ تند خو ۔ تیز مزاج ۔

تشریح: غالب کا معشوق چالاک و تیز مزاج ہے ۔ شعلہ میں گرمی ہوتی ہے ۔ اور بجلی میں چلبلا پن ۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے معشوق میں یہ دونوں باتیں یکجا ہوگئیں ہیں شعلہ یا بجلی تو کہہ نہیں سکتے کوئی بتائے کہ یہ دونوں کا مرکب کیا ہے ۔

۳ ۔ یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے
وگرنہ خوف بد آموزیٔ عدو کیا ہے ؛

معنی الفاظ: ہم سخن ۔ ہم کلام ۔ بد آموزی ۔ بری بات سکھانا ۔ ورغلانا ۔ بہکانا ۔ عدو ۔ دشمن ۔ رقیب ۔

تشریح: غالب اپنے معشوق کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ یہ تو مجھے یقین ہے کہ رقیب تجھے ورغلانے میں کامیاب نہیں ہوتا مگر مجھے تو یہ رشک مارے ڈالتا ہے کہ وہ تجھ سے ہم کلام ہوتا ہے ۔ ایک اور جگہ کہا ہے ۔

~ جو منکر وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے
کیوں بد گماں ہیں دوست سے دشمن کے باب میں

۴ ۔ چپک رہا ہے بدن پہ لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

معنی الفاظ: پیراہن - لباس قمیض - جیب گریبان - کیسہ -

تشریح: جوش جنون میں غالب کا گریبان چاک ہو گیا - اور سینہ لہو لہان ہے - قمیص خون کی وجہ سے جسم پہ چپک گیا - اس حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالب کہتا ہے - کہ اب جب کہ گریباں خون کی وجہ سے سینہ پہ چپک گیا رفو کی حاجت باقی نہیں رہی - یہ غم بھی جاتا رہا -

۵ - جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا

کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

تشریح: غالب کا جسم غم عشق میں جل کر راکھ ہو گیا معشوق راکھ کو کریدتا ہے - غالباً یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کہیں دل جلنے سے باقی تو نہیں رہ گیا - اگر رہ گیا ہو تو کریدنے سے وہ بھی جل جائے - یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے - بالخصوص سردی کے موسم میں جب کہ انگیٹھی میں کوئلے یا لکڑی جل کر راکھ ہو جاتی ہے تو انھیں کریدتے ہیں تاکہ جلی لکڑی یا کوئلہ اگر رہ گیا تو وہ بھی جل جائے نیز نیچے دبی ہوئی چنگاریاں مزید گرمی پہنچا سکیں - اسی کیفیت کو پیش نظر رکھ کر غالب کہتا ہے کہ اے معشوق جسم کے ساتھ دل بھی جل گیا ہو گا تو کاہے کو راکھ کریدنے کی تکلیف کر رہا ہے -

۶ - رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے

معنی الفاظ: قائل - کہنے والا - تسلیم کرنے والا - ہار ماننے والا - رگوں میں خون کی گردش زندگی کی علامت ہے اور آنکھ سے خون آلود آنسو اس وقت ٹپکتے ہیں - جب دل درد و سوز سے آشنا ہو اور یہ کیفیت عشق ہی کی وجہ سے ہو سکتی ہے -

دوسرے الفاظ میں غالب یہ کہتے ہیں کہ عشق کے بغیر زندگی حقیقی زندگی نہیں ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ ہم محض کسی کی رگوں میں خون کی گردش پر یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ وہ زندہ ہے ہم تو اس وقت زندہ ہونا خیال کریں گے جب خون آنکھوں سے ٹپکے

چونکہ زندگی کا مقصد اس وقت پورا ہوتا ہے جب دل پر عشق کا زخم کاری لگا ہو۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

۷۔ وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہو بہشت عزیز

سوائے بادۂ گلفام و مشکبو کیا ہے؟

معنی الفاظ: گلفام۔ گلاب کے پھول کی سی رنگت والا۔ گلابی رنگ۔ ارغوانی۔ مشکبو۔ مشک جیسی بو والا۔

تشریح: اس شعر میں غالب شراب سے اپنی انتہائی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بہشت میں اگر کوئی چیز ہماری دلچسپی کے لئے ہے تو وہ ارغوانی و مشکبو شراب ہی ہے۔ ورنہ اور بہشت میں جن چیزوں کے ملنے کا ذکر کیا گیا ہے ہماری توجہ کی مستحق نہیں ہیں۔

۸۔ پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار

یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے؟

معنی الفاظ: خم۔ شراب کا مٹکا۔ شیشہ۔ صراحی۔ پیالہ۔ قدح۔ بڑا پیالہ۔ کوزہ۔ چھوٹا پیالہ۔ آب خورہ۔ سبو۔ گھڑا۔ یہ سب شراب نوشی سے تعلق رکھنے والے برتن ہیں۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے بکثرت شراب نوشی کا بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جب تک دو چار مٹکے شراب کے سامنے نہ ہوں کیا شراب پیوں۔ صراحی۔ قدح۔ کوزہ حتےٰ کہ گھڑا بھی میری تشنگی شراب کو بجھانے کے لئے کافی نہیں۔

۹۔ رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی

تو کس امید پہ کہیئے کہ آرزو کیا ہے

تشریح: غالب اپنے معشوق سے قطعی مایوس ہو چکے ہیں اور جسمانی طور پر بھی بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بول بھی آسانی سے نہیں سکتے۔ کہتے ہیں کہ اول تو ہم میں بات کرنے کی طاقت ہی باقی نہیں رہی اور اگر ہمت کر کے ایک دو الفاظ ادا بھی

کر سکیں تو کس امید پہ اظہار تمنا کریں کیوں کہ پوری نہ ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

۱۰۔ ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

معنی الفاظ: شہ۔ ابوظفر بہادر شاہ۔ مصاحب۔ ندیم۔ درباری۔ اترانا۔ گھمنڈ کرنا۔ آبرو۔ عزت۔

تشریح: غالب کا تعلق قلعہ معلیٰ سے ہو گیا ہے۔ اور بادشاہ کی مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے شہر کے لوگوں میں بھی اس وجہ سے غالب کی عزت بڑھ گئی ہو گی حالانکہ ویسے بھی غالب شہر کے معززین میں شمار ہوتے تھے مگر غالب شہر میں اپنی عزت کو تمام تر دربار شاہی سے تعلق کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ غالب بادشاہ کا ندیم بن گیا ہے اس لئے اتراتا ہے ورنہ اسے شہر میں کون پوچھتا۔

غزل نمبر ۱۷۲

۱۔ میں انھیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں
چل نکلتے جو مے پیئے ہوتے

معنی الفاظ: چل نکلنا۔ بہک اٹھنا۔ حد سے گزر جانا۔ بے باک ہو جانا۔

تشریح: غالب نے اپنے محبوب کو چھیڑا اور وہ درگزر کر گیا۔ بولا نہیں اس کیفیت کو غالب نے اس شعر میں بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ میں اسے چھیڑوں اور وہ کچھ نہ کہے خاموش رہے اس کی وجہ یہی ہے کہ شراب پی ہوئی نہیں تھی۔ ورنہ بے باک ہو جاتا۔ اور برا بھلا کہتا۔ غالب کو معشوق کے چھیڑنے میں کچھ مزا نہیں آیا۔

۲۔ قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاش کہ تم مرے لئے ہوتے

معنی الفاظ: کاش۔ کلمہ تمنائی۔ آرزو کا اظہار کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔

تشریح: غالب پر رشک کا غلبہ شدت کے ساتھ تھا وہ کسی حالت میں بھی اپنے محبوب کا تعلق کسی غیر کے ساتھ گوارا نہیں کر سکتے تھے حتیٰ کہ عداوت و دشمنی کا تعلق بھی اپنے ہی ساتھ چاہتے تھے۔ اسی جذبہ کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ تم

قہر ہو یا بلا ہو کچھ بھی ہو کیا ہی اچھا ہوتا اگر صرف میرے۔لئے ہوتے۔

۳۔ میری قسمت میں غم گر اتنا تھا دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

تشریح: غالب اپنی شدت غم کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ میاں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اسے رب کریم کہ اگر میری قسمت میں اتنا ہی غم لکھا تھا تو اس کے کھانے کے لئے دل بھی کئی دیئے ہوتے۔ایک دل کی برداشت سے تو یہ غم کہیں زیادہ ہیں ایک اور جگہ کہا ہے۔

؎ گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تس پر یہ نا امیدواری ہائے ہائے

۴۔ آہی جاتا وہ راہ پر غالب کوئی دن اور بھی جئے ہوتے

معنی الفاظ: راہ پر آنا۔موافق ہونا۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی کوتاہ عمری کا گلہ کرتے ہیں۔ساری عمر محبوب رام نہ ہوا۔کہتے ہیں کہ اگر کچھ دن اور زندگی ہوتی تو ممکن ہے کہ محبوب اپنے موافق ہو جاتا کیا کریں زندگی ہی نے وفا نہ کی۔

غزل نمبر ۱۷۳

۱۔ آ کہ میری جان کو قرار نہیں ہے
طاقت بے داد انتظار نہیں ہے

تشریح: غالب فراق یار میں بے تاب ہیں اور مزید انتظار برداشت نہیں کر سکتے۔اس شعر میں اسی کا اظہار کیا ہے۔

۲۔ دیتے ہیں جنت حیات دہر کے بدلے
نشہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے

معنی الفاظ۔ نشہ۔ سے مراد نشہ آور چیز ہے۔خمار۔ نشہ،مستی۔نشہ اترتے وقت بدن کا ٹوٹنا۔اس کیفیت کو بھی کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔

دہر۔ دنیا۔

تشریح: غالب مغل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جو طبعاً مادی لذات کو روحانی لذات پر ترجیح دیتی ہے اور نہ نقد نہ تیرہ ادھار پر عمل کرتی ہے۔ غالب بھی دنیاوی لذات سے دست کش رہنے کے لئے جنت کے وعدوں کو قابل اعتنا خیال نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کے بدلے جنت دیتے ہیں یہ تو ہمارے اس خمار کو جو دنیاوی لذت کے ترک کرنے پر محسوس ہوگا دور نہیں کر سکتا۔ دوسرے الفاظ میں دنیا کی موجودہ لذات ہمارے لئے زیادہ خوش کن ہیں جنت کی ان مسرتوں سے جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۳۔ گریہ نکالے ہے تری بزم سے مجھ کو

ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے

تشریح: غالب اپنی محبت میں ناکامیابی پر بزم محبوب میں آہ و زاری کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں۔ اس شعر میں رونے پہ اپنی معذوری کا بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر تیری بزم کو مکدر کرنا نہیں چاہا تھا۔ بلکہ رونے پر مجبور تھا۔ آنسو روک نہیں سکتا تھا۔

۴۔ ہم سے عبث ہے گمان رنجش خاطر

خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

معنی الفاظ: عبث۔ بے کار۔ بلا وجہ۔ گمان۔ خیال۔ شک۔ شبہ۔ رنجش۔ ناخوش۔ خاطر۔ دل۔ مزاج۔ خاک۔ مٹی۔ غبار۔ گرد۔ عشاق۔ عاشقان صادق

تشریح: غالب کہتا ہے کہ ہم عاشقان صادق جو تسلیم کے خوگر ہیں کی نسبت یہ گمان کرنا کہ کسی طرح بھی بار خاطر ہو گئے بیکار ہے۔ ہمارے جذبات محبت تو لطیف اور پاک ہیں ان میں غبار اور آلودگی نہیں ہے۔

۵۔ دل سے اٹھا لطف جلوہ ہائے معانی

غیر گل آئینۂ بہار نہیں ہے

معنی الفاظ: لطف اٹھا۔ مزے لوٹ محظوظ ہو۔ جلوہ ہائے۔ نظارے۔

معانی ۔ جمع معنی ۔ حقیقت ۔ حکمت ۔

تشریح: غالب اس نظریہ کا قائل تھا ۔ کہ جس طرح انسان کے اردگرد ایک دنیا آباد ہے اسی طرح اس کے اندر بھی دنیا بسی ہوئی ہے ۔ کہتے ہیں :

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

لعل و جواہر ۔ گل و خار ۔ خزاں و بہار وہ کیا چیز ہے جو من کی دنیا میں نہیں ہے ایک جگہ کہا ہے :

سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جویا ہوں جواہر کے ؟
جگہ کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو ؟

دونوں دنیاؤں میں فرق صرف یہ ہے کہ ظاہری دنیا کی رونق مادی اشیا سے ہے اور باطنی دنیا کی غیر مادی ۔ زیر غور شعر کے تیور بتاتے ہیں کہ غالب کے من کی دنیا میں بہار آئی ہوئی ہے اور وہ اس کا پورا لطف اٹھانا چاہتے ہیں اور وہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ شگفتہ اور پر از حکمت اشعار موزوں کریں کیونکہ یہی اس گلشن تخیل کے گل و نسرین ہیں ۔ کہتے ہیں اے غالب دل سے جلوہ ہائے معنی کا لطف اٹھا اور اپنی خوش دلی کا ثبوت دے ۔ چونکہ جس طرح بہار کے وجود کا ثبوت شگوفوں کے پھوٹنے اور پھولوں کے کھلنے سے ہی ملتا ہے اسی طرح دل کی کیفیت کا اظہار بھی کلام کے تاثر سے ہی ہو سکتا ہے ۔ مرزا نے خود ایک جگہ کہا ہے ع

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے ،

اس شعر میں غالب نے گلاب کے پھول کے مقابل جو آنکھوں کو مسرور اور دماغ کو معطر کرتا ہے شگفتہ و پر از حکمت اشعار کو پیش کیا ہے جو ایک طرف دل کو فرحت بخشتے ہیں اور دوسری طرف دماغ کو فکر کا موقع دیتے ہیں ۔

۱۸ ۔ تق کا میرے عہد تو کیا ہے بارے وائے اگر عہد استوار نہیں ہے

معنی الفاظ: عہد۔ قول۔ قرار۔ بارے۔ لیکن۔ وائے۔ افسوس۔ استوار۔ مضبوط۔ پختہ۔

تشریح: غالب کے معشوق نے غالب کو قتل کرنے کا پکا وعدہ کر لیا ہے۔ جو اس کی تمنا کو پورا کرتا ہے لیکن چونکہ معشوقوں کے وعدے اکثر پورے نہیں ہوتے۔ اس لئے غالب کو اطمینان نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے محبوب نے میرے قتل کرنے کا عہد تو کر لیا مگر افسوس ہے اگر حسب عادت وعدہ خلافی کر جائے۔

۷۔ تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہے غالبؔ

تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے،

تشریح: الفاظ سادہ ہیں اور مطلب صاف۔ اس میں غالب مے نوشی کے متعلق اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے۔

غزل نمبر ۱۷۵

۱۔ ہجوم غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے

کہ تار دامن و تار نظر میں فرق مشکل ہے

معنی الفاظ۔ ہجوم۔ زیادتی۔ کثرت۔ انبوہ۔ سرنگونی۔ سر کا جھکا ہونا۔

تشریح، غالب کہتے ہیں کہ غم کی زیادتی کی وجہ سے میرا سر گھٹنوں سے جا لگا اور دامن کے تار اور نگہ کے تار میں فرق مشکل ہو گیا۔ یعنی نظر کا تار اور دامن کا تار آپس میں مل گئے۔

۲۔ رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی

سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

معنی الفاظ: رفو۔ پھٹی ہوئی جگہ کو بھرنا۔ پھٹے ہوئے کپڑے کے دھاگے سے اس طرح مرمت کرنا کہ جوڑ معلوم نہ ہو۔ پاس۔ خیال۔ ادب۔ لحاظ۔ دیوانہ عاشق۔

تشریح : غالب کہتا ہے کہ میرے زخم کے رفو کرانے سے یہ خیال نہ کرنا کہ میں زخم کا بھرنا چاہتا ہوں اور درد کی لذت کا کوئی خیال نہیں رکھتا بلکہ اس سے تو میری غرض سوئی کے چبھنے کی لذت اٹھانا ہے جو رفو کرتے وقت زخم میں چبھوئی جاتی ہے ۔

۳ ۔ وہ گل جس گلستان میں جلوہ فرمائی کرے غالب

چٹکنا غنچۂ دل کا صدائے خندۂ دل ہے

معنی الفاظ : گل ۔ گلاب کا پھول ۔یہاں مراد معشوق سے ہے ۔

تشریح : غالب کہتا ہے کہ میرا معشوق جس باغ میں سیر کو جائے وہاں فرط خوشی سے کلیاں چٹکنے لگتی ہیں گویا یہ چٹکنا دل کی ہنسی ہے چونکہ کلی بالخصوص گلاب کی دل سے ملتی جلتی ہے اس لئے کلیوں کے چٹکنے کو دل کے ہنسنے کی آواز قرار دیا ہے ۔

غزل نمبر ۱۷۶

۱ ۔ پا بہ دامن ہو رہا ہوں بس کہ میں صحرا نورد

خار پا ہیں جوہر آئینۂ زانو مجھے

معنی الفاظ : دامن ۔ قبا یا انگرکھے کا وہ حصہ جو نیچے لٹکتا رہتا ہے ۔ کنارہ ۔ پلو ۔ قبا کا دامن عموماً گھٹنوں تک لٹکتا ہے ۔ زانو ۔ گھٹنا ۔ پا بہ دامن ۔ دامن یا گھٹنے پر رکھا ہوا پاؤں ۔ جوہر آئینہ ۔ آئینہ کی آب و تاب ۔ بس کہ ۔ بہت ، قطعی صحرا نورد ۔ جنگل میں گشت کرنے والا ۔ خار ۔ کانٹے ۔ پا ۔ پاؤں ۔

تشریح : غالب کے صحرا نوردی کرتے ہوئے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے ۔ چلنے سے معذور ہو کر بیٹھ گئے اور گھٹنے پہ پاؤں رکھ کر کانٹے نکالنے لگے ۔ پاؤں کا تلوہ چہرہ کے سامنے اس طرح ہو گیا جیسے آئینہ ہوتا ہے اس منظر کو سامنے رکھ کر یہ شعر بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہتے ہیں کہ میں صحرا نوردی کرتا تا پاؤں میں کانٹے چبھ جانے کی وجہ سے چلنے سے معذور ہو گیا ہوں ۔ اور گھٹنے پہ پاؤں رکھ کر کانٹے نکالنے کی فکر کرتا ہوں تو کانٹے پاؤں کے تلوے میں جو آئینہ کی صورت میرے سامنے ہے ۔ جوہر کی صورت اختیار کر گئے یعنی اسطرح

پیوست ہو گئے کہ نکلنا مشکل ہو گیا۔ جوہر آئینہ سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ دیکھنا حالت میرے دل کی ہم آغوشی کے بعد

ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے ،

معنی الفاظ: ہم آغوشی ۔ بغل گیری ۔ گلے لگانا ۔ ہم کناری ۔

تشریح: غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں، کہ میں نے جوش محبت میں تجھے گلے تو لگا لیا۔ لیکن اس کے بعد میرا دل ایسی ندامت محسوس کرتا ہے کہ گویا تیرے ہر بال کا سرا ایک جاننے والے کی نظر ہے۔ انسان کسی غلطی پر ندامت اسی وقت محسوس کرتا ہے جبکہ ایسا کرتے وقت کوئی جاننے والا دیکھ لے یعنی انتہائی شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔

۳۔ ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ

ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

معنی الفاظ: سراپا ۔ سرتاپا ۔ سر سے پاؤں تک ۔ ساز ۔ باجہ ۔ آہنگ ۔ آواز

تشریح: غالب اپنے معشوق سے کہتے ہیں کہ میں سراپا اس باجہ کی طرح ہوں جس میں شکایت کا راگ بھرا ہوا ہو۔ مناسب یہی ہے کہ تو مجھے لوگوں کے سامنے نہ چھیڑے ورنہ مجھے تجھ سے جو شکایتیں ہیں وہ اس طرح بیان ہونے لگیں گے جیسے گراموفون کے ریکارڈ سے۔ ایک اور جگہ کہا ہے۔

ے پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجہ
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے ،

غزل نمبر ۱۷۷

۱۔ جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے

جاں کالبد صورت دیوار میں آوے

معنی الفاظ: کالبد ۔ جسم ۔ تن ۔ قالب ۔ صورت ۔ شکل ۔ تصویر ۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے معشوق کی جان بخش آواز کی تعریف کرتے ہیں

کہتے ہیں کہ تیری آواز ایسی جان بخش ہے کہ اگر تو ناز و ادا کے ساتھ محفل میں بولنے لگے تو انسان تو انسان دیوار پر بنی ہوئی جو تصویریں ہیں ان میں بھی زندگی کی لہر دوڑ جائے۔

۲۔ سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو صنوبر
تو اس قد دل کش سے جو گلزار میں آوے

معنی الفاظ: سرو صنوبر۔ آرائشی پودے ہیں بالا قامت جس سے قد معشوق کو تشبیہہ دی ہے۔

تشریح: اس شعر میں غالب محبوب کے قد کی تعریف کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تو اس دل موہ لینے والے قد کے ساتھ باغ میں آوے تو سرو صنوبر جو خود بالا قامت ہیں تیرے قد کی دل کشی دیکھ کہ فریفتہ ہو جائیں اور تیرے پیچھے پیچھے پھریں۔ ذرا تصور کیجئے، معشوق باغ میں ٹہل رہا ہے۔ اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے۔ جو ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ غالب اس کو سرو صنوبر چلنا قرار دیتا ہے۔

۳۔ تب ناز گراں مائیگی اشک بجا ہے
جب لخت جگر دیدہ خونبار میں آوے

معنی الفاظ: ناز۔ فخر۔ گراں مائیگی۔ بیش قیمت قیمتی۔ لخت۔ ٹکڑا۔ خونبار خون برسانے والا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ ہر آنسو بیش قیمت نہیں ہے جس پر فخر کیا جائے۔ فخر کے قابل تو وہ آنسو ہے جس کے ساتھ جگر کا ٹکڑا بھی آنکا ہو یعنے صرف عشق میں بہائے ہوئے آنسوؤں پر فخر ہو سکتا ہے۔ ایک اور جگہ کہا ہے:

ے رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

۴۔ دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے

تشریح: غالب کہتا ہے کہ میرا دل معشوق کی زیادتیوں پر شکایتوں سے بھرا پڑا ہے

وہ ظلم تو کیے جاتا ہے مگر مجھے زبان کھولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے شکایت کی اجازت دے پھر میں تیری ایک ایک زیادتی ایسی بیان کروں کہ تجھے بھی سن کر مزا آ جائے۔

۵۔ اس چشم فسوں گر کا اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے

معنی الفاظ: چشم۔ آنکھ۔ فسوں گر۔ جادوگر۔ طوطی۔ مشہور پالتو پرندہ۔ گفتار۔ بول چال۔

تشریح: طوطی کے سامنے آئینہ رکھ دیا جائے تو وہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ ایک اور طوطی آئینہ کے دوسری طرف ہے چنانچہ بولنا شروع کر دیتا ہے گویا اپنے ہم جنس سے باتیں کر رہا ہے۔ طوطی کے پڑھانے میں یہی طریقہ برتا جاتا ہے۔ اس شعر میں غالب نے معشوق کی جادو اثر آنکھوں کی تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر میرا محبوب آئینہ دیکھتے وقت اپنی جادو اثر آنکھوں کا اشارہ کر دے تو آئینہ جس سے سراپا حیرانی منسوب کی جاتی ہے طوطی کی طرح بولنے لگے۔ مبالغہ کی انتہا ہے۔

۶۔ کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب
اک آبلہ پا وادی پر خار میں آوے

معنی الفاظ: آبلہ۔ چھالا۔ آبلہ پا۔ وہ شخص جس کے پاؤں میں صحرا نوردی کرتے وقت چھالے پڑ گئے ہوں۔ وادی۔ جنگل۔ صحرا۔

تشریح: غالب صحرا نوردی سے پاؤں میں چھالے پڑ جانے پر کانٹوں کے چبھنے سے پھوٹ جانے کو کانٹوں کی پیاس بجھانے کی غرض سے خیال کرتے ہیں۔ مدت سے کوئی عاشق صحرا میں نہیں پہنچا۔ اور کانٹوں کی پیاس نہیں بجھی۔ غالب اس کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کانٹوں کی زبان پیاس سے خشک ہو گئی کسی آبلہ پا کو بھیج دے جو ان کی پیاس بجھ جائے۔

۷۔ مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تن نازک

آغوشِ خمِ حلقۂ زنار میں آوے

معنی الفاظ : آغوش ۔ گود ۔ بغل ۔ خم ۔ پیچ ۔ حلقہ ۔ دائرہ ۔ زنار ۔ جنیو ۔ وہ دھاگہ جو اونچی ذات والے ہندو گردن اور بغل کے درمیان ڈالے رکھتے ہیں وہ دھاگہ یا زنجیر جو مجوسی ۔ عیسائی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں ۔

تشریح : غالب کا معشوق غیر مسلم ہے غالباً ہندو مرزا رشک کے معاملات میں اتنے ہی سخت ہیں جتنا مسلمان توحید کے متعلق وہ رقیب کے آغوش میں تو کجا بے جان دھاگہ کے آغوش میں بھی معشوق کا آنا گوارا نہیں کر سکتے ۔ اور جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اسی جذبہ کے تحت یہ شعر کہا ہے ۔ شعر کے معنی صاف ہیں میرے خیال میں یہ معشوق خیالی ہے محض جذبہ رشک کے اظہار کے لیئے ایک نیا اسلوب نکالا ہے ۔

۸ ۔ غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہوسِ زر

کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آوے

معنی الفاظ : غارت گر ۔ لٹیرا ۔ رہزن ۔ ناموس ۔ آبرو ۔ عصمت ۔ شرم ۔ ہوس زر ۔ روپیہ کا لالچ ۔ شاہدِ گل ۔ گلاب کا پھول ۔

تشریح : غالب کا خیال ہے کہ پھول کی عزت باغ ہی میں ہے اور بازار میں آکر اس کا بکنا اس کی توہین ہے ۔ لیکن لوگ روپیہ کمانے کی غرض سے بازار میں لے آتے ہیں اس تصور کے تحت شعر کہا ہے ۔ کہ اگر لالچ پھول کی عزت پر ڈاکہ نہ ڈالے تو پھول اپنی اصلی جگہ باغ کو چھوڑ کر بازار میں کیوں آئے ۔ اسی طرح ایک حسینہ کا صحیح مقام گھر میں اس کی زندگی بسر کرنا ہے نہ کہ بازار حسن میں بیٹھنا ۔ اس کے بازار حسن میں آنے کی وجہ بھی ہوسِ زر ہی ہوتی ہے ۔

۹ تب چاکِ گریباں کا مزا ہے دلِ نالاں

جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوے

معنی الفاظ : چاک کرنا ۔ پھاڑنا ۔ گریبان ۔ کرتہ یا قمیض کا وہ حصہ جو گلے کے نیچے ہوتا ہے ۔

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ جوش جنون میں گریباں پھاڑنے کا لطف تو جب ہے جب ہر تارِ گریباں کے ساتھ ایک سانس بھی الجھا ہوا ہو۔ یہ اسی قبیل کا شعر ہے۔

؎ تب نازِ گراں مائیگی اشک بجا ہے
جب لختِ جگر دیدہ خونبار میں آوے

۱۰۔ آتش کدہ ہے سینہ مرا رازِ نہاں سے
اے وائے اگر معرضِ اظہار میں آوے

معنی الفاظ : آتش کدہ ۔ وہ جگہ جہاں ہر وقت آگ روشن رہتی ہو۔ آتش پرستوں کی عبادت گاہ ۔ سوز ۔ جلن ۔ نہاں ۔ پوشیدہ ۔ چھپا ہوا ۔ وائے ۔ کلمہ تاسف ۔ افسوس کا کلمہ ۔ معرضِ اظہار ۔ ظاہر ہونے کی جگہ ۔

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ میرے سینے میں عشق کی آگ دبی ہوئی ہے اگر یہ ظاہر ہو جائے تو بڑے افسوس کی بات ہے یعنے میرا عشق ظاہر نہ ہو تو اچھا ہے ۔

۱۱۔ گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

معنی الفاظ ۔ گنجینہ ۔ خزانہ ۔ طلسم ۔ بھان متی کا تماشہ ۔ معمہ ۔ جادو جو آٹے کا سانپ بنا کہ خزانہ کی حفاظت کے لئے رکھتے تھے اس سے خزانہ کا سانپ محاورہ بنا ۔

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ میرے اشعار میں جو لفظ آوے اس کو معنی کے خزانہ کا طلسم خیال کیجئے یعنی اس میں ایک نہیں مختلف معنی پوشیدہ ہوتے ہیں اور ان کا صحیح سمجھنا آسان نہیں ہوتا جب تک اس طلسم کو نہ توڑا جائے یعنی میری نفسیات سے آگاہی حاصل نہ کی جائے ۔

غزل نمبر ۱۷۸

۱۔ حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے
اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

معنی الفاظ: ہنگام - وقت - کمال - عروج - خورشید جمال - سورج جیسا خوبصورت -
تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگرچہ چودھویں رات کا چاند خوبصورتی میں اچھا ہے مگر میرا معشوق جو حسن میں سورج سے ملتا جلتا ہے اس سے کہیں بہتر ہے - چاند اور سورج کی چمک دمک میں جو فرق ہے، عیاں ہے - چاند کا حسن مانگا ہوا ہے - اور سورج کا ذاتی -

۲- بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

معنی الفاظ: بوسہ - پیار - لحظہ - گھڑی - وقت -
تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرا محبوب بوسہ تو دیتا نہیں اور دل لینے کی فکر میں ہر وقت لگا رہتا ہے یہ چاہتا ہے کہ مفت مل جائے تو اچھا ہے -

۳- اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

معنی الفاظ - ساغر - شراب پینے کا پیالہ - جم - مخفف جمشید - مشہور بادشاہ ایران -
جام - ساغر - سفال - مٹی - جام جم - جمشید کے شراب پینے کا پیالہ -
تشریح: جام جم حکما نے اس انداز سے بنایا تھا کہ ستاروں کی گردش کا حساب اس کے ذریعہ لگ سکتا تھا - اور علم نجوم کی رو سے واقعات آئندہ کی نسبت احکامات لگائے جا سکتے تھے - یہ بلاشبہ ایک نادر و نایاب چیز تھی - جو ٹوٹنے کے بعد ملنی دشوار تھی - غالب اس شعر میں یہ حقیقت دلنشین کرانا چاہتے ہیں کہ جو چیز آسانی سے مل جائے اور وقت پہ ضرورت پوری کر دے اس سے بہتر ہے جس کا ملنا دشوار ہو - اور کام رکا رہے چنانچہ کہتے ہیں کہ جام جمشید سے میرا مٹی کا پیالہ اچھا ہے اگر ٹوٹ جائے تو فوراً بازار سے دوسرا لے آئے - جام جمشید کا کیا بنائیں کہ ٹوٹ جائے تو ملنا دشوار ہو - قناعت اسی کا نام ہے -

۴- بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

معنی الفاظ: بے طلب۔ بغیر مانگے۔ سوا۔ زیادہ۔ گدا۔ فقیر۔ منگتا۔ خو۔ عادت۔ سوال کرنا۔ مانگنا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگر انسان کی ضرورت بغیر مانگے پوری ہو جائے۔ وہ زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس نقطہ نظر سے وہ حاجت مند جس کو مانگنے کی عادت نہ ہو اچھا ہے۔ اس سے جس کو مانگنے کا چسکا لگ جائے دوسرے الفاظ میں بھیک مانگنے کی مذمت کی ہے۔

۵۔ ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

معنی الفاظ: رونق۔ چمک۔ تازگی۔ بیمار۔ مریض عشق۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جب معشوق ہمارے سامنے آجاتا ہے تو فرحت قلب سے چہرہ پر تازگی آجاتی ہے اور یہ دیکھ کر معشوق خیال کرتا ہے کہ ہماری حالت اچھی ہے۔ جدائی کا کوئی اثر نہیں حالانکہ یہ حالت اس وقت تک ہے جب تک وہ سامنے ہے ورنہ ہمارے چہرہ پر رونق کہاں۔

۶۔ دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

معنی الفاظ: فیض۔ بہت بخشش۔ فائدہ۔ بھلائی۔ برہمن۔ ہندو مذہب کی سب سے اونچی ذات، جس کے افراد اکثر علم نجوم کے ماہر ہوتے ہیں اور لوگوں کے لئے سال بھر کے نفع ونقصان کی پیشین گوئی کر دیتے ہیں۔ ہر کوئی اس کاروبار کی نسبت دریافت کرتا ہے جو اس کا ہے۔

تشریح: غالب چونکہ عشق کا کاروبار کرتے ہیں اس لئے سال کی اچھائی کا اندازہ اسی بات سے کرنا چاہتے ہیں کہ محبوب سے ان کو کیا راحت ملتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک برہمن نے پیش گوئی کی ہے کہ جو سال لگا ہے اچھا ہے دیکھئے عاشقوں کو معشوقوں سے کیا بخشش ملتی ہے۔ بھوکا دو اور دو چار روٹیاں ہی تو مانگے گا۔

۷۔ ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا بھی کسی میں ہو کمال اچھا ہے

معنی الفاظ: ہم سخن۔ ہم کلام۔ تیشہ۔ بڑھئی کا بسولہ۔ پتھر تراشنے کا اوزار۔ فرہاد۔ ایران کا مشہور سنگ تراش جو اس ملک کے بادشاہ خسرو کی بیوی شیریں پر عاشق ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیریں نے فرہاد کو پتھر پر اپنی شکل تراشنے کو کہا تھا۔ اور پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر شاہی محل تک پہنچانے کی فرمائش بھی اسی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی قسم کا کمال حاصل کر لے تو وہ اسے اپنی مراد حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے جس طرح فن سنگ تراشی نے فرہاد کو اپنی محبوبہ شیریں سے ہم کلام ہونے کا موقع دیا۔ اگر وہ اس فن میں مہارت نہ رکھتا تو شیریں تک اس کی رسائی مشکل تھی۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری　　تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

۸۔ قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

تشریح: اس شعر میں غالب کا محبوب نظریہ ہمہ اوست کارفرما ہے کہتے ہیں، کہ اگر قطرہ جو دریا ہی کا علیحدہ شدہ ہے دریا میں مل جائے تو دریا بن جاتا ہے اور وہ دوئی مٹ جاتی ہے جو علیحدگی کی صورت میں نظر آتی تھی اور یہ عارضی علیحدگی بھی بری نہیں اگر انجام وصال پر ہو جائے۔

۹۔ خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

معنی الفاظ: خضر۔ سبزی۔ ہریالی۔ سبز شاخ۔ ایک مشہور نیک بندہ خدا، جو بھولے بھٹکوں کو رستہ بتاتے ہیں۔ خضر سلطان۔ ابوظفر بہادر شاہ کا بیٹا۔ سرسبز۔ ہرا بھرا۔ تندرست۔ خوش و خرم۔ زندگی کی نعمتوں سے بھرپور۔

تشریح: غالب نے شہزادہ کے نام میں لفظ خضر کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا اور اس کے لئے دعا کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ عظیم شہزادہ خضر سلطان کو ہرا بھرا رکھے بادشاہ کے باغ میں یہ اچھا پودا ہے۔ یعنے بادشاہ کے باغ کی رونق شہزادہ خضر سلطان کو اللہ قائم رکھے۔

۱۰۔ ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

معنی الفاظ: حقیقت ۔ اصلیت ۔ کیفیت۔

تشریح: غالب بہشت کے وجود کو دنیا کے معاملے میں غیر حقیقی خیال کرتے ہیں۔ اور محض دلفریبی کا ذریعہ دیگر بعض مفکرین کا بھی یہی نظریہ ہے۔ بابر کہتا ہے ع

کہ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

خود غالب ایک اور جگہ کہتا ہے۔

ے ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا
وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودی کے طاق نسیاں کا

غزل نمبر ۱۷۹

۱۔ غیر لیں محفل میں بوسے جام کے   ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے

معنی الفاظ: تشنہ لب ۔ پیاسے ۔ پیغام ۔ دعوت نامہ۔

تشریح: غالب کے محبوب نے بزم سے آراستہ کی اور غالب کو نہیں بلایا۔ یہ شعر اس کا شکوہ ہے۔ کہتے ہیں کہ رقیب تو تیری محفل میں شراب کے پیالے ہونٹوں سے لگائیں اور چڑھا جائیں۔ اور ہم دعوت نامہ کے انتظار ہی میں رہیں۔ ستم ہے۔

۲۔ خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ   ہتھکنڈے ہیں چرخِ نیلی فام کے

معنی الفاظ: خستگی ۔ ماندگی ۔ رنج ۔ دلگیری ہتھکنڈے ۔ ہاتھ کی صفائی ۔ چالاکی چرخ ۔ آسمان ۔ نیلی فام ۔ نیلے رنگ کا۔

تشریح: گئے زمانہ میں بیشتر اور آج کل بھی کم ترقی یافتہ ممالک میں کافی لوگ انسانی مصیبتوں کو آسمان کی گردش کی طرف منسوب کرتے ہیں اس خیال کو غالبؔ نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔ مرزا اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اپنی دلگیری کا شکوہ تم سے کیا کریں۔ یہ تو نیلے آسمان کی کرتوتیں ہیں تمھارا قصور کچھ نہیں اگر آسمان ہمارے خلاف نہ ہوتا تو تم بھی خلاف نہ ہوتے۔

۳۔ خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے

تشریح: جوش جنوں میں غالب نے اپنے پریشان خیالات کا اظہار محبوب کے نام خط میں کیا ہے۔ محبوب مطلب نہ سمجھنے کا عذر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس قسم کی خرافات لکھنے سے کیا فائدہ۔ اس پر غالب کہتے ہیں کہ ہمارے خط کا مطلب تمھاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم تو تمھارے نام کے عاشق ہیں۔ خط ضرور لکھیں گے عنوان اور پتہ پر تمھارا نام لکھا جائے گا اور یہی ہماری غرض ہے۔

۴۔ رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

معنی الفاظ: زمزم۔ وہ کنواں جو بیت اللہ سے متصل ہے۔ احرام۔ وہ چادر جو حج کے دوران تہبند کے طور باندھی جاتی ہے اور اوڑھی بھی۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی طبیعت میں دو مختلف خصوصیتیں رندی اور زہد کے یکجا جمع ہو جانے کا ذکر کرتے ہیں یعنی میں کوئی خاص پیچیدگی نہیں ہے ایک اور شاعر نے یہی خیال ظاہر کیا ہے:

؎ رات کو مے پی اور صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

غالب نے حج کے ایام میں احرام کی حالت میں جبکہ بعض جائز چیزیں بھی حرام کر دی جاتی ہیں۔ شراب جیسی حرام چیز کو استعمال کر کے اس تضاد میں شدت پیدا کر دی۔

۵۔ دل کو آنکھوں نے پھنسایا کیا مگر　　یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے

معنی الفاظ: مگر۔ شاید۔ حلقہ۔ دائرہ۔ گھیرا۔ دام۔ جال (شکار کرنے کا) جال کے سوراخ آنکھوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔

تشریح: محبت پیدا ہونے کے اور بھی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ مگر بیشتر یہ آنکھوں ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے اور غالب کے عشق کا سبب بھی دیدار معشوق ہی ہو۔ اس خیال کو اس شعر میں بیان کیا ہے کہتے ہیں ہمارے دل کو آنکھوں ہی نے تمہاری محبت میں گرفتار کیا۔ شاید یہ آنکھیں تمہارے جال کے حلقے ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

۶۔ شہ کی ہے غسل صحت کی خبر　　دیکھئے دن کب پھریں حمام کے

معنی الفاظ: شہ۔ سے مراد بہادر شاہ ظفر۔ غسل صحت۔ علالت کے بعد صحت یابی کا غسل۔ دن پھرنا۔ نصیب جاگنا۔ اچھے دن آنا۔

تشریح: بہادر شاہ علالت سے صحت پا چکے لیکن غسل صحت کی تاریخ ابھی مقرر نہیں ہوئی۔ اس غیر معین حالت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔ مطلب صاف ہے۔

۷۔ عشق نے غالب نکما کر دیا　　ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

تشریح: عشق کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا مریض بجز حصول محبوب کے تگ و دو کے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ اور دنیا کے لوگ اسے نکما اور ناکارہ خیال کرتے ہیں۔ اس نکتہ نظر کا بیان اس شعر میں کیا ہے۔

غزل نمبر ۱۸۰

۱۔ پھر اس انداز سے بہار آئی　　کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

تشریح: اس پوری غزل میں موسم بہار کی لفظی تصویر کھینچی ہے اور خوب کھینچی ہے۔ مطلب صاف ہے۔

۲۔ دیکھو اے ساکنان خطہ پاک　　اسکو کہتے ہیں عالم آرائی

معنی الفاظ: ساکنان خطہ پاک۔ روئے زمین پہ رہنے والے۔

تشریح: بہار کے موسم میں ہر طرف تازگی، شگفتگی اور زندگی کے آثار نظر آتے ہیں غالب اس کی طرف زمین پر بسنے والوں کی توجہ دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا دیکھو تو جہان کو قدرت نے کیسا بنایا سنوارا ہے۔ فطرت کی اس کاریگری اور ذوق حسن کی داد دو۔

۳۔ کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر روکش سطح چرخ مینائی

معنی الفاظ: روکش۔ متقابل۔ مقابل۔ حریف۔ مدمقابل۔ سطح۔ چھت۔ اصطلاح علم ہندسہ میں وہ شے جس میں طول و عرض تو ہو عمق نہ ہو۔ مینائی۔ نقش والا۔ خصوصاً سبز رنگ والا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ قدرت کی عالم آرائی کی یہ کیفیت ہے کہ زمین ایک سرے سے دوسرے سرے تک سبز رنگ کی ہو گئی ہے اور اس طرح رنگت میں آسمان کا مقابلہ کرتی ہے گویا اس کا عکس ہے۔

۴۔ سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی بن گیا روئے آب پہ کائی

معنی الفاظ: سبزہ۔ ہریاول۔ رو۔ چہرہ۔ روئے آب۔ پانی کی سطح۔ کائی۔ سبز روئیدگی جو برسات کے موسم میں رکے ہوئے پانی میں اگ آتی ہے۔

تشریح: سلسلہ خیال وہی جاری ہے کہتے ہیں کہ جب ہریاول کو زمین پہ اور کہیں جگہ نہیں ملی تو پانی کی سطح پر کائی کی صورت اختیار کر لی۔

۵۔ سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے چشم نرگس کو دی ہے بینائی

معنی الفاظ: نرگس۔ ایک خوشبودار پھول جس کی شکل آنکھوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ بینائی۔ دیکھنے کی صلاحیت۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ سبزہ اور دوسرے پھول تو قدرت نے زمین کی آرائش کے لئے بنائے مگر نرگس کو اس سجاوٹ کو دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے اس کی صلاحیت بھی دے دی ہے۔ یعنی قدرت خود اپنی کاریگری کا نظارہ چشم نرگس سے کرتی ہے۔

۶۔ ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادپیمائی

معنی الفاظ : بادہ نوشی۔ شراب خوری۔ باد۔ ہوا۔ بادپیمائی۔ ہوا خوری۔ سیر۔
تشریح : غالب کے نزدیک بزم فطرت کی آراستگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر وہ بزم مے میں تبدیل نہ ہو جاتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ فطرت نے عالم آرائی کی تکمیل بہار کے موسم میں ہوا میں سرور اور کیف رکھ کر کہ دی اس موسم میں سیر کرتے وقت وہی سرور اور کیف آتا ہے جو شراب پی کر۔

۷۔ کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالبؔ
شاہِ دیندار نے شفا پائی

معنی الفاظ : دیندار۔ دین کا پابند۔ شفا۔ صحت۔
تشریح : غالباً بہادر شاہ علالت سے صحت یاب موسم بہار میں ہوئے اور غسل صحت کیا۔ دہلی کی مخلوق کی خوشی تو دو آتشہ ہو ہی گئی۔ ایک تو موسم بہار کی اور پھر بادشاہ کی صحت یابی کی خوشی۔ لیکن غالب روئے زمین کی آرائش کو فطرت کی طرف سے بادشاہ کی صحت یابی پر خوشی کا اظہار خیال کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۱۸۱

۱۔ تغافل دوست ہوں میرا دماغ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

معنی الفاظ : تغافل۔ جان بوجھ کر غفلت برتنا۔ کم التفاتی۔ بے پرواہی۔ عجز۔ مسکینی۔ غریبی۔ انکساری۔ عالی۔ بلند۔ اونچا۔ عجز کی ضد۔ پہلو تہی۔ بے رخی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ کنارہ کرنا۔
تشریح : غالب کہتے ہیں کہ مجھے تغافل پسند ہے اور باوجود غریبی کے میرا دماغ اونچا ہے۔ اے معشوق اگر تو مجھ سے کنارہ کرے گا تو میں گر کر تیرے پیچھے نہیں پڑوں گا میری جگہ تجھے خالی ملے گی۔ ایک اور جگہ یہی خیال دوسرے طریق پہ ادا کیا ہے۔

۵۔ بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود بیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

۶۔ رہا آباد عالم، اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے جس قدر جام و سبو، میخانہ خالی ہے

الفاظ تشریح طلب نہیں ہیں۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ دنیا میں جو اشیا کی فراوانی نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ہمت لوگ نہیں رہے جو ان کو پوری طرح کام میں لائے۔ مثلاً اگر مے خانہ میں جام و سبو بھرے ہوئے ملیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مے خانہ میں پینے والا کوئی نہیں ہے۔ ورنہ بھرے ہونے کی بجائے خالی ملتے۔

غزل نمبر ۱۸۲

۱۔ کب وہ سنتا ہے کہانی میری؟ اور پھر وہ بھی زبانی میری

معنی الفاظ: کب۔ کس دن۔ کس وقت۔ کہانی۔ قصہ۔ روئیداد۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ میرا محبوب میری داستان عشق سننے ہی کے لئے تیار نہیں ہے اور پھر میری زبانی سننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عاشقوں کو حال دل معشوق کو سنانے میں مزا آتا ہے جو طویل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی زبان سے سن لے تو کیا کہنے مگر غالب کی قسمت اتنی اچھی نہیں تھی۔ اس کا رونا ہے۔

۲۔ خلشِ غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ دیکھ خوں نابہ فشانی میری

معنی الفاظ: خلش۔ چبھن۔ کھٹک۔ غمزہ خونریز۔ قتل کرنے والی ادا۔ خون نابہ۔ خون ناب۔ خالص خون۔ فشانی۔ چھڑکنا۔ خوں نابہ فشانی۔ خون کے آنسو رونا۔

تشریح: غالب معشوق سے کہتے ہیں کہ اپنے قتل کرنے والے غمزہ کی کھٹک جو میرے دل میں ہے کا حال نہ پوچھ، مجھے خون کے آنسو رونا دیکھ دوسرے الفاظ میں

ہیں عالم میں پرس۔

۳۔ کیا بیاں کر کے میرا روئیں گے یار؟ مگر آشفتہ بیانی میری

معنی الفاظ: آشفتہ بیانی۔ پریشان خیالوں کا اظہار۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے دوستوں کے لئے مجھے یاد کر کے رونے کی کوئی بات ہے تو شاید میرے اشعار ہی ہو سکتے ہیں جو پریشان خیالوں کا مجموعہ ہیں ورنہ تو مجھ میں کوئی ایسی بات نہیں جو احباب مجھے یاد کر کے روئیں۔

۴۔ ہوں زخود رفتہ بیدائے خیال بھول جانا ہے نشانی میری

معنی الفاظ: زخود رفتہ۔ ازخود رفتہ۔ اپنے آپ میں نہ ہونا مست۔ بیخود۔ بیدائے خیال۔ صحرائے خیال۔ نشانی۔ پہچان۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میں اپنے خیالات کے جنگل میں کھو جاتا ہوں۔ (محو ہو جاتا ہوں) میری پہچان یہی ہے کہ کھویا کھویا سا رہتا ہوں اور کوئی بات یاد نہیں رہتی۔

۵۔ متقابل ہے مقابل میرا رُک گیا، دیکھ روانی میری

معنی الفاظ: متقابل۔ حریف۔ مقابلہ کرنیوالا۔ مقابل۔ روبرو۔ لڑنے کے لئے سامنے کھڑا ہو جانا۔ رک جانا۔ باز آجانا ٹھٹکنا۔ روانی۔ بہاؤ۔ تیزی۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرا حریف میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے سامنے آگیا تھا مگر جب میری تیزی گفتار دیکھی تو باز آگیا۔ اور ہمت ہار دی۔

۶۔ قدرِ سنگ سرِ راہ رکھتا ہوں سخت ارزاں ہے گرانی میری

معنی الفاظ: قدر۔ قیمت۔ عزت۔ توقیر۔ سنگ۔ پتھر۔ سرراہ (راستہ کا کنارہ) راستہ میں پڑا ہوا۔ گرانی۔ بھاری پن۔

تشریح۔ غالب کہتے ہیں کہ معاشرہ میں میری جگہ وہی ہے جو سڑک پر پڑے ہوئے پتھر کی کہ باوجود بھاری بھرکم نظر آنے کے کم وقعت رکھتا ہوں اور راہ چلتوں کے لئے باعث زحمت۔

۷۔ گردِ بادِ رہِ بے تابی ہوں صرصرِ شوق ہے باقی میری

معنی الفاظ: گرد باد۔ بگولا۔ بے تابی۔ بے قراری۔ صرصر۔ آندھی۔ تند ہوا۔ شوق۔ عشق۔ بانی۔ آواز۔ کلام۔

تشریح: اس شعر میں غالب عشق میں اپنی بیقراری اور اس حالت میں جو کلام موزوں کیا ہے اس کی نوعیت کا اظہار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں بیقراری کی راہ کا بگولا ہوں۔ اور میرا کلام عشق کی پیدا کردہ آندھی یعنے میرا ذہن بیتابی عشق کی وجہ سے چکر کھا رہا ہے اور پھر جو کلام موزوں ہوتا ہے وہ اتنا ہی تیز و تند ہوتا ہے جیسے اندھیری۔

۸۔ دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا کھل گئی ہیچ مدانی میری

معنی الفاظ: دہن۔ منہ۔ کھل گئی۔ ظاہر ہو گئی۔ پتہ چل گیا۔ ہیچ مدانی۔ ناواقفیت ہیچ۔ کچھ۔ تھوڑا۔ م نفی کا۔ دانی۔ دانستن سے۔ جاننا۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے معشوق کی تنگئ دہن کا بیان کرتے ہیں کہ جب میں اپنے محبوب کا دہن بوجہ تنگی نہ دیکھ سکا تو میری لاعلمی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ تنگی اور ہیچ کا ہم معنی ہونا قابل غور ہے۔

۹۔ کر دیا ضعف نے عاجز، غالب ننگ پیری ہے، جوانی میری

معنی الفاظ ضعف۔ کمزوری۔ نقاہت۔ عاجز۔ لاچار۔ بے بس۔ ننگ۔ عیب۔ شرم۔ عار۔

تشریح: اس شعر میں غالب بزمانہ جوانی اپنی خرابی صحت کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب جوانی میں ضعف نے لاچار کر دیا ہماری تو جوانی میں ایسی حالت ہے جس پر بڑھاپے کو شرم آئے۔

غزل نمبر ۱۸۴

۱۔ نقشِ نازِ بتِ طناز بہ آغوشِ رقیب پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

معنی الفاظ: نقش۔ تصویر۔ ناز۔ ادا۔ بت طناز۔ بانکا معشوق۔ شوخ۔ آغوش۔ بغل پہلو۔ گود۔ رقیب۔ حریف۔ پا۔ پاؤں۔ طاؤس۔ مشہور، خوبصورت پرندہ، اس کا جسم خوش رنگ پروں سے مزین ہوتا ہے اور شوخی کا مجموعہ مگر پاؤں بالکل سیاہ

ہوتے ہیں۔ ہور۔ پہیے۔ واسطے۔ خامہ۔ قلم۔ مصوروں کا برش۔ مانی۔ ایران کا مشہور مصور۔

تشریح: اس شعر میں غالب نے بانکے معشوق کے رقیب روسیاہ کے پہلو میں بیٹھے ہونے کی لفظی تصویر نہایت خوبی سے کھینچی ہے اس سے بہتر اس الفاظ میں نقشہ کھینچنا محال ہے۔ شعر کو صحیح طریق پر سمجھنے کے لئے الفاظ کے معنی پر غور کرنے سے زیادہ تصور سے کام لینے کی ضرورت ہے اور یہ وہی اصحاب اچھی طرح کر سکتے ہیں جنھوں نے طاؤس کو برسات کے موسم میں کسی باغ یا جنگل کے سبزہ زار میں حالت رقص میں دیکھا ہو۔ بانکے معشوق کو اٹھلاتے ہوئے دیکھ کر جو کیفیت ایک عاشق کے دل کی ہو سکتی ہے۔ وہی طاؤس کو اس حالت میں دیکھ کر ہونا لازمی ہے۔ طاؤس کا ناز اور بانکپن کے ساتھ چلنا حسن پرستوں کے لئے جان لیوا ہو جاتا ہے۔ اس پرندہ کے جسم کا اوپر کا حصہ نہایت شوخ اور متنوع رنگ دار پروں سے مزین ہوتا ہے۔ مگر پاؤں کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ جو بظاہر اوپر کے حصہ سے مناسبت رکھتے معلوم نہیں ہوتے۔ رقیب کو بھی عشاق خواہ وہ کتنا ہی جمیل ہو۔ جب حسد و رقابت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو روسیاہ ہی نظر آتا ہے۔ اس قدر بیان کے بعد ذرا تصور کیجئے کہ رقیب روسیاہ معشوق کو گود میں لئے بیٹھا ہے اور پھر یہ شعر پڑھیئے معنے خود بخود ذہن میں آجائینگے لفظی شرح اس کے حسن معنی کو زائل کر دے گی۔

۲۔ تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے — غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

معنی الفاظ: بدخو۔ بدخصلت۔ تیز مزاج۔ تحیر۔ حیرانی۔ جس میں سراپا سکوت ہوتا ہے۔ تماشہ۔ ہنگامہ۔ کھیل۔ تحیر کی ضد۔ غم۔ رنج۔ غم عشق۔ افسانہ۔ کہانی۔ آشفتہ بیانی۔ غیر مربوط گفت گو۔ انمل۔ بے جوڑ بات۔

تشریح: اس شعر میں غالب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میرا محبوب سے حال دل کہنا ناممکن ہے چونکہ وہ اتنا تیز مزاج ہے کہ حیرانی کو جس میں گفتگو کا نام بھی نہیں ہوتا۔ ہنگامہ اور غل غپاڑہ خیال کرتا ہے اور مجھے غم عشق ہے جس کے بیان کے لئے مربوط گفت گو کرنا بھی دشوار ہے

۴ - وہ تپِ عشقِ تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

معنی الفاظ: تپ - گرمی - حرارت - بخار - تمنا - آرزو - صورت - مانند - نبض - کلائی کی رگ - جو موم بتی کے دھاگے سے ملتی جلتی ہے - جگر - کلیجہ - جسم انسانی کا اہم جزو ہے - نبض جگر وہ رگ جو دل سے جگر میں خون پہنچاتی ہے - ریشہ - سوت کا تار - درخت کی نسیں -

تشریح: تمنا کا مقام دل ہے - غالب کہتے ہیں کہ مجھے ایسے جوش جنون کی آرزو ہے - جس کے شعلہ کا تعلق دل سے جگر تک اس طرح ہو جائے جیسا موم بتی کے شعلہ کا تعلق دھاگے کے ذریعہ اس کے آخری حصہ تک ہو جاتا ہے - دوسرے الفاظ میں عشق کا جلا دینے کا اثر میرے دل سے اٹھ کر جگر تک کو ختم کر دینے والا ہو - یہی میری آرزو ہے -

غزل نمبر ۱۸۴

۱ - گلشن کو تیری صحبت، از بس، کہ، پسند آئی ہے
ہر غنچے کا گُل ہونا آغوش کشائی ہے

معنی الفاظ: گلشن - باغ - از بس - بے حد - نہایت - غنچہ - پھول کی کلی - وا ہونا کھلنا - آغوش کشائی - بغل گیر ہونے کے لئے ہاتھ پھیلانا -

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے معشوق کے بے مثال حسن کی تعریف کرتا ہے - کہتا ہے کہ جب میرا محبوب باغ کی سیر کو جاتا ہے تو باغ اس کا خیر مقدم ایسے تپاک سے کرتا ہے کہ باغ کی ہر کلی کھل کر اس کے لئے اپنی گود کھول دیتی ہے -

۲ - واں کنگرۂ استغنا ہر دم ہے بلندی پر
یاں نالے کو اور اُلٹا دعوائے رسائی ہے

معنی الفاظ: کنگرہ - کنگورہ - وہ طاقچے جو شاندار بلند عمارتوں پر سب سے اوپر خوبصورتی کے لئے بنا دیتے ہیں - کلغی - استغنا - بے نیازی - بے پرواہی -

دعوائے۔ مطالبہ۔ خواہش رسائی۔ پہنچ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ معشوق کی بے نیازی تو ہر گھڑی بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کے خلاف میرے نالے کو وہاں تک پہنچنے کا دعویٰ ہے۔ یعنے معشوق کی بے نیازی اور میری آہ وزاری میں مقابلہ جاری ہے دیکھئے کون جیتتا ہے۔

۳۔ ازبس کہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے

جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

معنی الفاظ: اندازے۔ انداز کی جمع۔ ڈھنگ۔ طریقے۔ چشم نمائی۔ آنکھ دکھانا گھورنا۔ جو کسی حرکت سے منع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ دھمکانا۔ غم۔ رنج۔ یہاں مراد۔ غم عشق۔

تشریح: غالب کہتا ہے کہ غم عشق رازِ عشق کو چھپانے کے ڈھنگ بہت طرح سے سکھاتا ہے یہاں تک کہ جو داغ دل پر غم کی وجہ سے پڑتا ہے وہ ایک طرح کی دھمکی ہے کہ اظہارِ غم نہ کیا جائے داغ کی (گول) شکل آنکھ سے ملتی جلتی ہونے کی وجہ سے چشم نمائی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

غزل نمبر ۱۸۵

۱۔ جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی

لکھ دیجیو یا رب، اسے قسمت میں عدو کی!

معنی الفاظ: تدبیر۔ علاج۔ بندوبست۔ عدو۔ دشمن۔ رقیب۔

تشریح: ایک عاشق صادق غم عشق کے زخم تازہ رکھنا چاہتا ہے ان کا اندمال نہیں چاہتا۔ زخم ہرے رہنے میں اسے مزہ آتا ہے۔ چونکہ عشق کی موجودگی کی علامت ہے اور اندمال علامت ہے فسردگی کی۔ اس نکتہ نظر سے غالب کہتے ہیں کہ اے اللہ جس زخم کا اندمال ہو سکتا ہو اسے میرے رقیب کی قسمت میں لکھ دے۔ یعنے اس کا عشق سرد پڑ جائے۔

۲- اچھا ہے سر انگشتِ حنائی کا تصور

دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

معنی الفاظ: سر- سرا- انگشت- انگلی- حنائی- مہندی لگی ہوئی- حنا- مہندی- جو سرخ رنگ دیتی ہے اور عام طور پر عورتیں ہاتھوں اور پاؤں پر خوب صورتی کے لئے لگاتی ہیں۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرے دل میں خون مطلق نہیں رہا۔ غنیمت ہے معشوق کی انگشت حنائی کا تصور کرنے پر دل میں خون کی ایک بوند تو دکھائی دیتی ہے۔ انگلی کے سرے پر مہندی کا سرخ رنگ قطرہ خون سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔

۳- کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے؟

یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

معنی الفاظ: بے حوصلگی- کم ہمتی۔

تشریح: غالب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو اپنا ظلم، یہ خیال کر کے مت ترک کر کہ تیرے عاشق اس کو برداشت کر سکیں گے۔ اور نالہ و فریاد شروع کر دیں گے اور کوئی باز پرس کرے گا۔ چونکہ اس دیس میں کوئی کسی کی فریاد نہیں سنتا لہذا تو بے فکر رہ۔

۴- دشنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو

خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

۵- صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالبؔ

حسرت میں رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

یہ دونوں اشعار قطعہ بند ہیں اس لئے یکجائی شرح مناسب ہوگی۔

معنی الفاظ: دشنہ- کٹاری، خنجر ہی کی قسم کا ایک ہتھیار۔ منہ لگانا- پذیرائی کرنا۔ التفات کرنا۔ عزت بڑھانا۔ خنجر- یہ بھی کٹاری کی قسم کا ایک ہتھیار ہے۔ بات پوچھنا، منہ لگانا- ہم معنی ہیں محض تکرار لفظی سے بچنے کے لئے استعمال کئے ہیں۔ عربدہ جو- جھگڑالو، فسادی۔ معشوق کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔

تشریح : غالب کہتے ہیں صد بار افسوس ہے غالب کی حالت پہ کہ وہ ایک عرصہ سے ایک شوخ معشوق ملنے کا آرزومند ہے کیونکہ نہ اس کے جگر میں کسی نے دشنۂ مژگان چبھویا اور نہ خنجر ابرو سے گلہ کاٹنے کا ارادہ کیا ہے جو ایک شوخ معشوق ہی کر سکتا ہے بغیر ان زخموں کے عشاق کی زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔

غزل نمبر ۱۸۶

۱۔ سیماب پشت گرمیٔ آئینہ دے ہے ہم حیراں کئے ہوئے ہیں دلِ بیقرار کے

معنی الفاظ : سیماب - پارہ - مشہور رقیق دھات جو ایک جگہ قرار نہیں پکڑتی - بےچین۔

تشریح : شیشہ کو منہ دیکھنے کے قابل بنانے کے لئے اس کے ایک طرف پارہ کا مرکب تیار کر کے جماتے ہیں کہ شعاعیں آر پار نہ گذریں بلکہ انعکاس ہو کر چیز کی صورت اختیار کر لیں اس حصہ کو آئینہ کی پشت کہتے ہیں۔ پشت گرم داون۔ مدد دینا۔ سہارا دینا۔ حیرانی آئینہ سے منسوب کی جاتی ہے۔ غالباً اس کی وجہ اس طرح ہوئی کہ پہلی بار جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی۔ تو وہ حیران رہ گیا۔ جب تک رواج عام نہ ہوا اور وجہ معلوم نہ ہوئی۔ حیرانی بدستور رہی اور بعد میں یہ آئینہ کی خصوصیت قرار دے دی گئی۔ دوسری وجہ اس نسبت کی یہ بھی ہے کہ آئینہ میں جاندار چیز بھی بنا حرکت خاموش نظر آتی ہے۔ جو حیرانی کی حالت میں ہوتا ہے۔ دل بیقراری میں پارہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ چنانچہ غالب کہتے ہیں۔ کہ جس طرح بے چین پارہ نے شیشہ کی پشت گرمی کا باعث ہو کر اس میں حیرانی کی خصوصیت پیدا کر دی اسی طرح ہمارا دل بیقرار ہماری حیرانی کی وجہ ہو گیا۔

۲۔ آغوشِ گل کشادہ برائے وداع ہے اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

معنی الفاظ : کشادہ - کھلی۔ وداع - رخصت ہونا۔ عندلیب - بلبل - مشہور خوش الحان پرندہ جس کی طرف گلاب کے پھول کا عشق منسوب کیا جاتا ہے۔

تشریح : مشرقی اقوام میں بالخصوص مسلم ممالک میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی عزیز یا دوست آتا ہے اسے رخصت ہونا ہے تو گلے ملتے اور بغل گیر ہوتے ہیں۔ مرزا غالب موسم بہارہ

کے آخری ایام میں پھولوں کے کھلنے کو رخصتی بغل گیری کے لئے خیال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اے بلبل اب بہار جانے والی ہے اور اس کے ساتھ پھول بھی۔ آ اور ان سے بغل گیر ہو لے یہ تجھے رخصتی ملنے کے لئے آغوش کھولے ہوئے ہے۔

غزل نمبر ۱۸۷

۱۔ ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں

معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیئے

معنی الفاظ: وصل۔ ملاقات خصوصاً معشوق سے۔ ہجر۔ جدائی۔ وصل کی ضد۔ عالم صورت۔ حالت۔ موجودات۔ خدا کے علاوہ باقی مخلوقات۔ تمکین۔ وقار۔ عزت سنجیدگی۔ ضبط۔ ہر چیز کا اپنی حد میں رہنا۔ قید و پابندی۔ شوخ۔ چالاک۔ بے باک چنچل۔ دیوانہ۔ عقل سے بیگانہ۔ مجنوں۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ عام طور پر ملاقات کے وقت سنجیدگی اور رکھ رکھاؤ اچھی چیز ہے۔ مگر معشوق سے ملاقات کے وقت یہی آداب ملحوظ رکھے جائیں تو وصل خوشی کا باعث ہونے کی بجائے ہجر کی کلفتوں سے بھر جاتا ہے۔ محبوب سے ملاقات کا تو پورا لطف اس وقت آتا ہے جب کہ وہ بے باک ہو اور عاشق مجنوں۔ تمکین شوخی کی ضد ہے اور ضبط دیوانگی کی۔

۲۔ اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں

شوقِ فضول و جرأت رندانہ چاہیئے

معنی الفاظ۔ اس کا مرجع محبوب کے لب ہیں۔ شوق۔ اشتیاق۔ رغبت۔ محبت فضول۔ زائد از حد۔ بے کار۔ جرأت۔ دلیری۔ رندانہ۔ رندوں کی طرح۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ محبوب کے لبوں کا بوسہ ملنے کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ محبت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو اور رندوں کی طرح بے باکانہ پیش دستی کی ہمت ہو۔ اگر یہ بات ہے تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اصل چیز شوق فضول ہے۔ رندانہ جرأت تو

اس کے ساتھ آہی جاتی ہے۔

غزل نمبر ۱۸۸

۱۔ چاہیئے اچھوں کو، جتنا چاہیئے

یہ اگر چاہیں، تو پھر کیا چاہیئے؟

معنی الفاظ: چاہنا۔محبت کرنا۔ اچھوں کو۔حسینوں کو۔جتنا۔کس قدر۔

تشریح: مرزا کہتے ہیں کہ حسن بنا ہی محبت کرنے کے لئے ہے اس لئے حسینوں کو جیسا کہ چاہنے کا حق ہے، چاہیئے بلا اس خیال کے کہ وہ بھی تمہیں چاہتے ہیں۔ کہ نہیں اور اگر وہ بھی تم سے محبت کا اظہار کریں۔ تو پھر کیا کہنے۔اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔

۲۔ صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر

جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیئے

معنی الفاظ: واجب۔ لازم مناسب۔حذر۔ پرہیز۔ احتیاط۔جائے مے۔شراب پینے کی جگہ۔میخانہ کھینچنا۔ روکنا۔گھسیٹنا۔

تشریح: غالب لاابالی لوگوں کی صحبت سے گھبرا گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ رندوں کی صحبت سے پرہیز مناسب ہے اس لئے شراب خانہ میں جانے سے رکنا چاہیئے مطلب یہ ہے کہ شراب پینی ہو تو اپنے گھر پیو۔ بقول عمر خیام ؎

گاہ گاہ خور و کم کم خور و تنہا خور

غالب بھی اس شعر میں تنہا خوری کی ترغیب دیتا ہے۔

۳۔ چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟

بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیئے

معنی الفاظ: سمجھنا۔جاننا۔ بدلہ لینا۔

تشریح: لفظ سمجھنا کے مختلف معنی نے شعر میں لطف پیدا کر دیا اور اس سے غالب

کی فن کاری عیاں ہے۔ معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے محبت کرنے کو دل آسان سمجھا تھا (خیال کرتا تھا) جو سراسر غلط فہمی تھی لیکن اب اسے اس کی اس غلطی کی سزا ملنی چاہیئے۔

۴۔ چاک مت کر جیب بے ایام گل
کچھ اُدھر کا بھی اشارہ چاہیئے

معنی الفاظ ۔ چاک کرنا ۔ پھاڑنا ۔ جیب ۔ گریباں ۔ ایام ۔ جمع یوم ۔ دن ۔ موسم ۔ ایام گل ۔ موسم بہار، جب پھول کھلتے ہیں ۔ اشارا ۔ رمز ۔ کنایہ ۔ ایما ۔

تشریح : غالب پھولوں کے کھلنے کو گریباں چاکی خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب موسم بہار میں گریباں چاک کرنا مناسب ہے جبکہ پھول کھل کر اشارا کریں کہ اس طرح گریباں چاک کر۔ مطلب یہ کہ ہر کام کے لیئے مناسب وقت ہوتا ہے جو تقاضائے وقت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ بے محل کام اچھا نہیں۔

۵۔ دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
مُنہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

معنی الفاظ : بیگانگی ۔ بے تعلقی ۔ اجنبیت ۔ عورتیں عام طور پہ اجنبیوں سے پردہ کا اہتمام زیادہ نہیں کرتیں، جاننے والوں سے کرتی ہیں۔

تشریح : اس نسوانی نفسیاتی کیفیت سے غالب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اپنے محبوب کو بے حجاب اپنے سامنے آنے کی ترغیب دیتے ہیں کہتے ہیں کہ پردہ پوشی اظہار اجنبیت کرتا ہے۔ اس لیئے تم کھل کر سامنے آؤ، منہ مت چھپاؤ۔ راز عشق اسی طرح پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

۶۔ دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کس قدر دشمن ہے، دیکھا چاہیئے

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ رقیب نے محبوب سے میری برائی کی لیکن (محبوب) میرا کسی قسم کا بھی ذکر سننا پسند نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رقیب سے بھی اس کے تعلقات خراب ہوگئے۔ محبوب کو مجھ سے کس قدر عداوت ہے۔ قابل غور ہے۔ اسی قسم کا خیال ایک اور شعر میں کیا ہے۔

ے ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں
غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دُور نہیں

فرق صرف اس قدر ہے کہ زیر غور شعر میں وہ خیال جس کا احتمال تھا عملی صورت اختیار کر گیا۔

۷۔ اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی؛ یار ہی ہنگامہ آرا چاہیئے

تشریح: انسان طبعاً شہرت پسند واقع ہوا ہے اور عشاق بھی اپنے عشق کی شہرت چاہتے ہیں جس کو ان کی اصطلاح میں رسوائی کہتے ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ جب تک معشوق جھگڑالو نہ ہو محض عاشق کی خواہش سے عشق کا چرچا نہیں ہوتا۔

۸۔ منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے

معنی الفاظ: منحصر۔ وابستہ۔ موقوف۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جس شخص کو مرنے کی آرزو ہو اس کی نا امیدی کی انتہا ہو گئی۔ چونکہ انسان مرنے کی تمنا اس وقت کرتا ہے جب اس کی تمام آرزوؤں کا خون ہو چکا ہو اور آئندہ کسی آرزو کے پورا ہونے کی امید نہ ہو۔

۹۔ غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے
۱۰۔ چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسدؔ آپ کی صورت تو دیکھا چاہیئے

یہ دونوں شعر ایک ہی سلسلہ تخیل کی دو کڑیاں ہیں۔

معنی الفاظ: غافل۔ بے خبر۔ طلعت۔ منہ۔ ماہ طلعت۔ ماہ رو۔ چاند سے مکھڑے والا۔

تشریح: غالب اپنے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے بے خبر حسینوں کے چاہنے والا بھی حسین ہونا چاہیئے۔ آپ جو خوب صورتوں کو چاہنے لگے۔ ذرا اپنی صورت تو دیکھ یعنی تم اس قابل نہیں کہ حسینوں کو چاہو۔

غزل نمبر ۱۸۹

۱۔ ہر قدم دوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے

میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

معنی الفاظ۔ منزل۔ ٹھکانا۔ جائے قیام

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی منزل مقصود تک رسائی کا ناممکن ہونا بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنی حالت اس مسافر کی سی پاتے ہیں جس کی قیام کا ایک وسیع صحرا گزرنے کے بعد آتی ہے۔ جوں جوں مسافر آگے بڑھتا ہے بوجہ وسعت صحرا فاصلہ طے ہوتے نظر نہیں آتا۔ کہتے ہیں کہ ہر قدم جو میں اٹھاتا ہوں منزل اتنی ہی دور معلوم ہوتی ہے جتنی قدم اٹھانے سے پہلے تھی۔ گویا صحرا بھی اسی رفتار سے آگے کو بھاگتا ہے جس رفتار سے میں چلتا ہوں اور یہی صورت رہی تو سفر ختم ہونا معلوم

۲۔ درس عنوان تماشا بہ تغافل خوشتر ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھ سے

معنی الفاظ۔ درس۔ سبق۔ عنوان۔ سرخی۔ سرنامہ۔ شروع۔ آغاز۔ تماشا۔ نظارہ۔ دیدار۔ بہ تغافل تغافل کے ساتھ۔ بہ حالت تغافل۔ خوشتر۔ بھلا۔ اچھا۔ رشتہ۔ دھاگہ۔ شیرازہ۔ وہ فیتہ جو کتاب کی جزوبندی کے بعد اس کی پشت پر لگاتے ہیں تاکہ اوراق مربوط رہیں۔ مژگان۔ پلکیں۔

تشریح: غالب معشوق کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ تغافل برتتا ہے۔ یہ ادا غالب کو بھلی معلوم ہوئی۔ اس احساس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ معشوق کا دیدار بحالت تغافل اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ بھی ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا پلکوں کی شیرازہ بندی کا فیتہ ہے یعنی پلکیں باہم اس طرح مربوط ہیں کہ وہ دیکھتا ہے مگر یہ نظر آتا ہے کہ نہیں دیکھتا اور یہ میری وجہ سے ہے۔ ایک اور جگہ محبوب کی اس ادا کو سراہا ہے۔

بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی وہ اک نگاہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے

۳۔ وحشت آتش دل سے شب تنہائی میں

صورت دُود رہا سایہ گریزاں مجھ سے

معنی الفاظ۔ وحشت۔ گھبراہٹ۔ شب تنہائی۔ ہجر کی رات۔ صورت۔ مانند۔ دُود۔ دھواں۔

گریزاں - بھاگتا ہوا۔

تشریح: یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب آگ جلتی ہے تو اس کا دھواں آگ سے دور اتر جاتا ہے آگ کے ساتھ نہیں رہتا۔ اندھیری رات میں سایہ نہیں پڑتا۔ شب ہجر میں غالب اپنی حالت اور اس فطری عمل میں مشابہت پاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شب تنہائی میں آتش عشق جو دل میں بھڑک رہی ہے اس کی وجہ سے میرا سایہ مجھ سے اسی طرح دور رہتا ہے جس طرح آگ سے دھواں۔ دھویں اور سایہ کی مشابہت ظاہر ہے۔ کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے ۔۔۔ کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انسان سے

۴۔ غم عشاق نہ ہو سادگی آموز بتاں ۔۔۔ کس قدر خانۂ آئینہ ہے ویراں مجھ سے!

تشریح: غالب بہ زخم خود انتقال فرما گئے ان کے محبوب کو صدمہ ہوا اور بناؤ سنگار نہ کیا نہ آئینہ دیکھا اس حالت کا نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے معشوقین کو عاشقوں کے مرنے کا غم ہوا کرے کیونکہ میرے مرنے کا رنج میرے محبوب کو ہوا۔ اور خانۂ آئینہ جو اس کے دیدار سے منور ہوتا تھا اب اجاڑ نظر آتا ہے اور یہ میری وجہ سے ہوا۔

۵۔ اثر آبلہ سے جادہ صحرائے جنوں ۔۔۔ صورت رشتۂ گوہر ہے چراغاں مجھ سے

معنی الفاظ۔ اثر۔ نشان۔ آبلہ۔ چھالا۔ جادہ۔ راستہ۔ صحرا۔ جنگل۔ جنون۔ عشق۔ صحرائے جنوں وہ بیابان جس میں عشاق صحرا نوردی کریں۔ صورت۔ مانند۔ رشتہ گوہر۔ موتیوں کی لڑی۔ وہ دھاگہ جس میں موتی پروئے ہوئے ہوں۔ چراغاں۔ روشنی۔ بہت سے چراغ بہ یکوقت جلنا۔

تشریح: صحرا نوردی کرتے کرتے غالب کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ مگر اس کا یہ عمل صحرا نوردی جاری رہا۔ حتےٰ کہ چھالے ٹوٹ کر ان کے نشان مسلسل گزرگاہ پر بن گئے اور سورج کی روشنی میں چمکنے لگے۔ غالب اسی کیفیت کا بیان اس شعر میں کرتے ہیں کہ صحرائے جنوں میں جس راستے سے میں گزرا ہوں آبلوں کے ٹوٹنے سے نشان پڑتے ہوں اور سورج کے پرتو سے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے موتیوں کی لڑی چمک رہی ہے اور یہ سماں میری ہی وجہ سے ظہور میں آیا۔

۶۔ بیخودی بستر تمہید فراغت ہو جو! ۔۔۔ پُر ہے سائے کی طرح میرا شبستان مجھ سے

معنی الفاظ۔ بے خودی۔ بے ہوشی عشق۔ بستر۔ سامان۔ اسباب۔ لباس۔ تمہید۔ ابتدا

سایہ کی طرح ۔ اندھیرا، تاریک ۔ شبستان ۔ جہاں رات گزاری جائے گھر ۔ فراغت ۔ اطمینان ۔

تشریح : انتظار یار میں شب ہجر غالب پر غش طاری ہو گئی چنانچہ کہتے ہیں کہ خدا کرے یہ غشی ہی موجب اطمینان ہو ورنہ میرا گھر تو میری حرکتوں کی وجہ سے اندھیر پڑا ہے ۔

۷۔ شوقِ دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے ہو نگہ مثل گل شمع پریشان مجھ سے

معنی الفاظ : گل شمع ۔ موم بتی کا جلا ہوا حصہ ۔ لَو ۔

تشریح : جب شمع یا چراغ کی بتی کا جلا ہوا حصہ روشنی تیز کرنے کے لئے کاٹتے ہیں تو اس میں سے روشن ذرے بکھر جاتے ہیں اس منظر کو سامنے رکھ کر غالب نے یہ شعر کہا ہے ۔ کہتے ہیں کہ اے محبوب اگر اسوقت جبکہ میری آنکھیں تیرے دیدار کی تمنا رکھتی ہیں ۔ تو میری گردن کاٹ ڈالے تو میری نگاہ مجھے اسی طرح بکھر جائے جیسے کہ گلِ شمع کے کٹنے کے وقت روشن ذرات بکھر جاتے ہیں ۔

۸۔ بے کسی ہائے شب ہجر کی حسرت ہے ہے !

سایہ خورشید قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

معنی الفاظ ۔ بے کسی ۔ مجبوری ۔ حسرت ۔ افسوس ۔ ہے ہے ۔ کلمہ تاسف

تشریح ۔ کہتے ہیں قیامت کے روز سورج سوا نیزہ کی بلندی پر ہو گا یعنی اس کی تمازت اپنی انتہا پر ہو گی ۔ اس شعر میں غالب شب فراق کی کوفت کی شدت بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ فرقت کی رات میں مجبوری و مایوسی انتہائی قابل افسوس ہے اور تکلیف دہ باوجودیکہ رات آرام کے لئے بنی ہے اور چھاؤں ہی چھاؤں ہے دھوپ کا نام نہیں مگر میرے لئے تو یہ سایہ گویا خورشید قیامت میں چھپ گیا یعنی سرتاپا سایہ میں مجھے وہ تکلیف ہے جو خورشید قیامت کے نیچے ہو سکتی ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہہ لیجئے کہ جو چیز دوسروں کے لئے سرتاپا راحت ہو سکتی ہے میرے لئے سراپا عذاب ہے ۔

۹۔ گردش ساغر صد جلوہ رنگیں تجھ سے آئینہ داری یک دیدہ حیراں مجھ سے

معنی الفاظ : گردش ۔ دور ، چکر ۔ ساغر ۔ شراب کا پیالہ ۔ صد ۔ سو ۔ جلوہ رنگیں ۔ رنگ برنگ کا نظارہ دل پسند ۔ آئینہ داری ۔ آئینہ دکھانا ۔ حیرانی ۔

تشریح ۔ اس شعر میں غالب اپنی اور محبوب کی متضاد کیفیات کا بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اے محبوب تیری آنکھوں کی گردش کی تو وہ کیفیت ہے جو اس جام شراب سے پیدا ہوتی ہو جس میں صدہا رنگ

کی دل پسند شراب بھری ہوا ور میری آنکھیں تیرے اس جلوہ کو دیکھ کر بصورت آئینہ حیران ہیں یعنی جمی ہوئی ہیں مطلق گردش نہیں کر سکتیں۔

۱۰- نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد ہے چراغاں خس و خاشاک گلستاں مجھ سے

معنی الفاظ: نگہ گرم۔ تیز نگہ۔ غصہ کی نگاہ۔ خس۔ سوکھی گھاس۔ خاشاک۔ کوڑا کرکٹ۔

تشریح: غالب کا معشوق غالباً باغ میں گلگشت کر رہا ہے۔ جوش جنوں میں غالب بھی وہاں جا پہنچے مرزا کی یہ حرکت محبوب کو پسند نہ آئی اور اس نے غصہ کی نگاہ اس پر ڈالی۔ اس شعر میں غالب محبوب کی اس تیز نظری کی شدت بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اسد اس کی نگاہ گرم سے ایسی آگ ٹپکتی ہے کہ باغ کی گھاس پھوس اس طرح روشن ہو گئی جیسے چراغاں کر دیا ہوا اور یہ میری ہی وجہ سے ہوا۔ اگر مجھ پر یہ عتاب نہ ہوتا تو باغ میں اس طرح چراغاں کیوں ہوتا۔

غزل نمبر ۱۹۰

۱- نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے

معنی الفاظ۔ نکتہ چیں۔ عیب جو۔ بال کی کھال نکالنے والا۔ نقص تلاش کرنے والا۔ بات بننا۔ کامیاب ہونا۔ موقع ملنا۔ بات بنانا۔ کسی کے اعتراض پر اپنی بات کی قابل قبول وجہ بیان کرنا۔

تشریح:۔ غالب کا معشوق عیب جو واقع ہوا اور انہیں اپنا حال دل سنانے کا موقع نہیں ملتا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میرا معشوق بال کی کھال نکالنے کا عادی ہے اسے حال دل سنانا مشکل ہے چونکہ اس کے اعتراضات کا جواب دینا میرے لئے آسان نہیں ہے اس لئے حال دل سنانے کے ارادہ میں کامیابی معلوم۔

۲- میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل

اس پہ بن جائے کچھ ایسی، کہ بن آئے نہ بنے

معنی الفاظ: بن جانا۔ اثر ہونا۔ مجبوری ہونا۔ جذبۂ دل۔ کشش دل۔ عشق۔

تشریح۔ غالب اپنے محبوب کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتے ہیں مگر پورا یقین نہیں ہے کہ وہ آئے گا۔ اس لئے جذبۂ دل سے امداد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جذبۂ عشق میں اسے بلاتا ہوں اب تو

اس پہ ایسا اثر دکھا کہ وہ بغیر آئے نہ رہے یعنی آنے پہ مجبور ہو جائے۔

۳۔ کھیل سمجھا ہے، کہیں چھوڑ نہ دے، بھول نہ جائے

کاش! یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

معنی الفاظ :- کھیل سمجھنا۔ معمولی بات خیال کرنا۔ زیادہ اہمیت نہ دینا۔

تشریح :- غالب کا معشوق انہیں ستاتا ہے اور یہ اس میں مزا لیتے ہیں مگر وہ اس ستانے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بھی امکان ہے کہ وہ ستانا ترک نہ کر دے اور غالب اس سے ڈرتے ہیں اگر ایسا ہوا تو ان کا لطف جاتا رہے گا۔ اسی خیال کے تحت کہتے ہیں کہ میرا محبوب میرے ستانے کو معمولی بات خیال کرتا ہے کہیں وہ ستانا بھول نہ جائے۔ یا جان کے ترک نہ کر دے کیا ہی اچھا ہو کہ وہ میرے ستانے پہ مجبور رہو جائے۔

۴۔ غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر

کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

تشریح :- غالب اپنے رقیب کے خلاف معشوق کو ابھارنے کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کرتے ہیں۔ کون ہے جو اپنی رسوائی سے بچنا نہیں چاہتا بالخصوص معشوق البتہ ایک عاشق ایسا ہے جو رسوائی میں خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی چیز خلاف معمول ہاتھ میں دیکھی جائے تو اس کی نسبت طرح طرح کے سوال کئے جاتے ہیں۔ اسی نفسیاتی کیفیت سے غالب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے محبوب رقیب تیرے خط کو اس طرح ہاتھ میں لئے پھرتا ہے کہ اگر کوئی پوچھے یہ کیا ہے تو چھپا بھی نہیں سکتا اور اس طرح تیری رسوائی ہونے کا قوی احتمال ہے۔

۵۔ اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا

ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے

تشریح :- غالب اس فلسفہ کے قائل نہیں کہ پھول دیکھنے کے لئے بنا ہے چھونے اور توڑنے کے لئے نہیں وہ تو پھول کو دستار میں لگا کر امتیاز حاصل کرنا پسند کرتے ہیں۔ ناک کے پاس لا کر خوشبو سے دماغ کو تازگی دینا اور روح کو بالیدگی دینا چاہتے تھے اور اگر اس زمانہ میں ہوتے تو بٹن ہول یا کوٹ کے لیپ (LAP) میں لگا کر فخر کرتے اور یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جبکہ پھول میں مس کی تاب ہو چھوئی موئی

کی طرح نہ ہو کہ ہاتھ لگایا اور ختم ہوئی۔ غالب کا معشوق پیش دستی کو برداشت نہیں کر سکتا اور وہ تو قلب کی بے قراری، ہم آغوش سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ اور جوش جنون کا مداوا دھول دھپے سے۔ وہ معشوق کو سامنے بٹھا کر نہ صفت صانع پہ نثار ہونا چاہتے ہیں اور نہ یاد خدا کرنا۔ ان کے سامنے نزدیک تو۔

ہے وصل ہجر عالم تسکین و ضبط میں　　　معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیئے

اس شعر میں بھی وصل میں ہجر کی ایک صورت بیان کی ہے۔

مرزا کی تمنائے ہم آغوشی پوری ہوتی نظر نہیں آتی چنانچہ کہتے ہیں کہ اگرچہ میرا معشوق نیک خصلت ہے اور مجھ سے ملنے میں دریغ بھی نہیں کرتا مگر اس نزاکت کو خدا سمجھے کہ اگر وہ پاس بھی آجائے تو ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں ہوتی۔

۶۔ کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟

پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے

تشریح۔ اس شعر میں نظریہ ہمہ اوست کا اظہار کیا ہے کہتے ہیں کہ وہ نظر تو نہیں آتا مگر جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ اس میں موجود ہے اور یہ پردہ ایسا چھوڑا ہے کہ اس کو اٹھایا نہیں جا سکتا۔ یعنی خدا کی ذات کو براہِ راست دیکھ نہیں سکتے اور اس کے ساتھ ہی انکار بھی نہیں کر سکتے۔ ایک اور جگہ کہا ہے۔

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے　　　طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھائیے

۷۔ موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے

تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

معنی الفاظ۔ راہ دیکھنا۔ انتظار کرنا۔

تشریح:۔ غالب اپنے معشوق کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم نہیں کرتے کبھی کبھی اکڑ جاتے ہیں۔ اور طعنہ سے کام نکالنا چاہتے ہیں یہ شعر بھی اسی قسم کا ہے۔ موت کا آنا یقینی ہے مگر محبوب کا آنا یقینی نہیں اور نہ اسے آنے پہ مجبور کیا جا سکتا ہے۔ غالب محبوب کو بتانا چاہتے ہیں کہ موت تو جان لیتی ہی ہے۔ مگر معشوق بھی کم جان لیوا نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جب نتیجہ دونوں کا ایک ہی نکلے تو کیوں نہ وہ صورت اختیار کروں جو یقینی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ موت کا انتظار کیوں نہ کروں جو بغیر آئے رہ نہیں سکتی۔ کیا اس کے مقابلے میں تمہیں چاہوں کہ نہ آؤ تو بلا بھی نہ سکوں۔ ایک اور شعر میں اس قسم کا خیال

ظاہر کیا ہے۔

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا   تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

۸۔ بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

الفاظ سادہ ہیں محتاج وضاحت نہیں۔

تشریح ۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی ہمراہی میں کسی موقع پر مرزا کی دستار سر سے گر گئی تھی۔ ممکن ہے باغ میں کسی درخت کی شاخ سے الجھ کر۔ اور اس کا گرنا اور پھر اٹھا کر سر پر رکھنا، دونوں باتیں خلاف آداب سمجھی جاتی ہیں۔ اسی کشمکش ذہنی کا اظہار اس شعر میں ادا کیا ہے کہتے ہیں کہ وہ بوجھ سر سے گرا ہے کہ جسے اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا اور ساتھ ہی یہ ایسا کام ہے جس کا انجام دینا بڑا کٹھن ہے۔

۹۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب!

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

تشریح :۔ یہ شعر ان حقائق زندگی میں سے ایک کا بیان کرتا ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور اس نے ضرب المثل کی صورت اختیار کر لی ہے۔ عشق کو اثر کے لحاظ سے شعرا آگ سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ شیفتہ کہتے ہیں۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ   ایک آگ سی ہے سینہ میں لگی ہوئی

غالب بھی اس شعر میں عشق کو آگ ہی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے غالب عشق پر کسی کا قابو نہیں ہوتا یہ تو وہ آگ ہے کہ نہ اس کا لگانا اپنے اختیار میں ہے اور لگ جائے تو بجھانا بھی اپنے بس کا نہیں۔

غزل نمبر ۱۹۱

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے   صبح کی مانند زخم دل گریبانی کرے

معنی الفاظ ۔ چاک ۔ پھٹا ہوا۔ دامن یا آستین کا کھلا ہوا حصہ ۔ وحشت ۔ جوش جنون عریانی ننگا پن۔ برہنگی ۔ گریبانی کرے ۔ گریباں کی جگہ لے ۔ گریبان کی صورت اختیار کرے۔

تشریح۔ غالب کہتے ہیں کہ ننگے جسم پر اگر جوشِ جنون میں گریبان چاک کرنے کی خواہش ہو تو گریبان تو ہے نہیں جسے چاک کیا جائے۔ البتہ زخمِ دل ہے جو سینہ کاوی سے اور کشادہ کیا جا سکتا ہے اور وہ گریبان کی جگہ اس طرح سے گا جیسے صبح کے وقت شفق پھوٹتی ہے غالب کا رنگ چمپئی تھا اور جسم کا رنگ بلاشبہ زیادہ سفید ہوگا۔ دل خونیں رنگ کا سینہ کھلنے پر نمایاں ہونا نمودِ صبح کے وقت شفق سے مشابہت رکھنا ظاہر ہے۔

۲۔ جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجئے خیال

دیدۂ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے

معنی الفاظ۔ زیارت گاہ۔ مقدس مقام۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کے جلوہ کے حیران کن تاثر کا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ تیرے جلوہ کی کیفیت یہ ہے کہ اگر اس کا تصور بھی کیا جائے تو چشمِ بصیرت اس قدر حیران ہو جائے کہ خود حیرانی کے لیے مقدس مقام بن جائے یعنی اس جگہ جہاں حیرانی بھی سرِ نیاز جھکا دے۔

۳۔ ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک

آبگینہ کوہ پر عرضِ گراں جانی کرے؟

معنی الفاظ:۔ شکستن۔ ٹوٹنا۔ آبگینہ۔ کانچ۔ شیشہ۔ کوہ۔ پہاڑ۔ مجازاً۔ پتھر۔ عرض۔ بیان۔ گزارش گراں جانی۔ سخت جانی۔ زندگی دوبھر ہونا۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب معشوق کی انتہائی بے اتفاقی کا گلہ کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ میاں سے کہتے ہیں۔ کہ اے اللہ دل شگفتن تو کجا اب تو ہم دل شکستن سے بھی مایوس ہو گئے یعنی محبوب دغا تو کیسی جفا نہیں کرتا جو دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اس حالت میں میرا کانچ سا نازک دل اس کے پتھر جیسے سخت دل پر اپنی اس زندگی کے دوبھر ہو جانے کا بیان کب تک کرتا رہے۔

۴۔ مے کدہ گر چشمِ مستِ ناز سے پائے شکست

موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

معنی الفاظ۔ شکست۔ ٹوٹی ہوئی حالت۔ ہار۔ موئے شیشہ۔ شیشہ ٹوٹنے پر جو لکیر سی پڑ جاتی ہے مژگانی کرے۔ پلکوں کا کام کرنا۔ پلکوں کی جگہ لینا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب نے اپنے محبوب کی نشیلی آنکھوں کی مستی کی شدت کا بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر۔ مے خانہ میرے محبوب کی مست آنکھوں سے ہار جائے یعنی کم کیف آور ثابت ہو جیسا کہ لازمی ہے تو ٹوٹے ہوئے ساغر میں آیا ہوا بال حلقہ ساغر میں جو شکل آنکھ کے ہے پلکوں کی جگہ لے لے۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ندامت میں جو ہار کے بعد ہوتی ہے پلکیں نیچے جھک جاتی ہیں۔ اب ذرا ایسے شیشہ کے ٹوٹے ہوئے گلاس کا تصور کیجئے جس میں بال حلقہ سے نیچے آیا ہوا ہو۔ حلقہ سے آنکھ کی مشابہت کی تکمیل ہو جاتی ہے اس شعر کا پورا لطف اٹھانے کے لئے تخیل سے زیادہ کام لیجئے۔

۵۔ خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد

یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

معنی الفاظ :۔ خط۔ نوشتہ۔ تحریر۔ لکیر۔ نشان۔ عارض۔ گال۔ خط عارض۔ وہ سبزہ (نرم بال) جو نوجوان مرد کے گالوں پر آغاز شباب میں نکلتا ہے۔ اور پتلی لکیر کی صورت میں ہوتا ہے۔ یک قلم بالکل۔ تمام۔ صرف۔ پریشانی۔ بکھرے ہوئے ہونا۔ پراگندگی۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب سے اپنی محبت کی پائیداری کا اظہار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ محبوب کے عارض پر سبزہ نمودار ہونے کے بعد محبت میں کمی کا احتمال ہے مگر میرا معاملہ عام عاشقوں سے جداگانہ ہے۔ اس کے برعکس یہاں تو خط عارض گویا الفت کی طرف سے زلف کے حق میں اس بات کی تحریر ہے کہ راہ الفت میں اب بھی جو دشواریاں پیش آئیں مجھے سب منظور ہیں۔ غالب طبع سلیم رکھتے تھے اور عشق کے معاملہ میں بھی فطری حدود سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ امرد پرستی ان کے نزدیک مذہب عشق میں کفر کا درجہ رکھتی تھی مگر شاعری کی تکمیل کے لئے خط عارض اور سبزہ خط کی نسبت بھی کچھ کہنا ضروری خیال کیا۔

یہ شعر اور غزل نمبر ۸ کا دوسرا شعر اسی رعایت سے کہہ گئے۔

سبزہ خط سے تیرا کاکل سرکش نہ دبا   یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

خیال دونوں اشعار میں ایک ہی ہے کہ باوجود سبزہ خط نمودار ہو جانے کے معشوق کے حسن میں اور میری محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

غزل نمبر ۱۹۲

۱۔ وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے   ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

معنی الفاظ: تسکین - اطمینان - اضطراب - بے چینی تپش دل - دل کی جلن - مجال - موقعہ، فرصت۔

تشریح: غالب کو ہجر میں نیند نہیں آتی بیقراری میں کہتے ہیں کہ معشوق مجھے خواب میں آ کے تسلی تو دے اگر ہجر کی جوش بیچینی سونے کا موقعہ دے یعنی سوتے اور جاگتے کسی بھی حالت میں بھی تسکین کے سامان کی امید نہیں۔

۲۔ کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا تری طرح کوئی تیغ نگاہ کو آب تو دے

معنی الفاظ - لگاوٹ - محبت - تعلق - تیغ - تلوار - نگاہ - نظر - آب دینا - کسی دھار دار چیز کو تیز کرنا - چمکانا - جلا دینا۔

تشریح :- غالب کے معشوق کی آنکھوں میں جوش محبت سے آنسو آ گئے۔ ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے غالب کی طرف دیکھ کر اپنی دلی کیفیت کا اظہار کیا۔ غالب کے دل پر اس سے جو گذری اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ محبت میں تیرا رو دینا مارے ڈالتا ہے جس طرح تیغ نگاہ کو تو نے آب دی ہے کوئی نہیں دے سکتا۔ آب کے معنی پانی کے ہیں پہلے مصرعہ میں رو دینا اور دوسرے مصرعہ میں آب دینا غالب کی انتخاب الفاظ میں مہارت کا کھلا ثبوت ہے۔

۳۔ دکھا کے جنبش لب ہی تمام کر ہم کو نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

معنی الفاظ - جنبش - حرکت - ہلنا - لب - ہونٹ - تمام کر - ختم کر - مار ڈال - بوسہ - پیار - جواب دینا - انکار کرنا۔

تشریح :- غالب نے اپنے معشوق سے بوسہ مانگا۔ معشوق خاموش رہا۔ اس گومگو کو مرزا برداشت نہ کر سکے۔ محبوب نیم رضا کیوں نہ سمجھا۔ خیر کہتے ہیں کہ ہونٹ ہلا کر ہی ہمارا کام تمام کر اگر بوسہ نہیں دیتا تو انکار ہی کر دے۔ محبوب کے ہونٹ ہلانے میں بھی ایک ہلاکت آفریں ادا ہے۔

۴۔ پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

معنی الفاظ - اوک - چلو - دو ہاتھ ملا کر پیالا سا بنا لیتے ہیں۔

تشریح: معشوق غالب کو شراب پلانے میں تامل کرتا ہے۔ غالب اس کے اس عمل کو اپنے سے نفرت پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ساقی اگر یہ وجہ نفرت مجھے پیالہ میں شراب دینا تجھے پسند نہیں تو چلو ہی سے پلا دے ہماری غرض تو تیرے ہاتھ سے شراب پینے کی ہے۔ ہندوستان میں اونچی ذات

کے ہندو نیچی ذات کے لوگوں کو اس طرح پانی پلاتے ہیں۔ چونکہ انہیں حقیر خیال کرتے ہیں اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۵۔ اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
کہا جو اس نے "ذرا میرے پاؤں داب تو دے"

معنی الفاظ۔ ہاتھ پاؤں پھول جانا۔ ہکا بکا رہ جانا۔ بد حواس ہو جانا۔ کسی غیر متوقع بات کے ظہور میں آنے کے وقت انسان پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ پاؤں دابنا۔ مٹھی چاپی کرنا۔ یہ کام عموماً ہم راز ملازموں یا بے تکلف دوستوں سے لیا جاتا ہے اور خاص تعلق کا اظہار کرتا ہے۔

تشریح:۔ مرزا خواب میں محبوب کے پاس ہیں اور اس نے ان کو اپنے پاؤں دبانے کے لئے کہا۔ غالب اس قسم کی بے تکلفی کے اظہار کی توقع نہیں رکھتے تھے یہ سنکر ہکا بکا رہ گئے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں کیا ہے۔ معنی صاف ہیں۔

غزل نمبر ۱۹۳

۱۔ تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
مرا سر رنجِ بالیں ہے مرا تن بارِ بستر ہے

معنی الفاظ۔ تپش۔ جلن۔ بے قراری۔ وقف۔ منہمک۔ صرف ایک ہی کام میں لگا رہنا۔ کشمکش کھینچا تانی۔ رنج الم۔ رنج۔ دکھ۔ بالیں۔ تکیہ۔ تن۔ جسم۔ بار۔ بوجھ۔ مجازاً باعث تکلیف۔

تشریح۔ غالب شب ہجر میں بستر پہ پڑے تڑپ رہے ہیں اور کروٹیں بدل رہے ہیں۔ اسی حالت کا بیان اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ بے قراری اور کروٹیں بدلتے رہنے کی وجہ سے میرے بستر کا ہر تار ہمہ وقت کشمکش میں مبتلا ہے۔ مرا سر تکیہ کے لئے وبال بنا ہوا ہے اور جسم بستر کے لئے بوجھ ہے۔

۲۔ سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ بر خوردارِ بستر ہے

معنی الفاظ۔ سرشک۔ آنسو۔ سر بہ صحرا دادہ صحرائیں میں صحرا نوردی کا سودا سجایا ہو۔ نور العین آنکھوں کا نور۔ بیٹا۔ بے دست و پا۔ معذور۔ بر خوردار۔ مرکب ہے۔ بر۔ پھل خور۔ خوردن سے کھا۔ دار۔ داشتن سے رکھ۔ یکجائی معنی ہوئے پھل کھا اور رکھ۔ دعائیہ کلمہ ہے مگر بیٹے کے معنی

میں استعمال ہوتا ہے۔ چھوٹا بچہ جو چل پھر نہیں سکتا۔

تشریح۔ یہ شعر پہلے شعر کے تخیل کے سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ غالب نہ صرف بستر پہ پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ بلکہ صحرانوردی کا سودا سر میں لئے رو بھی رہے ہیں۔ دامن سے آنسو پونچھتے جاتے ہیں اور دل معذور بچہ کی طرح بے چین ہے۔ اسی کیفیت کا نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے۔ پورا لطف شعر تخیل سے کام لے کر آتا ہے۔ بیان سے نہیں۔ ننھے منے بچہ کا پنگوڑے میں پڑے ہاتھ پاؤں مارنے کا مقابلہ دل کے دھڑکنے سے کیجئے اور غالب کے تخیل کی داد دیجئے۔

۳۔ خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے

معنی الفاظ۔ خوشا۔ بہت اچھا۔ کلمۂ مسرت ہے۔ اقبال۔ نصیبہ۔ زمانہ کا موافق ہونا۔ رنجوری بیماری۔ عیادت۔ مزاج پرسی۔ فروغ۔ روشنی۔ نور۔ چمک۔ شمع بالیں۔ سرہانے رکھی ہوئی موم بتی۔ طالع۔ طلوع ہونے والا۔ چمک دار۔ ستارہ۔ بیدار۔ جاگتا ہوا۔ طالع بیدار خوش نصیبی کا ستارہ ہے۔

تشریح۔ غالب بستر پہ بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ سرہانے موم بتی روشن ہے۔ محبوب مزاج پرسی کے لئے آیا ہے۔ غالب اپنے محبوب کا خیر مقدم ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ بیماری ہی خوش نصیب ہے کہ تم پوچھنے کو تو آئے۔ تندرستی کی حالت میں کبھی نہ آئے۔ گویا میرے سرہانے جو شمع جل رہی ہے وہ بستر کی خوش قسمتی کا ستارہ چمک رہا ہے۔

۴۔ بہ طوفان گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی

شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے

معنی الفاظ۔ طوفان۔ طغیانی۔ طوفان گاہ۔ جس جگہ طوفان برپا ہو۔ جوش۔ اضطراب۔ انتہائی بے چینی۔ شام تنہائی۔ شب ہجر۔ شعاع۔ کرن۔ آفتاب صبح محشر۔ قیامت کی صبح کا آفتاب۔ جسکی تمازت ناقابل برداشت ہوگی۔ کہتے ہیں قیامت کے دن سورج سوا نیزے کی بلندی پہ ہوگا۔ سلسلہ خیال وہی جاری ہے جو پہلے اشعار میں ہے اس شعر میں بستر کو طوفان گاہ جوش اضطراب تنہائی کہا ہے۔ اور بستر کے ہر تار کو بوجہ سفید رنگ ہونے کے سورج کی کرن سے اور وہ بھی آفتاب صبح محشر کی مطلب وہی اظہار بے تابی ہے جو پہلے کر چکے۔

۵۔ ابھی آتی ہے بو بالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی

ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

معنی الفاظ ۔ بو۔ خوشبو۔ بالش۔ تکیہ۔ زلف مشکیں۔ مشک کی طرح خوشبودار زلف۔ دید۔ نظارہ جو دیکھا جائے۔ خواب۔ رویا۔ سپنا۔ زلیخا۔ عزیز مصر کی بیوی جو حضرت یوسف پہ انہیں خواب میں دیکھ کر عاشق ہو گئی تھی۔ عار۔ ننگ۔ باعث۔ شرم۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں میرے بستر کے تکیہ سے ابھی تک معشوق کے بالوں کی خوش بو آرہی ہے۔ اور میری آنکھوں نے جو جیتے جاگتے جو دیکھا ہے یعنی وصال یار کا لطف اٹھایا ہے۔ اس کے لئے مقابلہ میں زلیخا کا حضرت یوسف کا خواب میں دیکھنا بستر کے لئے باعث شرم ہے۔ اس شعر میں غالب زلیخا پہ اپنے کامیاب عشق کی برتری کا اظہار کرتے ہیں۔

۶۔ کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے ہجرِ یار میں غالب؛

کہ بے تابی سے ہر یک تارِ بستر خارِ بستر ہے

تشریح ۔ اس شعر کو اسی غزل کے چوتھے شعر کے ساتھ پڑھیے معنی صاف ہو جاتے ہیں شعاع آفتاب کی بجائے خار آگیا۔

غزل نمبر ۱۹۴

۱۔ خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے

غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے

معنی الفاظ ۔ خطر۔ ڈر۔ اندیشہ۔ خوف۔ رشتہ۔ دھاگا جو کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑتا ہے۔ تعلق لگاؤ۔ الفت۔ محبت۔ رگ گردن۔ شاہ رگ۔ حبل الورید۔ رگ جس پہ زندگی کا دارومدار ہے جانور ذبح کرتے وقت یہی رگ کاٹی جاتی ہے۔ غرور۔ گھمنڈ۔ آفت۔ مصیبت۔ غضب الٰہی۔

تشریح ۔ غالب کو کسی سے محبت ہو گئی۔ ابھی ابتدا ہے۔ مگر عاشق دور اندیش ہیں خیال کرتے ہیں کہ کہیں یہ محبت بڑھ کر جان لیوا نہ ہو جائے کہتے ہیں ڈر ہے کہ محبت کا تعلق شہ رگ کی صورت اختیار نہ کر لے اور تیری دوستی پہ گھمنڈ غضب الٰہی نہ ثابت ہو کہ تو دشمن ہو جائے۔ دردوستی ترک کر دے تو میں

جان سے بھی جاؤں چونکہ معشوق کی وفا پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۲- سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما غالب — اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

معنی الفاظ - فصل - موسم - کوتاہی - کمی - نقص - نشو و نما - بالیدگی - پرورش پانا - پیراہن - لباس۔

تشریح - مرزا کہتے ہیں موسم بہار کو جوبن پر اس وقت سمجھو کہ گلاب کا پھول سرو کے پیڑ پہ لباس کی صورت اختیار کرے۔ ورنہ بالیدگی میں کمی رہ جانا خیال کرو۔

غزل نمبر ۱۹۵

۱- فریاد کی کوئی لے نہیں ہے — نالہ پابندِ نے نہیں ہے

معنی الفاظ - فریاد - ظلم و زیادتی کی شکایت - آہ و نالہ - لے - دھن - سُر - آہنگ - پابند - مجبور - مقید - نے - بانسری ایک قسم کا ساز۔

تشریح - غالب کہتے ہیں کہ ظلم و ستم کی فریاد کے لئے موسیقی کے قواعد کی پابندی لازمی نہیں ہے اور نہ ہی کسی ساز کی وہ ایک فطری جذبہ کی پیداوار ہے اور کسی طرح بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ گانے اور فریاد کا فرق کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

۲- کیوں بوتے ہیں باغبان تونبے؟ — گر باغ گدائے مے نہیں ہے

معنی الفاظ - تونبہ - ایک قسم کا تلخ کدو جس کو سکھا کر فقیر کشکول بناتے ہیں یہ ایک سستی چیز ہے اور آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ اس میں شراب بھی رکھی جاتی ہے۔

تشریح - غالب شراب کے تو رسیا تھے باغ میں تونبے لگے دیکھے معاً خیال کیا کہ یہ شراب مانگنے کے لئے بوئے گئے ہیں اور شعر موزوں کر دیا۔ بقول کسے کسی نے بھوکے سے پوچھا کہ دو اور دو کتنے جواب دیا چار روٹیاں۔ — ہر کس بخیال خویش خبطے دارد۔

۳- ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے — پر تجھ سی کوئی شے نہیں ہے

تشریح - نظریہ ہمہ اوست کے تحت لکھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ ہر چیز میں تو موجود ہے۔ لیکن ایک چیز بھی تجھ جیسی نہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہر چیز میں خدا موجود سہی۔ مگر ہر چیز کو خدا نہیں کہہ سکتے۔

۴۔ ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی! ہر چند کہیں کہ "ہے" نہیں ہے

تشریح۔ افلاطون سکول کے فلسفیوں کا نظریہ ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ذاتی وجود نہیں رکھتی۔ محض خیالی ہے صرف اللہ کی ذات موجود ہے۔ لاموجود الا اللہ۔ اس نظریہ کی صحت افلاقی نقطہ نظر سے تو قابلِ توجہ ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اس نظریہ کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۵۔ شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے اُردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے

معنی الفاظ۔ شادی۔ خوشی۔ غم اسکی ضد۔ رنج۔ اردی بہشت۔ ایرانی سال کا ایک مہینہ بہار کے موسم کا۔ دی۔ ایرانی سال کا دسواں مہینہ جس میں ٹھنڈ سردی پڑتی ہے۔ ماگھ۔ دسمبر

تشریح۔ غالب دنیا میں پرسکون زندگی بسر کرنے کا گر بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ جو چیز پیدا ہوتی ہے مرے گی۔ اگر پیدا ہونے کی خوشی کا احساس نہ کیا جائے تو مرنے کا رنج بھی نہ ہوگا بالکل اسی طرح جب موسم کے تغیر کا سلسلہ ختم ہو جائے تو بہار اور خزاں کی تمیز ہی جاتی رہتی ہے۔

۶۔ کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد! مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے

معنی الفاظ۔ ردّ۔ انکار۔ قدح۔ شراب کا بڑا پیالہ۔ مگس۔ شہد کی مکھی۔ قے۔ اُلٹی۔ استفراغ
شراب دینِ اسلام میں حرام ہے اور شہد نہ صرف حلال بلکہ انسانی صحت کے لئے مفید بتایا گیا ہے۔

تشریح۔ غالب اس شعر میں شہد کے مقابلہ میں شراب کی برتری بتا کر زاہد کو شراب پینے کی ترغیب دیتے ہیں کہتے ہیں کہ زاہد شراب کا پیالہ پیش ہے۔ اس سے کیوں انکار کرتا ہے۔ پی جا۔ شراب ہے مکھی کا اگال نہیں ہے۔ جس کے بہشت میں پانے کا آرزومند ہے۔

۷۔ ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے؟ اے "نہیں ہے"

تشریح۔ اسی غزل کے تیسرے اور چوتھے اشعار کو پڑھیے معنی صاف ہو جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ "نہیں ہے" کی رٹ لگانے والے غالب اگر ہستی اور عدم کچھ نہیں تو کیا ہے یعنی کیا تو اپنے وجود سے بھی انکار کر سکتا ہے۔ اگر دوسری چیزیں تیرے تخیل کا نتیجہ ہیں تو تو کس کے تخیل کا نتیجہ ہے۔ شعر کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ غالب اگر اس نظریہ کے منکر نہیں تھے تو پوری طرح قائل بھی نہیں۔ بلکہ انکار کی طرف رجحان زیادہ ہے۔

غزل نمبر ۱۹۶

۱۔ نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا کہ اس میں ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے

معنی الفاظ۔ نسخہ۔ نوشتہ۔ کتاب۔ وہ پرچہ جس پہ طبیب دوائیں تجویز کرتا ہے۔ علاج۔ مرہم۔ زخم پر لگانے کی دوا۔ جراحت۔ زخم۔ ریزہ۔ کنی۔ ذرہ۔ نہایت چھوٹا ٹکڑا۔ الماس۔ ہیرا نہایت قیمتی پتھر جو بہت سخت ہوتا ہے۔ اگر کھایا جائے تو آنتوں میں سے گزرتے وقت ان کو ناقابل علاج طریق پر زخمی کر دیتا ہے اور ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ اس سے شیشہ بھی کاٹتے ہیں۔ جزو۔ حصہ۔ اعظم۔ بڑا۔ جزو اعظم۔ اہم حصہ جس کے بغیر چیز مکمل نہ ہو سکے۔

تشریح۔ عاشق صادق زخم دل کا اچھا ہونا نہیں چاہتا بلکہ ہرا رہنا پسند کرتا ہے۔ غالب عشق صادق کے دعوے دار ہیں۔ اس لئے زخم دل کا علاج ایسا تجویز کرتے ہیں کہ اچھا ہونے کی بجائے اور خراب ہو جائے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ دل کے زخم کا علاج مت پوچھ۔ اس کے لئے جو مرہم تجویز کیا گیا ہے۔ اس کا اہم جزو ہیرے کی کنی ہے۔

۲۔ بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی

وہ اک نگاہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

معنی الفاظ۔ تغافل۔ جان بوجھ کر۔ بے خبری کا اظہار کرنا۔

تشریح۔ مرزا غالب کسی ایسی حسینہ پہ عاشق ہو گئے جو عموماً ان کے سامنے بے حجاب آتی تھی۔ کافی عرصہ تک احتیاط کے ساتھ اس راز کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ مگر بقول خود ان کے۔

چھپا پونیاں میں شعلہ آتش کا آسان ہے ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوز غم چھپانے کی

رفتہ رفتہ محبوب پہ اس کا اظہار ہونے لگا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بے حجابی کی نوعیت بھی بدلنے لگی جو بالکل فطری ہے۔ اور تغافل کی صورت اختیار کر لی۔ غالب کی طرف دیکھا بھی تو کن انکھوں سے مکمل حجاب بھی اختیار نہیں کر سکتی تھی یہ ادا غالب کو بہت پسند آئی اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرے تغافل نے بہت کوشش کے بعد ایک ایسی نگاہ ایجاد کی ہے جو بظاہر نگاہ نہیں کہی جا سکتی بلکہ کچھ کم ہے غالباً یہ وہی خانہ ڈھمنی ہے۔ جس کے ساتھ اپنے عشق کا ذکر خطوط میں کیا ہے اور غزل

کی صورت میں مرثیہ بھی لکھا ہے ص۱۳۷ اور اسی نگاہ کے تاثر کی کیفیت اس شعر میں بیان کی۔ دل سے تیرہ نگاہ جگر تک اتر گئی۔ دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی۔

غزل نمبر ۱۹۷

۱۔ ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے
مرتے ہیں و لے ان کی تمنا نہیں کرتے

معنی الفاظ۔ رشک۔ جذبۂ رقابت۔ مرتے ہیں۔ جان دیتے ہیں۔ مصیبت میں مبتلا ہیں۔

تشریح۔ غالب بے حد حساس واقع ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں باوجودیکہ محبوب کی جدائی میں مر رہا ہوں۔ مگر اس کی ملاقات کی آرزو نہیں کرتا چونکہ مجھے خود اپنی رقابت بھی پسند نہیں۔ ایک اور جگہ ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

۲۔ در پردہ انہیں غیر سے ہے ربطِ نہانی
ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردا نہیں کرتے

معنی الفاظ۔ درپردہ۔ پوشیدہ طور پر۔ ربط۔ تعلق۔ محبت۔ نہانی۔ مخفی۔ چھپی ہوئی۔

تشریح۔ غالب کو اپنے محبوب کی نسبت یہ گمان ہے کہ وہ اس کے رقیب کے ساتھ مخفی طور پر تعلق رکھتا ہے مگر اس راز کو چھپانے کے لئے ہے۔ حجابا رقیب کے سامنے آجاتا ہے تاکہ کسی کو اس کی محبت کا علم نہ ہو ایک اور شعر میں معشوق کو اپنے ساتھ تعلق کے چھپانے کا یہی طریقہ سکھاتے ہیں۔

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی — منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

خود کردہ را علاج نیست

۳۔ یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے
غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے

معنی الفاظ۔ نومیدی۔ ناامیدی۔ مایوسی۔ ارباب۔ جمع رب یالنے والا۔ ہوس۔ خواہش

نفسانی۔ جھوٹا عشق۔ ارباب ہوس۔ جھوٹے عاشق۔ نفس پرست۔

تشریح۔ غالب کا معشوق اس کے رقیبوں کے سامنے جو نفس پرست ہیں غالب کو برا کہتا ہے۔ غالب اس کو اس فعل سے باز رکھنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور ایسا کرنے میں خود اس کا فائدہ بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں اسے محبوب تم غالب کو غیروں کے سامنے جو بندگان نفس ہیں برا کہتے ہو یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ایک عاشق صادق کے ساتھ تمہارا یہ طرز عمل دیکھ کر وہ تمہاری طرف سے مایوس ہو جائیں گے۔ اور تمہارے پاس آنا جانا ترک کر دیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ تم یوسف بے کارواں ہو کر رہ جاؤ گے۔

غزل نمبر ۱۹۸

۱۔ کرے ہے بادہ ترے لب سے کسب رنگِ فروغ

خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے

معنی الفاظ۔ کسب۔ حاصل کرنا۔ پیشہ۔ دھندا۔ گلچیں۔ پھول چننے والا۔ خطِ پیالہ۔ جام کا حلقہ۔ کنارہ۔

تشریح۔ غالب کا معشوق بادہ لعلیں کا جام ہاتھ میں لئے چسکی لگا رہا ہے۔ اس کے لب لعلیں خط پیالہ سے لگے ہوئے ہیں۔ غالب شراب کے رنگ کو معشوق کے ہونٹوں سے مستعار لیا ہوا قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ شراب کا گل فام ہونا تیرے گلاب کی پتی جیسے ہونٹوں کے عکس کی وجہ سے ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ پھول چننے والا جب گلاب کا پھول توڑنے کے لئے اس کی طرف جھکتا ہے تو گلاب کے پھول کا عکس اس کی آنکھوں میں اتر آتا ہے۔ آنکھ کی صورت آئینہ ہونا ایک اور جگہ استعمال کیا ہے۔

اپنے کو دیکھتا نہیں ذوق ستم تو دیکھ　　　آئینہ تاکہ دیدہ نخچیر سے نہ ہو

۲۔ کبھی تو اس دلِ شوریدہ کی بھی داد ملے

کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالیں ہے

معنی الفاظ۔ شوریدہ۔ پریشان۔ دیوانہ۔ داد۔ انصاف۔ ایک عمر۔ ایک عرصہ۔ مدت۔

حسرت پرست۔ متمنی۔ آرزومند۔ بالیں۔ تکیہ۔ سرہانہ۔ حسرت پرست بالیں ہم بستری کا آرزومند۔

تشریح۔ اس شعر میں غالب کا مخاطب خدا (اللہ میاں) بھی ہو سکتا ہے اور معشوق بھی کہتا ہے کہ میرے اس دل دیوانہ کا بھی انصاف کیا جائے جو ایک مدت سے وصل یار کی تمنا رکھتا ہے۔

۲۔ بجا ہے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ زار

کہ گوشِ گل نمِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

معنی الفاظ۔ بجا۔ درست۔ ٹھیک۔ زار۔ غمگین۔ ناتواں۔ گوش۔ کان۔ نم۔ تری۔ سیل شبنم۔ اوس۔ پنبہ۔ روئی۔ آگیں۔ پُر۔ بھرا ہوا۔

تشریح۔ گلاب کے پھولوں پر صبح سویرے شبنم پڑی ہوئی ہے۔ بلبل مسلسل چہک رہی ہے یہ سماں دیکھ کر غالب کہتے ہیں کہ پھول بلبل کے نالہ کا کوئی تاثر اس لئے نہیں لیتا کہ شبنم کا قطرہ اس کے کان کی روئی بنا ہوا ہے اور بلبل کی آواز کو پہنچنے نہیں دیتا۔ جیسے کان میں روئی رکھ لینے کے بعد انسان کم سنتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر گل بلبل کی فریاد کو نہیں سنتا تو ٹھیک بات ہے (قرین قیاس) کیونکہ اس کے کان شبنم کی روئی سے پر ہیں۔

۴۔ اسدؔ ہے نزع میں چل بے وفا برائے خدا

مقام ترکِ حجاب و وداعِ تمکیں ہے

معنی الفاظ۔ نزع۔ جانکنی۔ مقام۔ موقع۔ وقت۔ ترک۔ چھوڑنا۔ حجاب۔ پردہ۔ شرم۔ لحاظ وداع۔ رخصت۔ تمکیں۔ سنجیدگی۔ رکھ رکھاؤ۔ وقار۔

تشریح۔ مسلمان کی سماجی زندگی میں دو مواقع ایسے ہوتے ہیں۔ جب کہ نامحرم عورتیں بھی پردہ اور ظاہری رکھ رکھاؤ کو خیرباد کہہ دیتی ہیں ایک کسی شادی کے وقت دولہا کو دیکھنے کے لئے دوسرے جانکنی کے وقت آخری دیدار کرنے کے لئے۔ اسی نفسیاتی کمزوری کا غالب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور جو معشوق ان سے جیتے جی نہیں ملا اور پردہ کرتا رہا۔ اس کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے ہیں کہتے ہیں اے بے وفا خدا کے واسطے اب تو آجا کہ اسدؔ جانکنی کے عالم میں ہے۔ یہ وقت حیا کرنے اور وقار کا خیال کرنے کا نہیں ہوتا بلکہ بلاتکلف آجانے کا ہوتا ہے۔ تو بھی دید نی کر لے۔

غزل نمبر ۱۹۹

۱- کیوں نہ ہو چشم بتاں محو تغافل کیوں نہ ہو؟

یعنی اس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے

معنی الفاظ:- چشم بتاں۔ معشوق کی آنکھ۔ نشیلی آنکھ۔ اور نیم وا حالت ہو تو چشم بیمار کہتے ہیں۔ محو ۔ منہمک۔ گم۔ کھویا کھویا سا۔ نظارہ۔ دیکھنا۔ نظر ڈالنا۔ پرہیز۔ احتیاط۔ بچنا۔

تشریح ۔ غالب کا معشوق اپنی نشیلی آنکھوں سے اس کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتا۔ بلکہ تغافل برتتا ہے یہ حالت دیکھ کر غالب کہتے ہیں کہ معشوق کی آنکھیں تغافل کیوں نہ اختیار کریں۔ اس بیمار کو طبیب نے دیکھنے سے منع کیا ہے۔

۲- مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی

وائے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے

معنی الفاظ ۔ مرتے مرتے۔ آخری وقت۔ وائے۔ کلمہ تاسف ہے۔ ناکامی۔ محرومی۔

تشریح ۔ غالب مرتے وقت اپنے محبوب کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے ہیں لیکن جس خنجر سے وہ مرزا کو ذبح کرنا چاہتا ہے وہ نہایت تیز ہے اور قتل کرنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی غالب کو اس بات کا افسوس ہے کہتے ہیں کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے۔ اس لئے مرتے وقت بھی اس کو جی بھر کر دیکھنے کی آرزو پوری نہ ہو گی۔

۳- عارضِ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسدؔ

جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

معنی الفاظ ۔ عارض۔ گال۔ رخ۔ رو۔ چہرہ۔ صورت۔ جوشش۔ جوش۔ ولولہ۔ فصل۔ موسم رت۔ بہاری۔ بہار کا۔ اشتیاق۔ شوق۔ خواہش۔ انگیز۔ ابھارنے والا۔ اٹھانے والا۔

تشریح ۔ بہار کا موسم ہے۔ غالب باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ گلاب کا پھول دیکھ کر محبوب کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی اور آتش عشق تیز ہو گئی۔ غالب کہتے ہیں کہ بہار کا موسم عشق کے جذبہ کو ابھارنے والا ہے۔ میں نے گلاب کا پھول کھلا ہوا دیکھا تو معشوق کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی۔ ایک اور

جگہ موسم بہار کی اشتیاق انگیزی کا ذکر کیا ہے۔

؎ چاک مت کر جیب بے ہنگام گل　　کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہیئے

غزل نمبر ۲۰

۱۔ دیا ہے دل اگر اس کو بشر ہے کیا کہیئے؟

ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیئے؟

معنی الفاظ۔ بشر۔ انسان۔ (جو درد دل کے واسطے بنایا گیا)۔ نامہ بر۔ ڈاکیہ۔ خط پہنچانیوالا۔

تشریح۔ غالب کا معشوق ایسا حسین ہے کہ ہر دیکھنے والا اسے چاہنے پہ مجبور ہے۔ غالب نے اپنے کسی معتبر آدمی کو خط دے کر معشوق کے پاس بھیجا۔ مگر وہاں پہنچ کر وہ خود اسپر عاشق ہو گیا غالب اس کے خلاف کوئی کارروائی اس لئے نہیں کرتے کہ وہ خود ان کا بھیجا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں خط لے جانے والوں کی غلطی قابل گرفت بھی خیال نہیں کی جاتی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میرے نامہ بر نے بھی اگر میرے محبوب کو دل دے دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آخر وہ انسان ہی تو ہے اور دل بھی رکھتا ہے۔ مزید برآں وہ اپنا ہی بھیجا ہوا ہے۔ یہ موقع ہم نے خود دیا اور خود کردہ را علاج نیست۔ ایک اور شعر میں ایسے ہی واقع کا ذکر کیا ہے۔

؎ تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم　　مرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

۲۔ یہ ضد کہ آج نہ آئے اور آئے بن نہ رہے

قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے کیا کہیئے؟

معنی الفاظ۔ ضد۔ ہٹ۔ اڑ۔ قضا۔ موت۔ حکم خدا۔ اجل۔

تشریح۔ غالب مصائب سے تنگ آکر مرنا چاہتا ہے۔ مگر ان کی خواہش کے مطابق موت بھی نہیں آتی اگرچہ آنا لازمی ہے۔ اسی بات کا گلا انہیں موت سے ہے کہتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ موت آج آ جائے۔ مگر وہ بوجہ ضد آج نہیں آتی اگرچہ آئے گی ضرور۔ اس بات پر کہ ہماری خواہش کا لحاظ نہیں رکھتی۔ ہمیں کس قدر گلا ہے۔ بیان سے باہر ہے۔

۳۔ رہیے ہے یوں گہ و بے گہ کہ کوئے دوست کو اب
اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے!

معنی الفاظ۔ گہ و بے گہ۔ وقت بے وقت۔ ہر گھڑی۔ کو۔ کوچہ۔ گلی۔

تشریح۔ غالب کا رقیب اس کے محبوب کی گلی میں ہر وقت رہتا ہے اس حالت کو دیکھ کر غالب کڑھ کر کہتے ہیں۔ کہ محبوب کی گلی میں ایسا رہتا ہے۔ جیسے کوئی اپنے گھر میں۔ اب ایسی صورت میں کوئے یار کو اس کا گھر نہ کہیں تو کیا کہیں۔

۴۔ زہے کرشمہ کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب
کہ بن کہے ہی انہیں سب خبر ہے کیا کہیے!

معنی الفاظ۔ زہے۔ بہت خوب۔ شاباش۔ کرشمہ۔ اعجاز۔ کرامات۔ انوکھی بات۔

تشریح۔ غالب رسول اکرمؐ کے بارے میں جتنے محتاط ہیں۔ اتنے ہی اللہ میاں کے معاملہ میں نڈر و بیباک۔ خدا کی صفات میں سے علیم و خبیر کی صفات بھی ہیں یعنی جاننے والا اور خبر رکھنے والا اور اپنی مصیبتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب ان صفات ربانی پر غور کرتے ہیں تو اس قول کی صداقت میں شبہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر خدا کو بن کہے خبر ہوتی تو ان کی مشکل کیوں نہ حل ہوئی۔ اس لئے مصیبت میں آہ و فریاد ضروری ہے۔ اس فریب میں نہیں آنا چاہیئے کہ اسے (خدا کو) بن کہے سب کچھ معلوم ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

۵۔ سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہ گزر ہے کیا کہیے؟

معنی الفاظ۔ پرسش حال۔ مزاج پرسی۔

تشریح۔ غالب کا معشوق بڑا چالاک ہے وہ جانتا ہے کہ غالب وضع دار انسان ہے۔ راہ چلتے بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا وہ غالب کو حال دل سنانے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔ اس لئے بازار میں سے گذرتے وقت مل جاتا ہے تو مزاج پرسی کرتا ہے تاکہ غالب یہ کہہ کر حال دل سنانے سے معذوری ظاہر کر دیں کہ راہ چلتے کیا عرض کریں۔

۶۔ تمہیں نہیں سر رشتۂ وفا کا خیال   ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے مگر ہے کیا کہیے

معنی الفاظ۔ سر۔سرا۔ رشتہ۔ دھاگہ۔ تعلق۔ خیال۔ دھیان۔ فکر۔

تشریح۔غالب اپنے محبوب سے ان کی بے وفائی کا گلا کرتے ہیں اور ایک نئے انداز میں کہتے ہیں کہ تمہیں تو وفا کے دھاگے کے سرے کا خیال نہیں ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ سررشتہ وفا، ہے مگر کیا ہے بتاؤ تو سہی۔ یعنی ہم تو وفا کی ڈوری کو تھامے ہوئے ہیں۔ مگر تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔

۷۔ انھیں سوال پہ زعم جنوں ہے کیوں لڑیئے؟ ہمیں جواب سے قطع نظر ہے کیا کہیئے؟

معنی الفاظ۔ زعم۔ گمان۔ ظن۔ غرور۔ قطع نظر۔ سوا۔ اس کے سوا۔ بہرصورت۔

تشریح۔ غالب معشوق سے بوسہ طلب کرتے ہیں یا خواہش وصل کا اظہار۔ معشوق کہتا ہے تم تو پاگل ہو گئے ہو۔ حواس ٹھیک نہیں ہیں۔ غالب جواب سے گریز کرتے ہیں اسی گفت و شنید کا بیان اس شعر میں کیا ہے۔

۸۔ حسد سزائے کمال سخن ہے کیا کیجے؟ ستم بہائے متاع ہنر ہے کیا کہیئے؟

معنی الفاظ: حسد۔ بدخواہی۔ جلن۔ دشمنی۔ سزا۔ پاداش۔ مناسب۔ کمال۔ پورا ہونا سخن۔ شاعری۔ کلام۔ ستم۔ ظلم۔ زیادتی۔ بہا۔ قیمت۔ دام۔ متاع۔ سامان تجارت۔ مال۔ ہنر۔ فن۔

تشریح: غالب اپنے ہمعصروں کے حسد و ستم کو جو وہ ان کے فن شاعری میں کمال کی وجہ سے کرتے ہیں۔ قابل قدر اندازی خیال کرتے ہیں چونکہ معموﻻً ایسا ہونا فطری ہے۔ بالخصوص جبکہ حاسد خود۔ اس درجہ کمال کو پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کہتے ہیں کہ حسد تو کمال شاعری کی سزا ہے جو ملنی چاہیئے۔ اس سے چھٹکارا مشکل ہے۔ گویا کسی کام میں کمال پیدا کرنا ایک جرم ہے جس کی سزا بھگتنی پڑے گی اور اسی طرح ہنر کی جس کو اگر مال خیال کیا جائے تو قیمت ظلم و ستم ہی ہو سکتی ہے۔ اس میں کسی کے گلہ شکوہ کی ضرورت نہیں۔

۹۔ کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہیں لیکن سوائے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیئے؟

الفاظ سادہ ہیں اور معنی صاف۔

تشریح: کہتے ہیں کہ غالب میں بجز اس کے اور کوئی برائی نہیں کہ عاشق مزاج ہے وہ ہمہ تن خوبی ہونے کا دعویدار نہیں ہے۔

غزل نمبر ۲۰۱

۱- دیکھ کر در پردہ گرمِ دامن افشانی مجھے

کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے

معنی الفاظ: در پردہ - تنہائی میں - گرم - مشغول - دامن افشانی - غرور و ناز کرنا - پلو جھاڑنا - قطع تعلق کرنا - علائق دنیا کو ترک کرنا - وابستہ - بندھا ہوا متعلق - تن - جسم - عریانی - برہنگی ننگاپن -

تشریح: غالب جب مصائب سے تنگ آ گئے تو ایک مرتبہ تنہائی میں علائق دنیا سے بے تعلقی کا فیصلہ کیا اور کپڑے اتار دیے - ابھی جنگل کی راہ نہ لی تھی کہ عقل سلیم نے ہاتھ پکڑ لیا اور سمجھایا کہ جب تک زندہ ہو تن سے تو تعلق قطع نہیں کر سکتے کھانا پہننا تو لازمی ہوگا - اور اس کے لیے دنیا والوں سے واسطہ بھی چنانچہ خیال ترک کر دیا - غرض یہاں یہ ہے - جیتے جی دنیا اور اس کی مصیبتوں سے چھٹکارا ناممکن ہے ایک اور جگہ کہا ہے -

ے غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج　　شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۲- بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فساں

مرحبا میں کیا مبارک ہے گراں جانی مجھے

معنی الفاظ: سنگِ فساں - وہ پتھر جس پر رگڑ کر ہتھیار کی دھار تیز کی جاتی ہے - مرحبا - کلمہ مسرت و تعریف - شاباش - واہ واہ - کیا کہنے - مبارک - بھاگوان - برکت والی - گراں جانی - سخت جانی -

تشریح: غالب کا معشوق غالب پر تھر آلود نگاہیں ڈالتا ہے جو دل بدن تیز ہوتی جاتی ہیں مگر غالب ہیں کہ سہے جا رہے ہیں اور اپنی اس سخت جانی کو بھاگوان خیال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میری سخت جانی بھی کیسی بھاگوان ہے واہ بے میں - کہ میرے محبوب نے مجھے اپنی تیغ نگاہ تیز کرنے کے لیے پتھر بنا لیا اور میں پتھر بھی زندہ ہوں - ہتھیار رگڑنے سے پتھر پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا -

۳- کیوں نہ ہو بے التفاتی اس کی خاطر جمع ہے

جانتا ہے محوِ پرسش ہائے پنہانی مجھے

معنی الفاظ: بے التفاتی ۔ بے رخی ۔ کم توجہی ۔ خاطر ۔ طبیعت ۔ مزاج ۔ دل ۔ جمع ۔ مطمئن ۔ اکٹھا خاطر جمع ۔ اطمینان ۔ محو ۔ گم ۔ منہمک ۔ پرسش ۔ آؤ بھگت ۔ دیکھ بھال ۔ پنہانی ۔ پوشیدہ

تشریح: ضمیر "اس" کا مرجع میرے خیال میں معشوق حقیقی ہے ۔ مجازی نہیں ۔ غالب مصیبتوں میں مبتلا ضرور ہیں مگر جو نعمتیں اللہ نے دی ہیں ۔ ان کے شکر گزار ہیں کہتے ہیں کہ میری جو خواہش پوری نہیں ہوتی اور اللہ میاں کم توجہی برتتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کی دی ہوئی ۔ ان نعمتوں کے لیے جن کو دیتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا شکر گزاری میں محو ہوں ۔

۴۔ میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی

لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے

معنی الفاظ: غم خانہ ۔ ماتم خانہ ۔ قسمت ۔ تقدیر ۔ رقم ہونے لگی ۔ لکھی جانے لگی ۔ منجملہ ۔ سب کے ساتھ ۔ اسباب ۔ جمع سبب ۔ باعث ۔ ضرورت کا سامان ۔ ویرانی ۔ بربادی ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جب میرے ماتم خانہ کی تقدیر لکھی جانے لگی تو جہاں اور وجوہات بربادی لکھی گئیں ان میں میری ذات کو بھی درج کر دیا یعنی اپنی خانہ بربادی کا ایک سبب میں خود ہوں گا بوجہ عاشق مزاجی کے ۔

۵۔ بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کاشکے!

اس قدر ذوق نوائے مرغ بستانی مجھے

معنی الفاظ: بدگمان ۔ بدظن ۔ شکی ۔ کاشکے ۔ تمنا اور افسوس کا کلمہ ۔ خدا کرے ۔ حسرت اور خواہش کے موقع پر بولا جاتا ہے ۔ ذوق ۔ شوق ۔ نوائے ۔ فریاد ۔ مرغ ۔ پرندہ ۔ بستانی ۔ باغ سے تعلق رکھنے والا ۔ مجازاً بلبل جو بظاہر چہچہاتی ہے مگر درحقیقت عشق گل میں نالہ و فریاد کرتی ہے ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرے معشوق کو مجھ پر اپنے عشق کا شبہ ہو جاتا ہے کیا ہی اچھا ہوتا جو مجھے بلبل کی طرح پرسوز غزل گوئی اور غزل خوانی کا ذوق نہ ہوتا ۔ اس شعر میں غالب اپنے اشعار کا عشق کے درد کی وجہ سے پرسوز ہونا ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح عشق کی غمازی کرتے ہوئے جو معشوق کی بے باکی میں مانع آتے ہیں اسی کا غالب کو افسوس ہے ۔

۶- وائے! واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

معنی الفاظ: وائے - افسوس - کلمہ - تاسف - واں - وہاں (گور) شور - غل - محشر - قیامت - دم لینا
سانس لینا - ستانا - گور - قبر - تن آسانی - آرام

تشریح: غالب دنیا کی مصیبتوں سے تنگ آ کر یہ سمجھتے تھے کہ قبر میں چین ملے گا یہ زعم خود مر گئے مگر قبر میں اتارے ہی گئے تھے کہ شورِ محشر کا ہنگامہ برپا دیکھا۔ اس مایوسی کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ذوق مرحوم بھی دنیاوی پریشانیوں کا علاج موت ہی کو خیال کرتے تھے مگر پورا یقین نہیں تھا اور مرنے کے بعد چین نہ ملنے کی صورت میں اور کوئی ذریعہ آرام کا نظر میں نہ تھا آدمی دور اندیش تھا اس لیے مرنا ملتوی کر دیا مگر غالب مغل بچہ تھے جرأت رندانہ کر بیٹھے اور اپنے بعد مرنے والوں کو بتلا گئے کہ مرنے کی تمنا کرنا دنیاوی کشاکش سے بچنے کے لیے یقینی علاج نہیں ہے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ مردانہ وار جد و جہد کرنی چاہیے اور ہمت نہ ہارنی چاہیے ذوق کا شعر ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے — مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

۷- وعدہ آنے کا وفا کیجیے یہ کیا انداز ہے؟
تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

معنی الفاظ وعدہ - اقرار - عہد - وفا کرنا - پورا کرنا - انداز - ڈھنگ - طریقہ - ادا سونپی سپرد کی
دربانی - دروازہ پر نگرانی - چوکیداری۔

تشریح: مرزا کے معشوق نے ان کے گھر آنے کا وعدہ کیا ہے مرزا انتظار یار میں دروازے پر کھڑے راہ تک رہے ہیں۔ رات گزرتی جا رہی ہے اس حالت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔ محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو نے جو آنے کا وعدہ کیا پورا کر یہ بھی کوئی ادا ہے کہ مجھے میرے ہی گھر کا چوکیدار بنا دیا کہ دروازہ پر کھڑا انتظار کر رہا ہوں۔

۸- ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ واہ!
پھر ہوا ہے تازہ سودائے غزل خوانی مجھے

معنی الفاظ: ہاں - کلمۂ ایجاب - بے شک - اچھا - نشاط - خوشی - فرحت - آمد - آنا - فصل بہاری

موسم بہار۔ واہ واہ۔ کلمہ تحسین۔ مرحبا شاباش۔ تازہ۔ نیا۔ ہرا۔ نو بہ نو۔ سودا جنون غزل خوانی۔ جذبۂ عشق کا منظوم اظہار کرنا۔

تشریح: موسم بہار میں جب موسم اعتدال پر ہوتا ہے اور نباتات و حیوانات سب ہی میں زندگی کی لہر دوڑنے لگتی ہے۔ کونپلیں پھوٹتی ہیں شگوفے کھلتے ہیں پرندے چہچہانے لگتے ہیں۔ ہرن چوکڑیاں مارتے ہیں انسان بھی اس کے اثر سے محروم نہیں رہتا اس کے دل کی کلی چٹکنے لگتی ہے۔ اگر خود شعر کہہ سکتا ہے تو کہتا ہے اور ترنم سے پڑھتا ہے ورنہ کسی دوسرے کا کلام جو اس کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا ہو گا گویا گنگنا کر پڑھتا ہے۔ غالب خود شاعر تھے موسم بہار کے آنے پر جو کیفیت ان پر طاری ہوئی اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۹۔ دی میرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی

مرزا یوسف ہے غالبؔ یوسف ثانی مجھے

معنی الفاظ: حق۔ سچ۔ اللہ تعالےٰ۔ از سر نو۔ نئے سرے سے۔ یوسف۔ حضرت یعقوب کے بیٹے۔ خود بھی پیغمبر تھے۔ اور حسن مجسم خیال کیے جاتے ہیں ثانی۔ دوسرا۔

تشریح: مرزا غالب کے چھوٹے بھائی کا نام مرزا یوسف تھا وہ بیمار ہوئے مگر خدا کے فضل سے صحت پائی مرزا کو اس کی توقع نہیں تھی اس غیر متوقع تندرستی پانے پر مرزا بہت خوش ہوئے۔ اس شعر میں غالب اپنے چھوٹے بھائی سے انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہیں شعر کے معنی صاف ہیں۔

غزل نمبر ۲۰۲

۱۔ یاد ہے شادی میں بھی ہنگامۂ "یارب" مجھے

سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

معنی الفاظ: شادی۔ خوشی۔ ہنگامہ۔ وقت۔ حالت۔ یارب۔ کلمہ ندا۔ فریاد۔ مصیبت میں انسان اللہ کو پکارتا ہے۔ سبحۂ۔ تسبیح۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ خندہ۔ ہنسی۔ زیر لب۔ مسکراہٹ

تشریح: غالب پر مصائب اس قدر پڑے ہیں کہ زندگی میں اگر کچھ لمحہ خوشی کے بھی ملے تو مصائب

کی تلخی کو پوری طرح دور نہ کر سکے۔ لبوں پہ مسکراہٹ بھی آئی تو دندان نمائی سے آگے نہ بڑھی غالب اس مسکراہٹ کو جس میں صرف دانتوں کی بتیسی نظر آئے زاہد کی سفید تسبیح کے دانوں سے مشابہت دیتا ہے۔ جس پر یارب کا ورد ہوتا ہے اب شعر کے معنی صاف ہو جاتے ہیں غالب کہتے ہیں کہ میں خوشی کی حالت میں بھی مصیبت کے دنوں کو نہیں بھولا میری زیرِ لب مسکراہٹ گویا زاہد کی تسبیح ہے جس پر یارب کا ورد جاری ہے یعنی اللہ میاں سے مصیبتوں کو دور رکھنے اور خوشی کو قائم رکھنے کی دعا کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں میری خوشی رنج کی یاد سے خالی نہیں ہے۔ غالب دنیاوی زندگی بھی خوشی و غم کو توام خیال کرتے ہیں ایک اور شعر میں ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔

سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں　　دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

۲۔　ہے کشادِ خاطرِ وابستہ دررہنِ سخن

تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب، مجھے

معنی الفاظ: کشاد۔ حل۔ کامیابی۔ کھلنا۔ خاطر۔ دل۔ طبیعت۔ وابستہ۔ بندھا ہوا۔ ایک دوسرے سے ملا ہوا۔ کشاد کی ضد۔ بند۔ در۔ دروازہ۔ میں۔ رہن۔ گرو۔ سخن۔ کلام شاعری۔ طلسم۔ معمہ۔ جادو۔ گورکھ دھندا۔ قفلِ ابجد۔ وہ تالا جو حروف کو ملا کر کسی خاص لفظ کے بن جانے پر کھلتا ہے۔ خانہ مکتب۔ مدرسہ

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جب میری طبیعت میں افسردگی ہوتی ہے تو اچھا شعر کہہ کر دور ہوتی ہے جیسا کہ قفلِ ابجد مخصوص لفظ بن جانے پر کھل جاتا ہے اور یہ بات مجھے قفلِ ابجد کو دیکھ کر واضح ہوئی۔ گویا غالب کے دل کی کشادگی قفلِ ابجد کی طرح موزوں اشعار کے بننے پر منحصر ہے۔

۳۔　یارب اُس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے؟

رشک، آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

معنی الفاظ: آشفتگی۔ پریشانی۔ آوارگی۔ داد۔ انصاف۔ رشک۔ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر ویسا ہونے کی آرزو۔ آسائش۔ آرام۔ چین۔ زندانی۔ قیدی۔

تشریح: غالب اللہ میاں کو مخاطب کر کے کہتا ہے یارب میں آزادی میں اتنا پریشان ہوں کہ قیدیوں کی زندگی پر رشک کرتا ہوں انھیں میری نسبت دنیاوی ضروریات کی پریشانیاں بہت کم ہیں تو بھی

بنا تیری ڈالی ہوئی ان مصیبتوں کی فریاد کرکے کس سے انصاف مانگوں تو ہی میری مشکلیں حل کرنے والا ہے۔

۴۔ طبع ہے مشتاق لذت ہائے حسرت کیا کروں؟

آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

معنی الفاظ: طبع۔ طبیعت۔ مزاج۔ مشتاق۔ طالب۔ چاہنے والا۔ لذت۔ مزا۔ ذائقہ۔ حسرت تمنا۔ شکست۔ ناکامیابی۔ ہار۔ ٹوٹ جانا۔ مطلب۔ غرض۔

تشریح: غالب دل پر تمنا چاہتے ہیں اور اس میں زندگی کا لطف خیال کرتے ہیں جب کوئی تمنا دل میں نہ ہو تو زندگی بے مزہ ہو جاتی ہے اس خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں میری طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ آرزوؤں کے پورا ہونے کی حسرت باقی رہنے میں مزا لیتی ہے اس لیے میں جب آرزو کرتا ہوں تو میرا مطلب شکست آرزو ہوتا ہے تاکہ دوسری تمنا پیدا ہو جائے اور دنیا میں دل لگا رہے۔ ایک اور جگہ کہا ہے اگرچہ دوسرے طریق پر:

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی   یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

۵۔ دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے

عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

معنی الفاظ: دل لگا کر۔ عشق میں مبتلا ہو کر۔ محبت کرکے۔

تشریح: غالب کے کوئی دوست کسی پر عاشق ہو گئے تھے۔ مرزا اس کو عشق سے باز رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے مگر غالب خود مرض عشق میں مبتلا ہو گئے اب وہ دوست ان کو وہ نصیحت کرنا یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت یہ کیا ہوا خود میاں فضیحت اوروں کو نصیحت۔ یہی اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

غزل نمبر ۲۰۳

۱۔ حضورِ شاہ میں اہل سخن کی آزمائش ہے   چمن میں خوش نوایانِ چمن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: حضور۔ موجودگی۔ قبلہ۔ حضرت (تعظیماً) دربارہ۔ مجلس۔ شاہ۔ بادشاہ۔ یہاں مراد بہادر شاہ ظفر آخری تاجدار خاندان مغلیہ۔ اہل سخن۔ شعرا۔ آزمائش۔ جانچ۔ پرکھ۔ امتحان خوش نوا۔ خوش الحان۔ خوش گلو۔ اچھا کلام پڑھنے والا۔

تشریح: غالباً قلعہ معلیٰ میں بہادر شاہ ظفر نے مشاعرہ کا انتظام کیا ہے۔ جس میں دہلی کے چوٹی کے شعرا کو مدعو کیا ہے مرزا غالب بھی ان میں سے ایک ہیں۔ غالب دربارہ شاہ کو چمن سے اور شعرا کو خوش الحان مرغان چمن سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ یہ غزل اس مشاعرہ میں پڑھنے کے لیے لکھی گئی۔ معنی صاف ہیں۔ محتاج تشریح نہیں۔

۲۔ قد و گیسو میں قیس و کوہ کن کی آزمائش ہے

جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: قد۔ قامت۔ گیسو۔ کاکل۔ زلف۔ قیس۔ مجنون۔ عرب کا مشہور عاشق اور غالب کے نزدیک اس میدان کا مرد۔ کوہ کن۔ پہاڑ کھودنے والا۔ فرہاد۔ ایران کا سنگ تراش جو شاہ ایران خسرو پرویز کی ملکہ شیریں پر عاشق ہو گیا تھا اور ملکہ کی خواہش کے مطابق پہاڑ سے محل تک دودھ پہنچانے کی نہر کھودی بالآخر یہ خبر سن کر کہ شیریں مر گئی خود بھی تیشہ سر میں مار کر جان دے دی۔ جہاں۔ جگہ۔ جس ملک میں یعنی ہندوستان میں۔ دار۔ لکڑی کا کھمبہ جس پر مجرم کو سولی دی جاتی ہے۔ دار و رسن۔ سولی دینے کا سامان۔ دوسرے مصرع میں دار و رسن قد و گیسو کی رعایت سے لیا گیا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ عرب و عجم میں تو عشاق کے عشق صادق کا امتحان انہیں معشوق کے سرو جیسے قامت اور دراز گیسوؤں کی محبت میں مبتلا کر کے لیا جاتا تھا۔ مگر ہمارے دیس میں عشق کی سزا پھانسی ہے جو سولی چڑھنے پر تیار ہو وہ عشقِ ملک میں مبتلا ہو۔ (نوٹ) گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ شعر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد اضافہ کیا گیا جبکہ محبان وطن اور ملک پر حکومت کرنے کا دعوےٰ کرنے والوں کو دار پر کھینچا گیا۔

۳۔ کریں گے کوہ کن کے حوصلہ کا امتحان آخر

ہنوز اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: حوصلہ۔ ہمت۔ جرأت۔ برداشت۔ ہنوز۔ ابھی۔ خستہ تن۔ نحیف۔ زخمی۔ نبرد۔ طاقت۔ تن۔ جسم۔

تشریح: اس شعر میں غالب نے شیریں و فرہاد کے عشق کی داستان مختصراً بیان کر دی ہے۔ فرہاد کی طرف سے شیریں کے ساتھ عشق کا اظہار ہو جانے پر اسے ٹالنے کے لیے پہاڑ سے محل تک دودھ پہنچانے کے لیے نہر کھودنے کا کام سپرد کر دیا جو بظاہر اس کی جسمانی حالت کو دیکھتے ہوئے ناممکن نظر آتا تھا مگر وہ عاشق صادق تھا تن دہی سے کام کیا اور نہر کی تکمیل کر دی۔ شعر کا دوسرا مصرع ـــــ داستان کے اس حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مصرع اولے ـــــ میں نہر کی تکمیل کے بعد جو کچھ ہوا اس کی طرف اشارہ ہے۔ جب فرہاد نہر کھودنے میں کامیاب ہو گیا تو سوچی سمجھی سازش کے تحت اسے ایک بوڑھی خادمہ کے ذریعہ یہ جھوٹی خبر پہنچا دی کہ شیریں مر گئی ـــــ فرہاد اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکا اور شیریں کے مر جانے بعد زندگی میں دلچسپی نہیں دیکھی چنانچہ تیشہ سر میں مار کر جان دے دی۔ غالب فرہاد کو معیاری عاشق خیال نہیں کرتے وہ مجنوں کو امام عاشقین مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ کہا ہے۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار　　　صحرا مگر بہ تنگیٔ چشم حسود تھا

مرزا خود کبھی کشاکش دنیا سے فرصت ملنے پر مجنوں کا سا عشق کرنا چاہتے ہیں کہتے ہیں۔

ع　تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا　　　فرصت کشاکش غم پنہاں سے گر ملے

۴۔　نسیم مصر کو کیا پیر کنعاں کی ہوا خواہی؟

اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: نسیم۔ پچھلی رات کی نرم رفتار و معطر ہوا۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا۔ مصر۔ افریقہ کا مشہور ملک جو ایک وقت ایک خاص تمدن کا گہوارہ تھا۔ اس ملک کے حاکم عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف کو قافلہ والوں سے خریدا تھا اور اس پر عاشق ہو گئی تھی۔ پیراہن۔ لباس۔ کرتا۔ قمیض پیر کنعان۔ ملک کنعان کا رہنے والا بزرگ حضرت یعقوب۔

تشریح: اس شعر میں غالب سورۂ یوسف میں بیان کردہ حضرت یوسف کے قصّہ کے ایک جزو کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت یوسف کے بھائیوں پر یہ ظاہر

ہوا کہ جس حاکم نے انھیں فراخدلی سے غلہ دیا تھا اور باوجود ان کی بے وفائی کے انتہائی مروت کا ثبوت دیا وہ ان کا بھائی یوسف ہی ہے تو حضرت یوسف نے ان کو ہدایت دی کہ واپس جاؤ اور اپنے والدین کو یہاں (مصر) لے آؤ۔ اس بات کے ثبوت کے لیے کہ یوسف مصر میں حاکم ہیں اور جو پیغام مصر آنے کا ان کی جانب سے دیا جا رہا ہے درست ہے اپنی قمیض دے کر کہا کہ یہ لے جاؤ۔ ابا جان اس سے پہچان لیں گے برادران یوسف قمیض لے کر وطن لوٹ گئے وہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضرت یعقوب نے یوسف کے بدن کی مخصوص خوشبو محسوس کی اور اپنے ان بیٹوں سے جو ان کے پاس موجود تھے کہا مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے انھوں نے باور نہیں کیا بلکہ کہا کہ ابا جان آپ تو دیوانے ہو گئے لیکن جب قمیض لے کر وطن لوٹنے والے بھائی پہنچے تو حضرت یعقوب کی بات سچی ثابت ہوئی۔ غالب کہتے ہیں کہ مصر کی جانب سے کنعان کی طرف چلنے والی نسیم حضرت یوسف کی قمیض میں رچی ہوئی خوشبو اس لیے حضرت یعقوب تک لے کر نہیں پہنچی کہ ان کی دلداری مقصود تھی بلکہ وہ تو یہ آزمانا چاہتی تھی کہ خوشبو بردوش نسیم مصر سے کنعان تک خوش بو کے ساتھ پہنچ بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اچھے عطر کی پہچان یہ ہے کہ دور تک خوشبو جائے اور دیر تک قائم رہے۔

۵۔ وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: شکیب۔ صبر کا ہم معنی ہے صرف زبان کا فرق ہے فارسی میں شکیب کہتے ہیں اور عربی میں صبر۔ برداشت۔ تحمل۔ اہلِ انجمن۔ اہل بزم۔

تشریح: اس شعر کی عبارت بھی سورۂ یوسف ہی کے ایک جزو کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہے۔ جب زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی اور اس پر اپنی خواہش کا اظہار کیا تو یوسف نے اپنے آقا کی امانت میں خیانت کرنے سے معذوری ظاہر کی بات بڑھ گئی اور زلیخا کے میاں اور ایک عزیز کے اچانک آجانے پر یہ حال کھل گیا اور شہر کی عورتوں میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ وہ زلیخا کو مورد الزام ٹھہرانے لگیں زلیخا نے اپنی اخلاقی لغزش کے بہ امر مجبوری سرزد ہونے کا ثبوت دینے کے لیے اور یہ واضح کرنے کے لیے کہ وہ بھی اگر زلیخا کی جگہ ہوتیں تو یہی کرتیں۔ ایک مجلس منعقد کی اور شہر کی معزز خواتین

کو بالخصوص ان کو جو زلیخا کی نسبت باتیں بناتی تھیں مدعو کیا۔ کھانے پینے کی چیزوں میں منجملہ دیگر اشیا کے ایسے پھل بھی رکھے جو کاٹ کر کھائے جائیں اور چھریاں بھی ساتھ رکھ دیں جب وہ پھل کاٹنے لگیں تو اچانک یوسف کو مجلس میں آنے کا کہا وہ تعمیل حکم میں آئے جو جو عورتیں پھل کاٹ رہی تھیں انھیں دیکھ کر ایسی مبہوت ہو گئیں کہ بجائے پھلوں کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اس صورت حال کے بعد ان کو مخاطب کر کے زلیخا نے کہا کہ یہی وہ غلام ہے جس کو دل دینے پر آپ سب مجھے قصوروار ٹھہراتی ہیں۔ سب یک زبان ہو کر کہہ اٹھیں کہ ماشاءاللہ یہ بشر نہیں فرشتہ ہے گویا یوسف کے ضمن میں مافوق البشر اور پاک دامن ہونے کا اعتراف کیا۔

اس شعر میں غالب نے اپنے الفاظ میں زلیخا کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ وہ اپنے معشوق کو یوسف ثانی خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے اہل انجمن تیار رہو وہ میرا معشوق رونق افروز انجمن ہونے کے لیے آ رہا ہے پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہیں تھی۔ آج تمھارے صبر و تحمل کی آزمائش ہے۔ زلیخا نے یوسف کو اچانک بلایا تھا مگر غالب بلانے سے پہلے اعلان کر دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ باوجود تیاری کے بھی اہل مجلس اس کے معشوق کو دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے۔

۶۔ رہے دل ہی میں تیر اچھا جگر کے پار ہو بہتر
غرض شستِ بتِ ناوک فگن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: بہتر۔ زیادہ۔ اچھا۔ غرض۔ مدعا۔ شست۔ نشانہ۔ بت۔ معشوق۔ ناوک۔ تیر
ناوک فگن۔ تیر انداز۔

تشریح: محبت کے کاروبار میں دل و جگر خاص کردار ادا کرتے ہیں اور معشوق ان دونو کا خاتمہ کرنے پر ہر وقت تلا رہتا ہے وہ اس مقولہ کا قائل ہے کہ اخراج دندان علاج دندان دوسرے الفاظ میں نہ سر ہو گا نہ درد سر رہے گا اور عاشق اس کی تمنا کرتا رہتا ہے۔ کہ معشوق تیغ ابرو یا تیر مژگان و نظر سے دل و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے یا چھلنی کر دے چنانچہ کہتے ہیں کہ تیر دل میں رہے تو اچھا ہے اور اگر جگر کے پار ہو جائے تو اس سے زیادہ اچھا ہماری تو غرض یہ دیکھنے سے ہے کہ تیر انداز معشوق کا نشانہ ٹھیک بھی بیٹھتا ہے یا نہیں۔

۷۔ نہیں کچھ سبحہ و زنار کے پھندے میں گیرائی

وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: سبحہ۔ تسبیح۔ زنار۔ جنیو۔ دھاگہ جو اہل ہنود گلے میں اس طرح ڈالتے ہیں جس طرح تلوار .... لٹکائی جاتی ہے۔ تسبیح علامت۔ اسلام۔ زنار۔ علامت کفر ہے۔ گیرائی پکڑ۔ گرفت۔ کشش۔ پذیرائی۔ پھندا۔ حلقہ۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اللہ میاں کے یہاں کسی خاص مذہب سے تعلق ہی قابل پذیرائی نہیں وہاں تو عقیدہ میں خلوص نیت اور اس پر استقامت کے ساتھ جمے رہنا قابل قدر سمجھا جاتا ہے مخلص کافر ایک منافق مسلمان سے اچھا سمجھا جائے گا غالب نے ایک اور شعر میں بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

وفاداری بہ شرط استواری اصل ایماں ہے ۔۔۔ مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

۸۔ پڑا رہ اے دل وابستہ بیتابی سے کیا حاصل؟

مگر پھر تاب زلف پرشکن کی آزمائش ہے؟

معنی الفاظ: وابستہ۔ بندھا ہوا۔ گرفتار۔ بیتابی۔ بے قراری۔ تڑپن۔ حاصل۔ فائدہ۔ مگر۔ شاید۔ تاب۔ مضبوطی۔ طاقت ۔ زلف۔ کاکل۔ پرشکن۔ بلدار۔

تشریح: غالب زلف معشوق میں گرفتار دل کو تڑپتا دیکھ کر نصیحت کرتے ہیں کہ سکون سے پڑا رہ بے قراری سے کیا فائدہ۔ شاید تو بلدار زلف کی مضبوطی کی آزمائش کرنا چاہتا ہے سو کر دیکھ تو اس کی گرفت سے نکل نہیں سکے گا۔

۹- رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو

ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: رگ۔ نس۔ خون کی نالی۔ پے۔ پاؤں۔ قدم۔ پٹھا۔ تلخی۔ کڑواہٹ۔ کام۔ تالو غرض۔ مقصد۔ دہن۔ منہ جس ذائقہ تالو میں ہے اور کسی چیز کے ذائقے کا احساس اول منہ میں ڈالنے پہ ہوتا ہے اور پھر اس کا اثر باقی اعضا پر۔

تشریح: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالب غم عشق یا غم روزگار سے ابتدا میں کچھ گھبرا سے گئے اور

انھیں غم میں شدت پیدا ہونے کے آثار نظر آتے ہیں۔ چنانچہ خود کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ابھی تو غم کی ابتدا ہے ابھی سے کیوں گھبرائے جاتے ہو۔ جب یہ تم پر پوری طرح غلبہ پائے گا۔ اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہو گی۔ کسی اور شاعر نے یہی خیال اس طرح ادا کیا ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　　آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

۱۰۔ وہ آئیں گے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب
نئے فتنوں میں اب چرخ کہن کی آزمائش ہے

معنی الفاظ: فتنوں۔ جمع فتنہ کی۔ آزمائش۔ عذاب۔ چرخ۔ آسمان۔ کہن۔ پرانا۔

تشریح: غالب کے معشوق نے غالب کے گھر آنے کا وعدہ کیا مگر غالب کو یقین نہیں کہ پورا کرے گا۔ بلکہ اس کو ایک نئی مصیبت کا پیش خیمہ خیال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کیسا وعدہ وہ میرے گھر نہیں آئیں گے۔ یہ تو نئے فتنے پیدا کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ فلک کج رفتار زیادہ مصیبت کے اسباب پیدا کر سکتا ہے یا وہ خود۔

غزل نمبر ۲۰۴

۱۔ کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کر کے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: جفا۔ ظلم۔ زیادتی۔ ناانصافی۔ تشدد۔

تشریح: غالب کا معشوق عموماً اس کے ساتھ تشدد ہی برتتا ہے اور اگر کبھی بھلائی کرنے کا خیال دل پر آبھی جاتا ہے تو وہ عملی صورت اختیار نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنی زیادتیوں کو یاد کر کے خلاف معمول نیکی کرتے شرما جاتا ہے۔

۲۔ خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: جذبہ۔ کشش۔ ولولہ۔ مگر۔ شاید۔ تاثیر۔ اثر۔ نتیجہ۔ پھل۔ کھنچ جانا۔ آزردہ ہو کر ملاقات ترک کرنا۔ کنارہ کش ہو جانا۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اے خدا شاید دل کی کشش (محبت) کی تاثیر الٹی ہے کیونکہ جتنا میں اپنے محبوب کو اپنے قریب کرنا چاہتا ہوں اتنا ہی وہ مجھ سے دور ہوا جاتا ہے۔

۳۔ وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی

عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: وہ۔ وہ کی ضمیر کا مرجع معشوق ہے۔ بدخو۔ بدمزاج۔ چڑچڑا۔ داستان۔ قصہ۔ کہانی طولانی۔ لمبا۔ دراز۔ عبارت۔ تحریر۔ بیان۔ مدعا۔ مختصر۔ خلاصہ۔ چھوٹا۔ طویل کا ضد۔ قاصد پیغام پہنچانے والا۔ گھبرانا۔ پریشان ہونا۔

تشریح: قاصد کا کام پیغام کا پوری طرح سننا اور بلا کم و کاست جس کے نام پیغام دینا ہے اس کو پہنچا دینا ہے۔ مگر غالب کی داستانِ عشق اتنی لمبی ہے کہ بدمزاج معشوق سے اس کے مکمل سننے کی توقع نہیں ہو سکتی جبکہ قاصد ہی سنتے سنتے گھبرا جاتا ہے۔ معشوق کی بدخوئی اور داستانِ عشق کی طوالت مایوسی کی انتہا کر دیتے ہیں۔

۴۔ اُدھر وہ بدگمانی ہے، اِدھر وہ ناتوانی ہے

نہ پوچھا جائے ہے اس سے، نہ بولا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: بدگمانی۔ بدظنی۔ برا خیال۔ ناتوانی۔ کمزوری۔

تشریح: تسلسل خیال وہی ہے غالب غم عشق میں نہایت کمزور ہو گئے ہیں اور ان کا معشوق ان کی طرف سے بدظن ہے وہ بوجہ بدظنی ان کا حال نہیں پوچھتا اور غالب بوجہ کمزوری بیان نہیں کر سکتے۔ الغرض حالِ دل دل ہی میں رہا۔ بیان نہ ہو سکا۔

۵۔ سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے!

کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: سنبھالنا۔ قائم ہونا۔ قابو میں آنا۔ آرام ہونا۔ افاقہ ہونا۔ قیامت ہونا۔ مصیبت ہونا۔ آفت ہونا۔

تشریح: سلسلہ خیال وہی جاری ہے۔ ناامیدی کی وجہ سے معشوق کا ملنا تو کجا اس کا خیال بھی دل میں رہنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس حالت قلبی و ذہنی کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں اے ناامیدی یہ کیا مصیبت ہے ذرا مجھے قابو میں تو آنے دے میرے دست دل سے تو خیال یار کا دامن بھی نکلا جا رہا ہے۔

۶۔ تکلف برطرف نظارگی میں بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے؟

معنی الفاظ: نظارگی۔ نظر بازی۔ تماش بینی۔ تکلف۔ بناوٹ۔ تصنع نمائش۔ دکھاوا۔ برطرف ایک طرف۔

تشریح: غالب میں رشک کا جذبہ انتہائی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس شعر میں اس کیفیت کا اظہار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے معشوق کا اغیار سے ملنا جلنا تو بڑی بات ہے صاف بات تو یہ ہے کہ اغیار کا اسے دور سے دیکھ لینا بھی مجھے گوارہ نہیں اگر ایسا ہو تو یہ بھی مجھ پر بڑا ظلم ہے۔

۷۔ ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبرد عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: نبرد۔ لڑائی۔ جنگ۔ عشق کے دوران جو جذباتی کشمکش ہوتی ہے اسے غالب نے جنگ سے تشبیہہ دی ہے۔ عشق کا جب جوش ہوتا ہے تو وحشت لازمی ہے۔ اور وحشت کے بڑھتے ہوئے صحرا نوردی ناگزیر جس پاؤں میں کانٹے چبھ کر زخمی ہونا معلوم۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان بھاگتا بھی پاؤں ہی کے ذریعہ ہے اور کھڑا بھی ان ہی پر ہوتا ہے۔ جب وہ زخمی ہو جائیں تو بھاگنا اور کھڑا ہونا دونوں دشوار ہو جاتے ہیں اور عشق کی حالت میں بے بسی انتہائی تکلیف دہ صورت ہے۔

۸۔ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

معنی الفاظ: قیامت ہونا۔ مصیبت ہونا۔ غضب۔ مدعی۔ رقیب دعوی کرنے والا۔
تشریح: اس شعر میں بھی غالب اپنے مخصوص جذبہ رشک کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ اس غزل

کے شعر میں کہا ہے مگر ذرا بدلے ہوئے انداز میں کہتے ہیں۔ غضب ہے وہ کافر یعنی معشوق رقیب کا ہمسفر ہو جس کو میں خدا کے سپرد کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی دوست یا عزیز کو رخصت کرتے ہیں تو "خدا حافظ" کہتے ہیں۔ مگر غالب یہ جملہ بھی بوجہ رشک کہنا نہیں چاہتے۔

غزل نمبر ۲۰۵

۱۔ زبس کہ مشق تماشا جنوں علامت ہے

کشاد و بست مژہ سیلئ ندامت ہے

معنی الفاظ: زبس کہ۔ کثرت سے مشق۔ مداومت۔ کوئی کام بار بار کرنا۔ تماشا۔ نظارہ۔ جنون۔ دیوانگی عشق۔ علامت۔ نشانی۔ کشاد۔ کھلنا۔ بست۔ بند ہونا۔ مژہ۔ پلک سیلئی۔ تھپڑ۔ چانٹا۔ ندامت۔ شرمندگی۔ علامت۔ نشانی۔

تشریح: غالب شروع میں عشق کو اچھا نہیں سمجھتے تھے مگر بقول خود ان کے یہ وہ آتش ہے کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے۔ معشوق کو پہلی مرتبہ دیکھ کر بار بار دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ عشق جس کو غالب اس وقت جنون خیال کرتے تھے کی علامت معلوم ہوئی اور اپنے نظریہ کے خلاف اس عمل پر ندامت محسوس کی۔ دیکھتے وقت آنکھوں کا کھلنا اور بند ہونا جو فطری ہے کو تنبیہہ کا طمانچہ خیال کیا۔

۲۔ نہ جانوں کیونکہ مٹے داغ طعن بد عہدی

تجھے کہ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہے

معنی الفاظ: داغ۔ دھبہ۔ بدنما نشان۔ طعن۔ طنز۔ ملامت۔ بد عہدی۔ وعدہ خلافی بے وفائی ورطہ۔ بھنور۔ گرداب۔ پانی کا چکر۔ مقام ہلاکت۔ ملامت۔

تشریح: غالب کا معشوق اس کے رقیب سے ملنے کے لیے آئینہ کے سامنے سنگار کر رہا

ہے۔ اور دل میں یہ خیال بھی کرتا ہے کہ میرا ایسا کرنا غالب سے جو وعدہ اغیار سے نہ ملنے کا کیا تھا۔ کے خلاف ہے چونکہ آئینہ دیکھنے پر یہ خیال آیا اس لیے آئینہ کو ورطۂ ملامت قرار دیا۔ غالب اشارۃً اپنے محبوب کو اغیار سے نہ ملنے کی ترغیب دیتے ہیں کہتے ہیں میں نہیں دکھہ سکتا، جانتا تمھاری پیشانی سے بدعہدی کا داغ کس طرح مٹ سکتا ہے جبکہ آئینہ بھی تمھیں اس بدعہدی پر لعن طعن کرتا ہے۔ بجز اس کے کہ اغیار سے نہ ملو۔

۳۔ یہ پیچ و تاب ہوس سلک عافیت مت توڑ

نگاہ عجز سر رشتہ سلامت ہے

معنی الفاظ: پیچ و تاب۔ بے قراری۔ بے چینی۔ ہوس۔ خواہش نفس۔ سلک۔ لڑی۔ دھاگا عافیت۔ سلامتی۔ آسودگی۔ نگاہ۔ نظر۔ عجز۔ مسکینی۔ انکسار۔

تشریح: اس شعر میں غالب محبوب کو حصول مقصد کے آداب سکھاتے ہیں کہتے ہیں کہ خواہش نفسانی کے تحت بے قرار ہو کر سلامتی کا دھاگا مت توڑ یعنی کام مت بگاڑ۔ امن و سکون کے ساتھ تمنا بھری نگاہیں ڈال کر منت سماجت کرنے میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں معشوق کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے میں مطلب برآری کا امکان ہے بے قراری کا اظہار کرنے میں نہیں۔

۴ وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد

جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

معنی الفاظ: وفا۔ محبت صادق۔ مقابل۔ مقابلہ۔ میں۔ سامنے۔ بے بنیاد۔ جس کی بنیاد نہ ہو۔ کمزور۔ جنون۔ عشق۔ ساختہ۔ بناوٹی۔ مصنوعی۔ فصل گل۔ موسم بہار۔

تشریح: اس شعر میں غالب کاروبار عشق کی ایک خاص صورت کا بیان کرتے ہیں جبکہ معشوق مخلص اور باوفا ہو اور عاشق بندۂ نفس یعنی بوالہوس۔ جس کو غالب جنون ساختہ کہتے ہیں اس مجموعہ اضداد کے ساتھ موسم بہار بھی ہے جو طرفین کو جذبات الفت کے مطمئن کرنے پر بھی ابھارے۔ ان حالات کو غالب دنیائے عشق پر ایک غضب سے تعبیر کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۲۰۶

۱۔ لاغر اتنا ہوں کہ اگر تو بزم میں جا دے مجھے   میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

معنی الفاظ: لاغر۔ دبلا۔ پتلا۔ نحیف۔ بزم۔ محفل۔ مجلس۔ جا۔ جگہ۔ ذمہ۔ کفالت۔ جوابدہی۔ بار

تشریح: غالب غم عشق میں گھل گھل کر بہت نحیف ہو گئے مگر معشوق ہے کہ اپنی محفل میں انھیں آنے کی اجازت نہیں دیتا ڈرتا ہے کہ کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔ اپنی اس لاغری کو غالب بزم یار میں شرکت کے لیے وجہ جواز بنا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تو مجھے اپنی بزم میں بلانے سے اس وجہ سے نہ جھجک کہ کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا میں اتنا نحیف ہوں کہ اگر تو مجھے اپنی بزم میں جگہ دے تو یہ میرا ذمہ جو کوئی مجھے دیکھ بھی سکے اور کہے کہ یہ غالب بیٹھا ہے۔

۲۔ کیا تعجب ہے کہ اس کو دیکھ کر آ جائے رحم

وان تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے

معنی الفاظ: تعجب۔ اچنبھا۔ حیرانی۔ رحم۔ ترس۔ حیلہ۔ بہانہ

تشریح: اس شعر میں غالب اپنی انتہائی حالت زار کا ذکر کرتے ہیں کہ کوئی حیرانی کی بات نہیں یعنی عین ممکن ہے کہ اس کو (محبوب) میری حالت پر رحم آ جائے بس ذرا کوئی کسی بہانہ سے مجھے اس تک پہنچا دے۔

۳۔ منہ نہ دکھلا دے نہ دکھلا پر بہ انداز عتاب

کھول کر پردہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

معنی الفاظ: انداز۔ ڈھنگ۔ طریقہ۔ عتاب۔ غصہ۔ آنکھیں دکھانا۔ گھور کر دیکھنا۔ قہر آلود نظر سے دیکھنا۔

تشریح: غالب کا معشوق ان کے سامنے نہیں آتا اور وہ دیدار یار سے محروم ہیں۔ اور اس طرز عمل کو جفا کی ایک صورت خیال کرتے ہیں مگر غالب میدان عشق کے شاہ سوار ہیں کامیابی کا کوئی نہ کوئی طریقہ نکال ہی لیتے ہیں۔ اس شعر میں اسی قسم کا ایک حربہ استعمال کیا ہے۔ جس سے معشوق کی جفا کاری بھی

قائم رہے اور غالب جلوہ یار سے بھی لطف اندوز ہو جائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر تو منہ نہیں دکھلاتا تو نہ دکھلا ذرا پردہ ہٹا کر قہر آلود نظر ہی مجھ پر ڈال دے۔ چہرہ آپ ہی نظر آجائے گا۔

۴۔ یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں
زلف گر بن جاؤں تو شانے میں الجھا دے مجھے

تشریح: شعر میں کوئی خاص بات نہیں محض معشوق کی اس خواہش کا اظہار ہے کہ غالب کسی حالت میں بھی آزاد نہ ہونے پائے کہتے ہیں کہ میرا معشوق میری گرفتاری پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اگر میں اس کی زلف بن جاؤں تو وہ مجھے کنگھی ہی میں الجھا دے۔

غزل نمبر ۲۰۷

۱۔ بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

معنی الفاظ: بازیچہ۔ کھیل کود کا میدان۔ اطفال۔ جمع طفل۔ لڑکا معمولی بات۔ تماشا۔ ناٹک۔ دنیا۔ کائنات۔ موجودہ زندگی۔

تشریح: اس شعر میں غالب نظریہ لاموجود الا اللہ کا بیان کرتے ہیں یعنی کائنات میں جو شے بھی ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتی وجود اگر ہے تو صرف اللہ کا ہے۔

غالب کہتے ہیں کہ یہ کائنات میرے نزدیک بچوں کے کھیل کود کا میدان ہے۔ جہاں سنجیدگی سے کوئی بات نہیں ہوتی اور جو کچھ یہاں ہو رہا ہے وہ ناٹک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا یعنی نقالی ہی نقالی ہے حقیقت نہیں۔

۲۔ اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

معنی الفاظ: کھیل۔ تماشا۔ اورنگ۔ تخت شاہی حکومت۔ سلیمان۔ حضرت داؤد کے بیٹے تھے اور خود بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر اور بادشاہ۔ کہتے ہیں کہ خلاف معمول ان کی حکومت جن و انس۔

چرند پرند۔ حتے کہ ہوا پر بھی تھی۔ اور ان کا تخت ہوا پر ہوائی جہاز کی طرح اڑ سکتا تھا جو آج ممکن ہے عجیب بات معلوم نہ ہو لیکن ایجاد ہوائی جہاز سے قبل قصہ کہانیوں کی خیال آرائی سمجھی جاتی تھی مگر حضرت سلیمان کے معاملہ میں ان کا ایک معجزہ۔ بات۔ ایک وسیع المعنی لفظ ہے مگر یہاں آسان کام یا لہو و لعب سے مراد ہے۔ اعجاز۔ کرامت۔ معجزہ۔ مسیحا۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم۔ یہ بھی بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر ہیں اور خدا نے انہیں مردے زندہ کرنے اور مایوس العلاج مریضوں کو بھلا چنگا کر دینے کی کرامت بخشی تھی۔

تشریح: غالب اس شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں جو باتیں معمولاً ہوتی ہیں وہ تو درکنار خلاف معمول بھی جو باتیں ظہور میں آئی ہیں وہ میرے نزدیک چنداں اہمیت نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ حضرت سلیمان کے تخت کا ہوا میں اڑنا اور حضرت عیسےٰ کا مردوں کو زندہ کر دینا۔

۳۔ جز نام نہیں صورت عالم مجھے منظور

جز وہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے

معنی الفاظ: جز۔ سوائے۔ مگر۔ صورت۔ شکل۔ عالم۔ دنیا۔ جہان۔ منظور۔ تسلیم۔ وہم۔ خیال شک۔ گمان۔ ہستی۔ وجود۔ اشیاء۔ جمع شے کی۔

تشریح: ذرا غور کیا جائے تو یہ شعر نمبر ۱ اور ۲ کی تشریح ہے جو بات پہلے دو اشعار میں اشارۃً کی گئی۔ اس شعر میں صاف الفاظ میں بیان کر دی۔

۴۔ ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے

گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

معنی الفاظ: نہاں۔ پوشیدہ۔ گرد۔ خاک۔ صحرا۔ بیابان۔ گھستا ہے۔ رگڑتا ہے۔ جبیں۔ پیشانی۔ ماتھا۔ خاک پر ماتھا رگڑنا۔ سجدہ کرنا۔ عجز۔ کمتری کی علامت ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میرا جوش جنون اس قدر تند و تیز ہے کہ جب میں صحرا نوردی پر آتا ہوں تو خود صحرا اپنی گرد میں چھپ جاتا ہے اور جب میں رونے پر آتا ہوں تو دریا شکست مان کر ماتھا رگڑنے لگتا ہے۔ گویا دریا کا زمین پر بہنا غالب کی اشک باری کے سامنے اظہار کمتری کرنا ہے۔

۵۔ مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے

تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

تشریح: غالباً غالب کا معشوق اس کے رقیب سے مل کر غالب کے پاس آیا ہے اور ندامت سے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ مرزا سے اپنی غیر موجودگی میں کیا حال رہا دریافت کرتا ہے۔ یہ سب معاملہ بھانپ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو مجھے یہ مت پوچھ کی تیری جدائی میں میرا کیا حال رہا تو ذرا اپنے رنگ کو جو میرے سامنے ہے دیکھ۔ ایک اور جگہ اس قسم کا خیال دوسرے طریق پر بیان کیا ہے۔

تہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے — پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

۶۔ سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں نہ کیوں ہوں؟

بیٹھا ہے بت آئینہ سیما مرے آگے

معنی الفاظ: خود بین۔ خود پسند۔ خود پرست۔ مغرور۔ خود آرا۔ اپنا بناؤ سنگار کرنے والا۔ متکبر۔ سیما۔ ماتھا۔ پیشانی۔ منہ۔ چہرہ۔

تشریح: غالب کا معشوق اس کے مقابل بیٹھا ہے اور وہ خود بھی بنے ٹھنے بیٹھے ہیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا مغرور ہو گیا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ غالب اپنے اس غرور کو موجودہ حالات میں حق بجانب بتاتے ہیں۔ آئینہ بناؤ سنگار کا آلہ ہے اس کا استعمال صورت شکل اور لباس کے عیوب معلوم کرنے ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ انھیں دور کر کے اپنے کو دوسروں کی نظر میں پسندیدہ بنایا جائے۔

غالب کہتے ہیں کہ میں جبکہ آئینے جیسا چہرہ والا معشوق میرے سامنے بیٹھا ہو کیوں نہ خود بین اور خود آرا ہوں یہ تو فطری بات ہے واقعی آپ سچ کہتے ہیں میں خود بین اور خود آرا ہوں۔

۷۔ پھر دیکھیے انداز گل افشانی گفتار

رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

معنی الفاظ: گل افشانی۔ پھول بکھیرنا۔ گفتار۔ بیان۔ تقدیر۔ بول چال۔ پیمانہ۔ شراب کا گلاس جس پر نشان لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ناپنے کا برتن۔ صہبا۔ سفید انگوری شراب

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ میری خوش بیانی دیکھنی ہو تو کوئی انگوری شراب اور جام میرے پاس رکھ دے پھر دیکھیے میرے منہ سے کیسے پھول جھڑتے ہیں۔

۸۔ نفرت کا گمان گزرے ہے میں رشک سے گزرا

کیوں کر کہوں "لو نام نہ ان کا مرے آگے"؟

معنی الفاظ: نفرت ۔ بیزاری ۔ گمان ۔ شبہ، خیال ۔

تشریح: رشک کا جذبہ غالب کی طبیعت میں ایسا رچ بس گیا کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کے معشوق کا نام بھی اس کے سامنے لے مگر نام لینے والے کو روک بھی نہیں سکتا چونکہ ایسا کرنے سے یہ گمان گزرتا ہے کہ غالب کو اس سے (معشوق) نفرت ہے جو نام سننا بھی گوارہ نہیں ۔ اس سے بچنے کے لیے وہ جذبہ رشک کو دبا لیتا ہے اور خاموش رہتا ہے ۔

۹۔ ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

معنی الفاظ: ایمان ۔ ماننا ۔ قبول کرنا ۔ یقین کرنا ۔ دین اسلام کی رو سے خدا، رسول وغیرہ پر یقین رکھنا ۔ کفر ۔ ایمان کی ضد ۔ انکار کرنا ۔ قبول نہ کرنا ۔ کعبہ ۔ قبلہ ۔ بیت اللہ، مرتفع بلند جگہ ۔ کلیسا عیسائیوں کی عبادت گاہ ۔ گرجا ۔

ایمان و کعبہ ۔ علامت ہیں اسلامی تمدن اور ثقافت کی، اس کے خلاف کفر و کلیسا غیر اسلامی تمدن و کفر ثقافت کی ۔

تشریح: غالب کے زمانہ میں انگریزوں کا جو مذہباً عیسائی تھے عملاً پورے ہندوستان پر تسلط ہو چکا تھا ۔ اور اپنی پنشن کی بحالی کی کوشش کے سلسلہ میں انہیں کلکتہ میں کافی عرصہ رہنا پڑا جہاں انگریزی تمدن پوری طرح جلوہ فرما تھا ۔ علاوہ ازیں انگریزی حکام سے ملنے جلنے اور قریب سے دیکھنے کے مواقع بھی ملے ۔ مرزا ان کے تمدن، طرز معاشرت اور حکمرانی کے بلند معیار سے مرعوب ہو گئے لیکن اس کے ساتھ ہی مغلیہ دور میں جو تمدن اور رہن سہن کا طریقہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا تھا وہ بھی ان کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا ۔ ایک طرف دل انگریزوں کی نقالی کرنے کو چاہتا تھا تو دوسری طرف اپنی وضع چھوڑنے پر طبیعت مائل نہیں ہوتی تھی غرض ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہے اور مرتے دم تک فیصلہ نہ کر سکے اس پرانی وضع پر جان دے دی گویا دین مرے اس کشمکش کا حال اس شعر میں بیان کیا ہے ۔

۱۰۔ عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلا مرے آگے

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے مردانہ حسن اور معشوق کو رام کرنے کے سلیقہ کا اظہار کرتے ہیں کہتے کہ اگرچہ میں عاشق ہوں مگر مجھے معشوق کو فریفتہ کرنے کا ڈھنگ بھی آتا ہے۔ یہاں تک کہ لیلا باوجودہ کہ مجنوں کو اپنا عاشق صادق خیال کرتی ہے میری موجودگی میں اسے برا کہنے لگتی ہے اور مجھے اس پر ترجیح دیتی ہے حالانکہ میرا عشق مجنوں کے مقابلہ میں خام ہے لفظ فریبی کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۱۔ خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
آئی شب ہجراں کی تمنا مرے آگے

تشریح: غالب معشوق سے جدائی کی رات میں مرنے کی آرزو کرتے تھے مگر پوری نہیں ہوتی تھی لیکن شب وصل خوشی میں جان نکل گئی یعنی شادی مرگ ہوگئی الغرض نہ مصائب دنیا سے خواہش کے مطابق چھٹکارا ملا اور نہ زندانہ زندگی سے دل بھر کر بہرہ اندوز ہوئے۔ اس کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۱۲۔ ہے موجزن اک قلزم خوں کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا مرے آگے

معنی الفاظ: موجزن۔ ٹھاٹھیں مارنے والا۔ قلزم۔ وہ بحیرہ جو ملک مصر اور عرب کے درمیان واقع ہے۔ مجازاً سمندر۔ اس کو بحرہ احمر بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں بحرہ احمر (RED SEA) خون کی رعایت سے قلزم کے لفظ کا انتخاب قابل توجہ ہے۔

تشریح: غالباً یہ غزل ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ جس کو انگریز غدر اور ہمارے موجودہ دور آزادی کے مفکرین جنگ آزادی کہتے ہیں کے بعد لکھا گیا ورنہ کم از کم یہ شعر تو یقیناً ۵۷ء کے بعد کا اضافہ شدہ ہے۔ اس شعر میں غالب دہلی میں جو کشت و خون ہوا اس کی تصویر کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آجکل شہر دہلی میں خون کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے کاش اس پر اکتفا ہو جائے ورنہ دیکھئے ابھی اس سے بھی زیادہ اور کیسی کیسی مصیبتیں مرے آگے آنے والی ہیں۔

۱۳۔ گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

معنی الفاظ: جنبش ۔ حرکت ۔ دم ۔ زندگی ۔ سانس ۔

تشریح: غالب شراب کے دلدادہ تھے اگرچہ انتہائی ضعف کے باعث صراحی میں سے شراب ساغر میں ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تب بھی ساغر و مینا کو سامنے رکھ کر ہی لذت اندوز ہونا کافی سمجھتے تھے ۔ اس کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔

۱۴۔ ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

معنی الفاظ: ہم پیشہ ۔ ایک ہی کام کرنے والا ۔ حریف ۔ ہم مشرب ۔ ایک ہی مسلک کا ۔ ہم راز ۔ رازدان ۔

تشریح: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے سامنے یہ نہ جانتے ہوئے کہ یہی غالب ہے کوئی صاحب غالب کی برائی کرنے لگے ۔ غالب اپنی بُرائی کرنے سے انھیں باز رکھنا چاہتے تھے ۔ ساتھ ہی متکلم پر یہ بات بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتے تھے کہ وہی غالب ہیں چنانچہ غالب سے ہم پیشہ و ہم مشرب اور ہم راز ہونے کا تعلق ظاہر کرتے ہوئے بُرائی کرنے سے باز رہنے کی خواہش کرتے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ طرز بیان غالب ہی کا حصہ تھا ۔

غزل نمبر ۲۰۸

۱۔ کہوں جو حال تو کہتے ہو "مُدعا کہیے"
تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیئے

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے معشوق کے تجاہل عارفانہ کا بیان کرتے ہیں اور اسے مخاطب کرتے ہیں کہ جب میں اپنا حال دل تجھے سناتا ہوں تو میری غرض کو جانتے ہوئے تو مجھ سے پوچھتا ہے

کہ اس رام کہانی سنانے کا مطلب کیا ہے تو ہی بتا میں اس کا کیا جواب دوں۔

۲۔ نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ "ہم ستمگر ہیں"

مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو "بجا" کہیے

معنی الفاظ: طعن۔ طنز۔ ستمگر۔ ظالم۔ خو۔ عادت۔ بجا۔ ٹھیک۔

تشریح: غالب اپنے محبوب سے کہتے ہیں کہ تم طنزیہ بھی مجھے یہ نہ کہو کہ ہم ظالم ہیں کیونکہ مجھے تو ہر بات پر "بجا" ہے کہنے کی عادت ہو گئی۔ میں تمہارے اس جملہ کا بھی جواب یہی دوں گا اور تم خیال کرو گے کہ واقعی تمہیں ظالم سمجھتا ہوں۔

۳۔ وہ نیشتر سہی پر دل میں جب اتر جاوے

نگاہ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے؟

معنی الفاظ: نیشتر۔ نشتر۔ زخم کھولنے کا اوزار۔ آشنا۔ جان پہچان والا۔ دوست کی جگہ دل میں ہوتی ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ جب نگاہ ناز دل میں اتر جائے اگرچہ وہ نشتر کی طرح اترتی ہے تو اسے آشنا کیوں نہ کہوں دل دوست کا مقام ہے اور اس نے وہ جگہ لے لی اس لیے آشنا ہی کہنا چاہیے۔

۴۔ نہیں ذریعہ راحت جراحت پیکاں

وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

معنی الفاظ: ذریعہ۔ سبب۔ وجہ۔ وسیلہ۔ راحت۔ آرام۔ جراحت۔ زخم۔ پیکان۔ تیر تیغ۔ تلوار۔ دل کشا۔ دل کو خوش کرنے والا۔ دل کو کھولنے والا۔

تشریح: اس شعر میں غالب دل عاشق پر تیر مژگان اور تیغ ابرو کے وار کے اثر کا مقابلہ کرتے ہیں تیر کا زخم سوراخ کی صورت میں ہوتا ہے اور تلوار کا شگاف کی صورت میں کھلا ہوا اور ہلاکت کا امکان زیادہ رکھتا ہے۔ لفظ دل کشا کے لفظی اور اصطلاحی معنی کی مناسبت نے شعر میں جان ڈال دی اور بے ساختہ غالب کی فن کاری کو داد دینی پڑتی ہے۔ دل کھلتا جبھی ہے جب انتہائی مسرت محسوس کرے کہتے ہیں کہ تیر کا زخم موجب آرام و تسکین نہیں ہوتا۔ وہ تو زخم تیغ ہے۔ جسے دل کشا کہہ سکتے ہیں۔

۵۔ جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیئے

جو ناسزا کہے اس کو نہ ناسزا کہیے

معنی الفاظ: مدعی۔ دعوے کرنے والا۔ نالش۔ ناسزا۔ ناواجب۔ نازیبا۔

تشریح: اس شعر میں غالب معلم اخلاق بن گئے کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو تم سے جھگڑیں ان سے مت جھگڑو اور جو تمہیں برا کہیں ان کو برا جواب مت دو بلکہ درگزر کرو۔ عفو انتقام سے بہتر ہے۔

۶۔ کہیں حقیقت جان کاہیٔ مرض لکھیے

کہیں مصیبت ناسازیٔ دوا کہیے

معنی الفاظ: ناسازی۔ ناموافقت۔ جان کاہی۔ جان گدازی۔ جان کے گھلانے والی صفت۔ مرض۔ دکھ۔ روگ۔

تشریح: غالب جان گداز مرض عشق میں مبتلا ہیں اور کوئی دوا موافق نہیں آتی اس امر کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

۷۔ کبھی شکایت رنج گراں نشین کیجیے

کہیں حکایت صبر گریز پا کہیے

معنی الفاظ: شکایت۔ گلہ۔ رنج۔ تکلیف۔ گراں نشین۔ ناقابل برداشت۔ بوجھل۔ حکایت۔ کہانی۔ صبر۔ برداشت۔ بردباری۔ تحمل۔ گریز پا۔ بھگوڑا۔ ناپائیدار۔

تشریح: اس شعر میں غالب نے اپنے دکھ کی شدت اور ناقابل برداشت ہونے کا بیان کیا ہے۔

۸۔ رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے

کٹے زباں تو خنجر کو مرحبا کہیے

معنی الفاظ: خون بہا۔ خون کی قیمت۔ وہ رقم جو قاتل مقتول کے ورثا کو قتل کے معاوضہ میں ادا کرتا ہے۔ مرحبا۔ شاباش۔ آفرین۔

تشریح: اس شعر میں غالب اپنے زمانہ کے الٹے چلن کا ذکر کرتے ہیں کہتے ہیں کہ آج کل الیا زمانہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو بجائے مقتول کے ورثا کو قاتل سے خون بہا دلانے کے الٹا قاتل کو معاوضہ دلانے میں اور زبان کٹنے پر خنجر کی روانی کی داد دینی پڑتی ہے۔ اس شعر کے یہ بھی معنی

ہو سکتے ہیں کہ عشق کی دنیا کی ریت الٹی ہے۔ اس میں بجائے مقتول کے ورثا کے قاتل کو خون بہا پانے کا مستحق خیال کیا جاتا ہے۔ اور زبان کٹنے پر خنجر کو آفرین کہی جاتی ہے نہ کہ نفرین مطلب یہ ہے کہ انصاف مفقود ہے۔

۹۔ نہیں نگار کو الفت نہ ہو نگار تو ہے

روانیِ روش و مستیِ ادا کہیے

معنی الفاظ: نگار۔ نقش۔ تصویر۔ معشوق۔ الفت۔ محبت۔ روانی۔ بہاؤ۔ تیزی۔ روش رفتار۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگر معشوق عاشق سے محبت نہیں کرتا۔ نہ کرے اس کے معشوق ہونے میں کمی نہیں آتی۔ وہ مستحق ہے کہ اس کی رفتار کے بہاؤ اور ادا کی مستی کی تعریف کی جائے۔

۱۰ نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہو

طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

معنی الفاظ: فرصت۔ مہلت دینا۔ آرام پانا۔ فراغت۔ قیام۔ طراوت۔ تازگی۔ خوبی۔ عمدگی۔ گن۔

تشریح: غالب کہتے ہیں کہ اگر بہار کو قیام نہیں ہے نہ سہی۔ بہار کے وجود سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔ پس موسم بہار میں چمن کی تازگی اور ہوا کی عمدگی کا بیان کرو یعنی خوشی کے جتنے لمحے بھی مل جائیں غنیمت خیال کرو اور پورا لطف اٹھاؤ۔

۱۱۔ سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالبؔ

خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

معنی الفاظ: سفینہ۔ کشتی۔ ستم۔ جور۔ ظلم۔ زیادتی۔ ناخدا۔ مرکب ہے ناؤ بہ معنی کشتی و خدا بہ معنی مالک یعنی کشتی کا مالک۔ کشتی چلانے والا۔ ملاح۔

تشریح: غالب انسانی جسم کو کشتی اور زندگی کو سفرِ دریا سے تشبیہہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کشتی کنارے پر آ لگی یعنی زندگی بیت گئی تو اے غالب مالکِ کشتی کی زیادتیوں کا بیان بیکار ہے در گزر کرو۔ دوسرے مصرعہ میں خدا اور ناخدا ہم معنی ہیں۔

غزل نمبر ۲۰۹

(۱) رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے   دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

معنی الفاظ :- **بے باک** : نڈر، بے خوف، دلیر۔

تشریح :- اس شعر میں غالب نے غم عشق میں اپنی شدت گریہ کا اظہار کیا ہے عاشقوں کا رونا ان کے عشق کا راز فاش کر دیتا ہے۔ ضبط گریہ راز عشق ہی چھپانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور جب آنسو بہ نکلے پھر تو افشائے راز کا خوف جاتا رہتا ہے۔ اور عاشق اظہار عشق میں بے باک ہو جاتا ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ رونے سے محبت کا راز تو کھل گیا اور اب کوئی ڈر باقی نہیں رہا پھر ہم اتنے روئے کہ ہماری محبت ہر قسم کی آلائش سے پاک ہو گئی۔

(۲) صرف بہائے مے ہوئے آلاتِ مے کشی   تھے یہ ہی دو حساب سو یوں پاک ہو گئے

معنی الفاظ :- **صرف** : خرچ کرنا۔ **بہا** : مول، قیمت۔ **آلات** : ظروف، برتن۔ **آلات مے کشی** : شراب پینے کے برتن۔ صراحی و جام۔ **حساب پاک ہونا** : حساب صاف ہونا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنی انتہائی عسرت کا بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب ہماری حالت یہ ہے کہ شراب کی قیمت صراحی و جام بیچ کر ادا کی ہے اور شراب پینے کی کوئی صورت نہیں رہی۔ ہماری متاع یہی دو چیزیں تھیں۔ یعنی شراب اور پینے کے برتن سو دونوں سے چھٹکارا ہو گیا۔ غالب کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

(۳) رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم   بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

معنی الفاظ :- **رسوا** : بدنام۔ **دہر** : زمانہ۔ **آوارگی** : سرگردانی، شہدا پن، گنڈا پن اوباشی۔ **طبیعت** : مزاج، عادت، طینت۔ **چالاک** : زیرک، ہوشیار۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اوباشی کا روشن پہلو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگرچہ میں اوباشی کی وجہ سے زمانہ میں بدنام ہو گیا مگر اس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اب کسی سے دھوکا نہیں کھا سکتا اتنا ہوشیار ہو گیا ہوں۔

(۴) کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر   پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

معنی الفاظ: نالہ: فریاد۔ چاک ہونا: پھٹنا، کھل جانا۔
تشریح:۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ جو شخص نالہ بلبل کو بے اثر کہتا ہے غلط کہتا ہے یہ لاکھوں پھول جو کھل رہے ہیں جگر چاکی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہے بلبل کے نالہ کے اثر کا۔ قدرت خیالی قابل غور ہے۔

(۵) پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہلِ شوق کا؟ آپ اپنی آگ کے خس وخاشاک ہو گئے

معنی الفاظ:۔ وجود: ہستی۔ عدم: نیستی۔ اہلِ شوق: عشاق۔ خس وخاشاک: کوڑا کرکٹ، ایندھن۔
تشریح:۔ غالبؔ مخاطب سے کہتے ہیں کہ عاشقوں کے وجود و عدم کے نظریہ کی نسبت کیا پوچھتے ہو یہ تو وہ فرقہ ہے جو اپنی (محبت) آگ میں اپنے وجود (جسم) کو ایندھن بنا کر جلا ڈالتا ہے اور اس طرح اس آگ کو روشن رکھتا ہے یعنی نیستی میں ہستی تلاش کرتا ہے بقول حافظؔ

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۶) کرنے گئے تھے ان سے تغافل کا ہم گلہ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

معنی الفاظ:۔ تغافل: کم نگاہی۔ گلہ: شکوہ۔
تشریح:۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ ہم اپنے محبوب سے کم نگاہی کا شکوہ کرنے گئے تھے لیکن جب اس نے ہم پر ایک نظر ڈالی تو ہم جل کر خاک ہو گئے۔ دوسرے الفاظ میں محبوب کا تغافل بے وجہ نہ تھا۔ درحقیقت ہم نگاہ یار کی تاب نہیں لا سکتے۔ ایک اور جگہ اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

اسی سلسلہ میں "رب ارنی" و "لن ترانی" آیات قرآنی پر غور کیجئے۔

(۷) اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسدؔ کی نعش دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

معنی الفاظ:۔ رنگ: طرز، ڈھنگ۔ نعش: مردہ جسم، میت۔ غمناک: غمگین، رنجیدہ۔
تشریح:۔ غالبؔ بہ زعم خود انتقال فرما گئے اور ان کا محبوب جنازہ اٹھانے کے لیے پہنچ گیا۔ اور میت کو اس انداز سے اٹھایا کہ دوست تو دوست دشمن بھی غمگین ہو گئے۔ دشمنوں کا رنجیدہ ہونا غالبؔ کے ساتھ محبوب کی طرف سے وفا شعاری کے اظہار پر ہوا۔

غزل نمبر ۲۱۰

(۱) نشّہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مستِ طرب　　شیشۂ مے سروِ سبز جوئے بار نغمہ ہے

معنی الفاظ:۔ **شاداب** : ہرا بھرا، سرسبز۔ **رنگ** : رنگ شراب جو صراحی میں ہے۔

ساز : باجہ، ستار، سارنگی وغیرہ۔ **جوئے بار** : بڑی نہر۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب نے اندرون خانہ محفل مے نوشی کا نقشہ کھینچا ہے۔ شراب صراحی میں بھری ہوئی ہے اور مطرب ساز بجا رہا ہے۔ ندی کے کنارے اور سرو کی جو کمی تھی اس کو تخیل سے پورا کر لیا۔ کہتے ہیں کہ مے نوشوں کا نشہ صراحی میں شراب خوش رنگ کو دیکھ کر تازگی حاصل کرتا ہے اور ساز سے نغمہ اس طرح پھوٹتا ہے گویا کہ ایک ندی رواں دواں ہے اس محفل میں شیشہ شراب وہی کیف پیدا کر رہا ہے جو ندی کے کنارے سرو کا پیڑ۔

(۲) ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست

وان تو میرے نالے کو بھی اعتبار نغمہ ہے

تشریح :۔ معشوق نے بزم طرب آراستہ کر رکھی ہے مگر غالب کی رسائی واں تک نہیں ہوئی وہ نالہ کرتا ہے جس پر غالب کے پاس بیٹھنے والا اس کو ایسا کرنے سے منع کرتا ہے کہ عیش معشوق مکدر ہو جائے گا مگر غالب اس کی رائے کو درست تسلیم نہیں کرتے اور نالہ کرنے کے لیے وجہ جواز نکال لیتے ہیں کہتے ہیں اے ہم نشین تیرا یہ خیال کہ میرے نالہ کرنے سے بزم عیش میں خلل پڑتا ہے صحیح نہیں بلکہ اس سے تو اور اس کے عیش میں اضافہ ہوتا ہے چونکہ میرے نالوں کو تو وہاں نغمہ کا درجہ حاصل ہے۔

غزل نمبر ۲۱۱

(۱) عرضِ نازِ شوخیٔ دندان برائے خندہ ہے　　دعوائے جمیعت احباب جائے خندہ ہے

معنی الفاظ :۔ **عرض** : اظہار، بیان۔ **شوخی** : چمک، چلبلا پن۔ **دندان** : دانت۔ **ناز** : فخر، غرور، گھمنڈ۔ **جمیعت** : اطمینان، تسلی، جماعت، مجمع۔ **احباب** : حبیب کی جمع ایک سے زیادہ دوست۔

تشریح :۔ منجملہ دیگر اعضا کے دانت بھی حسن کی تکمیل میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور ان کی چمک دمک اور نشست کو ملحوظ رکھتے ہوئے شعرا ان کو موتیوں کی لڑی سے تشبیہہ دیتے ہیں مگر غالب یہاں ان کو جمعیت احباب سے اکثر یہی دیکھنے میں آیا کہ انسانی اعضا میں شکست و ریخت حسن کا باعث اول دانت ہی ہوتے ہیں جو ایک ایک کر کے گرنے لگتے ہیں اور دوسرے اعضا کی خوبصورتی کو بھی ماند کر دیتے ہیں۔

غالب کے معشوق کو اپنے خوبصورت دانتوں پر فخر ہے اور حسن اپنے اظہار کے لیے ہمیشہ بے قرار رہتا ہے۔ دانتوں کی خوبصورتی خندہ یعنی ہنسی ہی کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے۔ انہی باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالب نے یہ شعر کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ معشوق کو اپنے دانتوں کی خوبصورتی پر جو فخر ہے اور جس کا وہ اظہار ہنس کر کرتا ہے وہ اپنی جگہ فطری ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ گمان کرنا کہ یہ مجلس احباب دندان اسی طرح جمی رہے گی مضحکہ خیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں کم دیر پا چیز پر ناز کرنا قابل تحسین نہیں کہا جا سکتا۔

(۲) ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل   یک جہاں زانو تامّل در قفائے خندہ ہے

معنی الفاظ :۔ **عدم** : نیستی کا عالم۔ **غنچہ** : پھول کی کلی۔ **محو** : مستغرق، ڈوبا ہوا۔ سوچ میں پڑا ہوا۔ **عبرت** : نصیحت پکڑنا، متنبہ ہونا۔ **انجام** : آخر۔ **یک جہان** : اظہار کثرت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ایک دنیا، ایک عالم۔ **زانو** : گھٹنا۔ **تامّل** : سوچ بچار، فکر، اندیشہ۔ **در** : میں۔ **قفا** : پیچھے، بعد، گدی۔ **خندہ** : ہنسی۔

تشریح :۔ غالب کہتا ہے کہ کلی ابھی عالم نیستی ہی میں ہے کہ اپنا انجام پھول کی صورت میں کھل کر پنکھڑیوں کا تتر بتر ہو جانے کا خیال کر کے سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے کہ جب وہ یا وہ نیست و نابود ہونے کا سامنا ہے تو ایسے وجود میں آنے سے کیا فائدہ۔ دوسرے مصرعہ میں اس تصور سے ایک کلیہ اخذ کر کے کہتے ہیں کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ہنسی کے بعد غم و اندوہ کے ایک طوفان سے واسطہ پڑتا ہے یعنی دنیا میں ایک لمحہ خوشی کا ملے تو ہزاروں لمحے رنج و غم کے ملتے ہیں۔

(نوٹ) زیادہ سوچ بچار کے وقت انسان گھٹنوں پر سر رکھ لیتا ہے۔

(۳) کلفت افسردگی کو عیش بے تابی حرام　　ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

معنی الفاظ :۔ **کلفت** : رنج، مصیبت ۔ **افسردگی** : پژمردگی، کملاہٹ، مایوسی ۔ **عیش** : آرام، چین، کلفت کی ضد ۔ **بے تابی** : بے قراری ۔ **حرام** : ممنوع، نا روا ۔ **دندان در دل افشردن** : جان جوکھوں میں ڈالنا، ہمت مردانہ، جرأت رندانہ کرنا ۔ **بنا** : بنیاد ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ حصول مقصد سے مایوسی بھی کلفت و رنج کی حامل ہوتی ہے اور مقصد کے حاصل کرنے کے لیے جد و جہد میں بھی تکلیف کا عنصر ہے مگر دونوں میں بہت فرق ہے (افسردگی) ایک سراسر مصیبت ہے اور دوسری (جد و جہد) میں لذت پوشیدہ ہے جو حصول مقصد کے بعد ملتی ہے ۔ دوسرے الفاظ میں سچی خوشی جس کی علامت ہنسی ہے ہمت مردانہ و جرأت رندانہ کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ۔ خداوند کریم نے صحیح فرمایا " ان مع العسر یسرا " تحقیق کہ محنت کے بعد راحت ہے ۔ غالب تو یہ نظریہ رکھتے تھے کہ حصول مقصد کے لیے کوشش بھی بذات خود لذیذ ہوتی ہے خواہ مقصد پورا ہو یا نہ ہو ۔ اور مایوسی سے پناہ مانگتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ؎

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی　　وہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

(۴) سوزش باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں　　دل محیط گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

معنی الفاظ :۔ **سوزش** : جلن، تپش ۔ **باطن** : پوشیدہ، اندرونی ۔ **محیط** : دائرہ، احاطہ کرنے والا ۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے احباب ظاہر بین ہیں جو مجھے ہنستا دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ مجھے کوئی رنج نہیں ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرے دل میں رُلا دینے والے رنج و غم کے سوا اور کچھ نہیں ہے محض لبوں پر مسکراہٹ ہے جو سطحی ہے ۔ یہی " لب آشنائے خندہ " ہی غالب کو میر اور فانی سے المیہ شاعری میں ممتاز کرتا ہے ۔ حالانکہ " دل محیط گریہ " میں تینوں شریک ہیں ۔

(۵) حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے　　آئینہ زانوئے فکر اختراع جلوہ ہے

معنی الفاظ :۔ **بے پروا** : مستغنی، بے نیاز۔ **حسن** : معشوق۔ **خریدار** : خواہشمند۔ **متاع** : پونجی، اثاثہ، مال تجارت۔ **جلوہ** : دیدار، نمائش۔ **اختراع** : نئی بات نکالنا، ایجاد۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتا ہے کہ معشوق اگرچہ بظاہر ہر چیز سے بے نیاز معلوم ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے خودنمائی کی خواہش رکھتا ہے اور اس کی اس خواہش کے حصول میں آئینہ جلوہ نمائی کے لیے نئے نئے ڈھنگ نکالنے میں اسی طرح مدد کرتا ہے جیسے فکر کی حالت میں زانو پر سر رکھ کر انسان فکر دور کرنے کا ذریعہ معلوم کر لیتا ہے۔

(۶) تا کجا اے آگہی رنگ تماشا باختن؟ چشم وا گردیدہ آغوش وداعِ جلوہ ہے

معنی الفاظ :۔ **تا کجا** : کہاں تک۔ **آگہی** : واقفیت۔ علم یہاں واقف کار، علم رکھنے والا۔ مرد آگاہ مراد ہے۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتا ہے کہ اے مرد آگاہ کب تک اس تماشہ (کارگاہ ہستی) کے دیکھنے میں لگا رہے گا۔ جب آنکھ کھل جاتی ہے یعنی حقیقت شناس ہو جاتی ہے تو ظاہر یعنی ماسوا کو خیرباد کہہ دیتی ہے مطلب یہ ہے کہ حقیقت کا علم ہو جانے پر مجاز میں محویت نہیں رہتی۔

غزل نمبر ۲۱۲

(۱) جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

معنی الفاظ :۔ **دہان** : منہ۔ **راہ سخن** : بات چیت کا راستہ، گفتگو کی صورت۔ **وا کرنا** : کھولنا۔

تشریح :۔ غالبؔ کہتا ہے اے معشوق معمولی حالات میں تو تجھ سے بات چیت کا موقع ملنا دشوار ہے اس کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ محبت کا گہرا گھاؤ دل پہ کھائے اور نالہ و فغاں کی صورت میں لب ہائے زخم دل سے اپنا حال تجھے سنائے۔

(۲) عالم غبار وحشت مجنوں ہے سر بہ سر کب تک خیال طرۂ لیلا کرے کوئی

معنی الفاظ :۔ **عالم** : جہان، دنیا۔ **غبار** : گرد۔ **وحشت** : پریشانی، گھبراہٹ

دیوانگی، آوارگی۔ **مجنوں** : قیس، عرب کا مشہور عاشق، مثالی عاشق۔ **سر بہ سر** : سراسر، یکسر، مکمل، تمام۔ (طرہ پریشان۔ بکھری ہوئی زلف) **طرہ** : پیشانی کے بال، زلف۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب نے مجنوں کا لفظ ان حکما کے لیے استعمال کیا ہے جو حسن ازلی کی تلاش میں تمام عمر سرگرداں رہے اور پھر بھی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ افلاطونی نظریہ کے مطابق کائنات کی تمام چیزیں بذاتہ کوئی اصلیت نہیں رکھتیں وہ مفکر کے انداز فکر کا نتیجہ ہیں اور بس۔

غالب نے اسی نظریہ کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہتا ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں حکماء کے خیالات پریشانی کی اڑائی ہوئی گرد ہیں جن میں حقیقت چھپ کر رہ گئی اور تنگ آکر کہتا ہے کہ کب تک طرہ لیلا کی تلاش جاری رکھی جائے جس کا اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا ایک اور جگہ کہا ہے ؎

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے　　تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

حافظ نے اس کا حل بتا دیا ؎

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو　　کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معمہ را

(۳۳) افسردگی نہیں طرب انشائے التفات　　ہاں درد بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

معنی الفاظ :۔ **افسردگی** : پژمردگی، سرد مہری۔ **طرب** : خوشی، **التفات**، مہربانی، توجہ۔ **انشا** : عبارت لکھنا، پیدا کرنا، شروع کرنا۔ **درد** : (عشق) کا اصلی مقام دل ہے۔

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ سرد مہری محبوب کی مہربانی سے پیدا ہونے والی خوشی کو جنم نہیں دے سکتی البتہ اگر سراپا درد یعنی عشق کا مجسمہ بن جائے تو ممکن ہے معشوق کے دل میں جگہ پا سکے۔ ہمدردی اس کے ساتھ ہوتی ہے جو درد میں مبتلا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی مہربانیوں کا لطف اٹھانا ہو تو عاشق صادق بنیئے۔

(۳۴) رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے　　آخر کبھی تو عقدہ دل وا کرے کوئی

معنی الفاظ :۔ **ندیم** : دوست، ہمنشین۔ **ملامت** : برا بھلا کہنا، جھڑکنا۔ **عقدہ** : گرہ، گانٹھ۔ **وا کردن** : کھولنا۔

تشریح :- غالب محبوب کی جدائی میں روتے ہیں ان کا ہم نشین ایسا کرنے پر انہیں جھڑکتا ہے کہ یہ کیا حماقت ہے غالب اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے دوست رونے پر مجھے برا مت کہہ آخر دل کی گھٹن دور کرنے کا بھی کوئی وقت ہونا چاہیئے ۔

(۵) چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی   کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

معنی الفاظ :- راہ : راستہ ۔ پرسش : آؤ بھگت ، عزت ، استفسارِ حال کرنا ۔

تشریح :- جب محبت عشق کی حدود میں داخل ہوتی ہے تو وحشت کا اظہار گریباں چاکی سے ہوتا ہے اور جب انتہائے عشق ہوتی ہے تو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دل خون ہو کر بہہ جاتا ہے ۔ غالب کا معشوق نہایت سنگ دل واقع ہوا ہے اور باوجودیکہ غالب کا عشق اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور لختِ جگر خارج ہونے لگے مگر وہ اس کا حال پوچھنے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتا ایسی حالت میں مایوس ہو کر غالب کہتے ہیں کہ جب جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوتا دیکھ کر اس کا دل نہ پسیجا تو گریبان چاک کرنے کا کیا فائدہ ۔ یہ تو گریبان چاکی کی بھی رسوائی کرنا ہے ۔

(۶) لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل   تا چند باغبانیٔ صحرا کرے کوئی

معنی الفاظ :- باغبانی : باغ لگانا ، باغ کی نگہداشت کرنا ۔ صحرا : جنگل ۔

تشریح :- اس شعر میں بھی وہی تخیل کار فرما ہے جو شعر نمبر ۵ میں ہے ۔ اور غالب اپنے عشق کی انتہا کا اظہار کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ محبوب کے عشق میں اس قدر صحرا کی خاک چھانی کہ ہر کانٹے کی نوک پر جگر کا ایک ٹکڑا اٹکا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہر رگِ خار ، شاخِ گل معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بھی معشوق کی توجہ کا باعث نہ بن سکی آخر کب تک اس طرح صحرا کی باغبانی کی جائے ۔

(۷) ناکامیٔ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز   تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

معنی الفاظ :- برق : بجلی جو نہایت چمکدار اور زود قیام جو آناً فاناً ہونے کی وجہ سے چکا چوند کر دیتی ہے اور پوری طرح دیکھی نہیں جا سکتی ۔ نظارہ سوز : جو حسن بینائی کو زائل کر دے ۔ چکا چوند پیدا کر دے ۔

تشریح :- محبوبِ حقیقی کے باوجود موجود ہونے کے نظر نہ آنے کی وجہ غالب خیرہ کن تجلیٔ حق کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا جلوہ بجلی کی طرح چکا چوند پیدا کرنے والا ہے اس لیے میں

تجھے نہیں دیکھ سکا اور نہ کوئی اور تیرا دیدار کر سکتا ہے۔ ابتدا میں حضرت موسیٰؑ کی اس خواہش کہ "اے رب مجھے اپنا دیدار کرا" کے جواب میں اللہ میاں نے برق کی صورت میں تجلی دکھائی تھی جس کی تاب حضرت موسیٰؑ نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تو غالب حضرت موسیٰؑ کے اس تجربہ سے مایوس نہیں ہوئے اور سیر طور کے لیے تیار ہوئے۔ کہتے ہیں ؎

لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب　　آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

لیکن دوران سیر کچھ نہ پا کر ان الفاظ میں تقاضائے دیدار کیا ؎

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر　　دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

گویا اس معاملہ میں اپنی استقامت کو طور سے زیادہ خیال کرتے ہیں لیکن پختگی رائے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے وہ اس شعر میں بیان کر دیا اور چشم ظاہر بین سے مشاہدہ حق کی کوشش عبث پائی۔

(۸) ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست　　نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی

معنی الفاظ:۔ **سنگ**: پتھر۔ **خشت**: اینٹ۔ **صدف**: سیپی۔ **گوہر**: موتی۔ **شکست**: ٹوٹ پھوٹ، ناکامی، ہار، مصیبت۔

تشریح:۔ عاشق صادق محبت کی راہ میں جو مصیبت پیش آئے حتی کہ ناکامیابی میں بھی ایک لذت محسوس کرتا ہے اور اس کی تمنا کرتا ہے گویا شکست آرزو اس کا گوہر مراد ہے اسی خیال کے تحت غالب کہتے ہیں کہ ہر وہ پتھر یا اینٹ جو بچے عاشق پر دیوانہ سمجھ کر پھینکتے ہیں، گوہر شکست کا اسی طرح حامل ہے جیسے سیپی موتی کو لیے ہوتی ہے اس لیے عاشقی کا سودا کوئی نقصان کا سودا نہیں جو اس سے بچا جائے بلکہ نفع کا سودا ہے، ضرور کرنا چاہیئے اسی خیال کو ایک اور جگہ دوسرے طریق پر ادا کیا ہے ؎

ہے سنگ پر برات معاش جنون عشق　　یعنی ہنوز منت طفلاں اٹھائیے

(۹) سر بر ہوئی نہ وعدہ صبر آزما سے عمر　　فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

معنی الفاظ:۔ **سر بر ہونا**: کفایت کرنا۔

تشریح:۔ غالب کے معشوق نے ملنے کا وعدہ کیا مگر تمام عمر انتظار میں بیت گئی اور وعدہ

پورا نہ ہوا۔ اسی امر کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرے صبر آزما وعدہ کے مقابلہ میں میری عمر کامیاب نہ ہو سکی۔ تیری ملاقات کی تمنا اس مختصر سی عمر میں بے سود ہے۔

(۱۰) ہے وحشت طبیعت ایجاد یاس خیز   یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

تشریح :۔ غالب طبعاً جدت پسند واقع ہوئے ہیں مگر اپنی جدت آفرینی کے نتائج حسب توقع نہ دیکھ سکے اور لوگوں نے اس کی پوری پوری داد نہ دی۔ یہ صورت مایوس کن معلوم ہوتی ہے مگر غالب اپنی روش ترک کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ اس کو زندگی کے لوازمات میں سے خیال کرتے ہیں اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ جدت پسند طبیعت کا نئی نئی چیزیں پیدا کرنے کا جنون کی حد تک جذبہ مایوس کن ہے مگر یہ درد ایسا نہیں جسے کوئی پیدا نہ کرے زندگی کا مزا تو اسی میں ہے۔

(۱۱) بے کاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل   جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ دیوانگی کے عالم میں جب کوئی شغل نہ ہو تو سر پیٹنے کا ہو سکتا ہے لیکن جب ہاتھ بھی سر پیٹتے پیٹتے ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے۔ انتہائی مایوسی کا اظہار مقصود ہے۔

(۱۲) حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسدؔ   پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

معنی الفاظ :۔ حسن : رونق، جوبن۔ فروغ : روشنی، چمک دمک۔ شمع سخن : شاعری کی موم بتی، شاعری۔ گداختہ : نرم پگھلنے والا، حرارت عشق سے گرمایا ہوا۔

تشریح :۔ موم بتی کے شعلہ کی چمک دمک کا انحصار موم کے پگھلنے پر ہے جتنا موم پگھلتا جائے شعلہ ابھرتا جائے گا۔ اور زیادہ روشنی دے گا اسی عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالب اشعار کے اثر کا انحصار شاعر کے دل کی گدازی پر خیال کرتے ہیں اور اپنے اشعار کو جس معیار پہ دیکھنا چاہتے ہیں پورا اترتا نہیں پاتے چنانچہ کہتے ہیں کہ اسدؔ ابھی تمہارے کلام میں اپنے ارد گرد ماحول کو تصور کرنے کی پوری صلاحیت پیدا نہیں ہوئی اس کے لیے مزید گداختگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آتش عشق اور تیز کرو۔

غزل نمبر ۲۱۳

(۱) ابن مریم ہوا کرے کوئی — میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

معنی الفاظ:۔ ابن مریم: مریم کا بیٹا، حضرت عیسیٰؑ کی کنیت ہے جو بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے اور عیسائی مذہب کے بانی۔ بظاہر ناقابل علاج امراض کے مریضوں کو بھلا چنگا کرنا تھے کہ مُردوں کو زندہ کر دینا ان کے معجزات تھے۔ دکھ: درد۔ مرض: یہاں مرض عشق مراد ہے۔

تشریح:۔ غالب عشق کو لاعلاج مرض خیال کرتے ہیں اور اسی خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ کی طرح جملہ امراض انسانی کا علاج کر بھی دیتا ہو مگر میں تو اس کی شفا بخشی کا قائل اس وقت ہوں گا جب وہ میرے دکھ یعنی درد عشق کا علاج کر دے۔ اسی خیال کا اظہار کئی اور اشعار میں کیا ہے ؎

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا — درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

؎ پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا — یوں ہو تو چارہ غم الفت ہی کیوں نہ ہو

(۲) شرع و آئین پر مدار سہی — ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

تشریح:۔ حسینوں کے پاس عاشقوں کے قتل کرنے کے ہتھیار ان سے مختلف ہوتے ہیں جو عام طور پر ایک انسان دوسرے انسان کو قتل کرنے میں استعمال کرتا ہے اور جس کے استعمال سے ہلاکت پر قاتل کو مجرم قرار دیا جا کر قانون سزا کا مستوجب سمجھا جاتا ہے لیکن تیر مژگان۔ تیغ ابرو۔ دشنہ ناز اور غمزہ کا خنجر استعمال کرنے والوں کو نہ شریعت میں مجرم قرار دیا گیا ہے اور نہ ملکی رواج یا دوسرے قانون کے تحت۔ غالب نے معشوقوں کی اسی ہلاکت آفرینی کے خلاف اپنی بے بسی کا اظہار احتجاجاً اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مان لیا ملک میں شریعت اور رواج کی رو سے انصاف کیا جاتا ہے اور کوئی رو رعایت نہیں کی جاتی مگر ایسے قاتلوں کا جو نہ شریعت کے تحت قاتل قرار دئے جا سکتے ہوں اور نہ رواج کے تحت۔ کوئی کیا بتا سکتا ہے ایسی حالت میں عاشق دادرسی کے لیے کس کے پاس جائیں۔

(۳) چال جیسے کڑی کمان کا تیر — دل میں ایسے کے جا کرے کوئی

معنی الفاظ:۔ چال: رفتار۔ کڑی: سخت۔ کڑی کمان سے چھوڑا ہوا تیر نہایت

تیزی سے نکلتا ہے۔ اور بعض دفعہ نشانہ پر پہنچنے سے پہلے نظر بھی نہیں آتا۔ دل میں
جگہ پانا: محبت پیدا کرنا، عزت حاصل کرنا۔
تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میرا معشوق ایسی تیزی کے ساتھ سامنے سے گزر جاتا ہے کہ اس کے دل پر اپنا اثر پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ استعمال ہی نہیں کر سکتے نہ آہ کا موقع ملتا ہے نہ فریاد کا اور نہ وہ حالت زار ہی دیکھ پاتا ہے۔

(۴) بات پر واں زبان کٹتی ہے — وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

معنی الفاظ:۔ واں: وہاں، مجلس معشوق۔
تشریح:۔ اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی بزم کا حال بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی بزم میں بولنے کی اجازت نہیں ہے وہاں تو یہ حال ہے کہ وہ کہے جائیں اور دوسرے سنے جائیں ایسی بزم میں کوئی جا کر کیا لے۔

(۵) بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں یہ اشعار جذبۂ عشق کے زیر اثر کہہ رہا ہوں خدا کرے ان کو کوئی نہ سمجھ سکے اور میرا رازِ عشق چھپا رہے۔

(۶) نہ سنو گر برا کہے کوئی — نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
(۷) روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

تشریح:۔ ان دونوں اشعار میں غالب ایک صالح معاشرہ میں انسان کا کیا رویہ ہونا چاہیئے، بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر کوئی بُرا کہے تو اَن سنی کر دو یعنی اگر تمہیں کوئی برا کہتا ہے درگزر کرو اور اگر کسی دوسرے کی برائی کرتا ہے تو اس تک نہ پہنچاؤ جس کی برائی کرتا ہے اور اگر کوئی برائی کرتے دیکھو تو اس کا ذکر نہ کرو کسی کو ایسا کام کرتے دیکھو جو اسے نہیں کرنا چاہیئے تو اسے باز رہنے کی ہدایت کرو اور اگر سہواً غلطی ہو جائے تو معاف کر دو۔

(۸) کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند — کس کی حاجت روا کرے کوئی

تشریح:۔ اس شعر میں غالب ایک اور حقیقت زندگی کا اظہار کرتے ہیں کہتے ہیں ہماری اس دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ہر قسم کی حاجت سے بے نیاز ہو اور جو خود حاجتمند ہو وہ

کسی دوسرے کی کیا حاجت روائی کرے گا یعنی حاجت روائی کے لیے خداوند کریم کی ذات بے نیاز ہی کی طرف رجوع کرو اپنے جیسے حاجتمند انسانوں کی طرف نہیں۔

(۹) کیا کیا خضرؑ نے سکندر سے؟ اب کسے رہنما کرے کوئی

تشریح :- حضرت خضر ایک روائتی بزرگ جن کی طرف پیغمبری بھی منسوب کی جاتی ہے مگر قرآن کریم میں جن پیغمبروں کا ذکر ہے ان میں ان کا نام نہیں آتا البتہ سورہ کہف میں ذکر ہے کہ ایک مرد دانا کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہوئی تھی اور انھوں نے غیر معمولی علمیت کا اظہار کیا تھا جو منجانب اللہ ہی ہو سکتی ہے اکثر انہی کو خضر خیال کرتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ بھی روایت ہے کہ بھولے بھٹکوں کو منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور آب حیات پی لینے سے عمر دوام پائی ہے کہتے ہیں کہ سکندر چشمہ حیوان (آب حیات کا چشمہ) کی تلاش میں تھا خضر اس کو مل گئے اور وہاں تک پہنچا دیا یہاں دیکھا کہ بہت سے نیم مردہ پڑے ہیں وجہ پوچھی تو جواب ملا کہ اس چشمہ کا پانی پیا ہے۔ زندگی دوام تو مل گئی مگر قوت عمل نہیں رہی یہ سن کر سکندر نے آب حیات پینے کا ارادہ ترک کر دیا اور لوٹ آیا۔ اسی قصہ کی طرف اشارہ کر کے غالب کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز مقدر میں نہیں ہوتی تو خضر جیسے بزرگ کی راہ نمائی بھی بے کار ہو کر رہ جاتی ہے کسی اور شاعر نے کہا ہے ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از راہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

(۱۰) جب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

معنی الفاظ :- توقع : امید۔ گلہ : شکوہ۔

تشریح :- شکوہ عام طور پر اسی سے ہوتا ہے جس سے کوئی امید ہوتی ہے، جب توقع ہی باقی نہیں رہی تو گلہ کا کیا سوال۔

غزل نمبر ۲۱۴

(۱) بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے؟ غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

معنی الفاظ :- گیتی : دنیا، جہان، عالم۔ کوثر :- بڑا سخی، بہشت کی ایک نہر کا نام ہے

جنت کا حوض ۔ ساقی کوثر : آنحضرتؐ رسول اکرم ۔ غلام : بندہ ، امتی ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب اپنے مصائب کی کثرت کا ذکر کرتے ہیں اور شراب نوشی کی وجہ، اس رنج کو دور کرنے کے لیے بتاتے ہیں کہتے ہیں غم روزگار زیادہ سہی مگر اس کے دور کرنے کے لیے شراب بھی تو کم نہیں ہے اور چونکہ میں ساقی کوثر کا غلام ہوں اس لیے شراب کے وافر مقدار میں ملنے کی طرف سے بھی بے فکری ہے ۔

(۲) تمہاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

معنی الفاظ :۔ **طرز و روش** : ہم معنی لفظ ہیں ۔ طریق، ڈھنگ، برتاؤ ۔ **لطف** : مہربانی ۔ **ستم** : ظلم، جور ۔

تشریح :۔ غالب کا محبوب اس کے رقیب کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے اور اس میں بہ ظاہر ظلم کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا ۔ مگر یہی طرز عمل غالب کے ساتھ ظلم کا مترادف ہے ۔ اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔

(۳) کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلاوے کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بہ خم کیا ہے

معنی الفاظ :۔ **خم بہ خم** : بل کھاتی ہوئی ۔

تشریح :۔ غالب کے محبوب کی زلف سیاہ غیر معمولی لمبی اور بلدار ہے ۔ سیاہی میں اندھیری لمبی رات سے مشابہت رکھتی ہے اور بلدار ہونے میں سیاہ ناگ سے ملتی ہے مگر نہ رات کی طرح کٹنے (ختم) والی اور نہ سانپ کی طرح ڈسنے والی ۔ غالب اس تذبذب میں ہیں کہ اسے کیا کہیں ۔ اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔ اسی تذبذب کا بیان ایک اور جگہ ان الفاظ میں کیا ہے ؎

نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

(۴) لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود کسے خبر ہے کہ واں جنبش قلم کیا ہے؟

معنی الفاظ :۔ **احکام** : جمع حکم، کسی کی تقدیر کے متعلق وہ پیشین گوئیاں جو نجومی ستاروں کی گردش کے حساب سے کرتے ہیں ۔ **طالع** : نصیب، اقبال ۔ **مولود** : بچہ ۔ **واں** : مخفف وہاں کا، دفتر قضا و قدر ۔ **جنبش قلم** : تحریر ۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب نجومیوں کی پیشین گوئیوں کو ناقابل اعتبار بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ نجومی بچہ کی پیدائش کے وقت ستاروں کی گردش کے حساب سے اس کے نصیب کے متعلق کچھ بھی لکھیں مگر ان کے لکھے کا اعتبار مت کرو۔ خالق کے دفتر میں بچہ کے نصیب میں کیا لکھا گیا کسی کو خبر نہیں ۔

(۵) نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے؟

معنی الفاظ :۔ حشر : بھیڑ، انبوہ، روز حساب۔ نشر : زندہ کرنا، زندہ ہونا۔ کیش : عقیدہ۔ ملت : قوم، دین۔

تشریح :۔ شعرا محبوب کو کافر بھی کہتے ہیں۔ دین اسلام کی رو سے روز حساب اور قیامت کے دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ جز وایمان ہے۔ غالب کا معشوق دونو باتوں کا قائل نہیں دین اسلام کی شریعت میں قسم اسی کی قابل اعتبار ہے جو متقی ہو اور وہ وہی ہو سکتا ہے جو مندرجہ بالا عقاید رکھتا ہو۔ جب یہ صورت نہ ہو تو ایسے کی قسم بے اعتبار ہے اپنے معشوق کی یہ خصوصیات بیان کر کے غالب اس شعر میں اس کی قسم کو نا قابل قبول تبلاتے ہیں۔

(۶) وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہمدم وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے

معنی الفاظ :۔ داد : انصاف، عمل، عطا، بخشش۔ دید : نگاہ : نظر۔ گران مایہ : بیش قیمت۔ ہمدم : دوست، یار۔ مہر سلیمان : حضرت سلیمان کی مہر جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ اور اس کی وجہ سے انسانوں کے علاوہ دیو جن اور پری ان کے تابع فرمان تھے۔ و جام جم : جام جمشید۔ جام جہاں نما وہ روائتی پیالہ جس میں جمشید شاہ ایران تمام حالات۔ حال و مستقبل دیکھ لیتا تھا۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مہر سلیمان اور جام جم سے جو باتیں منسوب کی جاتی ہیں وہ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں بلکہ دیو جن وغیرھم حضرت سلیمان کے انصاف اور ان کی عطا و بخشش کی وجہ سے ان کے تابع فرمان تھے اگر ان میں یہ صفات نہ ہوتیں تو محض مہر بے اثر ہوتی اسی طرح جام جم جہاں نمائی اسی لیے کرتا تھا کہ جمشید چشم دور بیں رکھتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پیالہ ایک احمق کو جہان کے حالات نہیں بتا سکتا تھا دوسرے الفاظ میں یوں

کہہ لیجیئے کہ ایک عادل اور سخی بادشاہ کو مہر سلیمان کی ضرورت نہیں اور نہ فہیم و دور اندیش حاکم کو جام جم کی۔

(۷) سخن میں خامۂ غالبؔ کی آتش افشانی یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

معنی الفاظ:- **سخن**: شعر۔ **خامہ**: قلم۔ **آتش افشانی**: آگ برسانا، پرسوزی۔ **دم**: طاقت، ہمت۔

تشریح:- اس شعر میں غالبؔ اپنے اس زمانہ کے کلام کا پرسوز ہونا بیان کرتے ہیں جب کہ ان کی رگوں میں خون زندگی نہ صرف دوڑتا تھا بلکہ آنکھوں سے بھی ٹپکتا تھا ساتھ ہی آخری عمر کے کلام میں وہ تپش نہ ہونے کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں کہ دم باقی نہیں رہا ایک اور جگہ کہا ہے ؎

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

غزل نمبر ۲۱۵

(۱) باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

معنی الفاظ:- **خفقان**: جنون، سودا، وحشت۔ **خفقانی**: سودائی، وحشت زدہ۔ یہ اشارہ قریب کے لیے۔ یہاں یہ معنی یوں، اس طرح۔ **افعی**: ایک نہایت زہریلا سانپ کالا ناگ۔

تشریح:- اس شعر کا پورا لطف اٹھانے کے لیے پرواز تخیل کی ضرورت ہے ذرا تصور کیجیئے سورج نکل چکا ہے آپ باغ میں گلاب کے پیڑوں کے پاس ٹہل رہے ہیں ایک شاخ پہ پھول کھلا ہوا ہے اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی ہے اور شاخ کی جنبش کے ساتھ سایہ بھی۔ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ گلاب کے پھول کا سایہ سانپ کے پھن کی جگہ لے لیتا ہے اور شاخ اس کے جسم کی صورت نظر آتی ہے۔ یہ نقشہ تو تصور میں کھینچی ہے لیکن دیکھنے والا سودائی ہو تو اسے حقیقت نظر آتا ہے اور وہ ڈر جاتا ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار غالبؔ نے اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں جوشِ جنوں کی حالت میں باغ کی سیر کو جاتا ہوں تو سایۂ گل مجھے افعی نظر آتا ہے اور میں ڈر جاتا ہوں۔

(۲) جوہر تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم! ہوں میں وہ سبزہ کہ زہر آب اُگاتا ہے مجھے

معنی الفاظ :- سر چشمہ : سوتا، منبع دیگر : دوسرا، علاوہ۔ معلوم : ناممکن، دشوار۔ زہر آب : وہ پانی جس میں زہر ملا ہوا ہو۔ غم، غصہ، تیزاب۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے آپ کو ایک جوہر دار تلوار سے تشبیہہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح تلوار میں چمک اور برش تیزاب کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں آسکتی اسی طرح میرے کلام میں شادابی غم اور سوز ہی کی پیدا کردہ ہے یہ معلوم ہوتا ہے جس دل گداختگی کی تمنا کا اظہار غالب نے ایک اور شعر میں کیا ہے پوری ہو گئی۔

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

(۳) مدّعا محو تماشائے شکستِ دل ہے آئینہ خانے میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے

معنی الفاظ :- مدعا : غرض۔ محو : منہمک، ڈوبا ہوا۔ تماشا : نظارہ۔ شکست : ٹوٹنا۔ آئینہ خانہ : وہ کمرہ جس میں چاروں طرف شیشے جڑے ہوں اور ہر شیشہ میں جداگانہ عکس نظر آتا ہے۔ مصرعہ ثانی میں کوئی سے مراد معشوق ہے۔ دل کو شعرا اس وجہ سے کہ اس میں وہ ہر چیز کا عکس دیکھ سکتے ہیں جس کا کہ تصور کیا جائے آئینہ سے تشبیہہ دیتے ہیں۔

تشریح :- غالب اپنے معشوق کے ملنے سے مایوس ہو چکا ہے اور اب تصور ہی میں اس کے دیدار کی صورت باقی رہ گئی جو شکستہ دل کی صورت میں زیادہ باعث تسکین و حیرانی ہو سکتی ہے چنانچہ یہی آرزو دل میں رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مدعا تو محو تماشائے شکست دل ہوتا ہے اور یہ کام محبوب نے آسان کر دیا کہ اس نے ہمارے دل کو توڑ کر آئینہ خانہ بنا دیا جس میں ہر ٹکڑے میں بہ نگاہ تصور ہم اس کی صورت دیکھ کر محو تماشہ ہو جاتے ہیں۔

(۴) نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے

معنی الفاظ :- نالہ : فریاد۔ سرمایہ : پونجی، اثاثہ، حاصل۔ یک عالم : تمام جہان، زمین پر بسنے والی تمام مخلوق۔ کف خاک : مٹھی بھر مٹی، حقیر، ادنیٰ۔

تشریح :- آسمان گول ہے اور زمین کو گھیرے ہوئے نظر آتا ہے اس لیے بیضہ سے تشبیہہ

دی ہے عالم یعنی زمین پر بسنے والی تمام مخلوق، بالخصوص انسان کو بوجہ زمین کا رنگ خاکی اور ذات خداوندی کے مقابلہ میں ہیچ ہونے کے کف خاک کہا ہے۔ دنیا مصیبتوں سے بھری ہے اور نالہ و فریاد اس کا حاصل ہے چونکہ یہ دونوں باتیں قمری میں پائی جاتی ہیں اس لیے قمری سے تشبیہ دی۔ اب شعر کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی قمری کی طرح سرتاپا نالہ و فریاد ہے اور یہ آسمان میری نظر میں قمری کا انڈا ہے جس نے اسے جنم دیا چونکہ قمری انڈے ہی سے پیدا ہوئی ہے۔

(۵) زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے — دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ جیتے جی تو میرا محبوب مجھے اپنی محفل سے اٹھا دیتا تھا اب دیکھوں مرنے کے بعد مجھے کوئی اٹھاتا ہے یعنی کون میری میت کو کندھا دے گا۔ اس شعر کے مصرعہ ثانی میں لفظ دیکھوں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس کو استعمال کر کے غالب اپنے مخصوص انداز میں اپنے معشوق کو للکارتے ہیں اور ضد دلا کر اپنا جنازہ اٹھانے پر اکساتے ہیں۔

غزل نمبر ۲۱۶

(۱) روندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی — اترائے کیوں نہ خاک سرِ رہگذار کی؟

معنی الفاظ :۔ روندی ہوئی : پامال کی ہوئی۔ کوکبۂ : شاہی جلوس۔ شہریار : بادشاہ۔ اترائے : ناز کرے۔ راہ گزار : راستہ۔

تشریح :۔ بادشاہی جلوس سڑک سے گزرا ہے۔ غالب سڑک کی مٹی کو خوش قسمت خیال کرتے ہیں کہ وہ شاہی جلوس کے پاؤں میں روندی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر سڑک کی مٹی ناز کرے تو بجا ہے چونکہ شاہی جلوس اس پر سے گزرا ہے۔

(۲) جب اُس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ — لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی؟

معنی الفاظ :۔ نمود : شہرت، ناموری

معنی صاف ہیں محتاج تشریح نہیں۔

(۳) بھو کے نہیں ہیں سیر گلستاں کے ہم و لے	کیوں کر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

معنی الفاظ :- ہوا کھانا : سیر کرنا - ہم معنی ہیں - بھوکا ہونا : خواہشمند ہونا -
تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ ہمارا باغ میں آنا محض باغ کے دیکھنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ہمیں یہاں موسم بہار کی خوشگوار ہوا لائی ہے جو فرحت بخشتی ہے - اسے کیوں نہ کھائیں -

غزل نمبر ۲۱۷

(۱) ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

تشریح : غالب کہتے ہیں کہ میری ہزاروں خواہشیں ایسی ہیں جن کی تکمیل کے لیے میں جان دینے کو تیار ہوں اگرچہ میرے بہت سے ارمان نکل گئے مگر ان کے مقابلہ میں جو رہ گئے ہیں کہیں زیادہ ہیں -

(۲) ڈرے کیوں میرا قاتل ؟ کیا رہے گا اس کی گردن پر ؟

وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھر یوں دمبدم نکلے ؟

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرا قاتل (معشوق) میرے قتل کرنے سے کیوں ڈرتا ہے وہ خون جو دل میں نہ رہا اور آنسوؤں کے ساتھ عمر بھر لگاتار بہا اس کی گردن پر کہاں ٹھہرے گا یعنی میرے خون کو بہنے کی عادت ہے رکنے کی نہیں - گردن پہ خون رہنے کے محاورہ سے یہ کام لینا غالب ہی کا حصہ ہے -

(۳) نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن	بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

معنی الفاظ :- خلد : بہشت - ہمیشہ کے لیے ملنے والی جگہ -
تشریح :- حضرت آدم کا نافرمانی الٰہی کی وجہ سے بہشت سے نکلنے کا قصہ مشہور ہے سب مراعات چھین لی گئیں حتیٰ کہ کپڑے بھی تن پر نہ چھوڑے تھے - غالب کوچہ یار کو اپنے لیے بہت سے زیادہ باعث راحت خیال کرتے تھے مگر آدم کے سپوت تھے کوچہ یار میں چین سے رہنا نصیب نہ ہوا اور نکال دیے گئے اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے -

کہتے ہیں کہ آدم کے خلد سے نکلنے کا قصہ تو سنتے آئے تھے مگر تیرے کوچہ سے جس بے آبروئی کے ساتھ ہم نکالے گئے وہ آدم کے بہشت سے نکالے جانے سے زیادہ توہین آمیز ہے۔ ایک اور شعر میں غالب نے کوچہ یار کا بہشت سے مقابلہ کیا ہے اور کوچہ کو بہشت پر ترجیح دی ہے ؎

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچہ سے بہشت
یہی نقشہ ہے مگر اس قدر آباد نہیں

(۴) بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

معنی الفاظ: بھرم کھل جائے: ساکھ جاتی رہے، اعتبار اٹھ جائے۔

تشریح: - اس شعر میں غالب اپنے محبوب کی زلفوں کی درازی کا بیان کرتے ہیں جو اس کے قد سے بھی زیادہ لمبی ہیں مگر بلوں کی وجہ سے پوری لمبائی ظاہر نہیں ہوتی۔ معشوق کو اپنی درازی قامت پر ناز ہے۔ غالب اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر تمہاری زلفوں کے پیچ و خم کھل جائیں تو تمہاری درازی قد کا اعتبار اٹھ جائے یعنی درازی قد پر تمہارا ناز کرنا بے جا ہے۔ اس سے تو زیادہ دراز تمہاری زلفیں ہیں جن پر تم بجا طور پر ناز کر سکتے ہو۔

(۵) مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح، اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے

تشریح: - غالب کے زمانہ سے پہلے بھی اور ان کے زمانہ تک بھی یہ دستور رہا کہ بعض پڑھے لکھے آدمی اَن پڑھ لوگوں کے خطوط لکھنے کا پیشہ اختیار کر لیتے تھے اور صبح ناشتہ کر کے ہاتھ میں دوات اور کان پر قلم رکھ کر نکل کھڑے ہوتے تھے۔ خط لکھوانے والے ان کے اسی حلیہ سے پہچان جاتے تھے اور خط لکھوا لیتے تھے۔ غالب کے اپنے خطوط، محبوب تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا حال دل محبوب تک پہنچانے کی یہ صورت نکالی کہ خط لکھنے کا پیشہ اختیار کر لیا اس توقع پر کہ شاید کوئی معشوق کا اَن پڑھ جاننے والا ان سے اس کے نام خط لکھوائے اور یہ اس میں اپنا حال لکھ کر محبوب پر ظاہر کر دیں۔ شعر کے الفاظ سادہ ہیں محتاج تشریح نہیں۔

(۶) ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی　　پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے

معنی الفاظ :- دور : عہد۔ بادہ آشامی : شراب نوشی۔

تشریح :- اس شعر میں غالب خود کو اپنے زمانہ کا جمشید خیال کرتے ہیں کہتے ہیں اس عہد میں شراب نوشی میری طرف زیادہ منسوب کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو جامِ جم توشہ خانہ میں جمشید کے نہ ہونے کی وجہ سے بیکار پڑا تھا باہر نکل آئے۔

(۷) ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی　　وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

معنی الفاظ :- خستگی : بدحالی، تنگدستی۔ خستہ : زخمی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ جن دوستوں سے اپنی مفلسی میں امداد کی توقع تھی وہ ہم سے زیادہ مصیبت زدہ پائے گئے۔ ایک اور جگہ اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے ؎

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

(۸) محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا　　اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

تشریح :- جہاں عشق میں تضاد (احساس) عام ہے جینا و مرنا ایک وقت میں ممکن ہے جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے کہ معشوق کو دیکھ کر مُردہ تن میں زندگی کی رو بھی دوڑ جاتی ہے اور فرطِ انبساط سے جان بھی نکل جاتی ہے یعنی ایک ہی عمل جان بخش بھی اور جان ستان بھی ہو سکتا ہے۔ ایک اور جگہ ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے ؎

جان کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع　　گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

(۹) ذرا کر زور سینے پر کہ تیرِ پُرستم نکلے　　جو وہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

معنی الفاظ :- تیرِ پُرستم : ظلم سے بھرا ہوا تیر، پوری طرح پیوست تیر۔

تشریح :- غالب معشوق کے ہاتھ سے قتل ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ اس کا تیر ان کے دل میں پیوست ہو چکا مگر ابھی دم باقی ہے گویا آرزو پوری ہونے میں ابھی کسر ہے اسی کسر کو دور کرنے کے لیے غالب معشوق کو مشورہ دیتے ہیں کہ تو اپنے تیر کو میرے سینہ پر بڑا زور دے کر نکال ایسا کرنے سے تیر کے ساتھ دل باہر نکل آئے گا اور اس کے ساتھ جان بھی۔ اس طرح میری دیرینہ تمنا پوری ہو جائے گی۔

(۱۰) خدا کے واسطے پردہ نہ کعبہ سے اٹھا ظالم ۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم نکلے

معنی الفاظ :۔ صنم : بت ۔

تشریح :۔ کعبہ سے مدت ہوئی بت نکال دئے گئے اور اب وہاں بت کے خیال کی بھی جگہ نہیں مگر عاشقان الٰہی بت خانہ اور کعبہ میں ایک ہی جلوہ دیکھتے ہیں اسی طرح عاشق صادق ہر جگہ اپنے محبوب ہی کو دیکھتے ہیں ۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے کعبہ کا پردہ نہ اٹھانا تم کہتے ہو وہاں بت نہیں ہیں مگر مجھے تو پردہ اٹھ جانے پر اپنا محبوب ہی نظر آئے گا اور تمہاری بات غلط ہو جائے گی ۔ اقبالؔ نے ایک جگہ کہا ہے ؎

عاشق نہ نہد فرق در کعبہ و بتخانہ ۔۔۔ این جلوت جانانہ آں خلوت جانانہ

(۱۱) کہاں مے خانے کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ

پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

تشریح :۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ در مے خانہ اور واعظ میں کوئی مناسبت دکھائی نہیں دیتی مگر یہ حقیقت ہے کہ جب ہم مے خانہ سے نکل رہے تھے تو وہ اندر داخل ہو رہا تھا مطلب یہ ہے کہ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر مے کنند ۔

غزل نمبر ۲۱۸

(۱) کوہ کے ہوں بارِ خاطر اگر صدا ہو جائیے ۔۔۔ بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے؟

معنی الفاظ :۔ کوہ : پہاڑ ۔ بار خاطر : طبیعت پر بوجھ ، ناگوار ، ناپسند ۔ صدا : آواز نالہ جو ہوا کے دوش پر چلتی ہے ۔ بے تکلف : جو باعث تکلیف نہ ہو ۔ شرار جستہ : چھٹکتی ہوئی چنگاری ۔

تشریح :۔ یہ ظاہر آواز اور چھٹکتی ہوئی چنگاری میں کوئی وزن معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آواز پہاڑ سے ٹکرا کر گونج پیدا کرتی ہے اور چھٹکتی ہوئی چنگاری آناً فاناً ذرا چمک کر بجھ جاتی ہے ۔ جدید سائنسی تحقیقات سے پہلے انسانی جسم کے اجزائے ترکیبی خاک ۔ آب، باد اور نار جن کو اربعہ عناصر کہتے تھے ، خیال کیے جاتے تھے ان میں بتدریج کثافت کم ہوتی

اور لطافت بڑھتی جاتی ہے اور اس لیے وزن (بار) بھی کم ہوتا جاتا ہے غالب کے نزدیک جب عشق پختگی پر آجاتا ہے تو ان عناصر میں سے باد اور نار ہی بصورت نالہ اور آہ گرم باقی رہ جاتے ہیں اول الذکر دونو نہ ہونے کے برابر رہ جاتے ہیں جیساکہ ایک جگہ کہا ہے ؎

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ　　اے نالہ نشاں جگر سوختہ کیا ہے

بلکہ غالب تو عشاق کی خاک میں بھی غبار کو تسلیم نہیں کرتے کہتے ہیں ؎

ہم سے عبث ہے گمان رنجش خاطر　　خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

وہ کسی پر بار خاطر بھی ہونا پسند نہیں کرتے اور خود عشق کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ خاک اور باد کا سوال ہی باقی نہیں رہا مگر وہ اس پر مطمئن نہیں ہیں اور آگے قدم بڑھانا چاہتے ہیں جو نالہ فرسائی کا ہے یہ باد (ہوا) کے دوش پر سوار چلتا ہے مگر پہاڑ یا کسی سخت دیوار سے ٹکرا کر گونج پیدا کرتا ہے۔ اور یہ ثبوت ہے نالہ کے بار خاطر ہونے کا۔ غالب یہ پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ چھٹی ہوئی چنگاری سے پوچھتے ہیں کہ تو بتا میں کیا بن جاؤں یعنی تیری طرح آناً فاناً ایک آہ گرم بھر کر جان دے دوں اس طرح غالب منزل عشق کے یہ آخری دو مقام بہ یکجست طے کر لینا چاہتے ہیں۔

(۴) بیضہ آسا ننگ بال و پر ہے یہ کنج قفس　　از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

معنی الفاظ: بیضہ: انڈا۔ آسا: مانند، مثل۔ **ننگ:** باعث شرم، عیب۔ بال و پر: پرندے کے پر، قوت پرواز۔ **کنج:** کونہ۔ **قفس:** پنجرہ۔ از سر نو: نئے سرے سے۔ رہا ہونا: آزاد ہونا۔

تشریح: غالب آزادی کی قدر خوب جانتے تھے۔ اور غیر قوم کی محکومی میں راحت محسوس نہیں کرتے تھے ان کے زمانہ میں انگریز کا تسلط پورے ہندوستان پر ہو چکا تھا اور مسلمان بالخصوص امرا کا طبقہ آزادی کے دن یاد کر کے افسردگی محسوس کرتا تھا۔ غالب مسلم قوم کو ایک پرندے سے تشبیہ دیتے ہیں جو آسمان کی فضا میں پرواز کرنے کے لیے پیدا کیا گیا۔ پنجرہ کے کونے میں دم توڑنے کے لیے نہیں بچہ جب تک انڈے میں ہوتا ہے اڑنے سے مجبور ہے چونکہ بال و پر نہیں رکھتا۔ مگر پنجرہ میں بند ہونے پر بھی باوجود بال و پر کے اڑنا ممکن نہیں یہ تو

جبھی ہو سکتا ہے کہ آزادی ہو۔ اسی محکومی کی زندگی پر بے اطمینانی اور آزادی کی تمنا کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پرندے کے لیے جس کے بال و پر طاقت پرواز رکھتے ہوں پنجرہ ہیں اس طرح بے حس و حرکت پڑے رہنا جیسے انڈے کے خول میں پرندے کا بچہ ہوتا ہے نہایت ہی شرمناک ہے۔ وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آزادی مل جائے تو پھر نئے سرے سے صحیح معنی میں زندگی بسر کریں۔ یہ احساس محکومی کی ابتدا ہے۔

غزل نمبر ۲۱۹

(۱) مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے　　　موجِ شراب یک مژہ خواب ناک ہے

معنی الفاظ :۔ مستی : نشہ، خمار، کیف۔ بہ : پر، سے، مقابلہ۔ ذوق : شوق، نشاط، خوشی۔ ساقی : شراب پلانے والا معشوق۔ ہلاک : فنا، پژمردہ، مضمحل۔ مژہ : پلک۔ خواب ناک : نیند سے بھرا ہوا، خمار آلود۔

تشریح :۔ اس شعر میں غالبؔ معشوق کے تغافل سے جو نشاط و خوشی ان کو حاصل ہوتی ہے، اس کا بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ شراب کا سرور اس نشاط و خوشی کے مقابلہ میں جو معشوق کے تغافل برتنے پر محسوس ہوتی ہے نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور ساقی کی نیند بھری خمار آلود آنکھ کی پلک وہی کیف پیدا کرتی ہے جو جام شراب میں سطح پر اٹھی ہوئی لہر۔

(۲) جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو　　　جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

معنی الفاظ :۔ جز و : سوائے۔ چاک ہے : پھٹا ہوا ہے، کھلا ہے۔ آرزو : تمنا، جو تخیل سے تعلق رکھتی ہے۔

تشریح :۔ غالبؔ اپنے معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اب میرے دل میں تیری تیغ ناز کا زخم کھانے کی تمنا کے سوا اور کوئی آرزو نہیں گویا میرے تخیل کا گریبان تیرے ہاتھوں چاک ہے۔

(۳) جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسدؔ　　　صحرا ہماری آنکھ میں یک مشتِ خاک ہے

تشریح :۔ غالبؔ اس شعر میں اپنے جوش جنوں کی شدت کا اظہار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ مجھے جوش جنوں میں صحرا باوجود اپنی وسعتوں کے ایک مشت خاک نظر آتا ہے۔ گویا صحرا ان کی

دشت نوردی کے شوق کی تسکین کرنے سے معذور ہے۔

غزل نمبر ۲۲۰

(۱) لبِ عیسےٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے

معنی الفاظ:۔ **لب**: ہونٹ۔ **عیسےٰ**: بنی اسرائیل کے آخری نبی، ابن مریم۔ **جنبش**: ہلنا۔ **گہوارہ**: پنگوڑہ، بچوں کے سلانے کا جھولا۔ **جنبانی**: ہلانے کا کام دیتا ہے۔ **قیامت**: غضب، اظہار شدت کے لیے بولا جاتا ہے۔ **کشتہ**: مقتول۔ **لعل**: سرخ رنگ کا قیمتی پتھر۔ **لعل بتان**: معشوق کے لعل جیسے سرخ ہونٹ۔ **خواب**: نیند، سپنا۔ **سنگین**: گہری، سخت۔

تشریح:۔ حضرت عیسےٰ کے معجزوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ "قم باذن اللہ" کہہ کر مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ موت سے نیند بہت کچھ مماثلت رکھتی ہے۔ اس لیے کشتگان یار کو غالب خفتہ یعنی خواب میں ہونا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے لبوں کی حرکت جو "قم باذن اللہ" کہتے وقت ہوتی ہے معشوق کے سرخ لبوں کے مارے ہوؤں کو زندہ کرنے کی بجائے اور گہری نیند سلا دیتی ہے۔ جس طرح پنگوڑہ کے ہلانے سے بچہ گہری نیند سو جاتا ہے۔ غالب نے اپنے معروف نظریہ، کہ مرض عشق لاعلاج ہے، حتےٰ کہ حضرت عیسےٰ بھی اس سے معذور ہیں، ایک نئے طرز سے بیان کیا ہے۔

غزل نمبر ۲۲۱

(۱) آمدِ سیلاب طوفانِ صدائے آب ہے نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

معنی الفاظ:۔ **سیلاب**: طوفان، طغیانی، انتہائی شور و غل۔ **صدا**: آواز۔ **آب**: پانی۔ **نقشِ پا**: پاؤں کے نشان۔ **جادہ**: باریک راستہ، پگ ڈنڈی، وہ سیدھا راستہ جو جنگل یا باغ کے سبزہ زار پر لوگوں کے چلنے سے پڑ جاتا ہے۔

تشریح:۔ شعر کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے اور غالب کسی

باغ میں پگڈنڈی سے گزر رہے ہیں جس پر گزرنے والوں کے پاؤں کے نشان موجود ہیں جو کان سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ سماں دیکھ کر تخیل کو مہمیز لگی اور پگ ڈنڈی نقش پا کے کان میں انگلی کی صورت اختیار کر گئی اور بادلوں کی گھن گرج اس کا سبب بنا جو موسلا دھار بارش کی پیشین گوئی کرتا تھا شعر موزوں ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ شاید نقش پا نے بارش کے طوفان کے آنے کی آواز سن کر کان میں پگڈنڈی کی انگلی ٹھونس لی۔

(۲) بزم مے، وحشت کدہ ہے کس کی چشم مست کا؟ شیشے میں نبض پری پنہاں ہے موج بادہ سے

معنی الفاظ:۔ بزم: مجلس، محفل۔ مے: شراب۔ وحشت کدہ: وہ جگہ جہاں گھبراہٹ و ابتری ہو۔ چشم مست: مخمور آنکھ۔

تشریح:۔ شعر کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ بزم مے نوشی آراستہ کی گئی ہے۔ اور نشیلی آنکھوں والا معشوق آ گیا ہے۔ اس کی مست آنکھوں کو دیکھ کر شراب پینے کا ہوش کسی کو نہیں رہا اور شراب شیشہ میں دھری کی دھری ہی رہی اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

غزل نمبر ۲۲۲

(۱) ہوں میں بھی تماشائی نیرنگ تمنا مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آئے

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ میں تو اپنی رنگا رنگ تمناؤں کا تماشہ دیکھ کر مگن رہتا ہوں مجھے اس سے غرض نہیں کہ کوئی تمنا پوری بھی ہوتی ہے یا نہیں۔

غزل نمبر ۲۲۳

۱۔ سیاہی جیسے گر جائے دمِ تحریر کاغذ پر مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہائے ہجراں کی

معنی الفاظ:۔ معنی صاف ہیں۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں میرے نوشتۂ تقدیر میں ہجر کی راتوں کو الفاظ میں نہیں لکھا بلکہ جس طرح کاغذ پر لکھتے وقت سیاہی گر جاتی ہے اس طرح کے سیاہ دھبوں سے اس کا اظہار کیا ہے۔ (Abstract Art)

غزل نمبر ۲۲۴

(۱) ہجوم نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے — خموشی ریشۂ صد نیستاں سے خس بدنداں ہے

معنی الفاظ :- ہجوم : بھیڑ بھاڑ، کثرت۔ نالہ : فریاد۔ حیرت : حیران ہونا تعجب کے باعث ایک حالت پر رہ جانا۔ عاجز : لاچار، مجبور، بے بس۔ عرض : بیان، اظہار۔ یک افغاں : سرتاپا فغاں، فریاد۔ خموشی : خاموشی، چپ۔ ریشہ : دھاگا، درخت کی نسیں۔ نیستاں : بانس یا نرسل کا جنگل۔ خس بدنداں ہے : اظہار عجز کرتا ہے۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرا دل نالوں سے بھرا ہوا ہے مگر اس ہجوم کو دیکھ کر جو حیرانی ہوئی ہے وہ ایک آہ بھرنے سے بھی مانع آتی ہے۔ میری مثال ایسی ہے جیسی نرسلوں کے خاموش جنگل کی، نالوں کی صلاحیت رکھتا ہے مگر خاموش ہے۔ نرسل کے پورے میں کھوکھلے حصہ کے اوپر ٹھوس پیلا تنکا سا ہوتا ہے جس سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے خس بدنداں کہا ہے۔ اس مثال کا لطف وہی اٹھا سکتے ہیں جنہوں نے نرسل کا پودا دیکھا ہے۔

(۲) تکلف برطرف ہے جاں ستاں تر لطفِ بدخویاں
نگاہ بے حجابِ ناز تیغ تیز عریاں ہے

معنی الفاظ :- تکلف برطرف : صاف اور سیدھی بات یہ ہے۔ جاں ستاں تر : زیادہ جان لیوا۔ لطف : مہربانی۔ بدخویاں : تیز مزاج معشوق۔ بے حجاب : بے پردہ۔ عریاں : ننگی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ صاف اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ تیز مزاج معشوق کی مہربانی یعنی ان کا بے باکی سے دیکھنا ان کے تغافل سے زیادہ مار ڈالنے والا ہے بے باک نظر گویا ننگی تلوار ہے اور تغافل کی نگاہ میان میں ڈالی ہوئی تلوار۔

(۳) ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی — کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

معنی الفاظ :- تلف : برباد، رائگاں۔ گریباں چاکی : غم، ماتم کے وقت گریبان

چاک کرنا - یہ : اس طرح، یوں -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ مجھ پر مصیبتوں کا اتنا ہجوم ہے کہ اگر کوئی خوشی کا موقع آتا بھی ہے تو اس کا احساس نہیں ہوتا وہ مصیبتوں کے رنج میں دب کر رہ جاتا ہے - حتے کہ عید کے روز کی صبح بھی مجھے چاک گریباں (نشان سوگواری) سے بدتر معلوم ہوتی ہے -

(۴) دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہیے　　که اس بازار میں ساغر متاع دست گرداں ہے

معنی الفاظ :- دست گرداں : دست بدست، بغیر تحریر سے ادھار یا قرضہ - متاع : تجارت کا سامان -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ اگر ساقی سے شراب کا پیالہ کا سودا کرنا چاہتے ہو تو دین و دل نقد لاؤ یہاں تو ادھار پہ کاروبار نہیں ہوتا اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے پر عمل ہوتا ہے -

(۵) غم آغوش بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو　　چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجان ہے

معنی الفاظ :- آغوش : گود - بلا : مصیبت - صرصر : تند ہوا، آندھی - مرجان : مونگا، سمندر کی پیداوار جو ہر قسم کے طوفان کے باوجود قائم رہتا ہے -

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ عاشق تو غم اور مصیبت کی گود میں پروان چڑھتا ہے - مصائب کی تند و تیز آندھیوں میں جو چراغ روشن نظر آتا ہے (یعنی میں زندہ ہوں) اس کی مثال ایسی ہے جیسی سمندر کے طوفانوں میں مونگے کی -

غزل نمبر ۲۲۵

(۱) خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے　　نگاہ دل سے تری سرمہ سا نکلتی ہے

معنی الفاظ :- سرمہ سا : سرمگی ہوئی، دلکش -

تشریح :- غالب کو اپنے معشوق کی ہر ادا پسند ہے وہ اس کی خاموشی اور سنجیدگی کو بھی ویسی ہی دلکش خیال کرتے ہیں جیسی شوخی کو - کہتے ہیں تیری خاموشی میں بھی ایک خاص ادا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور ایسی حالت میں تیری نگاہ دل میں اتر کر جب نکلتی ہے تو سرمگیں ہو جاتی ہے یعنی میرے خونِ دل میں ڈوب کر سرمئی رنگ اختیار کر لیتی ہے

تخیل قابل غور ہے۔

(۲) فشارِ تنگیٔ خلوت سے بنتی ہے شبنم صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے

معنی الفاظ :- فشار : بھینچنا ، دبانا سے دباؤ۔ (Pressure) صبا : مرطوب ہوا۔

تشریح :- اس شعر میں غالب، غنچہ پر جو شبنم کے قطرے نظر آتے ہیں ان کے وجود میں آنے کا سبب بیان کرتے ہیں ان کے خیال میں صبا جو غنچہ کے پردہ میں داخل ہوگئی تھی جب باہر نکلی تو تنگی جگہ کی وجہ سے کشمکش کرنی پڑی اور پسینہ پسینہ ہوگئی اور شبنم کی صورت اختیار کرلی۔ موجودہ سائنسدانوں کے لیے قابل غور ہے۔

(۳) نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

معنی الفاظ :- آب : برش ، کاٹ۔

تشریح :- جب سینہ کے زخم سے ہوا نکلنے لگے تو علامت اس بات کی ہے کہ زخم گہرہ لگا ہے اور پھیپھڑوں کا تعلق گلے کی بجائے سینہ کے خلاء سے ہوگیا جو ہوا بجائے ناک اور منہ سے خارج ہونے کے سینہ کے زخم سے نکلنے لگی۔ ایسا زخم مہلک ثابت ہوتا ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ تیری تلوار کا وار پورا پڑا ہے اور تیرے ہاتھ سے قتل ہونے کی تمنا جو میری تھی پوری ہوگئی۔

غزل نمبر ۲۲۶

(۱) جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے نافہ، دماغ آہوئے دشتِ تتار ہے

معنی الفاظ :- نسیم : پچھلی رات کی نرم اور معطر ہوا۔ شانہ : کنگھی۔ شانہ کش : کنگھی کرنے والی۔ نافہ : مشک نافہ۔ دشت : صحرا۔ تتار : تاتار، ترکستان۔

تشریح :- صحرائے تاتار میں وہ ہرن ہوتا ہے جس کی ناف میں مشک ہوتی ہے۔

اس شعر میں غالب اپنے معشوق کی زلف کا انتہائی خوشبودار ہونا بیان کرتے ہیں کہتے ہیں جس جگہ نسیم میرے محبوب کی زلف میں سے گزرتی ہے تو اس میں مشک کی سی خوشبو آجاتی ہے۔ جس سے تاتار کے ہرن کا دماغ مشک نافہ بن جاتا ہے۔

(۲) کس کا سراغ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا! آئینہ فرشِ شش جہت انتظار ہے

معنی الفاظ :- سراغ : پتہ، نشان ۔ جلوہ : تجلی، دیدار ۔ شش جہت : چھ سمتیں تمام جہان زمین آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے مرغوب مسئلہ وحدت الوجود کا بیان ایک نئے طرز سے کرتے ہیں کہتے ہیں اے خدا میں حیران ہوں یہ کارگاہ ہستی مثل آئینہ کس کے جلوہ (تیرے جلوہ) کی نشاندہی کرتی ہے میں سراپا انتظار ہوں، کہیں آ بھی جا۔

(۳) ہے ذرہ ذرہ تنگیٔ جا سے غبار شوق گر دام یہ ہے، وسعتِ صحرا شکار ہے

معنی الفاظ :- دام : جال ۔ وسعت : پہنائی ۔

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے جوش جنوں کی شدت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جوش جنوں میں میری صحرا نوردی کے لیے ایک دشت کی وسعت کافی نہیں ہے اور اس تنگی کی وجہ سے میرے جوش عشق کو اگر غبار خیال کیا جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے ذروں کو دام سمجھ لیا جائے تو وسعت صحرا پر غالب آگیا ہے ۔

(۴) دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ نظارے کا مقدمہ پھر روبکار ہے

معنی الفاظ :- مدعی : دعوےٰ کرنے والا ۔ مدعا علیہ : جس پر دعوےٰ کیا جائے ۔

نظارہ : نظر بازی، دیدار ۔ روبکار : پیشی، عدالت کا حکم ۔

تشریح :- محبت شیشہ دل میں آنکھ کے ذریعہ راہ پاتی ہے ۔ غالب نے کسی کو دیکھا اور فریفتہ ہو گئے کامیابی نہیں ہوئی دل و دیدہ میں جھگڑا ہو گیا ۔ دل کہتا ہے کہ مجھے آنکھوں نے پھنسایا اسی جھگڑے کا ذکر اس شعر میں کیا ہے ۔

(۵) چھڑکے ہے شبنم آئینہ برگِ گل پر آب اے عندلیب، وقتِ وداعِ بہار ہے

تشریح :- ایران میں رسم ہے کہ جب کوئی سفر پر جاتا ہے تو چلتے وقت اس کی پشت کی طرف آئینہ رکھ کر پانی چھڑکتے ہیں ۔ اس سے یہ شگون لیا جاتا ہے کہ اس کا سفر خیریت سے ختم ہوگا اور عافیت سے لوٹ کر آئے گا ۔ اس رسم کے پیش نظر غالب عندلیب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ گلاب کی پتی پر شبنم نہیں ہے بلکہ آئینہ پر پانی چھڑکا گیا ہے اس لیے کہ موسم بہار

کی رخصت کا وقت آ گیا ہے۔ اس کی خیریت کے ساتھ واپسی کے لیے یہ شگون کیا گیا ہے۔ اسے بلبل ہوشیار ہو جا کہ اب بہار جانے والی ہے۔

(۶) ہیچ آ پڑی ہے وعدۂ دل دار کی مجھے — وہ آئے یا نہ آئے پہ یاں انتظار ہے

معنی الفاظ: ہیچ: پاس، رعایت، حمایت۔

تشریح:۔ غالب کے معشوق نے اس کے پاس آنے کا وعدہ کیا ہے وہ انتظار کر رہا ہے۔ کسی نے کہا میاں وہ نہیں آئے گا۔ غالب ان کو جواب دیتے ہیں بھائی میں تو محبوب کے وعدہ کا پاس کرتا ہوں اور انتظار کروں گا چاہے وہ آئے یا نہ آئے۔

(۷) بے پردہ سوئے وادیٔ مجنوں گزر نہ کر — ہر ذرے کے نقاب میں دل بیقرار ہے

تشریح:۔ اس شعر میں مخاطب لیلا ہے۔ کہتے ہیں اے لیلا وادیٔ مجنوں میں سے بے پردہ مت گزر اُس وادی کا تو ہر ذرہ لیلا کے لیے دل بے قرار کی طرح تڑپتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں مجنوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز لیلی کی عاشق ہے۔

(۸) اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں — طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

تشریح:۔ اس شعر میں غالب فصلِ بہار کی شادابی کا ذکر کرتے ہیں اور بلبل کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ گھونسلے کے لیے مٹھی بھر خشک تنکے جمع کر لے ورنہ پھر نہیں ملیں گے۔ فصلِ بہار طوفان کی صورت میں آ رہا ہے اور ہر جگہ سبزہ ہی سبزہ ہو گا۔

(۹) دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی — اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے

معنی الفاظ:۔ آئینہ: آئینہ سے مراد یہاں کارخانۂ قدرت۔ خبر: آگاہی، واقفیت۔ سیر: نمائش، تفریح۔ بے دماغ: بے سمجھ، کم فہم۔ دل گنوانا: جان کھونا۔ تمثال دار: عکس لیے ہوئے۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اے بے وقوف اس دنیا کی ہر شے مثلِ آئینہ نورِ ازلی کا عکس لیے ہوئے ہے اگر تو بعد غور اصل حقیقت سے آگاہی حاصل نہ کر سکے تو فضول جان مت کھپا یہ مسئلہ تفریح کا باعث تو ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ اگر مسئلہ وحدت الوجود تیری سمجھ میں نہ آ سکے اور تو حقیقت تک نہ پہنچ سکے تو کوئی مضائقہ نہیں کم از کم ذہنی تفریح تو

ہو جاتی ہے۔

(۱۰) غفلت، کفیل عمر اسد، ضامن نشاط اے مرگ ناگہاں! تجھے کیا انتظار ہے؟

معنی الفاظ:- کفیل و ضامن: دو تو ہم معنی لفظ ہیں۔ ذمہ دار۔ ناگہاں: اچانک۔ مرگ: موت۔ شکاری لوگ خوب جانتے ہیں کہ شکار کو مارنے کا بہترین وقت وہ ہے جبکہ وہ غافل ہو اور بے فکری سے کلیلیں کرتا ہو جو اس کے غافل ہونے کا ثبوت ہے۔

تشریح:- اس شعر میں غالب اپنے متعلق موت کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ غفلت نے مجھے موت سے بے خوف کر رکھا ہے سمجھتا ہوں کہ مروں گا نہیں اور رنگ رلیوں میں مشغول ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ وقت یونہی رہے گا ایسے میں تیرے لیے مجھے شکار کرنے کا بہترین موقع ہے اے مرگ کیا انتظار کر رہی ہے۔ اس شعر میں غالب اشارۃً یہ بتا گئے کہ موت کس وقت انسان کو کم سے کم تکلیف دہ ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے ان کی یہ تمنا بھی پوری نہ ہوگی۔ موت نے مدتوں انہیں گھور گھور کر دیکھا اور نیم مردہ رکھا۔

غزل نمبر ۲۲۷

(۱) آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے؟ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے؟

معنی الفاظ:- تماشا: مذاق، ٹھٹھا، کھیل۔

تشریح:- شعر کے تیور بتاتے ہیں کہ غالب کا معشوق اپنی یکتائی حسن کا دعویدار ہے اور اس سے کہتا ہے کہ مجھ جیسا کوئی اور بھی ہے؟ غالب اس کے اس دعویٰ کو درست تسلیم کرتے ہیں مگر از راہ شوخی اس کا مثیل اس کو دکھانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں تجھ جیسا اور تو کہاں سے لاؤں۔ ہاتھ میں آئینہ دے کر کہتے ہیں یہ دیکھ لے ہے یا نہیں اگرچہ لوگ اسے مذاق کہیں گے۔

(۲) حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال میں گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

معنی الفاظ:- سویدا: وہ سیاہ داغ جو رنج و غم کی وجہ سے دل پہ پڑتا ہے۔ بزم خیال: خیالوں کی محفل، تصور کی دنیا، دل۔

تشریح:- غالب دیدار یار کی حسرت رکھتے ہیں اور دل ہی میں اس کا تصور کرتے ہیں جس کو

بزم خیال کہتے ہیں اور حسرت دید سے پیدا شدہ دھبّے کو بزم کی آرائش کا گلدستہ خیال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میرے دل میں جو تیرے خیال کی بزم بنا ہوا ہے سیاہ دھبا (سویدا) تیری ان نگاہوں کا مرکز ہے جو میرے تصور میں اس میں اتری ہیں۔ گویا معشوق کی نگاہیں مقابل میں آنے پر تو دل میں اترتی ہی ہیں۔ مگر ان نگاہوں کا تصور بھی دل پر وہی اثر کرتا ہے اور سویدا کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

(۳) پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا　　افسونِ انتظار، تمنا کہیں جسے

معنی الفاظ:۔ گوش: کان۔ افسوں: جادو، فریب، دھوکا۔

تشریح:۔ غالب محبوب کی تمنا کو افسون انتظار کہتے ہیں۔ وصل کی آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی مگر محبت بالکل مایوس بھی نہیں۔ انتظار کا جادو کس نے اس کے کان میں پھونکا ہے اس شعر میں غالب یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عشق میں کامیابی کی امید کون دلاتا ہے۔ "اے خدا" کے لفظ نے اس کو حل کر دیا۔ کہتے ہیں اے خدا تو نے ہی تو ناممکن کو ممکن ہو جانے کا خیال عاشقوں کے دل میں ڈال دیا ہے اور اس نے تمنا کی صورت اختیار کر لی۔ "لا تقنطو من رحمت اللہ" کس کا فرمان ہے۔

(۴) سر پر ہجوم دردِ غریبی سے ڈالیے　　وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

معنی الفاظ:۔ ہجوم: کثرت۔ درد: تکلیف، دکھ، رنج۔ غریبی: مسافرت، مفلسی، عاجزی، بے وطنی۔

تشریح:۔ غالب مصائب اور غربت سے تنگ آکر کہتے ہیں کہ اس حالت میں تو یہ دل چاہتا ہے کہ جنگل کی خاک چھانوں یعنی صحرا نوردی کروں۔ صحرا کو مشت خاک اپنی مصائب کی کثرت کے لحاظ سے کہا ہے۔

(۵) ہے چشم تر میں حسرت دیدار سے نہاں　　شوق عنان گسیختہ دریا کہیں جسے

معنی الفاظ: چشم تر: آنسو بھری آنکھ، ڈبڈبائی ہوئی۔ نہاں: چھپی ہوئی۔ عنان گسیختہ: جس کی باگ ٹوٹی ہوئی ہو، بے قابو۔ عنان: باگ۔ یا گھوڑے کی لگام۔ گسیختہ: ٹوٹی ہوئی۔

تشریح :- غالب کو معشوق کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ حسرت دید سے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ضبط کیے ہوئے ہیں۔ مگر قابو کا یارا نہیں دیکھنے۔ اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں میری آنکھوں میں حسرت دیدار کی وجہ سے آنسوؤں کا ایک دریا پوشیدہ ہے جو بہنے کے لیے بے قابو ہوا جا رہا ہے۔ اس گھوڑے کی طرح جس کی باگ ٹوٹ گئی ہو۔

(۶) درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو   صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے

معنی الفاظ :- درکار ہے : چاہیئے، ضرورت ہے۔ شگفتن : کھلنا۔ گل ہا : بہت سے پھول۔ عیش : مسرت، شادمانی۔ پنبہ : روئی۔ مینا : شراب کی صراحی۔

تشریح :- بہار کے موسم میں پھول صبح کی نرم رفتار ہوا نسیم سے کھلتے ہیں۔ غالب اپنی مسرتوں کے پھولوں کے کھلنے کے لیے شراب کی صراحی کے منہ پہ لگے ہوئے روئی کے پھائے کو صبح بہار کا بدل خیال کرتے ہیں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ میری مسرتوں کے پھولوں کے کھلنے کے لیے تو صراحی کے منہ پر لگی ہوئی روئی کافی ہے اسے دیکھ کر ہی سرور آنے لگا ہے۔ روئی کی سپیدی' اور 'صبح کا اجالا' کی مناسبت ظاہر ہے۔

(۷) غالب بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے   ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

معنی الفاظ و تشریح :- معنی محتاجِ تشریح نہیں۔

غزل نمبر ۲۲۸

(۱) شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے   داغِ دلِ بے درد نظرگاہِ حیا ہے

معنی الفاظ :- ادا : ناز، رمز، اشارہ۔ یہاں رمز زیادہ موزوں ہے۔ نظرگاہ : دلیوں کا آستانہ، تماشا گاہ، سیرگاہ۔ وہ جگہ جہاں نظر پڑے۔ گل لالہ : پوست کا پھول جو مختلف رنگ کا ہوتا ہے مگر درمیان میں سیاہ داغ ہر ایک کے ہوتا ہے۔ دل بے درد : وہ دل جس میں درد کا احساس نہ ہو۔

تشریح :- غالب گل لالہ میں سیاہ دھبہ کو داغ دل بے درد کہتے ہیں جو ایک انسان کے لیے باعث شرم ہے اور کہتے ہیں گل لالہ پر شبنم پڑی ہونے میں ایک خاص رمز پوشیدہ ہے یہ

بتاتی ہے کہ گل لالہ اپنے مل کے بے درد ہونے کا احساس کر کے پسینہ پسینہ ہو رہا ہے۔ یہ جو تم دیکھ رہے ہو شبنم کے قطرہ نہیں ہیں۔ اور اس طرح حیا کی تماشا گاہ بنا ہوا ہے۔ یعنی اظہار حیا کی جگہ۔ گویا انسانی دل جس میں درد نہیں وہ دل نہیں ہے جس کے لیے تخلیق انسان کی گئی۔

(۲) دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بہ دست بت بدمست حنا ہے

تشریح :۔ غالب کہتے ہیں کہ حسرت دیدار کی کشمکش سے ہمارا خون شدہ دل اس آئینہ سے مشابہت رکھتا ہے جو ہاتھ میں مہندی لگائے ہوئے بدمست معشوق کے ہاتھ میں ہو۔ دل کو شعرا بعض مشترک خصوصیات کی وجہ سے آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اب ذرا تصور کیجیے کہ معشوق کے ہاتھ پر گہری مہندی لگی ہوئی ہے اور وہ ہاتھ میں آئینہ لیے ہوئے ہے جس میں اس کے ہاتھ کا عکس پڑ رہا ہے۔ یہ خون شدہ دل معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔

(۳) شعلے سے نہ ہوتی ہوس شعلہ نے جو کی جی کس قدر افسردگی دل پہ جلا ہے

تشریح :۔ غالب کے دل میں وہ حرارت یا سوز نہیں رہا جو انسان کو عمل پر ابھارتا ہے بلکہ اضمحلال و پژمردگی رہ گئی ہے جس پر غالب کڑھتے ہیں اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ محبت کی آگ دل میں بھڑکتی ہوتی تو وہ اتنی تکلیف دہ نہ ہوتی جتنی اس کی عدم موجودگی میں دل جلنے یعنی کڑھنے سے ہوتی ہے۔

(۴) تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہے

معنی الفاظ :۔ تمثال : عکس۔ شوخی : چلبلاپن، رعنائی۔ بہ انداز گل : پھول کی طرح۔ آغوش کشائی : گود پھیلانا۔

تشریح :۔ اس شعر کے الفاظ کو ذہن میں رکھ کر غالب کا ایک اور شعر پڑھیے معنی خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔

گلشن کو تیری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے ہر غنچہ کا دا ہونا آغوش کشائی ہے

صرف گلشن کی جگہ آئینہ رکھ دیجیے۔

(۵) قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے؟

تشریح :- اس شعر میں کوئی لفظ غیر مانوس نہیں ہے کہتے ہیں غالب نے خود اس شعر کی تشریح کی ہے اور لفظ "اے" مصرع ثانی میں بہ معنی "جز" استعمال کیا ہے قمری سرو کی عاشق بتائی جاتی ہے اور بلبل گل کی اس طرح یہ دونوں عشاق جگر سوختہ کی نمایندگی کرتے ہیں۔ شعر کے معنی اس وضاحت کے بعد یہ ہوتے ہیں کہ نالہ کے سوا قمری اور بلبل کے جگر سوختہ کا پتہ کوئی چیز نہیں دیتی۔ دیکھنے میں قمری ایک مٹھی راکھ اور بلبل رنگین پنجرہ ہے ان کے جسم محض دیکھنے کے ہیں درحقیقت کچھ باقی نہیں رہا بلبل کو قفس رنگ اس کے رنگ اور اس پر دھاریوں کی مناسبت سے کہا جو پنجرہ سے مشابہت رکھتی ہیں بعض اصحاب کا اعتراض ہے کہ "اے" "جز" کے معنی میں سوائے غالب کے اور کسی نے استعمال نہیں کیا اور یہ ان کی اختراع ہے۔ میرے خیال میں اس شعر میں بھی غالب نے "اے" نالہ کو مخاطب کرنے کے لیے استعمال کیا ہے جز کے معنی میں نہیں۔ وہ نالہ سے پوچھتے ہیں کہ تو ہی بتا کہ جگر سوختہ کا پتہ کیا چیز دیتی ہے جبکہ قمری ایک مٹھی بھر خاک اور بلبل رنگین پنجرہ ہو کر رہ گئیں یعنی تیرے سوائے اور کوئی چیز جگر سوختہ کی نشاندھی نہیں کرتی اسی سلسلہ میں غزل نمبر ۲۱۸ کے مصرعہ ثانی میں "اے شرار جستہ" دیکھیے۔

(۶) خو نے تری افسردہ کیا وحشت دل کو　　معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

معنی الفاظ :- خو : عادت۔ افسردگی : پژمردگی۔ افسردہ : پژمردہ، مضمحل۔ وحشت دل : بے قراری دل۔ بے حوصلگی : کم ہمتی، شوخی کی ضد۔ طرفہ : عجیب، انوکھی۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ معشوق میں شوخی کا نہ ہونا ایک انوکھی مصیبت ہے چونکہ یہ دل کو پژمردہ کر دیتی ہے اور بے قراری جو بوجہ عشق و خواہش وصل ہوتی ہے۔ سرد پڑ جاتی ہے۔

(۷) مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت　　دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

معنی الفاظ :- دست : ہاتھ۔ تہ : نیچے۔ سنگ : پتھر۔ آمدہ : آیا ہوا۔ پیمان : عہد۔ وفا : محبت۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ دعوائے عشق کے ساتھ عہد محبت پورا کرنے پر مجبوری کی وہی کیفیت ہے جو ہاتھ پتھر کے نیچے دب جانے پر ہوتی ہے یعنی نکالے بن نہیں آئے اور رہنے میں تکلیف ہوتی ہے دوسرے الفاظ میں نہ دبے دوا ہے۔

(۸) معلوم ہوا حال شہیدان گزشتہ　　تیغ ستم آئینہ تصویر نما ہے

تشریح :- اس شعر میں غالب اپنے معشوق کی تلوار کو آئینہ تصویر نما سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اس میں تجھ سے پہلے جتنے عاشقوں کو تو نے قتل کیا ہے سب کا حال نظر آتا ہے یعنی تیری عاشق کشی کی تمام داستان اس سے واضح ہو جاتی ہے۔

(۹) اے پرتو خورشید جہاں تاب ادھر بھی　　سایے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

معنی الفاظ :- پرتو : عکس ۔ خورشید : سورج ۔ جہاں تاب : تمام جہان کو روشن کرنے والا ۔ وقت پڑنا : مصیبت آنا۔

تشریح :- غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے تمام جہان کے مشکل کشا ہم عجب مصیبت میں گرفتار ہیں ہم پر بھی ایک نظر عنایت ہو جائے تو یہ مصیبت ٹلے۔

(۱۰) ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد　　یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

تشریح :- اس شعر میں غالب ایک نئے طرز سے مغفرت کے طالب ہیں کہتے ہیں اے اللہ جن گناہوں کی سزا مجھے دی جا رہی ہے وہ ان گناہوں کے مقابلہ میں جن کی حسرت باقی رہ گئی بہت کم ہیں ان کا بھی انصاف مل جائے یعنی انہیں کرنے کا موقع مل جائے اور پھر اکٹھی سزا کی تکمیل کر دی جائے۔ اس وقت ان سے بھی درگزر کیا جائے۔

(۱۱) بیگانگی خلق سے بے دل نہ ہو غالب　　کوئی نہیں تیرا تو مری جان، خدا ہے

معنی الفاظ و تشریح :- شعر کے معنی صاف ہیں۔

غزل نمبر ۲۲۶

(۱) منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی　　قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

معنی الفاظ :- منظور : پسندیدہ، قبول۔ تجلی : چمک، روشنی۔ یہاں مراد نور ازلی یعنی باریتعالیٰ

سے ہے۔ قسمت کھلی: نصیبہ جاگا۔ ظہور: اظہار، اعلان۔

تشریح:۔ غالباً یہ شعر رسول اکرم کی شان میں ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ نورِ ازلی نے اپنی ذات کا اعلان کسی صورت میں کرنا چاہا یہ مکمل تشکیل کی خوش قسمتی ہے کہ تیرے قد و رخ کی صورت اختیار کر لی گویا آپ (رسول اکرمؐ) سرتاپا نورِ ازلی ہیں۔

(۲) ان خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں   پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

معنی الفاظ:۔ خونچکاں: جس سے خون ٹپکتا ہو۔ بناؤ: سنگار، آرائش، خوبیاں۔

تشریح:۔ اس شعر میں غالب خلافِ معمول اللہ تعالیٰ کو معشوق قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیری محبت میں جان دینے والوں کے خون چکاں کفن میں وہ دلکشی ہے کہ حوروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے بہ ظاہر خون آلود کپڑا نظر میں اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر حق پر جان دینے والوں کا خون حوروں کی نظر میں بھلا لگتا ہے اس لیے بہشت میں شہیدوں کی مسرتوں میں اضافہ کا باعث بن جاتا ہے۔

(۳) واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو   کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

معنی الفاظ:۔ واعظ: وعظ کرنے والا، نصیحت کرنے والا، مذہبی تقریر کرنے والا۔
کیا بات ہے: کیا خوب، کیا کہیے، مرحبا (طنزاً بھی بولا جاتا ہے)۔ شرابِ طہور: پاک شراب جو بہشت میں ملے گی اور اس دنیاوی شراب کی تمام برائیوں سے مبرّا۔

تشریح:۔ غالب شراب کے دلدادہ تھے اس سے ان کے جاننے والے سب واقف ہیں وہ مولوی صاحب کی نصیحت اور بہشت میں شرابِ طہور کے وعدوں پر شراب چھوڑنے والے نہ تھے اور اس کے ساتھ ہی نو نقد نہ تیرا ادھار کے قائل۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب واعظ نہ خود ہی پی سکتے ہو نہ کسی کو پلا سکتے ہو محض وعدہ ہی وعدہ ہے کہ شرابِ طہور بہشت میں ملے گی واہ آپ کی شرابِ طہور کے کیا کہنے۔

(۴) لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا؟   گویا ابھی سنی نہیں آواز صُور کی

معنی الفاظ:۔ حشر: روزِ حساب، قیامت۔ قاتل: قتل کرنے والا، معشوق۔ صور: ترہی، بگل، قرنا۔ یہاں مراد صورِ اسرافیل سے ہے جو اسرافیل فرشتہ روزِ قیامت مُردوں

کو جلانے کے لیے پھونکنے گا (مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق)

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب کے کشتۂ ناز ہیں دنیا میں کوئی شرعی یا رواجی قانون ایسا نہ تھا جو معشوق کو اس جرم کی سزا دے سکے جیسا کہ ایک جگہ خود کہا ہے کہ

شرع و آئین پر مدار سہی ۔۔۔ ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

مجبوراً حشر کے روز ہی داد رسی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ معشوق بھی مسلمان ہی تھا قیامت کے روز حساب سے ڈرتا تھا اسی کیفیت ذہنی کا اظہار اس شعر میں کیا ہے کہتے ہیں کہ میرا معشوق قیامت کے دن مجھ سے جھگڑتا ہے کہ کیوں اٹھ گیا گویا اس نے صور کی آواز سنی نہیں میں تو صور پھونکے جانے پر اٹھنے کے لیے مجبور تھا کہ اسی دن ستم یار کی داد ملنے کی توقع تھی۔

(۵) آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج ۔۔۔ اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

معنی الفاظ :۔ نغمہ سنج : گانا۔ اڑتی سی خبر : بھنک، بازاری اور بے تحقیق بات گپ۔ طیور : جمع طائر کی، پرندے۔

تشریح : ۔ غالب کہتے ہیں کہ بلبل چہچہا رہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہار کا موسم آرہا ہے اگرچہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ پرندوں کی زبانی افواہ ہے۔ اڑتی ہوئی خبر اور پرندوں کی زبانی قابل غور ہے۔

(۶) گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں ۔۔۔ کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

معنی الفاظ :۔ نسبت : تعلق، لگاؤ۔ بت : معشوق۔ بت کی مورتی جسے پوجا جائے۔

تشریح :۔ زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ رسول اکرمؐ نے فتح مکہ کے بعد ان سب کو توڑ کر باہر پھنکوا دیا۔ غالب اسی واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ کعبہ میں اب بت نہیں مگر چونکہ کبھی وہاں تھے اس لیے کچھ نہ کچھ رشتہ باقی ہے اگرچہ دور کا یعنی معشوق قابل احترام ہیں اور چاہنے کے قابل۔

(۷) کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب ۔۔۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

معنی الفاظ :۔ طور : کوہ سینا۔ جہاں حضرت موسیٰ پر تجلی الٰہی کا ظہور ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اللہ میاں کی طلبی پر گئے تھے اور ہم کلام ہوئے مگر دیدار کی خواہش نے رب ارنی وا ے رب

اپنے کو مجھے دکھا) کہنے پر مجبور کیا جواب لن ترانی ہیں ملا (تو مجھے دیکھ نہیں سکتا) تاہم کہا کہ تم طور پر نظر ڈالو۔ حضرت موسٰیؑ نے تعمیل ارشاد ربی کی اور طور کی طرف دیکھا تو تاب تجلیٔ جلوہ نہ لا سکے اور غش کھا کر گر پڑے۔ اسی واقعے کی طرف اس شعر میں غالب اشارہ کرتے ہیں وہ خود دیدارِ الٰہی کے آرزومند تھے جیسا کہ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

تماشہ کہ اے محوِ آئینہ داری تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

اور حضرت موسٰیؑ کے واقعے سے مایوس ہونے والے بھی نہ تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ سب کو "لَن تَرَانِی" ہی کے الفاظ میں جواب آئے۔ آؤ ہم بھی کوہ طور کی سیر کو چلیں۔ مرزا اپنے آپ کو دیدارِ الٰہی کا اہل خیال کرتے تھے ایک اور جگہ کہتے ہیں ؎

گرتی تھی ہم پہ برقِ تجلی نہ طور پر دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

(۸) گرمی سہی کلام میں، لیکن نہ اس قدر کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

معنی الفاظ :- گرمی : تیزی، سختی۔

معنی صاف ہیں محبوب کی تند خوئی کا بیان مقصود ہے۔

(۹) غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

تشریح :- غالباً بہادر شاہ ظفر نے اپنے ارادہ حج کا ذکر غالب کے سامنے کیا۔ مرزا اس شعر میں ہم سفری کی استدعا کرتے ہیں۔

غزل نمبر ۲۳۰

(۱) غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

معنی الفاظ :- ناکام : نامراد، محروم۔ مے گلفام : ارغوانی شراب۔

تشریح :- اس شعر سے غالب کی انتہائی مایوسی اور مفلسی کا اظہار ہوتا ہے کہتے ہیں میری کوئی مراد بر نہیں آئی اور اب معمولی رنج بھی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی میرے لیے تو اتنا ہی غم بہت ہے کہ مے گلفام تھوڑی سی رہ گئی اور کہاں سے آئے گی۔

(۲) کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

معنی الفاظ:- دُرد : تلچھٹ۔

تشریح:- اس شعر میں بھی وہی کمیٔ شراب کا گلہ ہے۔ دُرد تہ جام (تلچھٹ) ہی کو کافی خیال کرتے ہیں اور اس کا اظہار بھی ساقی سے کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں۔

(۳) نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں — گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

معنی الفاظ:- کمین : گھات

تشریح:- غالب دنیاوی کشمکش اور اپنوں، غیروں کے تکلیف دہ برتاؤ سے تنگ آکر گوشہ نشینی اختیار کر چکے اور اسی میں راحت محسوس کرتے ہیں جس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

(۴) کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی — پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

معنی الفاظ:- زہد : پرہیزگاری۔ ریائی : دکھاوے کا۔ پاداش : معاوضہ۔ طمع خام : پوری نہ ہونے والی آرزو۔ بے ہودہ تمنا۔

تشریح:- غالب کہتے ہیں کہ زاہد کی پرہیزگاری اگرچہ نمائشی اور دکھاوے کی نہ بھی ہو اور صرف اس توقع پر ہو کہ آخرت میں اس کا اجر ملے گا اگرچہ اس کا پورا ہونا یقینی نہیں۔ میں ایسی پرہیزگاری کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اسی قسم کا خیال ایک اور جگہ ظاہر کیا ہے ؎

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ — دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

غالب کے خیال میں حقیقی پرہیزگاری وہ ہے جو پرہیزگاری کو اچھا سمجھ کر کی جائے صرف طاعت الٰہی خیال کر کے نہ کہ خوف عذاب یا بہشت کی نعمتوں کے لالچ میں۔

(۵) ہیں اہل خرد کس روش خاص پہ نازاں؟ — پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے

معنی الفاظ:- اہل خرد : دانشمند، عقلمند۔ روش : رفتار، چلن، طریقہ۔ نازاں : مغرور۔ پابستگی : پابندی، قید۔ رسم : ریت، رواج۔ رہ : راہ کا مخفف، طریقہ۔

تشریح:- اس شعر میں غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو عقلمند انسان عام رسم و رواج کا پابند ہو وہ اپنی عقل پر فخر نہیں کر سکتا۔ عقلمند تو وہ ہے جو پرانی ڈگر پہ چلنے سے پہلے اسے عقل کی کسوٹی پہ کس لے اگر اپنے زمانہ میں بھی عقل کی رو سے قابل عمل خیال کرے تو اس پہ چلے ورنہ ترک کر دے۔ غالب تقلید کے قائل نہیں۔

(۶) زمزم ہی پہ چھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے! آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے

معنی الفاظ:۔ زمزم: بہت پانی۔ مکہ معظمہ کے اصل کنویں کا پانی جو حضرت اسمٰعیل کے پاؤں رگڑنے سے پانی نکلنے پر کھودا گیا تھا۔ پاک پانی۔ حاجی لوگ حج کے موقع پر اس کنویں کا پانی تبرک سمجھ کر پیتے ہیں اور گناہ دھونے کے لیے مع احرام کے جسم پر انڈیل لیتے ہیں۔
طوف: طواف، کعبہ کے گرد گھومنا، چکر کاٹنا حج کے ارکان میں سے ایک ہے۔
آلودہ: بھرا ہوا۔ جامہ: لباس۔ احرام: وہ چادر جو حاجی حج کے وقت بہ طور تہبند باندھتے ہیں اور جسم پر بھی اوڑھ لیتے ہیں۔ حاجیوں کا مخصوص لباس۔

تشریح:۔ غالب مے نوش ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو طواف کعبہ کا اہل خیال نہیں کرتے اور معذوری کا اظہار کرتے ہیں وجہ یہ تراشی کہ میرا احرام شراب میں بے حد لتھڑا ہوا ہے۔ زمزم پر اس کے دھونے میں تمام وقت صرف ہو جائے گا۔ طواف کا موقع ملنا مشکل ہے اور گندے احرام سے طواف کرنا مناسب نہیں۔

(۷) ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے

معنی الفاظ:۔ قہر: غضب، ظلم۔ ابرام: التماس، تنگ کرنا، خواہش۔

تشریح:۔ غالب کے اظہار خواہش وصل پر معشوق خاموش ہے انکار نہیں کیا بالفاظ دیگر الخاموشی نیم رضا۔ اسی حالت کو ملحوظ رکھ کر غالب کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جبکہ میری خواہش وصل پر معشوق انکار نہیں کر رہا۔ وصل میسر نہ ہو تو غضب ہے ایسا موقع پھر نہیں ملے گا ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیے۔

(۸) خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے

تشریح:۔ غالب کے نزدیک زندگی کا مقصد محبت کرنا ہے اور بس اور اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب دل و جگر کے خون کا آخری قطرہ آنکھوں کی راہ آنسو بن کر ٹپک جائے۔ ابھی غالب کے جگر میں خون باقی ہے اسی کا اظہار کر کے موت سے کچھ دن کے لیے التوا کر دینے کی استدعا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میری زندگی کا مقصد ابھی پورا نہیں ہوا جگر میں کچھ خون باقی ہے اسے بھی آنسو بن کر بہ لینے دے جب یہ ختم ہو جائے تو بھی آجانا پھر میرا جینا

بیکار ہے۔

(۹) ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے؟ شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

معنی صاف ہیں محتاج تشریح نہیں۔

غزل نمبر ۲۳۱

(۱) مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

معنی الفاظ: جوش: ابال۔ قدح: شراب کا بڑا پیالہ۔

تشریح: ۔ غالب کہتے ہیں کہ مدت ہوئی محبوب کو بزم مے نوشی میں مدعو نہیں کیا۔

(۲) کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

معنی الفاظ: ۔ لخت: ٹکڑا۔

تشریح: ۔ سلسلہ خیال وہی ہے جو پہلے شعر میں ادا کیا۔ کہتے ہیں فراق یار میں جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اب اس کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہوں تاکہ جب معشوق آئے تو اس کے تیر مژگاں کا نشانہ بن سکے۔

(۳) پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

معنی الفاظ: ۔ وضع: امانت رکھنا، طرز، روش۔ احتیاط: بچاؤ، ہوشیاری، دور اندیشی۔ دم رکنا: دل گھبرانا، سانس رکنا۔

تشریح: ۔ ہجر یار میں عاشق پر جو گزری اس کی مختلف کیفیتوں میں سے ایک کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ گریبان چاک کئے برس گزر گئے دور اندیشی کی وجہ سے ضبط کرتا رہا اب دل گھبرانے لگا ہے چاک گریبان کیے بغیر بن نہیں پڑتا۔

(۴) پھر گرم نالہ ہائے شرر بار ہے نفس مدت ہوئی ہے سیر چراغاں کیے ہوئے

معنی الفاظ: ۔ گرم: مصروف۔ نالہ: فریاد۔ شرر بار: آگ برسانے والا۔ نفس: سانس۔ چراغاں: روشنی۔

تشریح: ۔ غالب کہتے ہیں کہ عرصہ ہوا سیر چراغاں نہیں کی تھی اب پھر آہ سوزاں بھرنے

میں مصروف ہوں۔ یہ کیفیت ہجر کا بیان ہے۔

(۵) پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق سامان صد ہزار نمکداں کیے ہوئے

معنی الفاظ:۔ پرسش: بیمار پرسی۔ جراحت: زخم۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اب پھر جذبہ عشق ابھرا ہے اور دل کے زخم تازہ ہو گئے۔

(۶) پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بہ خون دل ساز چمن طرازی داماں کیے ہوئے

معنی الفاظ:۔ خامہ: قلم، مصور کا برش۔ چمن طرازی: گلزار بنانا۔

تشریح:۔ یہ ہجر کی پیدا کردہ کیفیات میں سے ایک کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر ہجر میں دل پلکوں کو خون مہیا کر رہا ہے کہ وہ میرے پلو کو گلزار کا نمونہ بنا دیں۔

(۷) باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں اب آنکھیں اور دل پھر ایک دوسرے کے رقیب ہو گئے یعنی ایک دوسرے سے مسابقت کرنے پر آمادہ ہوئے آنکھیں دیدار یار کے سامان پیدا کرتے میں لگی ہوئی ہیں اور دل اس کا تصور باندھتے ہیں۔

(۸) دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

معنی الفاظ:۔ کوئے ملامت: یار کا کوچہ جہاں جانے پر لوگ ملامت کرتے ہیں۔
پندار: غرور، وضعداری۔ بت کدہ: صنم خانہ، بت خانہ۔

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں اب پھر جوش جنوں میں اس قدر تیزی آگئی ہے کہ وضعداری کا لحاظ چھوڑ کر یار کی گلی میں جانے پر مجبور ہوں۔

(۹) پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب عرض متاع عقل و دل و جاں کیے ہوئے

تشریح:۔ غالب کہتے ہیں کہ اب پھر عشق ایسے معشوق کی تلاش میں ہے جو عقل اور دل و جان لے کر اس کا ہو جائے۔

(۱۰) دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال صد گلستان نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

تشریح:۔ اس شعر میں غالب نے بے ساختگی جذبہ نظر بازی کا اظہار کیا ہے۔

(۱۱) پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا جاں نذر دل فریبی عنواں کیے ہوئے

تشریح :- اس شعر میں غالب معشوق کے خط پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔

(۱۲) مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس — زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

تشریح :- ہوس نفسانی کی خواہش بیان کی ہے ۔ معنی صاف ہیں۔

(۱۳) چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو — سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کیے ہوئے

تشریح :- محتاجِ تشریح نہیں ۔

(۱۴) اک نوبہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ — چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے

معنی الفاظ :- نوبہارِ ناز : نوعمر حسینہ ۔ **فروغِ مے :** شراب کی وجہ سے خون کی روانی میں زیادتی ہو کر چہرہ میں چمک دمک پیدا ہونا۔

معنی صاف ہیں۔

(۱۵) پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں

سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

معنی الفاظ :- زیر : نیچے ۔ **بار :** بوجھ، وزن ۔ **منت :** احسان ۔

تشریح :- افسوس غالب کی رسائی محبوب تک نہ ہوئی اور اب وہ دربار پر ڈیرہ ڈالنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ اور وہ بھی اگر درباں مہربانی کر کے اجازت دے دے۔

(۱۶) جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

تشریح :- غالب اپنے بیتے ہوئے دن یاد کرتے ہیں جب وہ خیالِ محبوب میں محو بیٹھے رہتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔

(۱۷) غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے — بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

معنی الفاظ :- جوشِ اشک : جوشِ گریہ ۔ **تہیہ :** سامان، آمادگی، انتظام، ارادہ۔

تشریح :- جن خواہشات کا اظہار اوپر کے اشعار میں کیا ہے ان میں سے ایک بھی پوری نہیں ہوئی اور اب غالب بھرا ہوا دل لیے ہوئے ہیں ذرا کوئی چھیڑ دے تو آنسو طوفان کی طرح بہ نکلیں اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

غزل نمبر ۲۳۲

(۱) نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لیے — رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لیے

معنی الفاظ :- نوید : خوشخبری، بشارت۔ امن : چین، سکھ، آرام۔ طرز : طریقہ۔ ستم : ظلم، بیداد۔

تشریح :- غالب اپنے محبوب کی پہنچائی ہوئی اذیتوں میں لذت محسوس کرتے ہیں شعر کے پہلے مصرعہ میں اسی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں شدت بیداد کا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میرے محبوب نے مجھ پر اتنے مظالم توڑے ہیں کہ آسمان کے لیے کوئی بھی ستم باقی نہیں چھوڑا اور یہ بات خوشخبری ہے میری روح کے لیے سکون ملنے کی کیونکہ ظلم کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں رہا۔ ایک اور جگہ کہا ہے ؎

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں — کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

(۲) بلا سے گر مژۂ یار تشنہ خوں ہے — رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لیے

معنی الفاظ :- بلا سے : کوئی مضائقہ نہیں، کیا پرواہ۔ خون فشاں : خون چھڑکنے والی۔

تشریح :- غالب خون جگر کو مژگان یار ہی کا حصہ خیال نہیں کرتے بلکہ کچھ اپنی پلکوں کا بھی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اگرچہ مژگاں یار میرے خون جگر کی پیاسی ہیں اور میرے جگر میں پیوست سرنگیں ہونا چاہتی ہیں کوئی مضائقہ نہیں کچھ نہ کچھ خون تو میں اپنی پلکوں کی راہ ٹپکانے کے لیے بھی رکھوں گا کیونکہ عاشق کی آنکھ کی زینت اسی میں ہے۔

(۳) وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے

معنی الفاظ :- روشناس : جاننے پہچاننے والے، واقف۔ خضر : ایک بزرگ جنہوں نے آب حیات پی کر عمر دوام حاصل کی اور اب لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہیں تاکہ لوگ ان کو آب حیات کا پتہ بتانے کے لیے نہ ستائیں۔ چور : وہ شخص جو دوسروں کا مال ناجائز طور چھپ کر حاصل کرے تاکہ کسی کو اس کے اس عمل کا پتہ نہ چلے۔

تشریح :۔ انسانیت کا مقصد خوشگوار سماجی زندگی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جس میں ایک دوسرے سے ملنا جلنا لازمی ہے۔ غالب کے نزدیک خضر جیسی عمر جو لوگوں کے ساتھ میل جول میں گزرے اُس لمبی عمر سے بدرجہا بہتر ہے جو الگ تھلگ رہ کر بسر ہو وہ اسی زندگی کو چور وں کی زندگی خیال کرتا ہے۔ دنیا کی کشمکش غالب کے نزدیک لذیذ تر ہے ترک دنیا کی بے مزگی سے

(۴) رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لیے

معنی الفاظ :۔ بلا اور آفت ہم معنی ہیں۔ دکھ: مصیبت۔ مبتلا : پھنسا ہوا، آزمائش میں پڑا ہوا۔

تشریح :۔ غم روزگار اور غم عشق بہت کم اکٹھے ہوتے ہیں مگر غالب کی ذات میں ایسا ہوا ہے۔ دنیاوی مصائب ان کے لیے کافی سے زیادہ ہیں اس پر ان کے محبوب کی ادائیں ایک جہان کو اپنے عشق میں پھنسانے والی ہیں اور یہ بات غالب کے جذبہ رشک میں شدت پیدا کر دیتی ہے اور غالب کے لیے بلا اندر بلا ثابت ہوتی ہے اسی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

(۵) فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں

دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے

معنی الفاظ :۔ دراز دستی : ظلم، ستم، زیادتی۔ لفظی معنی ہاتھ کی لمبائی، پہنچ۔

تشریح :۔ غالب اپنے محبوب سے دور ہیں اور اس دوری یا ہجر کو آسمانی گردش کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تنگ آکر فلک سے فریاد کرتے ہیں کہ اے فلک مجھے میرے محبوب سے دور رکھ کر تو اس کے ہاتھ کی پہنچ کا امتحان نہ کر میں ہی اس امتحان کے لیے نہیں رہ گیا یہ آزمائش کسی اور کے معاملہ میں کر لینا۔ میری جدائی کے دن ختم کر۔

(۶) مثال یہ میری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

معنی الفاظ :۔ مرغ : پرندہ۔ اسیر : قیدی، پکڑا ہوا۔ قفس : پنجرہ۔ فراہم : مہیا۔ خس : تنکے۔

تشریح :۔ غالب کو اپنی قوم کی محکومی کا پورا احساس تھا اور جوں جوں انگریز قوم کی گرفت

ملک پر سخت ہوتی جارہی تھی وہ حصولِ آزادی کی جد و جہد کو قوم کے بس سے باہر خیال کرنے لگے ۔ چونکہ وہ (قوم) محدود آزادی میں فطری تقاضے پورے کرنے لگی ۔ گویا احساس قید جاتا رہا ۔ اسی ذہنی کیفیت کا اظہار اس شعر میں کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ میری (قوم کی) مثال اس پکڑے ہوئے پرندے کی سی ہے جو پنجرہ میں قید ہے اور آزادی سے مایوس ہو چکا لیکن فطرت کے تقاضے سے مجبور ہو کر انڈے دینے کے موسم میں گھونسلہ بنانے کے لیے تنکے اکٹھے کرنے لگتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ گویا وہ آزاد ہے ۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی یہی ذہنی کیفیت ہو گئی تھی ۔

(۷) گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی　　　اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

معنی الفاظ :- گدا : فقیر، بھک منگا، جو عموماً خستہ حال ہوتے ہیں ۔ پاسباں : چوکیدار، دربان ۔ قدم لینا : پاؤں چھونا، اظہار خوشامد کا ایک طریقہ ۔ شامت : بدنصیبی ۔

تشریح :- غالب خستہ حال دربار پر پہنچے اور بیٹھ گئے ۔ دربان یہ خیال کر کے کہ کوئی منگتا ہے خاموش رہا ۔ بدنصیبی دیکھئے کہ دربان سے اندر جانے کی اجازت لینے کے لیے اٹھے اور خوشامد میں اس کے پاؤں چھونے لگے وہ سمجھ گیا کہ کوئی عاشق نامراد ہے، دھکے دے کر نکال دیا ۔ یہی صورت حال اس شعر میں بیان کی ہے ۔

(۸) بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل　　　کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

معنی الفاظ :- شوق : خواہش، رغبت ۔ یہاں مراد ذوق، فن گوئی ۔ ظرف : برتن تنگنائے : پتلا تنگ راستہ ۔ وسعت : پہنائی ۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرے ذوقِ سخن کے لیے محض غزل کا میدان کافی نہیں بلکہ اور صنفِ سخن جو اس سے زیادہ اظہار احساسات اور خیالات کی متحمل ہو سکتی ہو اختیار کرنے کی ضرورت ہے ۔

(۹) دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے　　　بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے

تشریح :- تجمل حسین خاں غالب کے مربی اور ممدوح ہیں انہی کی شان میں یہ شعر کہا ہے ۔ معنی صاف ہیں ۔

(۱۰) زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا! کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

تشریح :- اس شعر میں صرف یہ حسن ہے کہ لفظ تجمل کہتے ہوئے زبان اور ہونٹ مل جاتے ہیں گویا تجمل حسین کا نام لیتے وقت میرے (غالب کے) ہونٹ زبان کو بوسہ دیتے ہیں۔

(۱۱) نصیرِ دولت و دیں اور معینِ ملت و ملک بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستاں کے لیے

معنی الفاظ :- نصیر : معاون، مددگار۔ دولت : سلطنت۔ معین نصیر کا ہم معنی۔ ملت : دین، مذہب، قوم۔ چرخ بریں : نواں آسمان، بلند ترین آسمان۔ آستان : دہلی، چوکھٹ۔

تشریح :- یہ شعر بھی تجمل حسین خاں کی تعریف (مدح) میں ہے اوس ان کی بلندئ مرتبہ کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے بعد کے دو اشعار بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ آخر میں تجمل حسین خاں کی مدح سرائی کے بعد غالب اپنی بھی تعریف کر جاتے ہیں۔

(۱۲) زمانہ عہد میں اس کے ہے محوِ آرائش بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

معنی الفاظ :- زمانہ : عصر، وقت۔ عہد : دورِ حکومت۔ زمانہ کا ہم معنی ہے۔ محو : منہمک، مصروف۔ آرائش : بناؤ سنگار۔

معنی صاف ہیں۔

(۱۳) ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

معنی الفاظ :- مدح : تعریف۔ سفینہ : کشتی۔ بیکران : جس کا کنارہ نہ ہو۔ بحر : سمندر۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میرا ممدوح تجمل حسین خاں بہت سی صفات کا حامل ہے مگر چونکہ کاغذ ختم ہو گیا اس سبب مدح ختم کرنے پہ مجبور ہوں ورنہ اس کی تعریف میں لاانتہا اشعار کہے جا سکتے ہیں۔

(۱۴) ادائے خاص سے غالبؔ ہوا ہے نکتہ سرا صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

معنی الفاظ : نکتہ : تہ کی بات۔ سرا : سرودن سے گانا۔ صلائے عام : دعوتِ عام، چیلنج۔ نکتہ داں : دقیقہ رس، بات کی تہ تک پہنچنے والا۔

تشریح :- غالب کہتے ہیں کہ میں نے اس غزل میں ایک خاص انداز سے تہ کی باتیں (تجمل حسین خاں کی) نسبت بیان کی ہیں۔ دقیقہ داں اصحاب ایسا کلام کہہ کے تو دیکھیں۔ مراد یہ ہے کہ نہیں کہہ سکتے۔

رُباعی

دل تھا کہ جو جانِ دردِ تمہید سہی
بے تابیِ رشک و حسرتِ دید سہی
ہم اور فسُردن اے تجلّی! افسوس!
تکرار روا نہیں، تو تجدید سہی

معنی الفاظ :- جان : روح، نچوڑ، خلاصہ۔ اصلی مدعا یا غرض۔ درد : دکھ، تکلیف، انقباض۔ تمہید : ابتدا، آغاز، شروع، تخلیق۔ دردِ تمہید : تقاضے، تخلیق، انقباضِ تخلیق۔ بے تابی : بے قراری، بے چینی۔ بے تابیِ رشک : رشک کی وجہ سے بے چینی۔ حسرت : نامکمل آرزو، افسوس، پچھتاوا۔ دید : جلوہ، نظارہ، دیدار۔ فسُردن : نچوڑنا، دبا کر رطوبت نکال دینا۔ تجلّی : نور، روشنی یہاں مراد نورِ ازلی یعنی اللہ تعالےٰ سے ہے۔ تکرار : کسی بات کا دہرانا۔ تجدید : نئی صورت دینا، ازسرِ نو بنانا۔ سہی : متبادل کیفیات یا اشیاء کے اظہار کے لیے آتا ہے۔

تشریح :- خالقِ کائنات نے زندگیِ دوام و سلطنتِ لازوال کی خواہش انسان کے ضمیر میں اس کی تخلیق کے وقت سے ہی رکھ دی تھی اور یہ جذبہ حی و قیوم خدا کے خلیفہ کے لیے ضروری بھی تھا اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ابلیس نے آدم کو شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ نتیجہ جو کچھ ہوا معلوم ہے غالب ابنِ آدم ہی تھا اور اس نے یہ ترکہ پدری بقدرِ حصّہ پورا پورا پایا تھا۔ رباعی زیرِ غور اسی جذبے کے تحت کہی گئی ہے۔

غالب تخلیقِ کائنات کا باعث معشوقِ ازلی کے جذبۂ خود بینی کو خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا ہے ؂

دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

ویسے تو یہ تمام کارگاہ ہستی ہی ایک آئینہ ہے جس میں حسن ازلی بصورت صفات جلوہ گر ہے مگر انسانی دل وہ خاص آئینہ ہے جس میں وہ ذات بے ہمتا عکس انداز ہوتی ہے اور تصویر یار پوری اتر آتی ہے چشم تصور بہ قدر وصفائی قلب مے جلوہ سے سرشار ہو جاتی ہے۔ گویا دل ہی تخلیق کائنات کا نچوڑ یا جان ہے۔ یہی وہ کوزہ ہے جس میں سمندر سما جاتا ہے۔ میر درد نے کیا خوب کہا ہے ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اسی نظریہ کے پیش نظر غالب نے اپنے دل کو جانِ درد تمہید کہا ہے اور اللہ میاں سے اپنی اس دنیا کی زندگی کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رکھنے کی استدعا کی ہے۔ ساتھ ہی اس کی قبولیت کے لیے تین وجوہ بیان کی ہیں۔

۱۔ میرے پاس وہ دل تھا جو تیری منشائے تخلیق کا شاہکار تھا اور جس پر تیرے جذبہ خود بینی نے تجھے مجبور کیا۔

۲۔ وہ دل تیری محبت میں رشک کی وجہ سے ہمیشہ بے قرار رہا یعنی کسی کو تیرا شریک نہیں گردانا اور نہ تیری محبت میں کسی کو اپنا رقیب گوارا کیا یعنی مشرک نہیں تھا اور تیری جست میں یکتا۔

۳۔ تیرے دیدار کی تمنا زندگی بھر رہی مگر پوری نہ ہوئی اور اس دنیا سے یہ حسرت لیے جا رہا ہوں جس کے پرواز کرنے کے لیے نئی زندگی ضروری ہے۔

ان تین خصوصیت کا حامل دل رکھتے ہوئے اگر موت ہمیں یونہی نچوڑ ڈالے (یعنی زندگی یہیں ختم ہو جائے) تو اے نور ازلی افسوس کا مقام ہے اگر ہمیں یہی زندگی دوبارہ ملتی تیرے قانون کی رو سے ممکن نہیں۔ یعنی نظریہ تناسخ (آواگون) صحیح نہیں تو نئی زندگی دے کر اپنا وعدہ خلقاً جدیدا پورا کر تا کہ تیرے دیدار کی حسرت باقی نہ رہے۔ اقبال نے بھی عمر دوام کی خواہش اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔

آں چناں زی کہ اگر مرگ بود مرگ دوام
خدا زکردۂ خود شرمسار تر گردد

یعنی ایسی زندگی بسر کر کہ اگر تیری موت ہمیشہ ہمیشہ کی موت ہے تو تجھے اپنے اعمال کی وجہ سے اتنی شرمندگی نہ ہو جتنی اللہ تعالےٰ کو اس بات پر پشیمانی ہو کہ اس نے کیوں تجھے عمر دوام نہ دی۔

اقبالؔ اور غالبؔ دونوں ہمارے لیے باعث فخر و ناز شخصیتیں ہیں۔ دونوں نے ایک ہی خیال کو اپنے اپنے طرز پر ادا کیا لیکن بہ یک نظر "غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور" نمایاں ہو جاتا ہے۔

غالبؔ اول شاعر تھا اور مفکر بعد میں اور اقبالؔ مفکر اول اور شاعر بعد میں۔ غالبؔ تمنائے دیدار الٰہی پوری کرنے کے لیے نئی زندگی چاہتا ہے اور اقبالؔ اچھے اعمال کی بنا پر عمر دوام مانگتا ہے۔ غالبؔ کے مطالبہ کی بنیاد عشق پر ہے جس کا مرکز دل ہے۔ اقبالؔ کے دعوے کا مدار اطاعت و احکام الٰہی پر ہے۔ اقبالؔ شاعر کہلانا پسند نہیں کرتا اور غالبؔ کو اپنی شاعری پر ناز ہے اور وہ اسے نوائے سروش خیال کرتا ہے۔ ان حالات میں جو اصحاب ان دونوں بلند پایہ ہستیوں کا مقابلہ کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں مقابلہ تو ان کا کیا جا سکتا ہے جو ایک ہی خصوصیت کے حامل ہوں یا ایک ہی شے کے دعویدار۔

میری لائبریری میں علم دوستوں کے لئے اہم کتابیں

"اردو کا بہترین انشائی ادب"، ڈاکٹر وحید قریشی نے رجب علی بیگ سرور سے لے کر دورِ حاضر تک اردو کے انشائی سرمایہ کی تمام اہم تحریروں کو دو حصوں میں جمع کیا ہے، ابتدائی دور جس کے کئی دور کئے گئے، اسی طرح جدید دور، جس کے کئی دور متعین کئے گئے۔

مصنفین کے حالاتِ زندگی، تصانیف کی فہرست اور تصاویر کے ساتھ عمدہ لکھائی چھپائی

میری لائبریری میں ۷٫۵۰ روپے مجلد ۱۰٫۰۰ روپے

دیوانِ ولی، مرتب حسرت موہانی، محمد خاں اشرف کے طویل مقدمے کے ساتھ۔ ۲٫۲۵، مجلد ۳٫۵۰ روپے

دیوانِ آتش، " " " ، ڈاکٹر وحید قریشی کے طویل مقدمے کے ساتھ۔ ۱٫۷۵، " ۲٫۵۰"

دیوانِ مصحفی، " " " ، فراق گورکھپوری کے طویل مقدمے کے ساتھ۔ ۳٫۰۰، " ۴٫۰۰"

دیوانِ جرأت، " " " ، محمد حسن عسکری کے طویل مقدمے کے ساتھ۔ ۳٫۰۰، " ۴٫۰۰"

آٹھ غزل گو، مرتب جاوید شاہین، ایک نیا تجربہ، نئی غزل کے نمائندہ شعرا کا انتخاب اور تنقیدی جائزہ جو مختلف اہلِ قلم نے لیا ہے۔

آفسٹ طباعت: میری لائبریری میں ۳٫۰۰ روپے مجلد ۴٫۰۰ روپے

ولی، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، مرتب محمد خاں اشرف، اردو کے اولین شاعر کے فن اور زندگی پر مستند مضامین: میری لائبریری میں ۱۰٫۷۵ روپے مجلد ۱۴٫۰۰ روپے

باغ و بہار" کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ: مرتب پروفیسر سلیم اختر، میری لائبریری میں ۳٫۵۰ مجلد ۷٫۰۰ روپے

تنقیدِ شعر، فنِ شعر پر یہ کتاب ایک ضابطے کی صورت اختیار کر گئی ہے، انیس ناگی کی یہ تصنیف تعلیمی ضرورتوں اور عام قاری کی ضرورت کو پورا کرتی ہے آفسٹ طباعت: ۲٫۵۰ روپے مجلد ۴٫۰۰ روپے

تنقیدی مضامین، سید عابد علی عابد کے علمی مضامین جو شعر اور شعری ادب سے متعلق ہیں۔

میری لائبریری میں ۳٫۰۰ روپے، مجلد ۴٫۰۰ روپے۔

دیوانِ غالب

(آفسٹ طباعت)

اردو دیوان کا صحیح ترین نسخہ

عرشی رامپوری کے تلفظ و اعراب کے مطابق مروج متن پر حسرت موہانی کے انتخاب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ نیز ملک کے مشہور مصور حنیف رامے و عبدالرحمن چغتائی کی السٹریشنز کو بھی اشعار پر نشان زد کر کے دکھایا گیا ہے تاکہ مستحسنین مصوروں کے موخامہ (برش) سے جن اشعار کی تصاویر دیکھنا چاہیں انہیں سہولت ہو۔

"غالب کی شاعری تنقید کی نظر میں" کے عنوان سے مختلف عنوانات کے تحت تنقید نگاروں کے کلمات کو مرتب کیا گیا ہے، جس سے غالب کے فن کے جائزے کی ضرورت ایک حد تک پوری کی گئی ہے جو تعلیمی ضرورت کو پورا کر سکے،

میری لائبریری نے قبل ازیں یہی ایڈیشن شائع کیا تھا (ٹائپ میں) تو اُسے ملک گیر مقبولیت حاصل ہوئی تھی اب یہ ایڈیشن بھی عمدہ کتابت اور صحت کی منفرد مثال ہے۔

میری لائبریری میں ۲۵، ۲ روپے مجلد، سفید کاغذ ۵ روپے

مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

ارنسٹ ہیمنگوے
مارک ٹوین

[illegible]	۱٫۷۵
تنقیدی مضامین	۳٫۰۰
غبار خاطر	۴٫۵۰
دیوان غالب (فارسی)	۱۰٫۰۰
انتخاب غالب	۰٫۵۰
پنجابی ادب کی تاریخ	۴٫۰۰
دیوان ولی	۲٫۲۵
دیوان مصحفی	۳٫۰۰
دیوان آتش	۱٫۷۵
دیوان جرات	۳٫۰۰
ولی، تنقیدی مطالعہ	۱٫۷۵
متاع ادب	۳٫۰۰
ناول نگاری	۴٫۰۰
میرزا ادیب، بہترین افسانے	۳٫۰۰
احمد ندیم، بہترین افسانے	۴٫۵۰
زاد راہ معہ تنقیدی مقدمہ	۲٫۲۵
فاصلے	۲٫۰۰
میرے بھی صنم خانے	۵٫۵۰
پتھر کا دیس	۴٫۵۰
سہرے کے پھول	۱٫۵۰
آہٹیں	۳٫۷۵
منزل منزل دل بھٹکے گا	۳٫۰۰
ادھ کھایا امرود	۳٫۰۰
حریف آدم	۳٫۰۰
دغا باز (ڈرامہ)	۱٫۰۰
لفنگے کی ڈائری	۱٫۷۵
63 کے منتخب افسانے	۲٫۰۰
64 کے منتخب افسانے	۳٫۰۰
65 کے منتخب افسانے	۳٫۰۰
میدان عمل معہ تنقیدی مقدمہ	۵٫۰۰
ننگی دھرتی	۵٫۵۰
لمحوں کے بھنور	۴٫۵۰
کرن کرن اندھیرا	۵٫۰۰
افق سے افق تک	۴٫۵۰
ڈوب ڈوب کر ابھری ناؤ	۳٫۰۰
سیماب	۲٫۵۰
نشان	۵٫۵۰
خوشبو کے گھاؤ	۵٫۵۰
درد آئے گا دبے پاؤں	۴٫۰۰

[illegible]	۳٫۵۰
جنس کا نفسیاتی پہلو	۴٫۵۰
جنس کا جسمانی پہلو	۳٫۰۰
زندگی کے موڑ پر	۲٫۵۰
شادی اور کامیابی	۲٫۵۰
روزمرہ نفسیات	۲٫۵۰
نفسیات اور عمل	۲٫۰۰
زندگی اور عمل	۲٫۰۰
نفسیات کی روشنی	۲٫۰۰
ترقی کی راہیں	۲٫۰۰
ہماری عادتیں، ہمارے جذبات	۱٫۲۵
دولت نامہ	۲٫۵۰
بچے اور انکی تعلیم و تربیت	۱٫۷۵

* تاریخ و سوانح

ابوبکر صدیق اکبر رض	۷٫۵۰
عمر، فاروق اعظم رض	۱۲٫۰۰
دس بڑے مسلمان	۵٫۵۰
خالد، سیف اللہ رض	۲٫۷۵
الہارون	۲٫۲۵
ابوذر غفاری رض	۲٫۵۰
سلطان محمد فاتح رض	۱٫۵۰
الحسین رض	۲٫۰۰
رابعہ بصری رح	۱٫۵۰
امیر معاویہ رض	۱٫۵۰
عمر ابن عبدالعزیز رح	۱٫۵۰
امام زین العابدین رض	۱٫۵۰
شیخ عبدالقادر جیلانی رح	۱٫۵۰
ایک مفسر قرآن	۱٫۷۵
الزہرا رض	۱٫۲۵
تذکرہ	۴٫۵۰
قلوپطرہ	۴٫۵۰
روپ متی	۳٫۰۰
سلطانی محلوں کے راز	۴٫۵۰
30 بڑے آدمی	[illegible]۰
ہمارے غازی، ہمارے شہید	

Cotting Cutting
Sutting School



حق اشاعت تصویر محفوظ به حق مصور
پینٹنگ از: اکبرالحسن فریدی، ایم۔اے